خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال کراچی

مجموعۂ ملفوظات وارشادات

شیخ المشایخ محی السنہ

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : مجالسِ ابرار

ملفوظات : محی السنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ اشاعت : ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۱۶ء بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور 92.316.7771051

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

تقریظ

از فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم
مفتیٔ اعظم پاکستان، بانی ومؤسس دارالعلوم کراچی

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

جناب مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامّت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ اپنے مُرشد کے طریق پر اخلاق و معاملات کی اصلاح اور تربیت وتزکیہ، تعلیم و تدریس کی خدمات پورے انہماک کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا قیام اپنے آبائی وطن ہردوئی (بھارت) میں ہے اور ہندوستان کے طول و عرض میں آپ کا فیض جاری ہے۔ ابھی دو ماہ قبل حجِ بیت اللہ سے واپسی پر موصوف نے ڈیڑھ ہفتہ کراچی میں قیام فرمایا اور حیدر آباد کا سفر بھی فرمایا۔ کراچی کے دورانِ قیام دارالعلوم کراچی اور مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن اور دیگر اداروں میں تشریف لے گئے، علماء اور طلباء اور عوام کے سامنے آپ کے بصیرت افروز بیان ہوئے اور مجالس و محافل میں بھی ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا، آپ کے خادمِ خاص عزیزم مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ بالافادات والافاضات (جو آپ کے خلیفہ بھی ہیں) لیلًا و نہارًا صباحًا و مساءً آپ کے ساتھ رہے اور مواعظ و ملفوظات کو نوٹ کرتے رہے۔ اب اس مجموعہ کو ''مجالسِ ابرار'' کے نام سے موصوف شائع فرمارہے ہیں تاکہ ان غائبین تک بھی یہ اصلاحی باتیں پہنچ جائیں جو مجلس میں حاضر نہ تھے۔ اللہ جلّ شانہٗ موصوف کی ان مساعیٔ حسنہ کو قبول فرماکر مجالسِ ابرار کے فیض کو عام و تام فرمائے۔

وما ذالك على الله بعزيز

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۱؍ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

محدثِ کبیر فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنّوری دامت برکاتہم بانی و مؤسس مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن، کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ مَاکَفٰی وَشَفٰی

امابعد! حضرت حکیمُ الامّت تھانوی قدس اللہ سرہٗ اپنے عصر میں مایۂ ناز ہستیوں میں تھے جن کی حیاتِ مقدّسہ کے انفاسِ قدسیہ تربیت و اصلاحِ اُمت و رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے، جس قدر فیض و برکت ان کے ملفوظات و تالیفات سے اُمّت کو پہنچی ہے عہدِ حاضر میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت رحمہ اللہ کے خلفاء و مستفیدین کو جتنا تعلق و قرب و جذب کی نسبت رہی اسی قدر حق تعالیٰ نے ان کو بھی مقبول بنایا۔ ان قابلِ قدر مبارک ہستیوں میں سے الحمد للہ کہ ہمارے گرامی اخلاص مولانا ابرارُ الحق صاحب نفع اللہ الامۃ بحیاتہ کا وجود بھی ہے، ابتداءً تو غائبانہ تعلق رہا اور ایک عرفاتی ملاقات بھی ہوئی اور ان کے قابلِ قدر احوال بھی سُنتا رہا لیکن اس دفعہ کراچی تشریف آوری کے موقع پر قریب سے دیکھا اور دو تقریریں سُننے کا موقع بھی نصیب ہوا۔ الحمد للہ کہ توقع سے بالاتر پایا۔ ماشاء اللہ! حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی نسبتِ جذب نے ان کو اپنا مجذوب بنا کر ان کی زبان کو اپنے پُر کیف مواعظ سُنانے کے لیے انتخاب فرمایا۔ وکفٰی بہٖ فخرًا اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو مزید نافع فرمائے، آمین۔ ”مجالسِ ابرار“ ان ہی مواعظ اور تقریروں کے اقتباسات کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

محمد یوسف بنّوری

یوم سہ شنبہ، ۱۸؍ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

از حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ
حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز حکیم الاُمت اور مجدّد الملت تھے۔ اس کی دلیل و ثبوت خود حضرت کے کارنامۂ مساعی علومِ ظاہری و باطنی ہیں۔ حضرت نے ساری عمر اصلاحِ اُمّت میں صَرف کی جب کہ ہر شعبۂ دین میں ابتری و بدعت و رسومات کی شمولیت ہوچکی تھی اور مسلمان کا ہر شعبۂ حیات مسموم ہوچکا تھا۔ چناں چہ حضرت کے تصانیف، مواعظ و ملفوظات ہزارہا کی تعداد میں ان ہی موضوعات پر مشتمل ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تو یہ ذخیرۂ رشد وہدایت اُمّتِ مرحومہ کے لیے چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور حضرت کے مسلک وذوق کے اشاعت کرنے والے بحمد اللہ اب بھی موجود ہیں۔

میرے محترم برادرِ عزیز مولانا ابرار الحق صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری وباطنی اوصاف سے نوازا ہے، ماشاء اللہ! عالم، حافظ، قاری اور ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، موصوف نے تحصیلِ علومِ درسیہ کے بعد اپنی ساری عمر اشاعتِ دین اور اصلاحِ اُمّت کے لیے وقف کردی ہے اور بہت سے مدارسِ دینیہ بعون اللہ تعالیٰ قائم کیے ہیں اور نمایاں ترقی کررہے ہیں، اس کے علاوہ جگہ جگہ مواعظ اور ملفوظات سے بھی مسلمانوں کو مستفید فرماتے رہتے ہیں، چناں چہ اس کے پیشِ نظر کتاب ”مجالسِ ابرار“ میں آپ اُن کے ملفوظات ملاحظہ فرمائیں گے۔

ان تمام ملفوظات میں ہمارے حضرت والا کا مذاق اور مسلک کا رنگ جھلکتا

ہے اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' والا اثر محسوس ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو جن میں طلب اور تشنگیٔ دین ہے اُمیدِ قوی ہے کہ ان سے نفعِ عظیم ہوگا۔ دل و جان سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی مساعیٔ دینیہ کو قبول فرمائیں اور درازیٔ حیات کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے نصرت وحمایت فرمائیں۔

آمین ثم آمین

بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

دُعاگو

احقر محمد عبد الحی عفی عنہ

۶؍ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے اختؔر کہکشاں کو

اختؔر

از حضرت بابا نجم احسن صاحب نگرامی مُجازِ صحبت
حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مُحبّ عزیز صاحبِ جمال حضرات ابرار اور فدائے سنّتِ سیّدِ الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام مولانا ابرار الحق صاحب مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُوْلِ بَقَاءِہٖ کا دیدار اب کے برسوں بعد نصیب ہوا۔ ان کے محاسن اور کمالاتِ ذاتی کے علاوہ وہ وقت یاد آگیا جب تھانہ بھون میں انہیں چٹکتی کلیوں یا گلِ نو بہار کی کیفیت میں دیکھا تھا اور یہاں جب گل و گلزار کی شان دیکھی تو طبیعت وجد میں آگئی۔ بیان، حُسنِ بیان، طرزِ بیان، جاذبیت، حُسنِ ادا، میں ناکارہ کیا بیان کر سکتا ہوں۔ "بسیار شیوہاست بتاں را کہ نام نیست" کا معاملہ ہے۔ پھر بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ بزمِ اشرف کے اس آفتابِ ضیاافروز کو دیکھ کے دل میں بے ساختہ یہ آیا کہ ؎

بسم اللہ اگر تابِ نظر ہست کسے را

بیان اور حُسنِ بیان سے قطع نظر ماشاء اللہ علمی و عملی شانیں اور آنیں یہی نہیں کہ خاص ابراری انداز رکھتی ہیں بلکہ ان کی نافعیت ان شاء اللہ یقینی ہے۔ پھر ایک خاص شان یہ ہے کہ مُصلحانہ انداز میں کوئی ضعف و رعایت نہ ہونے کے باوجود قلب و روح اس سے سرور اور نفع دونوں حاصل کرتے ہیں۔ "مجالسِ ابرار" کی ترتیب سے عزیز وافر تمیز عزیزم مولانا حکیم محمد اختر سَلّمَہ اللہ نے بڑا ہی کارِ خیر و مطلوب انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ فیضانِ ابرار کو تا دیر قائم رکھے اور اختری مساعی کو قبول و مقبول فرمائے۔

ناکارہ آوارہ
نجم احسن نگرامی
۲ر جمادی الاوّل ۱۳۹۶ھ

از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد، کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خاص شانِ اصلاح سے نوازا ہے اور پھر اصلاحِ اُمّت کے کام کو ان کے لیے اس طرح دردِ دل بنادیا ہے کہ اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی کہیں نہیں ملتی۔

راہ برانِ قوم نے نہی عن المنکر کے فریضے کو تو ایسا بھلادیا ہے کہ گویا یہ حکم سرے سے شریعت میں ہے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر منکرات کی مجالس میں علانیہ شرکت بلکہ اپنی مجالس میں منکرات کی کھلی چھٹی دے کر عوام کو فتنۂ اباحت میں مبتلا کردیا ہے۔

میں اطراء فی المدح اور کسی کی مدح کے ضمن میں تنقیصِ غیر سے پناہ مانگتے ہوئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اصلاحِ منکرات کا جو کام حضرت مولانا ابرارُالحق صاحب سے لے رہے ہیں وہ آج دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔

پھر نہی عن المنکر کے جذبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حُسنِ بیان اور ایسی شانِ جاذبیت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی نکیر باعثِ تنفیر نہیں بنتی بلکہ منکرات کا قلع قلوب کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے، یہ دل کی تڑپ اور اخلاص و قبول کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ برادرم مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے کراچی میں حضرت ممدوح کے اصلاحی بیانات ''مجالسِ ابرار'' کے نام سے شایع کرکے عوام تک پہنچانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائیں اور دوسرے مقتدا حضرات کے لیے کحل الجواہر بنائیں تاکہ وہ مداہنت اور سہل انگاری ترک کرکے اس فریضے کی طرف توجہ فرمائیں، آمین۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۸/۴/ ۱۳۹۶ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مقدّمہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حج سے واپسی پر حضرتِ اقدس مرشدنا مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم والطافہم تقریباً دو ہفتہ ہم لوگوں کو اپنے مواعظ و ارشاداتِ حسنہ سے مستفید فرماتے رہے۔ احقر کو حق تعالیٰ کے لطف و کرم نے اہتمام سے ان علومِ نافعہ اور ملفوظاتِ حسنہ کو قلم بند کرنے کی توفیق بخشی، جو بر مقام دارالعلوم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم و مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنّوری دامت برکاتہم و بر مکان حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم اور جامعہ فاروقیہ، جامعہ حمادیہ ڈرگ کالونی نمبر ۳ و ۴، اشرف المدارس ناظم آباد (کراچی)، مفتاح العلوم و مظاہر العلوم وغیرہ (حیدر آباد) میں بیان ہوئے تھے۔ یہاں کے اکابر حضرات بھی حضرت کے مواعظ سے بہت مسرور ہوئے۔

تاثراتِ اکابر

۱) حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری اور مولانا کی نسبت میں اتحاد ہے، اور مولانا کی انتظامی شان دیکھ کر تو معلوم ہوا کہ یہ سلطنت بھی چلا سکتے ہیں۔

۲) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم نے اپنی مجلسِ خصوصی میں حضرت کا مختصر بیان سُن کر ارشاد فرمایا: آج کانوں میں اُن باتوں کی آواز آرہی ہے جو ہم تھانہ بھون میں سُنا کرتے تھے۔

۳) حضرت مولانا یوسف صاحب بنّوری دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا سے مجھے قلبی لگاؤ اور تعلق ہے اور میں مولانا سے بہت متأثر ہوں۔

۴) حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولانا کے علوم سے اور وعظ سے مجھے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بڑی ترقیات سے نوازا ہے۔

۵) حضرت بابا نجم احسن صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولانا یادگارِ حکیم الاُمت ہیں۔

احقر کے قلب میں شدت سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان کو طباعت سے آراستہ کردیا جائے تاکہ دوسرے طالبینِ حق بھی مستفید ہوسکیں، احقر نے حضرتِ اقدس سے اس کی اجازت بھی حاصل کرلی۔

حضرتِ اقدس فداہ روحی سے خصوصاً اور جملہ ناظرینِ کرام سے عموماً احقر دُعائے مغفرت بے حساب اور حُسنِ خاتمہ اور جنت میں صالحین کی معیت کے لیے عاجزانہ اور مضطربانہ درخواست عرض کرتا ہے۔

سینکڑوں کو تو کرے گا جنّتی
ایک یہ نا اہل بھی اُن میں سہی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

بِحَقِّ رَحْمَتِكَ الْعَمِيْمِ وَبِحَقِّ نَبِيِّكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ

احقر المرتب محمد اختر عفا اللہ عنہ

۴۔جی ۲ ۱/ ۱ ناظم آباد، کراچی

۴ر صفر المظفر ۱۳۹۷؁ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

در بیانِ تشکّرِ احسانات مرشد دامت برکاتہم از مثنوی اختر عفا اللہ عنہ

اے برارالحق چہ احساں کردۂ ماہِ جانم را چہ تاباں کردۂ

نقشِ پائے انبیاء و اولیا پیشوائے بارگاہِ کبریا

جانِ خود با جانِ تو در بافتم زیں گدائی صد حیاتے یافتم

اندرونِ فقر شاہی دیدہ اَم خواجگی اندر گدائی دیدہ اَم

اے کہ ممنونت دلِ بیمارِ من اے جنیدؒ و رومیؒ و عطّارِ من

چشم ما در ہجر چوں خونریز شد بہر جانم شہر تو تبریز شد

اَنْتَ شَیْخٌ اَنْتَ مِصْبَاحُ الطَّرِیْقِ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الصّدِیْقُ وَالرَّفِیْقُ

یَا حَبِیْبِیْ اَنْتَ کَالشّمْسِ الْمُنِیْرِ ہمچو مہ نورم ز نورت مستنیر

اے برارالحق خدائے برترت گوہرِ رحمت ببارد بر سرت

پیشِ نورِ آفتابت اے برار اختر و صد اختراں را چہ شمار

من چہ گویم پیشِ تو شکر و ثنا
آفتاب آمد و اختؔر شد فنا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ملفوظاتِ حضرتِ اقدس مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم والطافہم

مرتبہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱) **ارشاد فرمایا کہ** جب وعظ کا اعلان دس منٹ کا ہو تو دس منٹ پر وعظ کو ختم کردینا چاہیے۔ کیوں کہ یہ اعلان بھی ایک عہد اور وعدہ ہے۔ بعض لوگ مختصر وقت سمجھ کر شرکت کرلیتے ہیں اور دس منٹ بعد ان کو کوئی ضروری کام ہوتا ہے اب اگر وعظ طویل ہوا تو مجمع سے اُٹھتے ہوئے شرم محسوس کرکے بیٹھے رہ جاتے ہیں اور دوبارہ جب اس کا اعلان سُنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ یہ محض زبانی اعلان ہے عمل اس کے خلاف ہوگا۔ اس سے اہلِ علم کے وقار کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے ساتھ قول و فعل میں تطابق کا حُسنِ ظن قائم نہیں رہتا۔ البتہ دس منٹ کے بعد دُعا مانگ کر وعظ ختم کرنے کے بعد بھی لوگ شوق ظاہر کریں تو پھر مضمون کو طویل کیا جاسکتا ہے جب تک وہ شوق سے بیٹھیں۔

۲) **ارشاد فرمایا کہ** دُعا میں دونوں ہاتھوں کو سینے کے سامنے ہونا چاہیے اور دونوں ہتھیلیوں میں تھوڑا سا فصل ہونا چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۳) مزاحاً **ارشاد فرمایا کہ** جو لوگ ضالین کو دالین پڑھتے ہیں پلاؤ چھوڑ کر دال کھاتے ہیں۔ دال کے حروف ابجد ۴ ہیں اور ضاد کے ۸۰۰ ہیں ایک دم سے ۷۹۶ درجہ کم ہوجاتے ہیں۔ تفسیر ''ابنِ کثیر'' میں ضاد کو مشابہ ظا لکھا ہے۔ کسی ماہرِ فن سے مشق کرنی چاہیے۔

۴) **ارشاد فرمایا کہ** جب فقہاء تلاوتِ قرآنِ پاک کو جہر سے اس وقت منع کرتے ہیں جب وہاں کوئی نماز نفل پڑھ رہا ہو تو فرض نماز کے بعد جو لوگ مسبوق

ہوتے ہیں اور فرض نماز کی بقیہ رکعات ادا کرتے ہوتے ہیں تو کس طرح اس وقت دُعا میں جہر جائز ہوگا۔ آج کل دُعائے جہری کا بڑا عموم ہورہا ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ کثرت سے دُعا سرّی کرے اور کبھی کبھی جہری کرلے۔

۵) **ارشاد فرمایا کہ** اگر بڑوں کی پیالیوں میں چائے پیتے وقت مکھیاں گر جائیں تو چھوٹے فوراً اس کو نکال دیتے ہیں اور اس بات سے بڑے بھی خوش رہتے ہیں تو منکرات میں بھی یہی معاملہ ہونا چاہیے۔ ہرگز ہرگز اس منکر میں شریک نہ ہو اور موقع سمجھ کر ادب سے اکابر کی خدمت میں بھی عرض کردے، لیکن ایسے وقت اکابر کا اکرام اور اپنی پستی و کمتری کا استحضار بھی ضروری ہے۔

٦) **ارشاد فرمایا کہ** طلبائے کرام کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ضیف (مہمان) اور دین کا مجاہد سمجھ کر ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے، اور ان کو اپنا محسن بھی سمجھا جائے کہ انہوں نے اپنے قلوب کی تختی ہمارے حوالے کردی ہے، جو کچھ دینی نقوش ہم ان پر ثبت کریں گے ہمارے لیے وہ صدقۂ جاریہ بنیں گے۔ اگر وہ بیمار ہوجاویں تو ان کی مزاج پُرسی اور تیمارداری کو اپنی سعادت سمجھنا چاہیے۔ اساتذہ کو یہ شکایت ہے کہ وہ ہمارا خیال نہیں کرتے، ہم تو اُن سے ضابطے کا تعلق رکھیں اور ان کی طرف سے رابطے کی توقع رکھیں۔ پہلے آپ رابطے کا تعلق کرکے دیکھیں کہ وہ کس طرح پھر آپ کا اکرام کرتے ہیں۔

۷) **ارشاد فرمایا کہ** قرآنِ پاک کے ہر حرف پر دس نیکی ملنے کا جو وعدہ ہے وہ صحیح پڑھنے پر ہے، مثلاً **قُلْ** کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے لیکن اگر کوئی اسی لفظ **قُلْ** کو **کُلْ** پڑھے اور قاف نہ ادا کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا؟ اگر اُردو کا امتحان لیا جارہا ہو اور کہا جاوے کہ لکھو ظالم اور طالبِ علم لکھے جالم تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے یا کوئی نمبر دیں گے؟ حالاں کہ صرف ایک حرف کو غلط لکھا ہے اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہے۔ اسی طرح آپ نے کہا لکھو طوطا اس نے لکھا توتا تو آپ کیا نمبر دیں گے؟ پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآنِ پاک کی تلاوت میں بھی

کرلیں۔ بہت اہتمام سے قرآنِ پاک کی تلاوت کو صحتِ حروف کے ساتھ مشق کریں۔ قرآنِ پاک کی غلط تعلیم سے منتظمینِ مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے، اور صدقۂ جاریہ کے بجائے ضدِ صدقۂ جاریہ ہوگا۔

حضرتِ اقدس حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔ بعض شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث کو بھی خانقاہِ تھانہ بھون میں قاعدہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اور ''جمال القرآن'' کا رسالہ جو تجوید پر نہایت جامع رسالہ ہے، پڑھنا پڑا۔ کسی شاعر کے کلام کو غلط پڑھ کر دیکھیے کہ اسے کس قدر ناگواری ہوتی ہے اور یہ کلامِ پاک تو کلامِ ربّ العالمین اور کلامِ احکم الحاکمین ہے اس کی صحتِ حروف اور قواعدِ تجوید کا کتنا اہتمام ہونا چاہیے اور قرآنِ پاک کی عظمت جس طرح ہے اسی طرح حفظ و ناظرہ کے طلباء کا اکرام بھی قلب میں ہونا چاہیے۔ بعض مدارسِ دینیہ کے معاینے کے لیے جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ کافیہ پڑھنے کی درسگاہ میں دریاں نہایت عمدہ اور حفظِ قرآنِ پاک کے درجے میں بوسیدہ اور گھٹیا درجے کی چٹائیاں تھیں، دل بے حد غمگین ہوا اور وہاں کے مہتمم صاحب سے گزارش کی گئی کہ یہ کیا حال ہے! مقدمات کا یہ اہتمام اور مقصود کے ساتھ یہ معاملہ، الحمد للہ! ہمارے مدرسے میں عمدہ اور نئی دریاں جب آتی ہیں تو پہلے حفظ خانے میں بچھائی جاتی ہیں پھر وہاں سے مستعمل و پُرانی ہوکر جب نکلتی ہیں تو ان کو صرف و نحو کے درجے میں بچھایا جاتا ہے۔ ایک حکایت یاد آئی کہ ایک وزیر کے لڑکے کا سورۂ بقرہ ختم ہوا، اس نے اُستاد کی خدمت میں ڈھائی سو اشرفیاں ہدیہ پیش کی۔ اُستاد نے کہا: یہ تو بہت زیادہ ہے، میں نے ابھی کیا ہی کیا ہے جو اتنے بڑے انعام کا مستحق ہوں؟ وزیر نے ہدیہ تو دے دیا اور کہا کہ مجھ سے تنہائی میں ملنا۔ جب خلوت میں ملاقات ہوئی تو کہا: اب میرے لڑکے کو پڑھانے مت آنا کیوں کہ تمہارے قلب میں سورۂ بقرہ کی عظمت ڈھائی سو اشرفیوں سے بھی کم ہے اور میرے اس ہدیے کو سورۂ بقرہ سے زیادہ وقیع سمجھا، جب آپ کا یہ حال ہے تو ہمارے لڑکے کے قلب میں قرآنِ پاک کی عظمت کیسے پیدا ہوگی؟ کیا حال تھا اس زمانے کے امراء کا۔

الحمد للہ! ہمارے یہاں دعوۃ الحق کی نگرانی میں ۶۸ مدارس ہیں اور ۱۶۰ اساتذہ ہیں اور تقریباً چار ہزار طلباء تعلیمِ قرآن حاصل کررہے ہیں۔ ہمارے یہاں بعض حُفّاظ

کی تنخواہ علماء سے بھی زیادہ ہے۔ ہمارے یہاں تنخواہ کا معیار ضرورت اور حاجت پر ہے۔ قرآنِ پاک کی صحیح خدمت کا اہتمام رہتا ہے اسی کی برکت سے کبھی مالی ابتلا نہیں ہوتی حالاں کہ تین لاکھ سالانہ کا خرچ ہے۔ ہمارے یہاں حفاظِ کرام کو جہری نماز ہو یا سرّی ہو، خواہ فرض نمازوں کی امامت ہو یا تراویح پڑھانی ہو تجوید اور قواعد کی پوری رعایت رکھنی ہوتی ہے۔ بعض حضرات جہری نمازوں میں تو قراءت کے تمام اُصول کی پابندی کریں گے اور سری نمازوں میں سب اُصول ختم کردیتے ہیں، کیا یہ قواعد صرف جہر کے لیے خاص ہیں؟ اگر یہ قرآنِ پاک کی عظمت کا حق ہے تو پھر ہر حالت میں اس کی رعایت ضروری ہے۔ تراویح میں تو عام ابتلا ہے کہ تیز پڑھنے میں تمام قواعد ہضم کرجاتے ہیں۔ میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں، وہ یہ کہ کار کے تیز چلانے پر حکومت کی طرف سے انعام مقرر ہو تو کچھ لوگوں نے سُرخ سگنل کو بھی پار کرلیا اور تصادم سے بھی نہ رُکے سب کو گراتے پڑاتے منزلِ مقررہ تک پہنچ گئے اور کچھ لوگ ہر سُرخ سگنل پر اپنی کار کو روک لیا کرتے اور کسی کی جان بھی تیز رفتاری سے نہیں ضایع کی تو آپ ہی بتلائیں کہ انعام کن لوگوں کو ملے گا؟ اور چالان کن لوگوں کا ہوگا؟ انعام تو کُجا ایسے لوگوں کی سزا کا خطرہ ہے جو تیز رفتاری سے تراویح میں اُصول و قواعدِ تجوید کی پروا نہیں کرتے اور مقتدیوں کو خوش کرنے کے لیے خدائے تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔

۸) **ارشاد فرمایا کہ** جب طبیعت کے موافق حالات پیش ہوں تو شکر سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جب طبیعت کے ناموافق حالات پیش آئیں تو صبر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پس مؤمن ہر حالت میں نفع میں ہے۔ چت بھی اس کی پٹ بھی اس کی۔

چوں کہ قبض آید تو در وے بسط بیں
تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

حضرت رومی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قبض آوے یعنی طبیعت بے کیف ہو اس حالتِ باطنی کو بھی اپنے لیے مفید سمجھ کر تازہ اور خوش رہے اور پیشانی پر ناگواری کا اثر نہ آنے دے۔

اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

کبھی ہے دل میں جلال تیرا کبھی ہے دل میں جمال تیرا
بس اب ہے دل اور خیال تیرا کسی کا اس میں گزر نہیں ہے

اور فرمایا ؎

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے
بے تسلّی بھی تسلّی چاہیے
ہے جلالی تو جمالی گو نہیں
چاہے جیسی ہو تجلی چاہیے

ازمرتب عفی عنہ: بے کیفی کی حالت کی تسلی کے لیے حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے اشعار بھی کیا ہی خوب ہیں ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے چلتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

ترمذی شریف کی روایت ہے:

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ[1]

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اولادِ آدم کی یہ سعادت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے۔

اس مضمون کی تشریح حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی ہے ؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے

---

[1] جامع الترمذی: ۲/۳۷، باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء، ایج ایم سعید

بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قبض کی حالت سالک پر شاق تو گزرتی ہے کیوں کہ ایسی حالت میں دل کی بے کیفی کے سبب عبادت میں لذّت کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس وقت ہمّت و ارادے سے تمام معمولات میں لگا رہنا چاہیے، اس سے سالک کا عُجب اور پندار ٹوٹ جاتا ہے اور عبدیت کی تکمیل ہوتی ہے جو حالاتِ رفیعہ سے ہے یہ حالت پھر تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس اپنے معمولات ہی کو مقصود سمجھے یعنی ذکر خود مقصود ہے اور ذاکرِ اسم کو مسمّٰی کی مجالست جو حاصل ہے کیا یہ معمولی نعمت ہے ؟اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ[۲] حدیثِ قدسی ہے۔ ہر ذاکر کو اسم کے ساتھ حق تعالیٰ کی مجالست یعنی قربِ خاص بھی عطا ہوتا ہے۔ پس اس نعمت کے ہوتے ہوئے کیفیات وغیرہ کی ہوس میں پڑنا غیر مقصود میں مشغول ہونا ہے۔

دو اُصول سالکینِ طریق کو ہر وقت مستحضر رکھنا چاہئیں:

۱) کیفیات غیر اختیاری ہیں اور ذکر اختیاری ہے پس اپنے اختیاری اعمال میں لگا رہنا ہمارا کام ہونا چاہیے پھر مولائے کریم جو غیر اختیاری نعمتیں مثلاً کیفیاتِ ذوق وشوق یا اچھے اچھے خواب وغیرہ عطا فرمائیں ان کا شکر بجالائے اور نہ عطا فرمائیں تو اسی میں خیر سمجھے اور اپنے کو اس کا اہل نہ سمجھے۔ چناں چہ بعض لوگوں کو زیادہ حالات اور کیفیات اور اچھے خواب اور کشف وغیرہ سے ایسا عُجب اور کبر پیدا ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

۲) اسی طرح وساوس کا آنا اور وساوس کا لانا ہے، وساوس کا آنا مطلق مضر نہیں بلکہ وساوس سے جو حیرانی اور پریشانی ہوتی ہے اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں درجات بلند ہوتے ہیں۔ عُجب اور کبر کے جراثیم ہلاک ہوتے ہیں۔ البتہ وساوس کو لانا مُضر ہے۔ پس اپنے اختیار سے وساوس کو نہ لائیے اور نہ مشغول ہو، پھر بھی آئیں تو اس طرف التفات نہ

۲؎ شعب الایمان للبیہقی:۲/۱۷۰،(۶۷۱)، مکتبۃ الرشد

کرے اور فوراً کسی دینی یا جائز دنیاوی خیال و فکر میں اپنے کو مشغول کرلے، کیوں کہ قاعدۂ کلیہ ہے: اَلنَّفْسُ لَاتَتَوَجَّہُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ نفس ایک وقت میں دو شے کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ پس عموماً مصروف لوگوں کو وساوس کم آتے ہیں۔ نیز وساوس کو نہ دفع کرنے کی کوشش کرے نہ ان کو باقی رکھنے کی کوشش کرے بس ان کی طرف التفات ہی نہ کرے، جیسے بجلی کا تار کہ اس کو ہٹاؤ تو بھی مضر اور اگر پکڑو تو بھی مضر۔ نیز بوقتِ ہجومِ وساوس یہ سوچے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے کہ چھوٹے سے قلب میں خیالات کا سمندر موج مار رہا ہے اور ہم کس قدر بے بس و عاجز ہیں کہ ان خیالات کے دفع کرنے پر قادر نہیں، اس طرح جب یہ وساوس معرفت کا سبب بن جاویں گے تو شیطان بڑا ہی مایوس ہوگا۔ اور حدیث پاک کی یہ دُعا بھی کرلیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَ ذِکْرَکَ[۳] اے اللہ! ہمارے دل کے وساوس کو اپنا ذکر اور اپنی خشیت بنادیجیے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشاداتِ مذکورہ کو یوں نظم میں بھی فرمادیا ہے جس کو یاد کرلینا بڑا نفع بخش ہے؎

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں
اس فکر کے پاس بھی نہ جانا

دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر
تیرا تو ہے فرض دل لگانا

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امرِ غیر اختیاری کے پیچھے

عبادت کیے جا مزہ گو نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

---

[۳] الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: ۴۷۴/۱ (۱۹۳۰)، دار الکتب العلمیة، بیروت

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

رہنا نہ چاہے تو اگر مفت کے انتشار میں
پیشِ نظر یہ گُر رہے دیکھ تلاشِ یار میں
اپنے جو بس کی بات ہو رہ بس اسی میں منہمک
پیچھے نہ اس کے پڑ کبھی جو نہ ہو اختیار میں
******
جبل گردد اے دل جبلّی نہ گردد
یہ مانا درست اب جبلّت نہ ہوگی
مگر فعلِ بد سے تو بچنا ہے ممکن
تری طبعِ بد پر عقوبت نہ ہوگی

۹) **ارشاد فرمایا کہ** وساوس کا علاج عدمِ التفات اور علم سے جواب نہ دینا اور کسی کام میں لگ جانا ہے، اور جب تک وساوس کو مکروہ اور ناگوار سمجھتا رہے کچھ گناہ نہیں اور نہ کچھ ضرر ہے، البتہ جسمانی کلفت ہوگی اس کو برداشت کرے اور اس مجاہدے پر ثواب اور انعام لے۔

۱۰) **ارشاد فرمایا کہ** جس طرح ماں باپ احسانات کے سبب اپنی اولاد کو جب ڈانٹتے اور مارتے ہیں تو لائق اولاد بھی اور تمام عقلائے زمانہ بھی اس کو شفقت اور محبت سمجھتے ہیں، اسی طرح حق تعالیٰ جو رات دن بے شمار احسانات فرمارہے ہیں اور وہ ہمارے خالق اور مالک بھی ہیں تو ان کی طرف سے اگر ہماری طبیعت کے خلاف اُمور رنج وتکلیف کے پیش آجاویں تو اس وقت بھی راضی رہنا اور ان کی اطاعت میں لگے رہنا اصل عبدیت ہے، یہ نہیں کہ جب تک حلوا ملتا رہے محبت اور اطاعت اور

جب حلوا بند ہو جاوے تو شکایت۔ حلوا کھلا کر امتحان نہیں ہوا کرتا، امتحان محبت کا تو تکالیف میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عبدیت اس کم عمری میں اللہ اکبر! کس مقام پر تھی، گردن پر چھری چلنے والی ہے اور باپ سے فرمارہے ہیں سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ[۴] ذبح میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے مگر راضی ہیں۔ عشق کے دعویٰ پر ایک حکایت مثنوی میں مذکور ہے، ایک شخص ایک عورت کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا اس نے پوچھا: یہ کیا؟ اس نے کہا: میں تجھ پر عاشق ہوں۔ اس نے کہا: پیچھے دیکھ میری بہن مجھ سے بھی خوبصورت آرہی ہے، اس نے فوراً پیچھے دیکھا اس نے کہا: اے جھوٹے بے شرم! اگر تو اپنے دعوائے عشق میں صادق تھا تو غیر پر کیوں نظر ڈالی۔

پس چرا بر غیر افگندی نظر

اس حکایت سے ہمارے حالات کا پتا چلتا ہے۔ حق تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے اور غیرِ حق سے بھی دل لگائے بیٹھے ہیں۔

از مرتب عفی عنہ: قلب کو خدائے پاک کے سپرد کردینا اصل عبدیت ہے، اسی لیے اہل اللہ کو اہلِ دل بھی کہتے ہیں۔ اس کو احقر نے اپنی فارسی مثنوی میں اس طرح عرض کیا ہے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق رادل دہد
دل دہد او را کہ دل رامی دہد

اہلِ دل وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا دل خدائے پاک کو دے دیا اور دل اسی ذات کو دیتے ہیں جو دل عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اپنی تمام خواہشات کو حق تعالیٰ کی مرضیات کے تابع کردیتے ہیں، کیوں کہ دل ہی مرکز اور ظرف خواہشات کا ہے پس ظرف مع مظروف فدا کرتے ہیں۔ پس یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لینا یعنی تسمیۃ المظروف باسم الظرف از قبیل مجازِ مرسل ہے۔

---

[۴] الصّٰفّٰت:۱۰۲

۱۱) **ارشاد فرمایا کہ** ایک شخص جب کسی ملکیت پر دعویٰ کرتا ہے اور اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرنے والا نہ ہو تو اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے پس زمین اور آسمان اور چاند و سورج اور سمندر و پہاڑ اور جملہ کائنات کی خالقیت کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا تو عقلاً بھی ایمان لانا ہر انسان عاقل پر ضروری ہے۔

۱۲) **ارشاد فرمایا کہ** مصیبت کے وقت صدمے کا احساس ہو پھر صبر کرے تب کمال ہے، اگر صدمہ ہی نہ ہو تو کیا صبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاملین پر صدمے کے وقت حزن و غم کے آثار اور آنکھوں میں آنسو بھی پائے جاتے ہیں مگر حق تعالیٰ کے فیصلے پر دل سے راضی رہتے ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
اخترؔ

بر عکس بعض مغلوب الحال صوفیائے کرام کے کہ حالتِ غم میں وہ ہنسیں تو یہ کمال نہیں، غلبۂ حال ہے۔ سنت کے موافق جو حالت ہوتی ہے وہی کامل اور اکمل ہوتی ہے۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کے انتقال پر آنسو بہانا اور اظہارِ غم کے لیے وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ[۵] فرمانا ثابت ہے۔

از مرتب: تکالیف میں بھی حق تعالیٰ سے راضی رہنے پر بڑا انعام ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

اس فارسی شعر کو احقر نے چند اُردو شعروں میں ترجمہ کیا ہے۔

انہیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے اے اخترؔ
جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

---

[۵] صحیح البخاری: ۱/۱۷۴، (۱۳۰۴)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انا بك لمحزونون، المکتبۃ المظہریۃ

اُس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے
کیا اشارہ مل گیا اے لذّتِ تسلیم سر
ان کی جانب سے جو تو نے سر کا سودا کر لیا

۱۳) ارشاد فرمایا کہ مصائب میں **یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ**[٦] کثرت سے پڑھے، اور حق تعالیٰ کے مالک، حاکم، حکیم، ناصر اور ولی ہونے کو سوچا کرے پھر کیا غم۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

۱۴) احقر نے کھانے کے وقت قالین بچھانا چاہا تو ارشاد فرمایا کہ نہیں، مت بچھاؤ! کھانے کی سطح سے کھانے والے کی سطح ذرا بھی بلند نہ ہونا چاہیے۔ یا تو پھر اتنا بڑا قالین یا کوئی فرش ہو جس پر دستر خوان بھی بچھایا جاسکے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی کھانا چارپائی کے پائنتی رکھا ہو اور خود سرہانے بیٹھ کر کھایا ہو، کھانے کو ہمیشہ سرہانے کی طرف رکھ کر کھاتا ہوں۔

۱۵) احقر نے مسجد کی دری پر وہ کاپی رکھ دی جس میں دینی علوم قلم بند کر رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے، جہاں انسان پاؤں رکھتا ہو یا سرین رکھتا ہو وہاں دینی کتب بدون رومال وغیرہ حائل کے نہیں رکھنا چاہیے۔ بعض لوگ مسجد کے منبر پر قرآنِ پاک یا کوئی دینی کتب رکھ دیتے ہیں حالاں کہ وہاں انسان پاؤں رکھتا ہے، یہ بے ادبی ہے، کوئی رومال رکھ کر پھر رکھے۔

---

٦ جامع الترمذی: ۱۹۲/۲، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

از مرتب: بعض لوگ قرآنِ پاک پر چشمہ یا قلم یا ٹوپی رکھ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا کسی دینی کتاب پر بے ادبی ہے، چہ جائیکہ قرآنِ پاک جو ربّ العالمین کا کلام ہے۔ اسی طرح قرآنِ پاک پر حدیث شریف کی کتاب نہ رکھے اور کتبِ فقہ کو حدیثِ پاک پر نہ رکھے، اور تصوف کی کتابوں کو کتبِ فقہ پر نہ رکھے۔ اسی طرح جس عریضے میں کسی فقہی مسئلے کا استفادہ کرے اس میں تصوف کے مسئلے کا سوال نہ کرے۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

۱۶) **ارشاد فرمایا کہ** جس سے ضابطے کا تعلق بھی ہو اور رابطے کا بھی ہو مثلاً کوئی مدرّس اپنے مہتمم سے دوستی کا تعلق بھی رکھتا تھا اور اب ملازمت کا تعلق بھی ہو گیا یا کسی مرید کو دوستی کا تعلق تھا اور اب مرشد و شیخ بھی بنالیا تو ہر وقت اپنی طرف سے ضابطے کے حقوق پر عمل کرے، ہاں! جب کسی وقت صراحت سے یا قرائنِ غالبہ سے رابطے کے حقوق کے لیے اس کا لطف و کرم اجازت دے تو پھر اس وقت رابطے کا معاملہ کرے۔ ورنہ پھر اسی ضابطے پر عود کر آئے۔ بعض لوگوں کو یہ بات نہ سمجھنے سے بہت ندامت اور پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ وہ ضابطے کے تعلق کے ہوتے ہوئے اپنی خصوصیت اور رابطے کا اظہار بے موقع کر کے مستوجبِ عتاب و سزا ہو جاتے ہیں۔

از مرتب: جب شیخ کی طرف سے کسی کوتاہی پر ڈانٹ ڈپٹ ہو تو ایسے وقت پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار خوب راہ بری کرتے ہیں۔

میں ہوں نازک طبع وہ ہیں تند خو
خیر یہ گزری محبت ہو گئی

لاکھ جھڑ کو اب کہاں پھرتا ہے دل
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی

کہا جو میں نے کرم مہرباں نہیں ہوتا
کہا بگڑ کے اجارہ ہے ہاں نہیں ہوتا

کوئی جا کر کہے غم کس لیے مہجور کرتے ہیں
وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

عجب سرکار ہے ان کی ستم ہی میں کرم دیکھا
وہی مقبول ہوتا ہے جسے مقہور کرتے ہیں

ان اشعار میں یہ ہدایت ہے کہ اگر مرشد اصلاح کی غرض سے ڈانٹے تو اپنی نادانی سے دل گرفتہ نہ ہو اور اسی میں اپنا باطنی نفع سمجھے۔ اگر ہر زخم سے طالب پُر کینہ ہو گا تو بدون صیقل کس طرح آئینہ ہو گا۔

۱۷) ارشاد فرمایا کہ آج کل مساجد کے اندر سامنے کی دیواروں پر نصائح کے کتبے آویزاں ہوتے ہیں حالاں کہ وہاں تک نمازیوں کی شعاعِ بصری پہنچنے سے تشویش وانتشار پیدا ہوتا ہے، اس لیے یا تو بہت بلندی پر لگائیں ورنہ داہنی جانب یا بائیں جانب لگائیں۔

اسی طرح آج کل مساجد میں پینٹ کا رواج ہو رہا ہے حالاں کہ اس میں کس قدر بدبو ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خشک ہو جانے پر یہ بو زائل ہو جاتی ہے، مگر افسوس کہ منکرات اور معصیت کے اس ارتکاب کو کہ اس سے اذیتِ ملائکہ اور مسلمین ہے کیا تھوڑی دیر کے لیے بھی روا رکھنا جائز ہو گا؟ پھر مساجد میں پیاز، لہسن جیسی بدبو دار چیزوں کو کھا کر آنا کیوں منع فرمایا گیا؟ میں نے بمبئی کی ایک مسجد میں یہ بیان کیا کہ یہ پینٹ بدبو دار ناجائز ہے اور اس کے لیے چندہ دینے والے بھی گناہ گار ہوں گے بس ایک صاحب نے مہتمم سے اپنے سو روپے اسی وقت واپس لیے۔ ایک اہلِ علم نے اسی مجلس میں دریافت کیا کہ پھر دروازوں اور کھڑکیوں پر کیسے رنگ ہو۔ اس میں بھی تو بدبو ہوتی ہے؟ فرمایا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کو لگانے سے پہلے ہی مسجد کے باہر رنگ کر لیا جائے۔

۱۸) **ارشاد فرمایا کہ** جو طالبِ علم اُصول کی پابندی نہ کرے فوراً اس کا اخراج کرے، جس طرح درخت میں جو شاخ خراب ہوتی ہے اس کو فوراً کاٹ دیتے ہیں۔

۱۹) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے مدرّسین کی تعداد ۱۶۰ ہے مگر ان کے شرائطِ تقرّری میں ہے کہ ان کا اکابر سے کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق ضرور ہو، اس کا فائدہ اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی اُستاد بغاوت اور بے تمیزی پر آمادہ ہو جاتا ہے فوراً اس کے مصلح اور مرشد کو اطلاع کر کے اس کا اخراج آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں تقرر سے قبل ہر مدرّس کو تین مہینہ مرکز میں تربیت دی جاتی ہے۔

اسی طرح ہر مدرّس کا خواہ وہ عالم بھی ہو، اس کا امتحان قاعدے میں ضرور ہوتا ہے۔ اس میں بعض عالم صاحب کو عار محسوس ہوئی اور کہا کہ میری سند دیکھ لیجیے کہ میں نے کتنی کتابیں پڑھیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مگر اس میں قاعدہ تو نہیں لکھا ہے۔ پھر ان کے سامنے ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا اور اس سے حروف ادا کرائے گئے تب انہوں نے اقرار کیا کہ یہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر آپ کو اس بچے کا امام بنادوں تو آپ کی اس بچے کے قلب میں کیا وقعت ہو گی؟ ماشاء اللہ! اسی وقت نادم ہوئے اور قاعدہ شروع کر دیا۔

۲۰) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے یہاں مُؤذنین اور ائمہ کی بھی تربیت کا نصاب ہے اور ہم اُن کو اس کے لیے معقول وظیفہ دیتے ہیں۔ آج کل عام طور پر اذان اور تکبیر غلط کہتے ہیں، کوئی حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی حا پر زیر دے کر وصل کرتا ہے کوئی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے آخر حرف پر پیش پڑھ کر وصل کرتا ہے، یہ سب اُصولِ فقہ سے جہل کے سبب ہے۔ ایک سانس میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے چار کلمات کہے اور ہر کلمے پر جزم کرے، اسی طرح حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ کی تا نہ ظاہر کرے بلکہ جزم کرے، اسی طرح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃْ کی تا بھی ظاہر نہ کرے بلکہ جزم کرے۔

۲۱) **ارشاد فرمایا کہ** پولیس مین اور پوسٹ مین اپنی اپنی وردی سے شناخت کر لیے جاتے ہیں مگر آج کل طالبِ علمِ دین کا تعارف کرانا پڑتا ہے، صلحاء کی وضع

قطع کا اہتمام نہیں۔ صالحین کی صورت اختیار کرنے سے صلاحیت کی حقیقت بھی منتقل ہو جاتی ہے۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

۲۲) **ارشاد فرمایا کہ** طلبِ علمِ دین فرض ہے اور اَلدِّیْنُ یُسْرٌ[۷] دین کو آسان بھی فرمایا گیا ہے تو آج کل حق تعالیٰ نے ایک آسان صورت دل میں ڈالی ہے جس کا تجربہ بھی نہایت مفید ثابت ہو رہا ہے، وہ یہ کہ جہاں جہاں کتاب مثلاً دس منٹ سنانے کا نظم ہے تو دو منٹ اس میں سے نکال کر ایک سنت بتادی جائے، اس طرح کہ مثلاً وضو کی ایک سنت بتائیں کہ پہلے نیت کرنا کہ وضو سے ہم نماز و تلاوت کے قابل ہو جاویں گے، دوسرے دن دوسری سنت بتادی کہ بسم اللہ پڑھنا، تیسرے دن تیسری سنت بتادی کہ دونوں ہاتھ گٹے تک دھونا، اسی طرح تیرہ دن میں ترتیب وار تیرہ سنتیں عوام کو بھی یاد ہو گئیں۔ پھر کھانے کی سنتیں بتائیں گئیں، پہلے دن مثلاً دستر خوان بچھانا بتادیا، دوسرے دن ہاتھ دھونا، تیسرے دن بِسْمِ اللہِ وَ بَرَکَۃِ اللہِ[۸] پڑھنا، اس طرح پندرہ دن میں کھانے کی پندرہ سنتیں یاد ہو گئیں۔ اور ایک دن میں ایک سنت اس طرح یاد ہوتی ہے کہ عمر بھر نہیں بھولتی۔

اسی طرح ایک طریقہ ہم نے اپنے یہاں اور جاری کیا ہے، وہ یہ کہ عمریں گزر جاتی ہیں ہم کو الحمد شریف اور نماز کے اندر جو کچھ پڑھتے ہیں اس کے معنیٰ نہیں معلوم ہوتے۔ پس اس کی صورت یہ کی گئی ہے کہ ایک دن میں ایک لفظ کے معنیٰ بتائے گئے مثلاً: پہلے دن اَعُوْذُ کے معنیٰ بتادیے کہ پناہ مانگتا ہوں، دوسرے دن بِاللہِ کے معنیٰ بتادیے کہ اللہ کی مدد سے، تیسرے دن مِنَ الشَّیْطٰنِ کے معنیٰ بتادیے کہ شیطان سے، چوتھے دن الرَّجِیْمِ کے معنیٰ بتادیے کہ جو مردود ہے اس طرح

---

۷ صحیح البخاری: ۱/۱۰(۳۹)، باب الدین یسر، المکتبۃ المظہریۃ

۸ شعب الایمان للبیہقی: ۶/۳۳۰(۴۲۸۴)، باب تعدید نعم اللہ عزوجل وما یجب من شکرھا، مکتبۃ الرشد/ علیٰ کا لفظ معتبر روایات میں نہیں ہے، دیکھیے: غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ: ۳۲۳

چار دن میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کے معنٰی بے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی یاد ہوگئے، اور دو تین ماہ میں پوری نماز کے اندر جو کچھ پڑھتے ہیں عام لوگوں کو بھی اس کا ترجمہ یاد کرایا جاسکتا ہے اور ہمارے یہاں اس کا تجربہ بھی کرلیا گیا کہ جس روز کوئی نہیں آتا تو وہ دوسرے سے پوچھتا ہے کہ آج کس لفظ کے معنٰی بتائے گئے ہیں۔ اور کبھی کبھی امتحان بھی کرلیا جاوے تاکہ یاد رکھنے کی فکر رہے۔ اسی طرح ہر بچے کے ذمّے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو بھی یاد کرائے، اور ہر بچے سے معلوم بھی کیا جاتا ہے کہ اپنے گھر میں بتایا یا نہیں۔ اس طرح سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذریعے گھروں تک دین پھیلایا جاسکتا ہے اور سنتوں کا نور پورے ملک میں پھیلایا جاسکتا ہے۔ اس طرز پر ہمارے یہاں کام ہورہا ہے اور اس کے فوائد سامنے آرہے ہیں۔

۲۳) **ارشاد فرمایا کہ** جب وعظ ہورہا ہو یا دینی کتاب سنائی جارہی ہو تو تلاوت یا نفل نماز یا کوئی وظیفہ وہاں نہ پڑھنا چاہیے، دین کا ایک مسئلہ سیکھنا سو رکعات نوافل سے بھی افضل ہے، اور ایسے وقت ایسے لوگوں کے ان اعمال سے واعظ کے مضامین کی آمد رُک جاتی ہے اس کا وبال الگ اس کی گردن پر ہوگا۔ اسی طرح بعض لوگ سر جھکا کر آنکھ بند کرکے بیٹھتے ہیں۔ خواہ وہ توجہ ڈالتے ہوں یا سوتے ہوں اس سے بھی واعظ کے قلب پر اثر پڑتا ہے اور مضامین کی آمد رُک جاتی ہے۔ لہٰذا توجہ ڈالنے والوں کو (یعنی سونے والوں کو) وعظ سے اُٹھ جانا چاہیے کہیں اور جاکر سو رہنا چاہیے۔ نیز پاس والوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کوئی آنکھ بند کرنے نہ پائے۔

۲۴) **ارشاد فرمایا کہ** بعض لوگ نگاہ کی حفاظت تو کرلیتے ہیں مگر دل میں خیالی پلاؤ اُڑاتے رہتے ہیں یعنی قلب سے مطالعۂ حُسن کرتے ہیں اس خیانتِ صدر سے بھی باطن کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور دل کے خراب ہونے سے پھر آنکھیں بھی خراب ہوجاتی ہیں۔ دل کا اور آنکھوں کا آپس میں خاص رابطہ ہے۔ پس نگاہِ چشمی کی جس طرح حفاظت واجب ہے اسی طرح نگاہِ قلبی کی حفاظت بھی واجب ہے کیوں کہ نصِ قرآن سے خیانتِ عین اور خیانتِ صدر دونوں کی حرمت ثابت ہے۔

۲۵)ارشادفرمایاکہ (حضرتِ اقدس کی مجلس میں احقراور کچھ احباب اہلِ علم نیچے بیٹھے تھے اور کچھ احباب حضرت کے ساتھ اُوپر بیٹھے تھے) جس کو جہاں جگہ مل جاوے بیٹھ جائیں، ہم لوگ طالبِ علم ہیں، اُوپر بیٹھنا بلند رتبہ ہونے کی علامت نہیں ہے۔ پھر ایک حکایت خاقانی شاعر کی بیان فرمائی کہ شاہی دربار میں ان کو نیچے جگہ ملی اور ان سے کم قابل لوگ اُوپر بیٹھے تھے تو انہوں نے کھڑے ہو کر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اُوپر بیٹھے ہیں یہ ان کی رفعتِ شان کی دلیل نہیں اور میں نیچے بیٹھا ہوں تو یہ میری کوئی ذلّت نہیں اور اس کی مثال قرآن میں دیکھ لو کہ سورۂ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ[۹] اوپر ہے سورۂ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ[۱۰] اس کے نیچے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سببِ فخر آپ لوگوں کے لیے نہیں اور ہمارے لیے یہاں بیٹھنا سببِ ذلت نہیں۔ خاقانی کے اس شعر سے لوگ متحیر رہ گئے۔

گر فروتر نشست خاقانی
نَے مرا ننگ نَے ترا ادب ست
قل ھو اللہ کہ وصفِ خالقِ ماست
زیرِ تبت یدا ابی لہب است

۲۶) ارشادفرمایاکہ حفظِ قرآن کی ایک آسان صورت یہ سمجھ میں آئی ہے کہ ایک آیت ہر روز یاد کرے تو سال میں ایک پارہ تو ضرور ہی ان شاء اللہ تعالیٰ یاد ہو جائے گا اور تیس سال میں پورے حافظ ہو گئے، اور اگر اس سے قبل انتقال ہو گیا تو قیامت کے دن حافظ اُٹھایا جائے گا۔ اسی طرح اگر محلّے کے تیس آدمی ایک ایک پارہ تقسیم کر کے یاد کر لیں تو سال میں تیس پارے سب کو الگ الگ یاد ہو جائیں گے پھر کسی سامع کی ضرورت تراویح میں نہ ہو گی۔ اسی طرح ہر آدمی ایک پارہ قرآنِ پاک بھی سنا سکتا ہے اور تیس دن میں تیس آدمی پورا قرآن سنا سکتے ہیں پھر کسی

[۹] اللھب:۱
[۱۰] الاخلاص:۱

حافظ کو اُجرت پر بلانے کے گناہ سے سب محفوظ ہو جائیں گے۔ تراویح حفاظِ کرام کو بدون اُجرت سنانا چاہیے۔ خواہ طے کریں یا نہ کریں کسی حالت میں کچھ ہر گز نہ لیں کیوں کہ طے نہ کرنے میں بھی اَلْمَعْرُوفُ کَالْمَشْرُوطِ کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اور اس عرف کے سبب وہ قائم مقام طے ہی کے ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ بدون اُجرت کا حافظ نہ ملے تو پھر اَلَمْ تَرَکَیْفَ سے پڑھ لیں یا کسی کو طویل سورتیں یاد ہو اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ لیا کریں۔

۲۷) ارشاد فرمایا کہ جو لوگ علمِ دین نہیں سیکھتے اوہام پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے جمعرات کو سیاہ کُتّا مسجد میں جاتے دیکھا، انہوں نے بجائے مسجد سے بھگانے کے اس کو جُھک کر ادب سے سلام کیا، کسی نے کہا ارے بھائی! یہ کیا؟ جواب دیا کہ جمعرات کے دن سیاہ کُتّوں کی شکل میں جنّات نکلتے ہیں تو شاید یہ بھی جن ہو اور شاید یہ جنوں کا بادشاہ ہو اور میرے سلام کرنے سے شاید خوش ہو کر مجھے کوئی خزانہ عطا کر دے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ یہ وہم پرستی اہلِ علم سے دوری کے سبب ہے۔ کوئی علماء کا صحبت یافتہ ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔

۲۸) ارشاد فرمایا کہ اگر اولاد نافرمان ہو یا بیوی نافرمان ہو یا شوہر ظالم ہو یا کسی ملازم کا افسر ظالم ہو یا کوئی محلّے کا دشمن ستا رہا ہو تو یہ وظیفہ نہایت مجرّب ہے۔ چالیس دن بعد نمازِ عشاء دو سو مرتبہ پڑھے، اوّل آخر درود شریف گیارہ، گیارہ مرتبہ پڑھے، پھر بعد چلّہ صرف اکیس مرتبہ ہر روز پڑھ لیا کرے۔ وظیفہ یہ ہے:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ، یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ،
یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ

کرایہ دار شرارت کر رہا ہو تو بھی یہی پڑھے۔ اور جملہ مہمات اور مشکلات کے لیے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ایک سو گیارہ مرتبہ اوّل آخر گیارہ، گیارہ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دعا کر لیا کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کی بہت تعریف لکھی ہے۔

اسی طرح اپنا حق طلب کرتے وقت صاحبِ معاملہ کے سامنے جب جائے تو **یَاسُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَاوَدُوْدُ** پڑھ کر جائے اور سامنے بھی آہستہ آہستہ پڑھتا رہے۔ کرایہ لینے جائے یا جس سے کام ہو اس کے سامنے اس کو پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا دل نرم ہوئے گا۔

۲۹) **ارشاد فرمایا کہ** جو شخص ڈیوٹی پر ہوتا ہے تو اس کے کھانے اور بیت الخلا جانے پر بھی تنخواہ ملتی ہے، اسی طرح جو نماز روزے کے فرائض صحیح طور پر انجام دیتا ہے اس کا کھانا پینا، سونا، جاگنا، پیشاب پائخانہ کرنا سب ثواب اور اجر کا باعث ہوتا ہے کیوں کہ یہ ڈیوٹی پر ہے۔

۳۰) **ارشاد فرمایا کہ** حافظ تو دس آدمیوں کو بخشوائے گا اور شہید ستّر آدمیوں کو بخشوائے گا۔

۳۱) **ارشاد فرمایا کہ** ناگوار اُمور پر صبر کرنے سے اور ثواب کی اُمید رکھنے سے قلب پر پریشانی نہیں رہتی۔ ڈاکٹر انجیکشن لگاتا ہے اور اس کو فیس بھی دیتے ہیں کیوں کہ اس کی حکمت پر نظر ہے، اور اگر دوسرا آدمی سوئی چبھو کر فیس مانگے تو اس کو آپ کیا دیں گے؟

۳۲) **ارشاد فرمایا کہ** جیسا ٹکٹ ہوتا ہے اسی طرح کا اس کا ویٹنگ روم ہوتا ہے پس عالمِ برزخ ہر شخص کا اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔

۳۳) **ارشاد فرمایا کہ** ایک شخص صرف لنگوٹی باندھے فرسٹ کلاس میں گھسے تو لوگ اس کو دھکے دیں گے اور جب وہ زبردستی طاقت سے بیٹھ جائے گا تو ٹی ٹی کو بلائیں گے۔ ٹی ٹی نے آتے ہی ٹکٹ کا سوال کیا اور اس نے لنگوٹی سے ٹکٹ فرسٹ کلاس کا نکال کر دکھادیا تو اب سب مجبور ہوگئے، مگر سردی گرمی کھانے کی تکلیف ذلت ورُسوائی سے یہ منزلِ وطن تک پہنچے گا۔ اسی طرح جس کے پاس ایمان کا ٹکٹ ہوگا اور اعمالِ صالحہ کا سامان نہ ہوگا تو جنت تک پہنچے گا مگر ذلت و پریشانی سے، اور سزا کی تکالیف برداشت کرکے داخل ہوگا۔

۳۴) ارشاد فرمایا کہ بعض نادان لوگ تھرڈ کلاس کے ڈبے میں باوجود فرسٹ کلاس کے ٹکٹ لینے کے بیٹھ رہے تھے اور دل میں یہ دلیل قائم کی کہ تھرڈ کلاس کے ڈبے پر تین نمبر ہیں III اور فرسٹ کلاس والے ڈبے پر صرف ایک نمبر I ہے۔ اسی طرح بعض لوگ سنت کی قدر نہیں کرتے، بدعات کے اضافے کو زیادہ دین سمجھ کر کرتے ہیں، کاش! یہ لوگ اہلِ علم سے رُجوع کرتے۔ یہ مثال میں دُعائے جہری پر دیا کرتا ہوں کہ سنت طریقہ دُعائے سرّی کا ہے اور جہری کا صرف جواز ہے وہ بھی بعض شرائط سے، لیکن آج کل عوام کے خوف سے اماموں نے بھی اصل سنت کو ترک کر رکھا ہے اور دُعا جہری کا التزام کر رکھا ہے۔

۳۵) ارشاد فرمایا کہ ایک مسجد میں نماز کے بعد جب دُعا مانگنے لگا تو کسی مقتدی نے زور سے آمین کہا۔ میں نے کہا کہ کیوں بھائی! جب میں نے سورۂ فاتحہ میں ضالین پڑھا تھا تو آپ نے زور سے آمین کیوں نہیں کہا؟ کچھ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ حنفی ہیں زور سے آمین تو شافعی کہتے ہیں، پھر میں نے کہا: تو بھائی! آپ لوگ نماز کے اندر تو حنفی ہوتے ہیں اور نماز کے باہر شافعی ہو جاتے ہیں۔ تو بات سمجھ میں آگئی۔ دراصل بعض مجبوریوں سے اس کو کسی نے شروع کر دیا۔ پس اس کو دین کا جز بنا دیا۔ امام کے دُعا ختم ہونے کا اگر پتا نہ چلا اور آپ نے کچھ دیر اور دُعا مانگ لی تو کیا نقصان ہو گیا!

۳۶) ارشاد فرمایا کہ جب کسی سے ایذا پہنچے تسبیح و تحمید میں لگنے کا حکم ہے، اس علاج کی حقیقت یہ ہے کہ توجہ اُدھر سے ہٹالی جائے، اور توجہ کا فردِ کامل توجہ الی اللہ ہے۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تنگی و پریشانی ختم ہو جاوے گی۔

۳۷) ارشاد فرمایا کہ بے پردگی بڑھتی جا رہی ہے اس منکر کی اصلاح کی بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ کیوں صاحب! جب آپ لوگ ایک پاؤ گوشت خریدتے ہیں تو اس کو چھپا کر کیوں لے جاتے ہیں تاکہ چیل نہ اُڑا لے جائے، اور سو روپے کے نوٹ کو اندر کی جیب میں سینے کے ساتھ کیوں رکھتے ہیں تاکہ جیب کترا نہ اُڑا لے جائے، اور روٹی کو ڈھک کر کیوں رکھتے ہیں تاکہ چوہا نہ لے جائے۔ اچھا صاحب! یہ بتایئے

کہ گوشت اُڑ کر چیل کے پاس یا نوٹ اُڑ کر جیب سے جیب کُترے کے پاس یا روٹی اُڑ کر چوہے کے بل میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں۔ اور اگر چیل گوشت اُڑا کر لے جائے اور پھر آپ کے گھر پر گرادے تو آپ اسے دھو کر کھائیں گے یا عیب دار سمجھ کر پھینک دیں گے؟ ظاہر ہے کہ اس گوشت میں کیا عیب آیا۔ اور شکریہ بھی چیل کا ادا کیا چلو گھر تک لانے سے بچے۔ خود پہنچا گئی۔ اسی طرح چوہا روٹی لے گیا اور آپ نے اس کے بل میں دیکھا کہ روٹی کا ایک حصہ بل میں اور تین حصہ بل کے باہر ہے آپ نے ہاتھ سے کھینچ کر اس کے کترے ہوئے حصے کو کاٹ کر باقی حصے کو کھالیا تو کیا عیب ہوا! اسی طرح نوٹ سو روپے کا جیب کُترا لے گیا مگر تھانہ والوں نے اسے پکڑ کر پیٹا اور اس سے چھین کر آپ کو دے دیا تو اس نوٹ میں کیا عیب آیا! ظاہر ہے کہ وہ بے عیب رہا اور آپ کے کام کا اب بھی ہے۔

اب عورت کے معاملے میں سنجیدہ ہو کر غور کیجیے کہ اگر اس کو کوئی اُڑا لے جائے اور واپس کر دے یا آپ تھانے کی مدد سے یا عدالت کی مدد سے واپس کرالائیں تو وہ عورت آپ کے لیے عیب دار ہو گئی یا نہیں؟ اور عورت میں خود اُڑنے کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ آپ لوگ خود فیصلہ کیجیے جو عقلائے زمانہ بنے ہوئے ہیں کہ کیا عورت کی قیمت آپ کے نزدیک ایک پاؤ گوشت، ایک سو کے نوٹ اور ایک روٹی سے بھی کمتر ہے کہ ان سب کو پردے میں رکھیں اور عورت کو بے پردہ کر دیں اور جب کہ ان چیزوں میں خود اُڑنے کی صلاحیت نہیں اور عورت جو خود بھی نفسیاتی طور پر متاثر ہو کر بھاگ سکتی ہے اس کے لیے پردے کی ضرورت نہیں۔ ڈوب مرنے کی بات ہے اور کس قدر بے غیرتی کا مقام ہے۔ اس پر ناز ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہیں، اور عقلائے زمانہ ہیں۔

اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ [1]

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی

[1] الاحزاب:۵۳

ازواجِ مطہرات سے کچھ بات کرنا ہو، کچھ پوچھنا ہو تو پردے میں سے پوچھو۔ یہ تو اُن پاکیزہ نفوس کے لیے حکم ہے تو ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس حکم سے اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں۔

تشریح از مرتب عفی عنہ: حدیث شریف میں وارد ہے کہ **لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ**[۱۲] عورتوں کو قصد و ارادے سے دیکھنے والا ملعون ہے اور عورت جو بے پردہ ہو کر خود دکھارہی ہے ملعونہ ہے۔ لعنت کا مفہوم شریعت میں خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے۔ اور بے پردہ عورت سے جتنے لوگ بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے ان سب کو بھی گناہ تو الگ ہوگا، مگر اس عورت کے سر پر سب کے گناہوں کا مجموعہ لادا جاوے گا اور اس کے شوہر یا ماں باپ کو جنھوں نے اسے پردے میں رکھنے کی کوشش نہیں کی ان پر بھی سب کے گناہوں کا مجموعی طور پر وبال ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا حل

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہسپتال میں جو نرسیں ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی عورتیں مرہم پٹی وغیرہ جہاد کے زخمیوں کا کیا کرتی تھیں اور جہاد میں شریک ہوا کرتی تھیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں قبل نزولِ آیاتِ حجاب ایسا تھا۔ چناں چہ بعد نزولِ احکامِ پردہ بعض عورتوں نے عورتوں کی طرف سے نمایندگی کے طور پر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا جہاد اپنے گھروں میں اپنے شوہروں کی خدمت ہے (بحوالہ حیاۃِ صحابہ، مصنفہٗ حضرت مولانا یوسف صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۸) **ارشاد فرمایا کہ** پردۂ شرعی آج کل صلحاء کے گھرانے میں بھی نہیں ہے

---

[۱۲] کنز العمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

(الّاماشاءاللہ! بعض خاص خاص گھرانے) مثلاً چچی اور ممانی اور تایا امّی سے پردہ کرنا چاہیے، اسی طرح پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچازاد بہنوں سے پردہ واجب ہے، اور اسی طرح وہ بوڑھی عورت جس کا چہرہ دیکھنے میں گنجایش ہے مگر اس کے بالوں کا دیکھنا اس وقت بھی حرام ہے۔ چھوٹا ملازم بچہ جوان ہوگیا اب پردہ واجب ہوگیا۔ گھروں میں کہتی ہیں یہ تو میرے سامنے کل بچہ تھا اس سے کیا پردہ؟ یہ تو بچپن سے ہمیں دیکھتا تھا۔ یہ کیانادانی ہے۔ علمائے کرام سے احکام معلوم کریں۔

۳۹) **ارشاد فرمایا کہ** حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو اہلِ محبت کی جتنی قدر ہوتی ہے اتنی اہلِ عقیدت کی نہیں ہوتی کیوں کہ اہلِ محبت ہماری کوتاہیاں دیکھ کر ہماری اصلاح کی دُعا کریں گے اور اہلِ عقیدت بھاگ نکلیں گے۔

۴۰) **ارشاد فرمایا کہ** جن سنتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا اُن پر عمل فوراً شروع کردیں جیسے کھانے پینے کی سنتیں، سونے جاگنے کی سنتیں وغیرہ تو اس سے نور پیدا ہوگا اور نور سے رُوح میں قوت پیدا ہوگی، اور پھر ان سنتوں پر عمل کی توفیق ہونے لگے گی جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رُکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

۴۱) **ارشادفرمایا کہ** میں کہا کرتا ہوں کہ سنت کا راستہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے، مثلاً: ہاتھ دھو کر کھانا یہ اجمل ہے، سامنے سے کھاؤ یہ اسہل ہے، بِسْمِ اللّٰہِ وَبَرَکَۃِ اللّٰہِ کہہ کر کھاؤ یہ اکمل ہے کیوں کہ اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوا۔ یہ مضمون ایسی جگہ بیان ہوا جہاں کے لوگ ہمارے اکابر سے حُسنِ ظن نہ رکھتے تھے، اس عنوان سے ان پر بہت اچھا اثر ہوا۔ الحمدللہ

۴۲) **ارشادفرمایا کہ** چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا حکم کیا عقل میں آسکتا ہے اور بالخصوص اہلِ عرب میں اس کا اس وقت کہاں رواج تھا، ان میں تو اکثروں کو جوتا بھی میسر نہ تھا تو چرمی موزوں کا کیا سوال، مگر اب شریعت کی قدر

اہلِ لندن اور کشمیر جیسے سرد علاقے والوں سے پوچھو۔ اسلام خدائے پاک کا قانون ہے جو قیامت تک کے لیے ہر ملک کے لیے ہے۔ اسی طرح سر کے بالوں کا مسئلہ ہے چاہو تو منڈادو چاہو تو پٹہ رکھ لو چاہو تو درمیانہ طور پر ہر طرف سے برابر رکھ لو۔ اب غور کیجیے ان تینوں صورتوں میں سخت گرم، سخت سرد اور متوسط گرم و سرد ہر قسم کے ملکوں کے لیے راحت ہے یا نہیں؟ سبحان اللہ! کیا شریعتِ مقدسہ کی رعایت ہے۔

۴۳) **ارشاد فرمایا کہ** جب مدرسے کا کوئی اُستاد بے اُصولی کرتا ہے اور اپنی غلطی تسلیم کرکے تلافی نہیں کرتا تو اسے فوراً معطل کردیتا ہوں، یہ نہیں سوچتا کہ جب دوسرا مل جائے تو معطل کروں، کیوں کہ میں اس بے اُصولی اور اُس پر اصرار کو اس کی ممات سمجھتا ہوں کیوں کہ حیاتِ اصلی باقی نہ رہی۔ پس اگر اُستاد کا انتقال ہوجائے تو اس وقت کیا کریں گے۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ ان کا انتقال ہوگیا پھر دوسرے اُستاد کا کیا انتظار۔ لیکن پہلے تو میں معطل کیا کرتا تھا اب یہ کرتا ہوں کہ مستقل سے عارضی کردیتا ہوں کیوں کہ معطل کرنے میں مفاسد زیادہ تھے اور اُستاد کی سبکی تھی۔ پس مستقل سے غیر مستقل کردیا جاتا ہے۔ بے اُصولی کے جُرم میں استقلال ساقط پھر آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

۴۴) **ارشاد فرمایا کہ** جس طرح امر بالمعروف کا اہتمام سے جگہ جگہ کام ہورہا ہے نہی عن المنکر کا بھی تو اہتمام سے کام ہونا چاہیے، دونوں ہی فرضِ کفایہ ہیں، آج کل بُرائیوں پر روک ٹوک نہ ہونے سے بُرائیاں تیزی سے پھیلتی جارہی ہیں جماعتی حیثیت سے اس کا کام بھی ہونا چاہیے۔

۴۵) **ارشاد فرمایا کہ** غیبت کرنے کو حدیثِ پاک میں زنا سے بھی اشدّ فرمایا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے **تنبیہ المغترین** میں لکھا ہے کہ جو شخص غیبت کرتا ہے اپنی نیکیوں کو منجنیق میں رکھ کر منتشر کررہا ہے۔ اور دوسروں کو دے رہا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم اپنی مجلس میں کسی کو غیبت نہ کرنے دیں۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم

رحمۃ اللہ علیہ مہمان تھے۔ میزبان نے کسی کی غیبت کی، فوراً اُٹھ گئے، فرمایا: پہلے ہی گوشت کھلا دیا اور وہ بھی مردہ بھائی کا۔ اگر شرم کی جگہ زخم ہے تو سوائے معالج کے کسی کو دیکھنا یا دکھانا جائز نہیں اسی طرح اپنے بھائی کے عیب کو صرف اس کے معالج اور مُصلح کے علاوہ کسی سے کہنا حرام ہے۔ غیبت کرنا اور اس کا سننا دونوں ہی حرام ہیں۔ ایسا شخص قیامت کے دن مفلس اُٹھے گا، کیوں کہ اپنی نیکیوں کو غیبت کرکے دوسروں کو دے رہا ہے۔ جو شخص بدنگاہی نہ کرے اور غیبت نہ کرے ان شاء اللہ وہ تمام گناہوں سے بچ جاوے گا۔

۴۶) **ارشاد فرمایا کہ** مدرسے میں طلبا اگرچہ کم ہوں مگر تعلیم نہایت معیاری ہو اور تربیت و اصلاح معیاری ہو پھر خود لوگوں کو کشش ہوگی۔ ہمارے یہاں کا ایک بچہ جب وطن واپس گیا تو اس کی چار رکعات سنتوں کو سات منٹ میں پڑھتے دیکھا گیا اور اذان ہوتے ہی مسجد جانا اور خاموشی سے باادب بیٹھنا اور عمر صرف سات سال۔ اس کا اثر لوگوں پر یہ ہوا کہ تین آدمیوں نے اپنے بچوں کے داخلے کے لیے تار سے منظوری حاصل کی کیوں کہ ہمارے یہاں پچیس رمضان کو داخلہ بند ہوجاتا ہے، نئے آنے والے اور پرانے آنے والے دونوں قسم کے بچوں کو پچیس رمضان تک اطلاع کرکے داخلے کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہوتی ہے۔ بمبئی، حیدر آباد دکن، مدراس اور اڑیسہ سمیت مختلف صوبوں کے چھ سات سال کے بچے اپنے مصارف سے دارالاقامہ میں رہتے ہیں اور اب تجوید کی معیاری تعلیم کو سن کر افریقہ سے بھی طلبا آنے لگے ہیں۔

۴۷) **ارشاد فرمایا کہ: خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ**[۱۳] کے متعلق جو عام لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ دلوں پر جب مہر لگادی گئی تو پھر ان کا کیا قصور۔ اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ ایک سپریم کورٹ کا جج فرسٹ کلاس کے ڈبّے میں بیٹھا ریل میں سفر کررہا ہے۔ اس ڈبّے میں اور لوگ یہ گفتگو کررہے ہیں کہ آج

۱۳؎ البقرۃ:۷

اخبار میں یہ خبر ہے کہ دس آدمیوں کو پھانسی دے دی گئی، اسی درمیان ان جج صاحب سے لوگوں نے تعارف چاہا، انہوں نے کہا میں وہی جج ہوں جس نے ان مجرمین کو پھانسی کی سزا دی ہے۔ اب یہ جملہ کہہ کر جج صاحب خاموش ہوگئے اور سب پر رُعب و ہیبت طاری ہوگئی۔ پھر یہ جج صاحب اپنے اجلاس پر جب بیٹھے تو اپنے متعلقہ عملے والے ملازمین سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ کل دس آدمیوں کو ہم نے فلاں جرم کے سبب پھانسی کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ لوگ اس جُرم سے محتاط رہیں۔ تو جج صاحب کا ریل کے اندر جو کلام تھا وہ حاکمانہ کلام تھا اور اپنے خاص لوگوں میں جو کلام صادر فرمایا وہ حکیمانہ کلام تھا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا یہ کلام حاکمانہ ہے۔ حاکمانہ کلام کا مقتضا یہی ہوتا ہے کہ اس میں ہیبت ہو۔ جس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ وہاں صرف حکم سنایا جاوے۔ علّت اور سبب کا ذکر نہ ہو۔ یہاں مقصود صرف صفتِ حاکمیت کا ظہور ہوتا ہے، اور دوسری جگہ حق تعالیٰ نے اسی کلام کو حکیمانہ انداز سے فرمایا وہاں اس حکم کا سبب بھی بیان فرمایا تاکہ دوسرے لوگ اس سبب سے محتاط رہیں۔ چناں چہ ارشادِ باری ہے: بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ[۱۴] اللہ تعالیٰ نے ہر مہر اُن کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر لگائی۔ پس ایک جگہ کلام حاکمانہ ہے اور دوسری جگہ حکیمانہ ہے۔

ازمرتب عفی عنہ: حضرتِ اقدس کی یہ تقریر سن کر ایک ادارے کے شیخ الحدیث صاحب نے احقر سے کہا کہ سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ تقریر ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ زندگی بھر تفسیر پڑھاتے ہیں مگر اللہ والوں کی باتیں کیا ہی پُر اثر اور حکیمانہ ہوتی ہیں۔

۴۸) **ارشاد فرمایا کہ** بعض لوگ ظاہری وضع قطع کو فاسقانہ بنانا معمولی بات سمجھتے ہیں حالاں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ[۱۵] (ترک کردو ظاہری گناہوں کو بھی اور باطنی گناہوں کو بھی) میں ظاہری گناہوں کے ترک

---

[۱۴] النسآء: ۱۵۵

[۱۵] الانعام: ۱۲۰

کو مقدّم بیان فرماکر اس کی زیادہ اہمیت بیان فرمائی ہے۔ جنگِ اُحد میں صرف ظاہری کوتاہی تو ہوئی تھی جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی۔ عقیدہ اور باطن بالکل ٹھیک تھا۔ اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کرتا ہوں: کبوتر کس قدر بلند پرواز ہے، اس کے پروں کو کاٹ دیجیے صرف ظاہری کمی تو ہوئی ہے باطن بالکل ٹھیک ہے مگر اب اس کی پرواز اور ترقی بھی ختم، اور ترقی تو کیا ہوتی اس کا باطن بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اب ایک بلی کا بچہ بھی اسے پکڑ کر کھا جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض ظاہر اپنے باطن کا محافظ بھی ہوتا ہے۔ آج مسلمانوں نے داڑھی کٹا کر اپنے ظاہر کو خراب کر دیا، ان کی ہیبت نکل گئی۔ ہر جگہ کافروں سے پٹ رہے ہیں۔

دوسری مثال لیجیے: ہوائی جہاز کھڑا ہے، اُڑ نہیں رہا ہے، لیٹ ہو رہا ہے، مدینہ جانے والے مسافر بھی لیٹ ہو رہے ہیں، معلوم ہوا کہ ٹائر میں پنکچر ہے، ظاہر ہی تو خراب ہے۔ مگر بعض ظاہر جب خراب ہوتا ہے تو نہ خود ترقی کر سکتا ہے نہ دوسروں کی ترقی کا سبب بن سکتا ہے، نہ خود اُڑ سکتا ہے نہ حاجیوں کو مدینہ پہنچا سکتا ہے۔ آج مسلمانوں کا حال یہی ہے، ظاہری وضع قطع کی نافرمانی کر کے نہ خود ترقی کر سکتے ہیں نہ دوسروں کی ترقی کے سبب بن سکتے ہیں۔ ورنہ مسلمان کی شان تو یہ تھی ؎

تو نہیں ہے اس جہاں میں منہ چھپانے کے لیے
تو ہے دنیا بھر کے سوتوں کو جگانے کے لیے
وعدۂ غلبہ ہے مؤمن کے لیے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں

اچھا! کبوتر کے پروں کو کاٹ کر ہنس یا مور کے پر لگادو، کیا ہوگا! بلی نہیں چھوڑے گی۔ اس طرح اگر اسلامی پروں کو کاٹ کر غیر مسلمین کے لگاؤ گے تباہ ہو جاؤ گے۔

سکھوں نے ہمارے صالحین کی صرف ظاہری نقل کی ہم اُن کے بھنگیوں کو بھی سردار کہتے ہیں اور ہم اپنے ظاہر کو خراب کر کے سرِ دار ہو رہے ہیں۔

ہر عمل کے لیے ایک ڈیوٹی ہوتی ہے ایک ہیئتِ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ایک پولیس مین

ڈیوٹی صحیح انجام دے رہا ہے مگر وردی نہیں ہے۔ ہیئتِ ڈیوٹی نہ ہونے سے معطل کر دیا جائے گا۔ ٹریفک پولیس ایک چوراہے پر پوسٹ مین کی وردی پہنے ہاتھ سے گاڑیوں کو روک رہا ہے۔ لوگ کیا کہیں گے کہ ارے! تو ڈاک تقسیم کر یہاں کہاں آگیا بالآخر پولیس افسر کو جب اطلاع ہوگی اس کو معطل کرے گا۔ پچیس سال کی ملازمت کا صحیح حق ادا کیا تھا مگر صرف ایک دن یومِ آزادی کے جلوس کے موقع پر ڈی آئی جی صاحب حکومت کے مخالف گروہ کی ٹوپی لگائے ہوئے کھڑے ہیں معطل کر دیے جائیں گے۔ آج اُمّت نے وہ وردی چھوڑ رکھی ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ کیا یہ اُمت معطل نہ ہوگی؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وردی عطا فرمائی تھی؟ ٹخنے سے نیچے جو لباس عبا یا قمیص یا پاجامہ ہوگا وہ دوزخ میں جلے گا، خدائے پاک ایسے لوگوں پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ یہ متکبرین کی وضع ہے۔ جب متکبرین کی صورت کی نقل کی جائے گی تو ان کی حقیقت بھی منتقل ہو جاوے گی۔ حدیثِ پاک میں اتنی سخت تاکیدی لہجے میں کیوں فرمایا کہ ہرگز ہرگز کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے کیوں کہ اس ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔ تو اس تاکید سے منع کرنے میں بات یہی ہے کہ جب شیطان کی نقل کروگے تو شیطانیت کی صورت کے ساتھ شیطانیت کی حقیقت بھی منتقل ہو جائے گی اور شیطانی کام ہونے لگیں گے۔ صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ[۱۶] حدیثِ پاک میں ہے کہ نماز کو اس طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔ یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ ہماری نقل کرو، جب نقل کروگے تو حقیقت بھی حسبِ استعداد اُتر جائے گی۔

داڑھی داڑھ سے شروع ہوتی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ، داڑھی کو بڑھاؤ، آج اُمّت اس کے برعکس مونچھوں کو بڑھاتی ہے اور داڑھی کو کٹاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ایک مشت اپنی مٹھی سے داڑھی کو پکڑ کر زائد کو قطع فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس معاملے میں حجام کی

---

[۱۶] صحیح البخاری: ۸۸/۱ (۶۳۵)، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة، المکتبة المظهرية

مٹھی معتبر نہیں۔ اپنی مٹھی سے پکڑ کر زائد کو قطع کرنا جائز ہے اور داہنی طرف اور بائیں طرف بھی ایک ایک مٹھی اسی طرح واجب ہے۔ فقہانے داڑھی کے کترانے اور منڈانے کو حرام لکھا ہے۔ جس طرح عید، بقر عید کی نماز واجب ہے جس طرح نمازِ وتر واجب ہے، جس طرح قربانی واجب ہے اتنا ہی ضروری داڑھی رکھنا بھی ہے۔ اور داڑھی شعارِ اسلام سے ہے۔ اسی طرح سر کے بالوں کو یا منڈادو یا پٹہ رکھ لو یا متوسط درجے میں ہر طرف سے برابر رکھیے۔ مگر انگریزی نہ رکھیے کہ خود اس کے نام میں انگریز کی طرف نسبت اب تک موجود ہے۔

ایک مجمع میں پولیس افسر ایس پی وردی کے بغیر موجود ہے، کوئی ہیبت نہیں ایک سپاہی وردی میں آتا ہے، سب ڈر گئے خدا خیر کرے! سب اس کی طرف دیکھنے لگے، اس نے کہا: کوئی بات نہیں سب امن ہے، ہمارے افسر ایس پی بھی یہاں موجود ہیں۔ لیجیے یہ اثر وردی میں ہوتا ہے۔ اُمّت نے جب سے اپنی وردی اُتار دی کافروں کے دلوں میں رُعب نہ رہا جہاں دیکھو اخباروں میں ان کے پٹنے کی خبر آرہی ہے۔ میں نے ایک مرتبہ سفرِ حج میں بحری جہاز کے اندر داڑھی پر بیان کیا الحمد للہ! بہت سے لوگوں نے داڑھی رکھ لی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کہتے نہیں، ہم پر مایوسی طاری ہے، ایسا ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ سے دُعا کر کے بار بار کہتے رہیے۔

بعض لوگوں کو علمِ صحیح نہ ہونے سے اس کی اہمیت نہیں ہوتی وہ فوراً تائب ہو جاتے ہیں اور داڑھی رکھ لیتے ہیں۔

۴۹) **ارشاد فرمایا کہ** حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے نوّے لاکھ کافر مسلمان ہوئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ اسلام نہ لائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی پانچ طرح کے ہوتے ہیں:

۱)... غافل ۲)... سائل ۳)... مائل ۴)... جاہل ۵)... مجادل

اوّل چار قسم کے لوگوں کو نفع ہوتا ہے پانچویں قسم کے آدمی کو ہدایت نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو اسلام لائے وہ ان ہی چار قسم کے لوگ تھے اور

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ جو اسلام نہیں لائے وہ پانچویں قسم کے تھے۔ مجادل کو نفع نہیں ہوتا۔ شیطان مجادل تھا مردود ہوا۔ مجادل کی طبیعت ضدی ہوتی ہے۔ اس کی مثل مشہور ہے: پنچوں کا فیصلہ سر پر، مگر پرنالہ رہے گا یہیں پر۔ اس تقریر سے اشکال جاتا رہا۔

۵۰) **ارشاد فرمایا کہ: عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا** میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے اور یہ تعلیم ملائکہ کے سامنے بشمولیتِ ملائکہ دی گئی لیکن جب امتحان ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے سب کا نام بتا دیا اور ملائکہ نہ بتا سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ میں بشری لوازم مثل بھوک، پیاس اور نفس کے تمام تقاضے نہیں ہیں اس لیے وہ غذاؤں کے نام یاد نہ کر سکے، جیسے کوئی بالغ نہ ہو تو نکاح کی لذت کس طرح سمجھ سکتا ہے اسی طرح فرشتے بھوک پیاس وغیرہ کے تقاضوں کی تعبیر پر قادر نہیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا: **سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا**[۱۷] یہ نہیں کہا کہ آپ نے تو ہم کو سکھایا نہیں پھر ہمارا امتحان کیوں لیا جا رہا ہے؟

۵۱) **ارشاد فرمایا کہ** بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب کسی مریض کے پاس جاوے تو سات مرتبہ یہ دُعا پڑھ لے: **اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ**[۱۸] ہر مریض کی شفا کے لیے اکسیر ہے۔

۵۲) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ مجھے قبض کی مستقل شکایت ہے لیکن جس رات کو تہجد کی توفیق ہو جاتی ہے اور ذکر میں انشراح عطا ہو جاتا ہے اس دن قبض کی شکایت نہیں رہتی۔

جواب ارقام فرمایا کہ ذکر سے رُوح کو نشاط ہوا اور نشاطِ روح سے روح کو قوت عطا

---

۱۷ البقرۃ:۳۲

۱۸ سنن ابی داؤد:۸۶/۲، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ایچ ایم سعید

ہوئی اور قوتِ روح سے طبیعت کو قوت پہنچی اور قوتِ طبیعت سے مرض دفع ہوا۔ جیسا کہ اطباء نے لکھا ہے دراصل دوائیں دافعِ مرض نہیں ہیں بلکہ خود طبیعتِ انسانیہ مدافعت کرتی ہے اور دواؤں سے طبیعت کی صرف تقویت مقصود ہوتی ہے۔

۵۳) **ارشاد فرمایا کہ** جب تدبیر کرو اس پر بھروسہ مت کرو۔ سرخ بتی گاڑی نہیں روکتی اس کے پیچھے حکم حکومت کا ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہِ دہلی کے پاس کسی کی سفارش اس انداز سے تحریر فرمائی:

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا- رَفَعْتُ اَمْرَهٗ اِلَى اللهِ ثُمَّ اِلَيْكَ اِنْ اَعْطَيْتَهٗ فَالْمُعْطِيْ هُوَ اللهُ وَاَنْتَ الْمَشْكُوْرُ وَاِنْ مَنَعْتَهٗ فَالْمَانِعُ هُوَ اللهُ وَاَنْتَ الْمَعْذُوْرُ وَالسَّلَامُ

میں نے ان کا معاملہ اوّلاً اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا پھر تدبیر کے طور پر آپ کو لکھتا ہوں اگر آپ نے ان کا کام کر دیا تو دینے والا صرف اللہ ہے اور آپ کو اجر ملے گا۔ اور اگر نہیں دیا تو مانع صرف اللہ ہے اور آپ معذور۔ والسلام

۵۴) **ارشاد فرمایا کہ** ہم لوگ اپنے خیال سے اپنی قیمت زیادہ لگا لیتے ہیں، اپنی قیمت سنّت کی کسوٹی پر لگائیے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری چَرا لیتے تھے۔ دودھ بکری کا تھن سے نکال لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاخرانہ لباس پہننے سے انکار فرمادیا کہ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا اور فرمایا کہ نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللهُ بِالْاِسْلَامِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستر خوان پر کھانا گر گیا، اُٹھا کر کھالیا بعض غیر ممالک کے سفرا بھی تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کیا خیال کریں گے؟ فرمایا: ہم ان احمقوں کے سبب اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

۵۵) **ارشاد فرمایا کہ** جب مجھ سے کوئی متعدد مقاصد کے لیے دُعاؤں کے لیے کہتا ہے تو میں کہتا ہوں: اچھا سب لوگ اپنے سب مقاصد کا دل میں خیال کر لیں پھر دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کے جمیع مقاصد پورے فرمائیں۔ کم وقت میں سب

کے لیے اور جمیع مقاصد کے لیے دعا ہو گئی۔

۵۶)ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس کے اُصول میں دین کے وقار کا لحاظ اگر نہیں ہے تو صرف جسم ہے مگر روح نہیں۔

۵۷)ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو مرنے کے نام سے وحشت ہوتی ہے لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ فلاں صاحب اصلی وطن گئے۔ قبرستان وطنِ اصلی کا اسٹیشن اور وطنِ اصلی کی گاڑی قبر ہے۔ میرا نواسہ چھوٹا سا ہے، جب قبرستان کئی روز نہیں جاتا ہوں تو تقاضا کرتا ہے کہ آپ جنت کے اسٹیشن کب چلیں گے۔

۵۸)ارشاد فرمایا کہ آخرت کی منزل مہتم بالشان ہے کہ ایک غریب آدمی مرنے کے بعد بڑے بڑے سلاطین اور بڑے بڑے مشائخ اور علماء کے کندھوں پر قبرستان تک جاتا ہے۔ جو مقتدی تھا اب امام کے کندھے پر جا رہا ہے۔ عظیم الشان سفر کا اکرام ہے۔ جنازے کے آگے نہ چلو۔ جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے زندہ لوگ نہ بیٹھیں۔ بادشاہوں کی سواری کار ہوتی ہے اور مرنے کے بعد اشرف المخلوقات کے کندھوں پر جا رہا ہے۔ خادم کا جنازہ مخدوم کے کندھوں پر ہے۔ جس سفر کی ابتدا کی یہ شان ہے تو اس کے اور منازل کی کیا شان ہو گی۔

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے
تا بکے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے
ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے
قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
تو برائے بندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

۵۹) **ارشاد فرمایا کہ** جس پر کسی کا حق ہوا بھی سے معاف کرالے ورنہ قیامت میں سزا ہوگی۔ نیکیاں چھین کر اس کو دی جاویں گی۔ اگر نیکیاں کم ہوں گی تو اس کے گناہ اس پر لادے جاویں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سوانح میں کس درد سے حقوق العباد معاف کرایا ہے، اس مقام پر یہ اشعار بھی ہیں۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو
بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام
قیامت کے دن پہ نہ رکھے یہ کام
کہ خجلت بروزِ قیامت نہ ہو
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

۶۰) **ارشاد فرمایا کہ** بدن کے دانوں اور پھنسیوں پر صرف مرہم لگانے سے وقتی طور پر دانے کم ہو جاویں گے اور عارضی سکون ہو جائے گا مگر پھر اس سے بھی زیادہ دانے نکل آئیں گے لیکن اگر مصفی خون دواؤں سے خون صاف کر دیا جائے تو پھر صحت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رُوحانی بیماری کا حال ہے۔ نماز میں غفلت کرنے والے کو عارضی نمازی بنانے سے کام نہیں چلے گا، اس کے اندر خوفِ خدا پیدا کرنے کی سعی کی جاوے۔ جب اندر سے غفلت دور ہو کر خوف پیدا ہو جاوے گا تو پھر مستقل اور دائمی فرماں برداری نصیب ہو جائے گی۔ اور یہ خوف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔

دل میں اگر حضور ہو سر تراخم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

پس مرہم لگانے کے لیے تو مریض جلد راضی ہو جاتا ہے اور عارضی سکون اور وقتی

راحت بھی مل جاتی ہے اور مصفی خون، کڑوی دواؤں سے ہر شخص گھبراتا ہے لیکن چند دن تلخ دواؤں کی تکلیف سببِ دائمی راحت کا ہوگا۔ بس آخرت کی دائمی راحت کے لیے روح کا علاج کسی اہل اللہ سے کرالینا چاہیے اور مجاہدات کی تلخیوں کو برداشت کرلینا چاہیے پھر راحت ہی راحت ہے۔ چین ہی چین ہے ؎

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری
کہ یوں تا بہ منزل رسائی نہ ہوگی
پہنچنے میں حد درجہ ہوگی مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۶۱) ارشاد فرمایا کہ اصلاحِ نفس میں ہمّت سے کام لے اور ارادہ کرلے کہ مثلاً بدنگاہی سے نفس کے روکنے میں جان بھی چلی جاوے گی تو بھی نامحرم عورت یا اَمرد حسین کو نہ دیکھوں گا، اس ارادے اور ہمت پر حق تعالیٰ کا فضل ہوجاتا ہے۔ اور اگر کوتاہی ہوجائے فوراً توبہ سے تلافی کرے، یہ نہیں کہ گندگی میں پڑا رہے۔ صاف کپڑا پہن کر جمعہ کو نکلے کسی بچے نے روشنائی لگادی دل کس قدر پریشان ہوگا۔ بار بار کھٹک ہوگی، اور یہ سیاہی تو کپڑے میں لگنے سے دل کا یہ حال ہے اور گناہوں سے تو براہِ راست دل پر سیاہی لگتی ہے، ہر گناہ سے دل پر سیاہ نقطہ لگنے سے دل کی پریشانی کا کیا حال ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے کہ ہر گناہ سے دل پر سیاہ نقطہ لگتا ہے پھر اگر توبہ کرلے تو مٹ جاتا ہے ورنہ سیاہی بڑھتے بڑھتے تمام دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ تمام عمر مجاہدے میں لگا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ مربّی کو اطلاعِ حال کرتا رہے اور وہاں سے جو مشورہ ملے اس کی اتباع کرتا رہے بس کچھ ہی دن میں ان شاء اللہ بیڑا پار ہوگا ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش کو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

۶۲) **ارشاد فرمایا کہ** توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ[19] پس قیامت کے دن اگر کاملین میں نہ ہوگے تو تائبین میں ہونا بھی بڑی دولت ہے۔ لہٰذا توبہ کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ اور توبہ کے وقت اس گناہ کے ترک کا قوی ارادہ کرلے اور خدائے تعالیٰ سے استقامت کی دُعا بھی کرے۔

۶۳) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے حضرات نے اب چشتیت اور نقشبندیت کو جمع کر دیا ہے کیوں کہ عمریں کم ہیں تحلیہ بالذکر کے ساتھ تخلیہ من الاخلاق الرذیلہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور حضرات نقشبندیہ پہلے ذکر بتاتے ہیں اخلاق کی اصلاح بعد میں کراتے ہیں۔ اور ہمارے حضرات ذکر اور اصلاحِ اخلاق ساتھ ساتھ شروع کر دیتے ہیں اس سے سلوک جلد طے ہو جاتا ہے۔

۶۴) **ارشاد فرمایا کہ** جب کار اسٹارٹ نہیں ہوتی تو بیٹری چارج کراتے ہیں اسی طرح جب دین کی کار یعنی قلب کی ہمّت کمزور ہو جانے سے نہ چلے تو کسی اللہ والے سے اس کی بیٹری چارج کرالو پھر چلنے لگے گی۔

---

[19] سنن ابن ماجۃ: ۴۵۰ (۴۲۵۰)، باب ذکر التوبۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ

۶۵) **ارشاد فرمایا کہ** جب کار چلتی ہے تو ڈرائیور کا پاؤں اس کی بریک پر ہوتا ہے اور اس کے کان (ہینڈل) اس کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں پھر کار ٹھیک ٹھیک چلتی ہے اور ٹکر نہیں مارتی۔ اسی طرح جب مرید کی گردن پر شیخ کا پاؤں ہوتا ہے اور اس کے کان اس کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں تو وہ مرید بھی ٹھیک ٹھیک چلتا ہے اور اگر کار پر ڈرائیور نہ ہو تو سیدھے راستے پر چلے گی مگر جہاں چوراہا آئے گا وہاں ٹکر کھائے گی۔ اسی طرح جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ان کے بانی سب اہلِ علم ہیں لیکن سب کے سب بدون شیخ اور راہ بر والے ہیں پس شروع شروع میں تو ٹھیک چلتے ہیں لیکن جب موڑ یا چوراہہ آتا ہے تو بھٹک جاتے ہیں اور عُجب و کبر میں مبتلا ہو کر کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔

۶۶) **ارشاد فرمایا کہ** مقصود حاصل ہونے سے سکون ہو جاتا ہے۔ پس جس شخص کو ذکر سے سکون نہ ہو رہا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ ذکر کو مقصود نہیں سمجھتا اس کا کوئی اور مطلب ہے۔

۶۷) **ارشاد فرمایا کہ** جنت دارالقرار ہے، وہیں پہنچ کر قرار اور سکونِ دائمی ہوگا یہاں تو پوری زندگی متحرک اور سرگرداں ہوتی ہے۔

۶۸) **ارشاد فرمایا کہ** وعظ کہتے وقت اپنی اصلاح کی نیت بھی کر لے اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔

۶۹) **ارشاد فرمایا کہ** جب ایک شخص کو اندر آنے کی اجازت دی جائے تو اس کے ساتھ کئی آدمیوں کا داخل ہو جانا ٹھیک نہیں، ان لوگوں کو بھی اجازت لینا چاہیے یا پہلا شخص ان لوگوں کی اجازت بھی لے لے۔

۷۰) **ارشاد فرمایا کہ** اپنے بچوں کو کھانے کی سنتیں، وضو کی سنتیں، نماز کی سنتیں سکھایئے اور اہلِ مدارس مدرسے کے بچوں کو سکھائیں اور انہیں حکم دیں کہ وہ اپنے گھروں میں جا کر اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کو سکھائیں، اس طرح تمام ملک میں سنتوں کا نور پھیل جاوے گا، اور ان بچوں سے معلوم بھی کیا جائے کہ اپنے

گھروں میں کھایا نہیں۔ اسی طرح مساجد میں داخل ہونے کی اور مساجد سے نکلنے کی سنتوں کی مشق کرائیے۔ سنتوں سے بہت نور پیدا ہوتا ہے۔(اور یہ سنتیں تعلیم الدین اور بہشتی زیور سے یاد کرلے)

از مرتب عفی عنہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی محبوب ہو جاتے ہیں۔ احقر مرتّب عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر پر ہر اتوار کی دینی مجلس میں حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم کی برکت سے سنتوں کی تعلیم اور مشق کا اہتمام کرنے لگا ہے۔ چناں چہ گزشتہ اتوار کو مسجد میں داخل ہونے کی اور مسجد سے نکلنے کی دس سنتوں کو یاد کرایا اور ہر ایک سے سُناسب کو یاد ہو گیا۔ تمام مجلس میں سنتوں کا نور معلوم ہو رہا تھا۔ ہر شخص نے اپنے قلب میں عجیب کیف محسوس کیا اور احقر نے بھی اپنے قلب میں ایسا انشراح اور نور محسوس کیا جو بیان سے باہر ہے۔ اب احقر نے ارادہ کرلیا ہے کہ اپنی مجالس میں دینی کتب سُنانے یا کچھ وعظ یا ملفوظاتِ اکابر سنانے کے ساتھ ساتھ ہر مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ایک یا دو یا تین سنتیں ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ یاد کرائے گا۔ اور احقر نے اپنے ہر دوست شریکِ مجلس سے یہ گزارش بھی کی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اور اپنے احباب کو بھی یاد کرائیں جو آج سیکھا ہے۔ اس طرح سنّتوں کا احیا اور ان کی نشر و اشاعت میں بڑی مدد ملے گی۔ نیز اپنے مدرسے کے بچوں میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طور سے یہ کام کیا جائے گا۔ مسجد میں داخل ہونے کی پانچ سنتیں یہ ہیں:

۱) بِسْمِ اللّٰہِ کہنا۔[20]

۲) اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا۔[21]

۳) داہنا پاؤں مسجد میں داخل کرنا۔[22]

---

۲۰ سنن ابن ماجۃ:۵۶(۷۷۱)،باب الدعاء عند دخول المسجد

۲۱ سنن ابن ماجۃ:۵۶(۷۷۲)،باب الدعاء عند دخول المسجد...جامع الترمذی:۱/۷۱،باب ما یقول عند دخوله المسجد

۲۲ صحیح البخاری:۱/۶۱،باب التیمّن فی دخول المسجد

۴) اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا۔ یا کوئی درود پڑھنا۔[۲۳]

۵) نفلی اعتکاف کی نیت کرلینا کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔

اور مسجد سے نکلنے کی ۵ سنتیں یہ ہیں:

۱)..... بِسْمِ اللّٰہِ کہنا۔

۲)..... اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا۔[۲۴]

۳)..... بایاں پاؤں مسجد سے نکالے[۲۵] (اور بائیں جوتے کے اُوپر رکھ لے۔)

۴)..... پاؤں نکالتے وقت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ[۲۶] پڑھنا۔

۵)..... پھر داہنا پاؤں داہنے جوتے میں داخل کرنا۔[۲۷] ایک وقت کی نماز کے لیے گئے دس سنتوں کا یہ نور بھی دل میں جمع ہوگیا۔

اس طرح پانچ وقت کی نمازوں میں پچاس سنتیں نامۂ اعمال میں جمع ہوجائیں گی۔ اور ہر نیکی پر دس کا وعدہ ہے پس اس طرح پانچ سو نیکیاں ہر روز اور ہر مہینے میں پندرہ ہزار نیکیاں جمع ہوگئیں ان شاء اللہ تعالیٰ! روزِ محشر میں ان کا نور اور ان کی قدر معلوم ہوگی۔

فائدہ: اگر بھول کر مسجد کے اندر داخل ہوجائے تو پھر نکل کر ان سنتوں پر عمل کرکے داخل ہو، چند دن کی مشق سے پھر نفس عادی ہوجائے گا۔ اسی طرح احقر نے اتوار کے دینی اجتماع میں شریک ہونے والوں سے عرض کیا ہے کہ وہ مسنون دعاؤں کی کتاب سے ہر اتوار کو تین دُعائیں زبانی یاد کرکے سنائیں اور ہر شخص قرآنِ پاک کے حروف کی صحت کسی ماہر قاری سے شروع کردے۔ اس طرح ہر شخص فعّال اور

۲۳؎ سنن ابن ماجة: ۵٦(۷۷۳)، باب الدعاء عند دخول المسجد

۲۴؎ جامع الترمذی: ۷۰/۱، باب مایقول عند دخوله المسجد ایج ایم سعید/ سنن ابن ماجة: ۱۵۹(۷۷۱)، باب الدعاء عند دخول المسجد

۲۵؎ صحیح البخاری: ٦۱/۱(۴۲۷)، باب التیمن فی دخول المسجد، المکتبة المظهرية

۲٦؎ سنن ابن ماجة: ۱۵۹(۷۷۱)، باب الدعاء عند دخول المسجد، المکتبة الرحمانية

۲۷؎ صحیح البخاری: ٦۱/۱(۴۲۷)، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ، المکتبة المظهرية/ سنن ابن ماجة: ۱۵۹(۷۷۱)، باب الدعاء عند دخول المسجد، المکتبة الرحمانية

سر گرمِ عمل ہو جاتا ہے ورنہ آرام سے وعظ سن کر چلے جاتے ہیں اور ساری محنت اُستاد اور پیر کی گردن پر ہوتی ہے۔ حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے ہی دن سے مرید کو کام میں لگا دیتا ہوں۔ احقر کو حضرتِ اقدس (ہردوئی) دامت برکاتہم کی تعلیمات سے بڑا ہی نفع ہوا۔ حق تعالیٰ حضرتِ والا کے درجاتِ عالیہ اضعافاً مضاعفا فرمائیں۔ آمین۔

اللہ مرے شیخ کے رُتبے کو بڑھادے
سر تاجِ زمانہ مرے حضرت کو بنادے

حضرتِ اقدس (ہردوئی) دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جن سنتوں پر عمل کرنے میں معاشرہ اور ماحول مانع اور مزاحم نہیں ان کو شروع کردے پھر ان سے رُوح میں نور اور قوت ایسی پیدا ہوگی کہ پھر ان سنتوں پر بھی عمل کی ہمّت اور توفیق ہوجائے گی جن پر عمل کرنے میں ماحول اور معاشرہ رُکاوٹ ڈالتا ہے، اور پھر شان یہ ہوگی۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے

اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

گو ہیں ضعیف و ناتواں گو ہیں نحیف و خستہ جاں
رکھتے ہیں ہم مگر نہاں شیر کا دل کنار میں

۷۱) **ارشاد فرمایا کہ** مرشد کا انتخاب اور رُجوع مناسبت پر ہے نہ کہ کمالات پر، لیکن غیر متبعِ سنّت پیروں سے رُجوع ہر حال میں ناجائز ہے۔

۷۲) **ارشاد فرمایا کہ** جہاں دین کی طلب نہ ہو وہاں خود سفر کر کے جانا چاہیے کیوں کہ سونے والوں کو جگانے کے لیے جانا پڑتا ہے اور جہاں طلب ہو ان کو خود آنا چاہیے۔ عام طور پر لوگ بزرگوں کے آخری حالات پر قیاس کرتے ہیں کہ جب

ان کی طرف مرجوعہ ہو گیا اور لوگ جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے مگر ان کو ابتدائی مشقتوں کی خبر نہیں ہے کہ شروع میں کیا کیا مشقت اور محنت برداشت کی ہے۔ اسی سبب سے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو بزرگوں کے آخری حالات کو دیکھتا ہے کہ خوب آرام سے ہیں، دسترخوان پر مرغ کھا رہے ہیں، گاؤ تکیہ ہے اور مجلس ہو رہی ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور عیش طلب ہو جاتا ہے۔ اور جو بزرگوں کے ابتدائی حالات پر نگاہ رکھتا ہے اور ان کی ابتدائی دینی محنتیں، پیدل چل چل کر بستی والوں میں وعظ کہنا، ان حالات پر نظر رکھ کر جو کام کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ طالب مقدم ہوتا ہے غیر طالب پر، پس اگر طالبین دور رہتے ہیں تو وہاں سفر کر کے جانا پڑے گا۔ طالب کا نفع یقینی ہوتا ہے اور غیر طالب کا موہوم۔ سورۂ عبس میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

زمین کی تین قسمیں ہوتی ہیں: قسمِ اعلیٰ۔ دوم۔ سوم۔ تو سب سے پہلے اعلیٰ زمین پر تخم پاشی کی جائے گی پھر دوم پر پھر سوم پر۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ خود سے تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں ایک مسجد میں ٹھہر جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ اس طرح عرصے تک مجاہدے کے بعد وہاں کے لوگ متوجہ ہونے لگے۔ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے سکون ملتا ہے تو پھر لوگ آہستہ آہستہ ان کے گرد پروانوں کی طرح جمتے جاتے ہیں۔

از مرتب عفی عنہ: احقر حیدرآباد ہر ماہ دو، تین دن کے لیے حضرتِ اقدس ہردوئی کی دُعاؤں کی برکت سے حاضر ہوا کرتا ہے۔ کراچی سے حیدر آباد سو میل کی مسافت ہے تقریباً تین سال سے یہ معمول ہے۔ بعض احباب نے فرمایا کہ بدون بُلائے جاتے ہو۔ کیا کوئی تم کو لینے کے لیے وہاں سے آتا ہے۔ عرض کیا کہ نہیں بھائی احقر اپنی سعادت سمجھ کر از خود ہی گھر سے بے گھر ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہاں کے کافی احباب اس عبدِ حقیر سے دین سیکھنے لگے۔ جگہ جگہ پیاسے موجود ہیں صحیح راہنمائی کی ضرورت ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

محبت کے لیے دیدار شرط نہیں، یہ دولت اکثر کثرتِ ذکرِ محبوب سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس حق تعالیٰ کی محبت کا بیان کثرت سے کرنے سے ارواح کی وہ پُرانی چوٹ اُبھر آتی ہے جو عالمِ ازل میں الستُ سے لگائی گئی تھی۔

دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے

تھی جو اک چوٹ پُرانی وہ اُبھر آئی ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ اقدس ہردوئی کے اس ملفوظ نمبر ۲۷ سے احقر کو اپنے دینی اسفار کے بارے میں بڑی ہی تسلّی اور تقویت ہوئی اور حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم احباب حیدر آباد کے اجتماع اور ان کی پُر خلوص محبّت سے نہایت مسرور اور متاثر ہوئے۔ احقر اسی دینی سفر کے سلسلے میں ملتان، سکھر، لاہور اور ٹیکسلا بھی حاضر ہوا۔ ٹیکسلا میں قیام طویل ہوا، وہاں متعدد حضرات کو بہت نفع ہوا۔ اس واقعے کو سن کر حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جس بستی میں کام کیا جائے جلد اس بستی سے آگے نہ بڑھیں۔ چناں چہ ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ دُعا کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ ہم کو کوئی دین کا راستہ دکھانے والا عطا فرما۔ احقر نے اسی سفر میں یہ اشعار بھی کہے تھے جو درج ذیل ہیں۔

ہر ایک ذرّے میں اس کو ہی دیکھتا ہوں میں

دلیل صانع کی صنعت میں دیکھتا ہوں میں

کبھی چمن میں پھرا اور کبھی بیاباں میں

جہاں گیا ہوں اسی کو توڈھونڈتا ہوں میں

سمجھ کے دوستو میں بوئے پیرہن اس کی
چمن میں لالہ و سوسن کو سونگھتا ہوں میں
میں اس کے نام کی لذت کو کیا بیاں کرتا
زبانِ عشق کی حیرت کو دیکھتا ہوں میں
میں اپنے گھر سے ہوا ہوں جو اس طرح بے گھر
خدا کے چاہنے والوں کو ڈھونڈتا ہوں میں
کبھی نہ کر سکے کیوں شرح دردِ پنہانی
ہر ایک لفظ و معانی سے پوچھتا ہوں میں
نہ جانے اس سے تو کیا مانگتی ہے خلق مگر
اسی کو اس سے فقط دل سے مانگتا ہوں میں
ورائے عقل ہے جب درد کا مقام اخترؔ
کیوں اس کو اہلِ خرد سے بھی پوچھتا ہوں میں

(اہلِ خرد سے مراد ناقص عقل اور غافل از آخرت ہے)

حضرتِ اقدس ہردوئی کے بارے میں حضرت والا کے بعض احباب سے احقر کو علم ہوا کہ حضرت ابتدائی زمانے میں دس میل، کبھی تیرہ میل، کبھی کبھی بیس میل دیہی بستیوں میں وعظ کے لیے پیدل سفر فرماتے، اور رُفقاء سے فرماتے کہ یہ گرد و غبار راہِ حق میں جو قدموں پر لگ رہا ہے دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو رہے ہیں۔[۲۸]
بزرگوں کے ابتدائی دور کی محنتوں سے بے خبری واقعی ان کے مقامات کی رفعت سے بے خبری کا سبب بن جاتی ہے۔

۷۳) **ارشاد فرمایا کہ** لڑکوں کی کہنی اگر کھلی رہے تو نماز ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے اور لڑکیوں کی کہنی اگر کھلی رہے تو نماز ہی نہیں ہوتی لیکن معاملہ کیا ہے کہ

۲۸؎ صحیح البخاری: ۱/۱۲۴ (۹۰۸)، باب المشی الی الجمعۃ، المکتبۃ المظہریۃ/جامع الترمذی: ۱/۲۹۲، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، ایچ ایم سعید

والدین لڑکوں کی آستین پوری بناتے ہیں اور لڑکیوں کی کہنی بھی کھلی رکھتے ہیں۔ کیا حال ہے۔ افسوس کا مقام ہے۔ اسی طرح لڑکا ننگے سر نماز پڑھے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی اور لڑکی ننگے سر نماز پڑھے تو نماز ہی نہ ہو گی مگر والدین کا کیا حال ہے کہ لڑکے کے سر پر موٹی موٹی ٹوپی اور لڑکی کے سر پر باریک دوپٹا جس سے بالوں کی سیاہی صاف نظر آتی ہے۔ اور اب تو یہ دوپٹا بھی غائب ہو رہا ہے۔ رُبَّ کَاسِیَاتٍ عَارِیَاتٍ[29] اب تو ایسا باریک لباس لڑکیوں کا ہو رہا ہے کہ نام لباس کا ہے مگر درحقیقت ننگی ہیں۔ افسوس کا مقام ہے۔

۷۴) **ارشاد فرمایا کہ** دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں امرود عمدہ ہو، کیلا عمدہ ہو، مکان عمدہ ہو، لیکن وضو عمدہ ہو اور نماز عمدہ ہو اس کی فکر نہیں۔ اور وضو اور نماز عمدہ ہوتی ہے ان کی سنتوں کی پابندی سے۔ امرود کا باطن تو اچھا ہو لیکن اس کے اُوپر داغ ہو آپ نہیں پسند کرتے۔ پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ ہو اور باطن بھی عمدہ ہو۔ ظاہر بھی وضع قطع صلحاء سے آراستہ ہو اور باطن بھی۔ زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں الّا ماشاء اللہ۔ اور دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کو کھول کر ہر جز علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے پھر سب کو فٹ کر دیا۔ جنرل اسٹور کی ہزاروں چیزیں ازبر یاد کہ کون سی چیز کہاں ہے، گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ وہاں پہنچا، مگر افسوس کہ آخرت کے معاملے میں اس دماغ اور حافظے کو استعمال ہی نہیں کیا کہ وضو اور نماز کی تمام سنتوں کو اور سونے جاگنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے کی تمام سنتوں اور دُعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چست ہے
دین میں کیوں آخر اتنا سُست ہے

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو تین سو ساٹھ دن میں تین سو ساٹھ سنتیں یاد ہو جائیں گی۔

---

[29] صحیح مسلم: ۲/۲۰۵، باب النساء الکاسیات المائلات الممیلات، ایچ ایم سعید

۷۵) **ارشاد فرمایا کہ** کامل بننے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً آپ کو کامل گھڑی ساز بننا ہے تو آپ گھڑی سازی میں ماہر کے پاس کچھ دن رہیں گے۔ اسی طرح دین میں کامل بننے کے لیے کسی دین کے کامل کی صحبت میں رہنا پڑے گا۔

۷٦) **ارشاد فرمایا کہ** ایک مُلک سے دوسرے مُلک میں جانے کے لیے کس قدر پریشانیاں ہوتی ہیں۔ پاسپورٹ لو، ویزا لو، پھر کہاں کہاں بھاگنا پڑتا ہے صحت کا سرٹیفکیٹ لو کہ کوئی وبائی بیماری کا مریض تو نہیں تو آخرت کا سفر کیسا ہوگا جو ایک عالم سے دوسرے عالم کا سفر ہے! کس قدر اس کی تیاری کرنی چاہیے!

۷۷) **ارشاد فرمایا کہ** مسلمان کامل وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو اذیت نہ ہو۔ یہ حدیث پاک کا مضمون ہے۔ اس پر ایک کافر نے سوال کیا کہ صاحب! یہ کیسا آپ کا دین ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ[30] مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو اور کافروں کو سلامتی دینا تکالیف سے یہ آپ کے یہاں کیوں نہیں ہے؟ اسی طرح ایک اور اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ دیں۔ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور اگر سر سے یا پاؤں سے مار دیں اس کی ممانعت تو اس سے ثابت نہیں ہوتی؟ اب جواب سنیے۔ اشکال نمبر ا کا جواب یہ ہے کہ مسلمان کو ہر وقت مسلمانوں سے معاملہ پڑتا ہے، رات دن ان ہی کے ساتھ اکثر معاملہ پڑتا ہے اور کفار کے ساتھ کبھی کبھی معاملہ پڑتا ہے تو جب مسلمان کے اخلاق ان لوگوں کے ساتھ اچھے ہوں گے جن کے ساتھ رات دن اسے معاملہ اور سابقہ پڑ رہا ہے تو جن سے کبھی کبھی معاملہ پڑتا ہے اُن سے بدرجہ اولیٰ اس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ جب مشکل معاملے میں یہ پاس ہو گیا تو آسان معاملے میں فیل ہونا کس قدر مستبعد ہوگا یعنی اس میں تو پاس ہو ہی جاوے گا۔

اور اشکال نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ عموماً غصے میں ہم لوگ زبان سے نامناسب

---

[30] صحیح البخاری: ٦/١ (١٠) باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، المكتبة المظهرية

کلمات کہہ کر اذیت دیتے ہیں اور اگر غصہ بہت بڑھا تو ہاتھ چلانا بھی شروع کر دیا اس لیے اوّل زبان کا ذکر ہے ثانیاً ہاتھ کا ذکر۔ اور جب یہ اعضا زبان اور ہاتھ جو غصے کے وقت کثرت سے استعمال ہوا کرتے ہیں ایذا سے محفوظ ہو گئے تو سر اور پاؤں تو بہت ہی کم استعمال ہوتے ہیں وہ تو بدرجۂ اولیٰ محفوظ ہو ہی جاویں گے۔ یعنی مشکل سوال میں جب پاس ہو گیا تو آسان سوال میں تو پاس ہو ہی جاوے گا۔

۷۸) **ارشاد فرمایا کہ** بعض لوگ قرآن و حدیث کو اپنی رائے سے سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ ہر کلام کے مختلف پہلو ہوتے ہیں جو صرف لغت سے معلوم نہیں ہوتے مثلاً ایک شاعر کا قول ہے ؎

خَاطَ لِیْ عَمْرٌو قُبَاءً

لَیْتَ عَیْنَیْهِ سَوَاءً

عمرو نے میرے واسطے قُبا سی، اے کاش! اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جاویں۔

اور عمرو کانا تھا صرف ایک آنکھ صحیح تھی۔ اب اس شعر کے دو معنیٰ ہیں: اگر شاعر نے خوش ہو کر کہا تو ترجمہ یہ ہو گا کہ کاش! اس کی خراب والی آنکھ بھی اچھی ہو جائے۔ اور اگر غصے میں تھا، ناراض تھا تو ترجمہ یہ ہوا کہ دوسری آنکھ جو تندرست ہے وہ بھی خراب ہو جائے۔ اب آپ بتلائیے کہ یہاں ایک معنیٰ متعین کرنے کے لیے کیا عقل یا لغت کافی ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ اب شاعر کے دوستوں کو تلاش کرنا پڑے گا کہ جب اس نے یہ شعر کہا تھا تو اس کے چہرے کا کیا رنگ تھا؟ غضب طاری تھا یا خوشی طاری تھی؟ یہ تو ایک شاعر کے کلام کا حال ہے۔ اسی طرح رسولِ ربّ العالمین کے کلام کو سمجھنے کے لیے آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہمیں ضرورت اور احتیاج ہو گی، جو انہوں نے سمجھا ہو گا وہی صحیح ہو گا، کیوں کہ ان کے سامنے صاحبِ کلام صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بھی ہوتا تھا اور تمام سیاق و سباق سامنے ہوتا تھا۔ جس طرح ایک شاعر کے کلام کے معنیٰ کو متعین کرنے کے لیے نہ عقل کافی ہے نہ لغت کافی اسی طرح حدیثِ پاک کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے بھی عقل و لغت کافی نہیں۔

اسی طرح اُردو کا ایک جملہ ہے "روکو مت جانے دو"۔ اب اس جملے کا مطلب بولنے والے کے لب و لہجے سے سمجھ میں آئے گا۔ اگر اس نے روکو پر وقف کیا اور پھر کہا مت جانے دو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ روک لو۔ اور اگر روکو مت پر وقف کیا اور جانے دو پھر کہا تو مطلب یہ ہو گا کہ جانے دو۔ تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لب و لہجہ بھی تھا۔ اب افسوس کہ عقل اور لغت کے غلام احادیثِ پاک کا مفہوم سمجھنے میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ضرورت نہ سمجھنے سے خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رُجوع کرنا اپنی جدّت پسندی کی توہین سمجھتے ہیں حالاں کہ ہر پُرانی چیز خراب نہیں ہوتی۔

پُرانے چاولوں کو پا نہیں سکتے نئے چاول
پکالو اُن سے خشکہ پک نہیں سکتی ہے بریانی

۷۹) **ارشاد فرمایا کہ** نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ[۳۱] لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کبائر مراد نہیں۔

۸۰) **ارشاد فرمایا کہ** اگر پولیس افسر کا بیٹا پٹ رہا ہے تو لوگ کیا سمجھیں گے یا تو پولیس افسر کو خبر نہیں یا لوگوں کو نہیں معلوم کہ یہ پولیس افسر کا بیٹا ہے یا پولیس افسر اس بیٹے سے ناراض ہے جو اس کی ہمدردی نہیں کرتا۔ آج اُمّتِ مسلمہ کا یہی حال ہے جو نصرت نہیں ہو رہی ہے۔ ہم نے اللہ پاک کو ناراض کر رکھا ہے۔ گناہوں کا عموم ہے اور روک ٹوک سے بھی ہم غافل ہیں۔ بنی اسرائیل کی ایک بستی پر عذاب کا حکم آیا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ایک صوفی عابد بھی اس بستی میں رہتا ہے۔ جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی اِنَّ فِیۡهَا عَبۡدَكَ فُلَانًا لَمۡ یَعۡصِكَ طَرۡفًا قَطُّ ارشاد ہوا اس بستی کو پہلے اس پر پھر تمام

---

[۳۱] هود: ۱۱۴

بستی والوں پر اُلٹ دو کیوں کہ میری نافرمانیاں یہ عابد دیکھتا تھا اور اس کے چہرے پر ناگواری کا اثر بھی نہ ہوتا تھا اِقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ [۳۲] اس صوفی عابد پر بستی اُلٹنے کا حکم مقدم فرمایا گیا۔

۸۱) **ارشاد فرمایا کہ** جب احقر کی تقرری کانپور میں مدرّسی کے لیے ہوئی تھی تو حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا تھا تم سے جب کوئی وعظ کے لیے کہے تو انکار مت کرنا، یہ سب اسی ارشاد کی برکت ہے۔ اور اسی حکم کی تعمیل کے لیے توکلاً علی اللہ وعظ کی توفیق ہو جاتی ہے۔

۸۲) **ارشاد فرمایا کہ** ہر مریض کی شفا کے لیے **یا سلامُ** ۱۳۱ مرتبہ اوّل آخر درود شریف گیارہ، گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کرنا، اور دُعا کرنا کہ اے خدا! اس نامِ پاک **یا سلامُ** کی برکت سے جملہ امراض سے سلامتی عطا فرما۔ مجرّب ہے۔

۸۳) **ارشاد فرمایا کہ** بعض لوگ چندہ اخلاص سے نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے الیکشن کے زمانے میں ایک دینی ادارے میں بڑی رقم پیش کی پھر کچھ ہی دن میں درخواست کی مجھے اپنے اثرات و تعلقات والوں سے ووٹ دلا دیجیے۔ مہتممِ مدرسہ نے کہا: ہم لوگ سیاست سے الگ رہ کر خالص دینی خدمت میں لگے ہیں، یہ کام ہم سے نہ ہوگا۔ بہت خفا ہوئے اور بگڑ کر سخت غصے سے کہا کہ ہم نے جو نوٹ کی پوٹ دی تھی وہ ووٹ ہی کے لیے تو دی تھی۔ اب بتایئے کہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کیا حصہ ہوگا؟

۸۴) **ارشاد فرمایا کہ** جب تلاوت شروع کرے تو نیت کرلے کہ اس سے ہمارے قلب کا زنگ دور ہوگا اور حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ اور یہ تصور رہے کہ حق تعالیٰ سُن رہے ہیں۔ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ تلاوتِ قرآنِ پاک سے زنگ دور ہوتا ہے۔ اسی طرح وضو اور نماز کے وقت اور ذکر کے وقت بھی نیت کرے کہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔ نیت اور اخلاص ہی اصل ہے۔

۸۵) **ارشاد فرمایا کہ** اگر کوئی کہے کہ میرے مرض کے لیے ایک ڈاکٹر لاؤ جو

۳۲؎ شعب الایمان: ۱۰/۱/(۱۸۹)، احادیث فی وجوب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، مکتبۃ الرشد

اس فن کا ماہر اور اسپیشلسٹ بھی ہو اور دیکھا کہ اس ڈاکٹر کو چارپائی پر لادے آرہے ہیں معلوم ہوا کہ فالج گرا ہوا ہے۔ مریض نے حال کہنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بہرے بھی ہیں، پھر لکھ کر حال پیش کیا تو معلوم ہوا کہ نابینا بھی ہیں تو آخر وہ چیخ کر یہی کہے گا ارے ظالم! مجھے ایسے اسپیشلسٹ کی ضرورت نہیں، اور لانے والا فوراً ان کی ڈگری ان کی جیب سے نکال کر دکھادے تو کیا یہ ڈگری کچھ وقعت رکھے گی؟ اسی طرح آج ہمارا حال ہے، مسلمان ہونے کی سند ہے لیکن ناقص مسلمان ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ فروعات کی کیوں نصیحت کرتے ہیں۔

میرے دوستو! فروعات ہی سے تو کُل کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس ڈاکٹر میں فروعات ہی کی تو کمی تھی۔ کان بہرا تھا، کان فرع ہے کل جسم کے اعتبار سے۔ اسی طرح آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں سب کل جسم کے مقابلے میں فروعات تو تھے جو اس ڈاکٹر کے خراب ہورہے تھے۔ مگر آپ نے فروعات کی خرابی والے ڈاکٹر کو پسند نہیں کیا بلکہ اسے بے کار سمجھ کر واپس کردیا۔ اپنے اسلام کے بارے میں بھی غور کیا کیجیے۔ اگر کسی درخت کی سب شاخیں کاٹ دیں جاویں اور صرف تنا رہے تو آپ اس تنے کو جلانے کے کام میں لاسکتے ہیں مگر اس درخت سے پھل پھول کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح اسلام کے تمام فروعات کو اہمیت حاصل ہے۔ کامل مسلمان جب ہوگا جب اس کے تمام فروعات پر عمل ہوگا۔

٨٦) **ارشاد فرمایا کہ** حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے وعظ سے بہت نفع کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا کہ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ یااللہ! میرے یہ سامعین مجھ سے بھی افضل ہوجائیں۔

٨٧) **ارشاد فرمایا کہ** اکابر کے سامنے وعظ سے طبعاً خوف ہوتا ہے ہمت نہیں ہوتی لیکن حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا کہ وعظ سے انکار مت کرنا بس اس پر عمل کرلیتا ہوں۔

نقلِ ارشاداتِ مرشد می کنم
انچہ مردم می کند بوزینہ ہم

اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نقل سے بھی ہو وہی فیض اتم

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

۸۸) **ارشاد فرمایا کہ** ایک پولیس مین وردی میں نہ ہو اور کسی کمرے میں بیٹھا ہو اور کسی نے دریافت کیا کہ کیا اس کمرے میں سپاہی ہے وہ دیکھ کر کہہ دے نہیں وہاں سپاہی نہیں ہے، تو یہ نفی جس طرح صحیح ہے اسی طرح آج مسلمانوں نے اپنی ظاہری وضع قطع غیر اسلامی کرلی ہے تو دراصل مسلمان ہوتے ہوئے بھی اس کی نفی بھی صحیح ہوگی۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ[۳۳] میں کفر کی جو وعید ہے اس مثال سے اس کا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ جو بے نمازی ہے گویا کہ وہ غیر مسلموں جیسی حیثیت میں ہے۔ کافروں جیسا کام کررہا ہے۔

از مرتب عفی عنہ: حضرتِ اقدس کی برکت سے اس کی تشریح عرض ہے کہ اسلام کے اندر نماز کو ستون فرمایا گیا ہے اور ستون نہ ہونے سے عمارت گر جاتی ہے، ظاہری طور پر یہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں مگر ان کو ہر وقت دیکھا نہیں جاسکتا۔ مثلاً: روزہ اوّل تو سال بھر میں صرف تیس دن ہیں پھر روزہ رکھنے پر یقینی ثبوت نہیں، کوئی چھپ کر کھالے تو کیا خبر۔ اسی طرح حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور کوئی دولت ظاہر نہ کرے تو پتا چلنا بھی مشکل کہ اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کا عمل ہے کوئی دولت مخفی رکھے تو معلوم نہ ہوگا کہ اس پر فرض ہے یا نہیں اور اسی طرح جہاد کے مواقع کم ہوتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار بن جائے تو اس پر جہاد کی فرضیت کا ثابت کرنا مشکل ہوگا۔ لیکن نماز ایک ایسا فریضہ ہے جو مسافر مقیم، غریب امیر، بیمار تندرست سب پر فرض ہے۔ پس نماز

۳۳؎ كنز العمال: ۲۸۰/۷ (۱۸۸۷۶)، الباب الاوّل فی فضل الصلٰوة ووجوبها، مؤسسة الرسالة

ہی ایسی عبادت ہے جس سے کسی کے اسلام کا ثبوت معلوم کرنا آسان تر ہے۔ اور نماز ہی مسلمان کی ایک دائمی اور ضروری شناختی کارڈ ہے، اس کے بغیر گویا کہ وہ کافروں جیسی زندگی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ نماز کی اسی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت شارع علیہ السلام نے تارکِ نماز عمداً کو فَقَدْ کَفَرَ فرمایا ہے۔

۸۹) **ارشاد فرمایا کہ** مقرر اور واعظ اپنی نیت درست کرلے کہ میں اپنی اصلاح اور خدمتِ دین کے لیے وعظ کر رہا ہوں۔ جاہ و شہرت کے لیے نہ کہے۔

۹۰) **ارشاد فرمایا کہ** ایک جلسے میں بیان کیا جب کھانا کھاتے وقت کوئی ٹکڑا غذا کا زمین پر گر پڑے تو اُٹھا کر صاف کر کے کھالینا بھی سنت ہے۔ اس پر ایک ڈاک خانے کے ملازم نے کہا کہ صاحب! یہ امر نہایت شاق اور گراں نفس کو معلوم ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ آپ پر اس کی حقیقت منکشف نہیں ورنہ بالکل آسان عمل ہے۔ پھر احقر نے عرض کیا کہ اچھا یہ بتائیے کہ پوسٹ ماسٹر جنرل کسی جلسے میں آپ کو اور تمام ڈاک خانوں کے ملازمین کو جمع کرے پھر آپ کو اعزازی طور پر اپنے پاس بلا کر کرسی پر بٹھائے لوگ حیرت زدہ ہوں گے کہ ان کا یہ خاص اکرام کیا جارہا ہے اور آپ کا نفس بھی کس قدر فخر و عزت محسوس کرے گا۔ پھر آپ کو اپنے ہاتھ سے کچھ کھانے کو دے تو آپ کی کیا عزت ہوگی، لوگ کہیں گے کہ ایک ہیڈ کلرک پوسٹ آفس کو اس قدر عزت بخشی جارہی ہے، پھر اس نے آپ کو کیلا دیا اور آپ سے اس کا کوئی حصہ زمین پر گر گیا آپ فوراً اس کو اُٹھالیں گے اور یہ سوچ کر اُٹھائیں گے یہ عطیہ بہت بڑے افسر کا عطیہ ہے۔ صاحبو! یہی معاملہ یہاں سوچیے کہ حق تعالیٰ ہمارے بڑے ہیں اور کتنے بڑے ہیں ان کی کبریائی کی انتہا نہیں۔ الحمد للہ! فوراً سمجھ گئے۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اجتماع تھا۔ احقر کی بھی دعوت تھی۔ گدّے لگے تھے۔ اجتماع صالحین کا تھا۔ ہم گدّے پر نہیں بیٹھے، ہم کو اصرار کے ساتھ گدّے پر بٹھایا گیا۔ پھر جب دستر خوان بچھایا گیا تو کھانا نیچے اور کھانے والوں کی سطح گدّوں کے سبب بلند۔ احقر نے گزارش کی کہ یہ کھانے کے

اکرام کے خلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہاں یہی رواج ہے اور ہمارے یہاں اس کو بے ادبی نہیں سمجھتے۔ عرض کیا گیا کہ اگر دونوں جگہوں میں کوئی فرق نہ تھا تو مجھے گدّوں پر بیٹھنے کے لیے کیوں اصرار فرمایا گیا؟ حضرت حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کھانے کو چارپائی پر ہمیشہ سرہانے رکھ کر اور خود پائنتی بیٹھ کر کھایا ہے۔ کبھی یاد نہیں آتا اس کے خلاف کیا ہو۔

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ اس نوع کی دعوت میں احقر بھی ایک دفعہ شریک تھا۔ اس مجمع میں ہندوپاک کے متعدد علماء بھی تھے۔ حضرتِ اقدس کی اس عزیمت اور جرأت کے ساتھ اس مجمع میں دیر تک ارشادات سُن کر ایک مفسر عالم پاکستان کے دریافت کرنے لگے یہ کون صاحب ہیں؟ حق تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو منکرات پر روک ٹوک کا ایک رفیع مقام اور اس کے لیے ایک جری اور عالی حوصلہ قلب بخشا ہے۔ ابھی حالیہ سفر کراچی کے مواعظ اور اصلاحِ منکرات کے سلسلے میں ایک اُستادِ حدیث اور نائب مفتی دارالعلوم حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہٗ نے احقر سے فرمایا کہ بھائی! حضرت مولانا ابرار الحق صاحب پر تو ایسا حال اصلاحِ اُمت کا غالب ہے جیسا کہ ہم نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھا ہے۔

۹۱) **ارشاد فرمایا کہ** ایک بار وقت کم تھا ایک صاحب اصرار کررہے تھے کہ ناشتہ کرلیجیے۔ احقر نے کہا: اچھا صرف چائے پلادیجیے۔ اب دستر خوان پر تمام تکلّفات اور انواع واقسام کی اشیاء موجود، احقر نے صرف چائے پی اور فوراً جہاں کا نظم سفر تھا اُٹھ کھڑا ہوا اور سواری پر بیٹھ گیا۔ اب اگر میں کچھ اور بھی چیزیں کھالیتا تو میزبان کے قلب پر کیا اثر ہوتا؟ یہی کہ ارے بھائی! یہ مولانا لوگ نے صرف چائے کو محض زبان سے کہا تھا اور کھا گئے سب۔ چھوڑا کچھ بھی نہیں۔ علماء کا وقار ان ہی وجوہات سے عوام میں گرتا چلا جارہا ہے۔ میرے اس عمل سے محوِ حیرت ہوگئے۔

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ یہ بات حضرت والا نے ایک مدرسہ جامعہ فاروقیہ کے معاینے کے وقت فرمائی تھی۔ اس ادارے کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا

سلیم اللہ خان صاحب مد ظلہٗ نے واقعۂ مذکورہ سن کر احقر سے کان میں فرمایا کہ بھائی! یہ تو بڑے ہی عزیمت والے بزرگ ہیں۔

۹۲) **ارشاد فرمایا کہ** بھائی! وعظ تو ختم ہو گیا۔ اب رہ گیا مسئلہ مصافحہ کا، تو مصافحہ مستحب اور سنت اور ایذائے مسلم حرام، پس اگر کسی نے دھکا دیا کسی کو تو میں کسی سے بھی مصافحہ نہ کروں گا۔ قطار بنالیجیے داہنی طرف سے آکر مصافحہ کر کے بائیں طرف سے نکلتے جائیے۔ بچوں کو مقدم کیجیے پھر بوڑھوں کو مقدم کیجیے اور دیر ہونے سے نہ گھبرائیے چند منٹ کی تاخیر ہو گی اور اعتکاف کی نیت سے اس تاخیر میں ثواب بھی ہو گا۔

عرض مرتب: اس ادارے کے ایک عالم حافظ اُستاد نے احقر سے کہا کہ یہ منظر دیکھ کر اب عوام کو معلوم ہو گا کہ مولوی حکومت کرنا بھی جانتا ہے۔

۹۳) **ارشاد فرمایا کہ** میں جب کسی دینی درسگاہ کے معاینے کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور وہاں کچھ گزارش کرنی ہوتی ہے تو تمام بچوں کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں کیوں کہ میں خود چھوٹا ہوں مجھے چھوٹوں سے مناسبت ہے۔ اور بچوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں، مثلاً پچاس بچے ہیں تو پچیس بچوں کو اپنے داہنے منبر کے پاس تین تین کی صف لگا کر بٹھا دیتا ہوں اسی طرح پچیس کو بائیں طرف۔ اور اس میں قدوار بٹھاتا ہوں۔ طویل قد والوں کو پیچھے بٹھاتا ہوں۔ اس کے بعد جملہ بالغین سامعین کو ان کے پیچھے بٹھاتا ہوں۔ اس میں دو بڑی مصلحت ہوتی ہیں:

۱) پیچھے چھوٹے بچے جو شرارت یا بات چیت کرتے ہیں وہ سب ختم۔

۲) دوسرے یہ کہ ان کو مقرّر کو دیکھنے کے لیے اُچکنا نہیں پڑتا۔

اور اپنے یہاں مسجد میں ایک چھوٹی چوکی رکھی ہوئی ہے کیوں کہ منبر پر اکثر بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے چوکی پر بے تکلّف آرام سے بیٹھ کر وعظ کہنے میں راحت رہتی ہے۔

۹۴) **ارشاد فرمایا کہ** آج عام طور پر بعض صلحاء کے یہاں بھی اس کا اہتمام نہیں کہ کھانا مہمانوں کے بیٹھنے سے قبل دسترخوان پر نہ رکھیں۔ اس طور پر کھانا

انتظار کرتا ہے، یہ خلافِ ادب ہے۔ اسی طرح دستر خوان اُٹھنے سے قبل سب اُٹھ جاتے ہیں۔ پہلے دستر خوان اُٹھنا چاہیے پھر کھانے والوں کو اُٹھنا چاہیے۔ دستر خوان اُٹھتے وقت کی دُعا جو تعلیم فرمائی گئی ہے وہ پھر کس وقت پڑھیں گے؟ یہ مسنون دُعا بھی کم لوگوں کو یاد ہوتی ہے۔ دستر خوان اُٹھتے وقت کی دُعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ
وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا[۳۴]

اس کی سہل صورت یہ ہے کہ سب لوگ نہ ہوں تو دو ایک آدمی دستر خوان پر بیٹھے رہیں جب تک کہ دستر خوان اٹھا نہ لیا جائے، اس طرح شروع میں بھی دو ایک آدمیوں کو دستر خوان پر بیٹھ جانا بھی کافی ہے۔ کھانے کے ان آداب سے کھانے میں برکت ہوگی۔ حق تعالیٰ خوش ہوں گے۔ صاحبو! جب رزق کم ہو جاتا ہے یا بالکل چھن جاتا ہے تب قدر معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگوں کو فاقے کی تکلیف میں تندور پر صرف روٹی کی خوشبو سے تقویت حاصل کرتے دیکھا گیا۔

۹۵) **ارشاد فرمایا کہ** اگر ہمارے گھروں میں کوئی بچہ خبر دیتا ہے کہ بستر پر فلاں بھیّا نے جوتا رکھ دیا یا دیوار پر لکیر بنادی یا چائے کی پیالی میں مکھی گر گئی تو ہم سب کو فکر ہو جاتی ہے۔ حالاں کہ چائے میں کمی تو نہیں ہوئی اضافہ ہی تو ہوا۔ پیروں پر ورم ہے اضافہ ہوا، مگر ڈاکٹر کے پاس بھاگے جارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر اضافہ اور ہر ترقی آپ پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر مچھر دانی میں دو تین مچھر گھس گئے تو بغیر ان کو نکالے چین نہیں، نیند ہی نہیں آسکتی جب تک ان کو نکال نہ لیں گے، حالاں کہ یہ مچھر دو تین عدد کتنا خون پی لیتے؟ ایک رتی یا ایک ماشہ پی لیتے، پھر وہ بھی آرام سے سوتے آپ بھی آرام سے سوتے، لیکن دو تین قطرہ خون دینا گوارا نہیں۔ دوستو! سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے گھروں میں اگر منکرات داخل ہو جائیں، خلافِ شریعت گھر میں چیزیں داخل ہوتی جارہی ہیں ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ہمارے

۳۴؎ سنن ابن ماجة:۳۶۹(۳۲۸۴)، باب ما یقال اذا فرغ من الطعام، المکتبة الرحمانیة

بچے انگریزی بال رکھیں، ہمارے بچے جاندار کی تصویریں لائیں ان کی فکر کیوں نہیں؟ گھر میں سانپ بچھو آ جائے تو فوراً نکالنے کی فکر ہو گی، ان کے نکالنے والوں کو بلائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہمارے گھر میں آئیں تو ان منکرات کو دور کرنے کے لیے کیا ہم کو اتنی بھی فکر ہے جتنی گھروں سے مچھروں اور مکھیوں کے نکالنے کی فکر ہوتی ہے؟ منکر کے معنیٰ اجنبی کے ہیں۔ جب دنیا کی اجنبی چیزوں سے سکون چھن جاتا ہے تو دین کے منکرات سے سکون کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ انگلی میں کانٹا گھس گیا چین چھن گیا، اجنبی چیز داخل ہوگئی، آنکھ میں گرد و غبار آ گیا کھٹک اور درد شروع ہو گیا۔ لیکن اگر سرمہ لگا لیا اور چین میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کیوں کہ سرمہ آنکھ کے لیے اجنبی نہیں آنکھ سے سرمہ کو مناسبت ہے۔ اسی طرح رُوحانی بیماریاں ہیں مثلاً حسد، غضب، کبر ان اخلاقِ رذیلہ کے آتے ہی سکون چھن جاتا ہے۔

ہمارے نائب ناظم صاحب کا آپریشن تجویز ہوا، ڈاکٹر نے ان سے سرپرست کا نام پوچھا انہوں نے میرا نام لکھا دیا۔ اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ ہمارے رُوحانی معالج ہیں۔ ڈاکٹر نے تعجب سے پوچھا کہ رُوحانی معالج کا کیا مطلب؟ کہا رُوح میں بیماریاں ہوتی ہیں، آپ جس طرح جسم کے ڈاکٹر ہیں اللہ والے رُوح کے امراض کے معالج ہیں۔ اس نے کہا: رُوح میں کیا بیماریاں ہوتی ہیں؟ کہا: رُوح میں مثلاً حسد کی بیماری آ جانے سے ہر وقت دل جلتا رہتا ہے۔ جس کے ساتھ حسد ہوتا ہے اس کو دیکھتے ہی دل کو تکلیف ہوتی ہے، اور یہ بیماری آپ ایکسرے سے نہیں معلوم کر سکتے۔ پھر اس نے پوچھا کہ پھر علاج کیا ہے حسد کا؟ انہوں نے حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علاج بتا دیا بس حیران رہ گیا اور تسلیم کر لیا۔ حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حسد کی بیماری کا علاج دریافت کیا، حضرت والا نے یہ علاج تجویز فرمایا تھا جس کے ساتھ حسد ہے اس کے ساتھ یہ یہ کام کرو: ۱) جب ملاقات ہو سلام میں سبقت یعنی پہل کرو۔ ۲) جب سفر میں جاؤ تو اس سے مل کر جاؤ۔ اور اس کے لیے دُعا کرتے رہو۔ ۳) جب سفر سے واپس آؤ اس کے لیے کچھ

تحفہ بھی لاؤ (ہدیہ سے محبت بڑھتی ہے)۔ ۴) کبھی کبھی اس کی دعوت کر دیا کرو اور کبھی چائے اور ناشتہ کرا دیا کرو۔

پندرہ دن اس نسخے پر عمل کر کے لکھا کہ حضرت بیماری آدھی ختم ہوگئی۔ تحریر فرمایا کہ ابھی تین ہفتے یہی نسخہ اور استعمال کرو۔ تین ہفتے کے بعد لکھا کہ حضرت اب تو بجائے حسد کے اُن سے محبت ہوگئی۔ اسی طرح حرص کی بیماری کا علاج اگر ہو جاوے تو قناعت پیدا ہو جائے اور پھر گھروں پر تالا لگانے کی ضرورت کیوں پڑے یا حرام آمدنی کی فکر کیوں ہو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاں اور بُرائیاں ہیں نیکیاں بھی تو ہیں، تو میرے دوستو! اس حدیث پر نظر کیجیے کہ ایک عورت جو بڑی عبادت گزار تھی مگر زبان سے پڑوسیوں کو تنگ کرتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ عورت دوزخ میں جائے گی۔ اور دوسری عورت عبادت میں صرف فرائض اور سنن کی پابند تھی یعنی زیادہ نوافل کی عادی نہ تھی مگر اس کے اخلاق سے پڑوسی خوش تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں جائے گی۔ شیطان نے صلحاء کو تباہ کرنے کے لیے یہ تدبیر نکالی ہے کہ ان کی نیکیاں بھی غائب کرا دیتا ہے مثلاً غیبت کی عادت پڑی ہوئی ہے جو کمایا دوسروں کے نامۂ اعمال میں غیبت کر کے لکھا دیا۔

۹۶) **ارشاد فرمایا کہ** عاصی سے نفرت حرام اور معاصی سے نفرت واجب ہے۔ حضرت حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کسی بڑے عالم کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو حقیر سمجھے۔ مخاطب کو اپنے سے محترم سمجھتے ہوئے منکرات پر روک ٹوک کرنا چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری میں جزئیہ موجود ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مثلاً نماز غلط پڑھی اور اُمید ہے کہ وہ ہماری بات قبول کر لے گا تو اس کو سمجھانا واجب ہے۔ عالم کو اپنے کو عالم سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل سمجھنا کسی مسلمان سے اس کے لیے حرام ہے کہ ابھی خاتمے کا پتا نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ منزل حُسنِ خاتمہ تک مثلاً سو سیڑھیاں ہیں ایک پانچویں پر ہے کوئی پچاسویں پر کوئی نوّے

سیڑھی سے آگے اکیانوے سیڑھی پر قدم رکھے ہوئے ہے تو اکیانوے سیڑھی پر جو ہے اس کو پانچویں سیڑھی والے سے اپنے کو کیسے افضل سمجھنا جائز ہوگا؟ اگر اکیانوے والا گر جاوے اور ہڈی پسلی سب ٹوٹ جائے اور پانچویں والا بخیریت پوری منزل طے کرے تو کیا ہوگا، پس اس مثال سے یہ بات نہایت واضح ہوگئی۔

اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند
اے بسا خرِ لنگ بمنزل رفت

اے لوگو! بسا اوقات تیز رو گھوڑا تھک کر بیٹھ گیا اور لنگڑاتا گدھا ہمیشہ چلتے چلتے منزل تک پہنچ گیا۔

۹۷)ارشاد فرمایا کہ اذان میں ترسُّل ہے، یعنی ایک کلمہ کہہ کر اس قدر وقف کیا جاوے کہ اس کا اعادہ کیا جاسکے اور اقامت میں حدر اور جزم ہے یعنی شروع کی چار تکبیرات اللہ اکبر کو ایک سانس میں کہے۔ اس کے بعد ہر کلمے کو جزم سے ادا کرے۔ بعض قرّاء اُصولِ فقہ نہ جاننے کے سبب اقامت میں قواعدِ وصل جاری کرکے قانونِ جزم کی پروانہیں کرتے، یہ بات قابلِ اصلاح ہے۔

۹۸)ارشاد فرمایا کہ ایک گلاس پانی میں چند ذرّات لوہے کے ڈال دو، پانی کا وزن ہلکا اور اس قلیل مقدار لوہے کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی طرح وہ لوہا پانی سے کس قدر قوی تر مگر وہی پانی لوہے کی صورت بگاڑ دیتا ہے یعنی زنگ لگادیتا ہے اور پھر اس لوہے کی حقیقت بھی تباہ ہوجاتی ہے۔ یعنی اوّل صورت بگڑتی ہے پھر سیرت بھی بگڑ جاتی ہے وہ لوہا کمزور ہوجاتا ہے۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کے سیاہ نقطوں سے دل سیاہ ہوجاتا ہے اور اس میں زنگ لگتا چلا جاتا ہے اور اسی طرح بُری صحبت خواہ کتنی ہی قلیل ہو اور کمزور ہو لیکن نقصان پہنچادے گی۔ انگریزوں نے پہلے مسلمانوں کی صورت بگاڑی ہے، سر پر انگریزی بال اور داڑھی صاف کراکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صورت سے دور کردیا پھر جب صورت بگڑ گئی تو سیرت بھی بگڑ گئی۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صورت دونوں

ہی سے محرومی ہوتی چلی جارہی ہے۔ اب علاج کیا ہے؟ علاج یہ ہے کہ پہلے زنگ صاف کرتے ہیں پھر رنگ کرتے ہیں۔ آج ہمارے بچے غیر صالح ماحول میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں تو ان پر زنگ کیوں نہ لگے گا۔ البتہ اگر لوہے پر پینٹ کردیا جائے تو زنگ کرنے کے بعد پانی کا اثر نہ ہوگا اور زنگ سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح اگر ہمارے دل اور ہمارے بچوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پینٹ ہوجائے تو پھر دین کا نقصان نہ ہوگا، مگر یہ پینٹ اللہ والوں کے پاس ملتا ہے۔ **اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ**[۳۵] رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے دلوں کو اس طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی زنگ لگاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! پھر کس طرح زنگ صاف ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ تلاوتِ قرآنِ پاک کرو اور کثرت سے موت کو یاد کرتے رہو۔ ہمارے اُستاد حضرت مولانا عبدالطیف صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے تلاوتِ قرآنِ پاک بچوں سے سنتے رہتے تھے۔ آج سمجھ میں بات آئی کہ کیا مقصود ہوتا تھا۔

۹۹) **ارشاد فرمایا کہ** مدارس میں اس کا بھی خیال رہے کہ جو بچیاں عمر میں تو کم ہیں لیکن دیکھنے میں بڑی معلوم ہوں اُن سے بھی پردہ ضروری ہے۔

۱۰۰) **ارشاد فرمایا کہ** گھڑی خراب ہوجائے تو شہر میں جو سب سے ماہر گھڑی ساز ہوگا اس کے پاس جاویں گے اور بچوں کی قرآنِ پاک کی تعلیم کے لیے سستا اُستاد تلاش کریں گے۔ چاہے وہ کیسا ہی غلط سلط پڑھتا ہو **رُبَّ قَارِيٍ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ**[۳۶] بعض لوگ قرآن کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ قرآنِ پاک کے لیے فنِ تجوید کے ماہر کو اُستاد بنانا چاہیے۔

۱۰۱) **ارشاد فرمایا کہ** خشوع کے ساتھ جب نماز پڑھی جاتی ہے تو اس نور کی

۳۵؎ شعب الایمان للبیہقی: ۳۹۲/۳ (۱۸۵۹)، باب ادمان تلاوۃ القرآن، مکتبۃ الرشد

۳٦؎ إحياء علوم الدين: ۲۷۴/۱، باب فضل القرآن واهله وذمّ المقصرين فی تلاوته، دار المعرفة، بيروت

اسٹیم قلب میں پیدا ہو جاتی ہے جو لغو باتوں سے ضایع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے خشوع کے ذکر کے بعد ہی لغو باتوں سے اعراض اور حفاظت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔[۳۷]

علاّمہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کوئی نیک کام مثلاً تلاوت یا نفل نماز یا ذکر کرو تو قلب میں محسوس کرو کہ کوئی تبدیلی آئی یا نہیں، اگر کچھ محسوس نہ ہوا تو دل بیمار ہے جیسے زکام میں ناک کو خوشبو کا پتا نہیں چلتا۔ معمولی خوشبو تو محسوس ہو اور نورِ حق قلب میں محسوس نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اگر قلب میں نور محسوس ہوا تو پھر اس کے بعد اگر کوئی لغو اور فضول کام کرے گا تو فوراً محسوس کرے گا کہ وہ نور قلب سے نکل گیا۔

مباح کی سرحد ایک طرف مستحب سے ملی ہے ایک طرف معصیت سے۔ جب لغو کا یہ اثر ہے تو معصیت کا کیا اثر ہوگا۔ لغو کہتے ہیں ہر غیر مفید بات کو وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے یہاں رمضان میں بارہ سو مہمان تھے، سب سے فرمایا: کھاؤ اور خوب سوؤ صرف ایک احتیاط کا حکم دیتا ہوں، وہ یہ کہ گفتگو مت کرو۔ جو گفتگو کرتا ملے گا نکال دیا جائے گا۔ تو بات یہی ہے کہ اکابر کی نگاہ اس نور کی حفاظت پر ہوتی ہے جو طاعات سے پیدا ہوتا ہے۔ پانی کی ٹنکی بھری ہوئی ہو اور نیچے ٹونٹی بھی کھول دو ٹنکی خالی ہو جائے گی۔ اسی طرح دل نورِ طاعت سے بھرا ہو لیکن لغو باتوں سے ضایع ہو جائے گا۔ ایک حصولِ نور ہے پھر اس کی بقا بھی تو مقصود ہے۔ نماز میں خشوع (خشوع کا طریقہ ملفوظ ۱۵۶ میں ملاحظہ فرمایئے) سے نور کا حصول ہوا۔ لغو سے احتیاط کا حکم اس کے بقا کے لیے ہے۔ اور لغو سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ضرورت سے بولے اور بولنے کے بعد پھر سوچے کتنا ٹھیک بولا اور کتنا زائد بولا۔ ہر نماز کے بعد اس کا محاسبہ کرے اور استغفار کرتا رہے۔

۱۰۲) **ارشاد فرمایا کہ** ایک صاحب نے احقر سے سوال کیا کہ فلاں جگہ ایک

[۳۷] المؤمنون:۳

موٹر کا اسکول ہے جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے باکمال ہو کر نکلتا ہے اور سو فیصد کامیابی ہوتی ہے۔ اور اللہ والوں کے یہاں جو لوگ دین سیکھتے ہیں ان کی صحبت میں پانچ فیصد بھی کامل نہیں بنتے۔ یہ فرق پانچ فیصد اور سو فیصد کا کیوں ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ بھائی! کمال پیدا ہوتا ہے کامل مجاہدے سے اور کامل اتباع سے، ان دو باتوں کے وجود سے اُستاد کا کمال شاگرد میں منتقل ہو جاتا ہے، اور دین سیکھنے جو لوگ بزرگوں کی صحبت میں آتے ہیں یہاں مجاہدے میں بھی کمی ہوتی ہے اور اتباع میں بھی کمی ہوتی ہے۔ مثلاً شیخ نے بتایا کہ بدنگاہی سے بچو اور جب بدنگاہی کبھی ہو جائے تو چار رکعات نوافل کا جرمانہ ادا کرو اور طالب مجاہدے سے جان چرائے، اتباع نہ کرے تو کیسے کامیابی سو فیصد ہوگی؟ ہاں! جو کامل اتباع اور کامل مجاہدہ کرتے ہیں وہ بے شک صاحبِ نسبت اور کامل بن جاتے ہیں۔

مجاہدہ اور اتباع پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک رشوت خور نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ چھ ہزار رشوت کھالی ہے اب کیا کروں؟ فرمایا: جائیداد ہے۔ کہا: ہاں۔ فرمایا: کس قیمت پر بکے گی؟ کہا: سات ہزار کی۔ فرمایا: جائیداد فروخت کرکے سب کو واپس کردو۔ اس نے ہمت سے عمل کرلیا اور ادھیڑ عمر میں حفظ شروع کیا حافظ ہوگئے۔ پھر حق تعالیٰ کے فضل سے حج کر آئے۔ اور ایک کام دین کا یہ کیا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سے انتخاب کرکے کتاب "**اشرف الجواب لشفاء المرتاب**" شایع کردی۔ روزی میں بھی برکت اور راحت سے گزر بھی ہوئی۔ کوئی خدائے تعالیٰ کو راضی کرکے تو دیکھے۔

اسی طرح مجاہدہ اور اتباع پر ایک اور حکایت یاد آئی۔ ایک عالم صاحب ناجائز جانتے ہوئے آٹھ برس تک دیہات میں جمعہ پڑھتے رہے اور ہمّتِ ترکِ گناہ نہ ہوئی۔ پھر ایک بزرگ کی صحبت میں حاضر ہوئے، ذکر کیا دل میں نور آیا، دل کی بیٹری جو ڈاؤن تھی چارج ہوگئی اور دیہات میں جمعہ ترک کرکے آٹھ میل پیدل چل کر قصبے میں پڑھنے لگے اور اب وہ شیخِ وقت ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب گاڑی کا انجن فیل ہو جاتا ہے تو دھکا دینے سے اسٹارٹ کرتے ہیں۔ پس اگر ہمت عمل کی کمزور ہو،

کوئی گناہ نہ چھوٹ رہا ہو تو سمجھ لو کہ دل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی کسی اللہ والے کے پاس جاکر بیٹری چارج کرالے۔

حضرت حکیم الاُمت کا ارشاد ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کو میں فرضِ عین قرار دیتا ہوں، کیوں کہ اصلاحِ نفس بدون صحبتِ اہل اللہ کے عادتاً محال ہے، اور جب اصلاحِ نفس فرض ہے تو مقدمہ فرض کا بھی فرض ہوتا ہے، بھلا فرض کا موقوف علیہ کیوں کر فرض نہ ہوگا!

۱۰۳)**ارشاد فرمایا کہ** ہمارا نام طالب العلم والعمل تھا مگر اختصار کے لیے صرف طالبِ علم بولا جاتا ہے، لیکن ہم عمل کو اب مقصود ہی نہیں سمجھتے۔ طالبِ علمی ہی سے اعمال میں مشغول ہونے کا اہتمام اہلِ مدارس کو کرنا چاہیے۔ آج اساتذہ طلباء کی تربیت اور اصلاحِ نفس کی فکر نہیں کرتے صرف ان کی رہایش اور روٹیوں کی فکر ہوتی ہے۔ پس صورت تو طالبِ علم کی ہے اور رُوح اور حقیقت غائب یعنی تعلق مع اللہ اور خشیت اور اساتذہ کا ادب و اکرام سب ختم۔ پھر اسٹرائیک اور بغاوت نہ ہوگی تو کیا ہوگا!"ہرچہ برماست از ماست" ہر کوتاہی اور معصیت کا ردِّ عمل ہوتا ہے۔ طلباء ہماری کھیتی ہیں، ہم ان کے قلوب میں اگر محبت اور تعلق مع اللہ اور خشیت اور اتباعِ سنت کے درخت نہ لگائیں گے تو دوسرے صحرائی خاردار درخت نکلیں گے پھر رونا پڑتا ہے کہ آج فلاں طالبِ علم نے فلاں اُستاد کو گالی دے دی۔ فلاں نے فلاں کی پٹائی کردی۔ آہ! ان طلبائے کرام کو تو سو فیصد اولیائے کرام ہونا چاہیے تھا۔ اور جو بے عمل اور بے اُصول طلباء ہوں انہیں فوراً نکال دینا چاہیے تھا۔ درخت کی جو شاخ خراب ہو باغبان کی ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے کہ اسے کاٹ کر پھینک دے۔ مقصود نہ طلباء کی تعداد ہے نہ عمارت ہے۔ کام کے اگر چند بھی نکلیں گے تو غلغلہ مچادیں گے۔

۱۰۴)**ارشادفرمایا کہ** حضرت مولانا یوسف صاحب بنّوری دامت برکاتہم نے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ارشاد نقل فرمایا۔ وہ یہ کہ بعض اہلِ ظاہر کو یہ اشکال ہوا کہ دُعا میں اللہ والوں کا واسطہ دینا جائز ہے یا

نہیں؟ حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب اعمالِ صالحہ کا واسطہ دینا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے تو اللہ والوں کا واسطہ دینا دراصل یہ ان کی محبتِ قلبی کا واسطہ ہے اور محبتِ قلبی وہ عملِ صالح ہے جو عملِ جوارح سے بھی افضل ہے۔

۱۰۵) **ارشاد فرمایا کہ** آج کل دوکان دار ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو آمدنی کی زیادتی کا سبب سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ دن بھر جتنے لوگ اس دوکان پر گانے اور عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا الگ، الگ گناہ کرتے ہیں وہ سب جمع کرکے اس دوکان دار کی گردن پر ڈالا جاوے گا، مرے گا جب تب اس کو اپنی آمدنی کا حال معلوم ہوگا۔ زبان سے کہتے ہیں کہ رزق خدا دیتا ہے اور پھر گناہ کرکے خدا کی ناراضگی سے رزق بڑھا رہے ہیں۔

۱۰۶) **ارشادفرمایا کہ** حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ٹرین کا جب میل ہوتا تھا تو دوسری ٹرین کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے کہ کہیں کسی ڈبّے میں کسی بے پردہ عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔ اللہ اکبر! کیا تقویٰ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پاکیزہ قلب کے لیے جب حکم صادر فرمایا گیا کہ اے علی! اچانک نظر کے بعد دوسری نظر پھر نہ کرنا کیوں کہ پہلی تو اچانک ہونے سے معاف ہے مگر دوسری جو قصد و ارادے سے ہوگی وہ حرام ہے۔[۳۸] آج کل وہ لوگ اس روایت سے سبق حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ ہمارا دل صاف اور پاک ہے ہم بُری نیت سے نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اپنے کو مقدّس سمجھنے کا درپردہ دعویٰ ہے یا پھر جہلِ مرکب اور نفس کے دام میں ہیں۔

۱۰۷) **ارشادفرمایا کہ** اگر کانوں میں عورتوں کے گانے کی آواز آوے تو یا تو روئی لگالیں یا اُنگلی سے بند کرلیں مگر آنکھوں کے لیے حق تعالیٰ نے ان ہی میں پردہ لگادیا ہے کہ جب ارادہ کیا آنکھ بند کرلی اور بصارت پر پہرہ لگ گیا یا نگاہ نیچی کرلی۔

۳۸؎ مسند احمد: ۲/۴۶۴ (۱۳۶۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

(اور کان میں یہ بات نہیں، کہ کان کو نیچا کرنے سے تو اور سنائی دے گا)

۱۰۸) **ارشاد فرمایا کہ** اپنے مکان سے ایک اینٹ یا بلاک دینا گوارا نہیں، اپنے خون سے مچھروں کو ایک قطرہ دینا گوارا نہیں مگر دین کے ہر نقصان کو ذرا سی بات کے لیے گوارا کرلیتے ہیں، مثلاً: افطار کی دعوت پر مغرب کی جماعت اور مسجد کی حاضری کو اپنے اُوپر معاف سمجھ لیا۔ دینی مجالس کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اگر دو چار بوڑھے معذور ہوں تو ان کی خاطر پوری مجلس کے شرکا بھی گھروں میں جماعت نہ کریں، انہیں مسجد میں حاضر ہونا چاہیے۔ ہر نیک عمل سے جس طرح رُوح میں نور اور طاقت پیدا ہوتی ہے اسی طرح ہر گناہ سے ظلمت، تاریکی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

بھولو پہلوان اپنی تمام مقوی غذائیں کھاتے رہیں صرف سال میں ایک دفعہ سنکھیا کھا کر دیکھیں چارپائی سے لگ جائیں گے۔ سنکھیا کا زہر تو تمام سال کی مقوی غذاؤں پر پانی پھیر دے اور کمزوری کا باعث ہو، اور زیادہ مقدار اگر کھالے تو موت بھی واقع ہو، اور گناہوں کا زہر رُوح کی نورانیت اور اعمالِ صالحہ کی طاقت پر اثر نہ کرے گا یہ کس قدر دھوکا ہے۔

ہر گنہ زنگیست بر مرآۃِ دل
دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

رومی رحمۃ اللہ علیہ

ہر گناہ سے دل کے آئینے پر زنگ لگتا ہے اور دل اس کے زنگ سے ذلیل اور شرمندہ ہو جاتا ہے۔

چوں زیادت گشت دل را تیرگی
نفس دوں را بیش گردد خیرگی

رومی رحمۃ اللہ علیہ

جب دل میں گناہوں سے تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے تو نفس ذلیل کی حیرانی اور گمراہی میں نہایت زیادتی ہو جاتی ہے۔

البتہ اگر توبہ کرلے تو پھر تاریکی صاف ہوجاتی ہے۔ توبہ سے گناہوں کے نقصان کی تلافی ہوجاتی ہے۔

ہر گناہ سے دل کا سکون چھن جاتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! اپنی صف کو درست کرلو ورنہ تمہاری صفوں کی کجی سے تمہارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا ہوجائے گا۔[۳۹] تو ظاہر کا اثر باطن میں منتقل ہوا یا نہیں؟

ہم دین کے غریب اسی سبب سے ہیں کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ گناہ کرکے جمع شدہ نور بھی ضایع کرتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دین کے امیر اس لیے ہیں کہ ان کے پاس انوار جمع ہی ہوتے رہتے ہیں۔ گناہوں سے وہ محتاط رہتے ہیں۔ تقویٰ بڑی ہی نعمت و دولت اور برکت کی چیز ہے۔ ولایت کا مدار اسی پر ہے۔ قرآنِ پاک میں ولی کی تعریف متقی سے فرمائی گئی ہے۔ ان کے قلوب میں اسی سبب سے ہر وقت اطمینان اور سکون بھرا ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے اسے بھی ان کے سکون کے عکس سے سکون محسوس ہونے لگتا ہے جیسے گرمی سے پریشان سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جائے۔

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ[۴۰]

ذکر اللہ سے دلوں کو سکون عطا ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑا تاجر ہمارے مدرسے کے اُستاد قاری امیر حسین سے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مُجاز بھی ہیں سکون کی تدبیر پوچھنے آیا تھا حالاں کہ ان کی تنخواہ اس وقت صرف سو روپے ماہوار تھی لیکن دولت سے سکون کا کیا تعلق البتہ ذکر کے خلاف سے بچنا بھی ضروری ہے یعنی معاصی سے احتیاط کے بغیر ذکر کا نفع کامل نہ ہوگا، جب ذکر کامل ہوگا اطمینان کامل ہوگا۔ ذکر ناقص ہوگا اطمینان بھی ناقص ہوگا۔ ذکرِ کامل سے مراد یہی ہے کہ اس کی ضد سے بچا جائے۔ جیسے کامل گرمی جب حاصل ہوگی جب اس کی ضد سردی کے اسباب

۳۹؎ مصنف عبدالرزاق: ۲/۴۵(۲۴۳۱)، باب الصنوف، المجلس العلمی، ھند

۴۰؎ الرعد: ۲۸

سے بھی بچا جاوے۔ کسی افسر میں تمام خوبیاں ہیں صرف رشوت میں پکڑا گیا تمام عمر کی کارکردگی پر اثر پڑا معطل کر دیا گیا۔ ایک گناہ کا بھی عادی مجرم حق تعالیٰ کا ولی نہیں بن سکتا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ اولیاء کی تعریف قرآن میں یہی بیان فرمائی ہے کہ ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ہو (یَتَّقُوْنَ کو مضارع کے صیغے سے بیان فرمایا جس کے اندر تجدّدِ استمراری کی خاصیت ہوتی ہے۔ مراد یہ کہ جب بھی تقویٰ میں کوتاہیوں سے نقصان لاحق ہو توبہ سے تلافی کر کے تقویٰ کی تجدید کرلی جاوے، اور یہ عمل استمرار اور دوام کے ساتھ ہو۔ از مرتّب)

ذکر سے مراد صرف زبان ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ہر عضو کا ذکر ہے۔

۱۰۹) **ارشاد فرمایا کہ** حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص اولاد کے لیے ایک عرصے تک دُعا کراتا رہا بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے نکاح بھی نہیں کیا تو بہت ڈانٹا کہ ظالم نکاح کے بغیر ہی اولاد کی دُعا کراتا رہا، کیا تیرے پیٹ سے بچہ نکلے گا؟ اسی طرح ہم لوگ اسبابِ رضائے حق کی نہ فکر کرتے ہیں اور نہ ضدِّ رضا کے اسباب سے بچنے کی فکر۔ دُعا اور تدبیر دونوں ہی کی ضرورت ہے۔

۱۱۰) **ارشاد فرمایا کہ** ایک حدیثِ پاک میں نجات کے تین طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں: ۱) اپنی زبان کی حفاظت رکھے۔ ۲) اور اپنے گھر سے بدون ضرورتِ شدیدہ نہ نکلے۔ اس کا گھر اس کے لیے وسیع ہونے کا مفہوم یہی ہے۔ ۳) اپنی خطاؤں پر روتا رہے۔ حدیثِ پاک یہ ہے:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: اَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ[۴۱]

۱۱۱) **ارشاد فرمایا کہ** ایک صاحب نے رزق کے لیے دُعا کرائی وظیفہ بھی دریافت

---

[۴۱] جامع الترمذی: ۲/۶۶، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ایچ ایم سعید

کیا پھر وظیفہ کے بے اثر ہونے کا شکوہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ دو ٹرک آمنے سامنے ہیں اور زور آزمائی ہو رہی ہے کوئی راستہ نہیں دے رہا ہے تو کوئی منزل تک پہنچے گا؟ ادھر وظیفہ جاری ہے اُدھر گناہ بھی جاری ہیں۔ وظیفہ تو جالبِ رزق ہے اور معاصی برعکس تنگیٔ رزق کا اثر رکھتے ہیں۔

۱۱۲) **ارشاد فرمایا کہ** طاعون کے زمانے میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھر میں نہ آجائیں، اور بد عملی اور منکرات کے چوہے ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں۔ سانپ گھر میں آجائے سب پریشان، اور گھر میں خلافِ شرع وضع قطع، تصاویر جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی وژن کا گھریلو سینما آجائے تو کوئی فکر نہیں۔ ہر عمل کے معاملے میں علمِ صحیح کی ضرورت ہے۔ لاعلمی میں زہر کھانے سے نقصان تو یقیناً پہنچے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں تشریف لے گئے وہاں تصویر جاندار کی تھی فوراً واپس آگئے۔ رزق کی ترقی اور برکت کے لیے وظیفے پڑھنے کے لیے تیار ہیں مگر گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔

۱۱۳) **ارشاد فرمایا کہ** تقلیل کے ساتھ تکمیل آسان ہے تکثیر کے ساتھ تکمیل مشکل ہے۔ پس مدارس میں طلباء کا داخلہ خوب جانچ پر ہونا چاہیے، تقلیل سے خائف نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تقلیل جو تکمیل کے ساتھ ہو یہی کمال سببِ تکثیر کا بھی ہوگا۔ جب کسی شہر کی کوئی چیز معیاری مشہور ہو جاتی ہے تو دور سے دور لوگ قطار لگا لیتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو وہ چیز ختم ہو جانے سے واپس آنا پڑتا ہے۔ اسی طرح پھر داخلے کے لیے اتنی تکثیر ہوگی کہ آپ کو واپس کرنا پڑے گا۔ الحمد للہ! ہمارے یہاں یہی ہوتا ہے۔ اشرف المدارس ہردوئی میں فی الحال سو بچوں کا انتظام ہے اور ہر سال کافی درخواستیں نامنظور کرنی پڑتی ہیں۔

۱۱۴) **ارشاد فرمایا کہ** کسی کام میں جلدی نہ کرے ورنہ ندامت ہوگی۔ ہر کام میں حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ گُر یاد رہے جو صرف دو لفظوں پر مشتمل ہے: ۱) تأمُّل ۲) تحمّل۔ یعنی ہر کام کو سوچے اور تحمل سے کام لے۔

۱۱۵)**ارشادفرمایاکہ** حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مکتب میں قرآنِ پاک پڑھایا کرتے تھے مگر عملی مقام یہ تھا کہ چالیس سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہوئی۔ اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہوئے۔

۱۱۶)**ارشاد فرمایاکہ** جہاں تقریبات میں چراغاں ہو یعنی بہت سے بلب چھوٹے چھوٹے لگے ہوں یا جہاں تصویر ہو وہاں شرکت نہ کرنی چاہیے۔

۱۱۷)**ارشادفرمایاکہ** واعظ اور مبلغ کو معمولات اور خلوۃ مع الحق کا بھی بہت اہتمام چاہیے جیسا کہ **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ**[۴۲] میں تصریح موجود ہے۔ معمولات اور ذکر پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ؎

دم رُکا سمجھو جو دم بھر کو بھی یہ ساغر رُکا

میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلق مع اللہ کے لطف کو یوں بیان فرمایا ہے؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے

باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے

معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تشریح از مرتب عفی عنہ: احقر ناکارہ عرض کرتا ہے کہ جب حضرتِ اقدس ہردوئی یہ اشعار پڑھ رہے تھے تو اس وقت حضرت والا کی باطنی نسبت مع الحق کی کیفیتِ خاصہ کا بھی ظہور ہو رہا تھا اور عجیب کیف اور درد سے جھوم رہے تھے۔ احقر کو اس وقت دیوان شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شعر یاد آیا؎

مراز عشق بپرورد شمس تبریزی

ز درد از ہمہ روحانیاں فزوں باشیم

[۴۲] المنشرح:۸،۷

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے میری رُوحانی تربیت بطریقِ عشق فرمائی ہے جس سے میری رُوح میں حق تعالیٰ کی محبت کا درد ایسا پیدا ہوگیا کہ میں اس کے سبب تمام رُوحانیوں سے یعنی صوفیوں سے ترقی کر گیا۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آیا؎

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب
نے عبادت نے زہد نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل پر چاہیے مجھ کو خدا کے واسطے

مراد یہ کہ تمام خواہشاتِ محمودہ پر دردِ دل کی طلب اور خواہش غالب ہوگئی ہے۔ اس سے خواہشِ عبادت و علم و ادب کی نفی مقصود نہیں، یہ اصطلاحات ہیں کہ ایسے وقت غلبۂ حال میں تغلیباً اس چیز کا ذکر کیا جاتا ہے جو غالب ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ عبادت کا رنگ اس دردِ محبتِ الٰہی سے کس قدر تیز ہوگا۔ پس درد مانگ کر تمام نعمتوں میں کمال کا سوال کر دیا۔

اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر بھی یاد آئے؎

درونم را بعشقِ خویشتن سوز
بہ تیرِ دردِ خود جان و دلم دوز

اے خدا! میرے باطن کو اپنے عشق کی آگ سے جلادے اور اپنے دردِ محبت کے تیر کو میری جان اور میرے دل میں پیوست فرمادے تاکہ کبھی نکل نہ جائے جیسے کپڑے میں دھاگہ سلائی کا پیوست رہتا ہے۔ (یہ دوز کی شرح ہے)

دلم را محوِ یادِ خویش گرداں
مرا حسبِ مرادِ خویش گرداں

اور اے خدا! میرے قلب کو اپنی یاد میں محو اور غرق فرمادے اور میری زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق بنادے۔ (آمین)

گنا ہم را اگر دیدی نگر ہم
بعفو و فضل خود اے شاہِ عالم

اے خدا! اگر آپ نے ہمارے گناہوں کو دیکھا ہے تو اے شاہِ عالم! اپنے عفو و فضل پر بھی تو نظر فرمائیے۔ یعنی اپنے کرم سے معاف فرمادیجیے۔ اور صرف معافی ہی پر اکتفا نہ فرمائیے بلکہ انعامات بھی عطا فرمادیجیے۔

حالیہ سفر میں احقر نے حضرتِ اقدس ہردوئی سے عرض کیا کہ حضرت! ایک زاہد خشک جو مولانا رومی کی مجلس سے غالباً دور بیٹھا تھا اس سے اس طرح خطاب فرمایا۔

چہ نشستی دور چو بیگا نگاں
اندر آدر حلقۂ دیوانگاں

اے شخص! تو مثل بیگانوں کے دور کیوں بیٹھا ہے، اندر آجا اور ہم دیوانوں کے حلقے میں بیٹھ جا۔ یعنی ہم عاشقانِ حق کی مجلس میں شریک ہو، زاہدِ خشک مت بن۔ اس شعر کو سُن کر حضرت بہت محظوظ ہوئے اور ہنس پڑے۔

۱۱۸) **ارشاد فرمایا کہ** ٹخنہ ڈھانکنے سے منع فرمایا گیا کیوں کہ یہ متکبرین کی نشانی ہے۔ حکمت یہاں کیا ہے کہ اگر تم متکبرین کی صورت کی نقل بھی کروگے تو متکبرین کی حقیقت بھی تمہارے اندر منتقل ہوجاوے گی جیسے **صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ**[۴۳] میں ہے کہ صورت کی نقل کرو تو حقیقت کا عکس بھی اُترے گا۔

تشریح از مرتب: بعض سطحی علم والے یا اہلِ نفس یہ حیلہ نکالتے ہیں کہ اگر تکبر سے پائجامہ کو ٹخنے سے نیچے کرے تو منع ہے اور ہم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ اوّل تو اپنے نفس سے تکبر کی نفی کا دعویٰ خود تکبر ہے۔

گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

۴۳؎ صحیح البخاری: ۸۸/۱ (۶۳۵)، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ، المکتبۃ المظہریۃ

اے مخاطب! تو نے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے تکبر کے بُت کو توڑ دیا ہے لیکن تیرا دعویٰ یہ کہ میں نے بتِ پندار و تکبر توڑ دیا اس میں انانیت کا دعویٰ باقی ہے۔

دراصل اس حدیث میں جو قید مذکور ہے وہ قیدِ واقعی ہے احترازی نہیں، یعنی جو بھی ایسا کرتا ہے وہ تکبر ہی سے کرتا ہے۔ اس کی ایک نظیر قرآنِ پاک میں ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے: وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ [۴۴] مت قتل کرو اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے۔ تو اگر اس حکم میں تنگ دستی کو سبب قرار دیں تو کیا اس کے معنیٰ یہ ہوسکتے ہیں کہ اگر تنگ دستی کا خوف نہ ہو تو قتلِ اولاد جائز ہو جائے؟ پس ظاہر ہے کہ اس آیت میں یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں۔ پس مفہوم یہ ہوگا کہ اس زمانۂ جاہلیت میں قتلِ اولاد کا سبب خوفِ تنگ دستی ہوا کرتا تھا۔ تم ایسا نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ رزّاقِ حقیقی تو ہم ہیں۔ اسی طرح ٹخنہ ڈھانکنے کی ممانعت کی حدیث میں تکبر کی قید کا یہی مفہوم ہے کہ ایسا متکبر ہی کرتا ہے۔

از رسالۂ نظام: حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کیا کہ میرا تہبند نیچے لٹک جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ عمل تمہارے عذر کے عیب سے زیادہ عیب دار ہے، اُونچا کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت سے فرمایا کہ کیا تمہیں ہمارے طرز و طریقے سے رغبت نہیں ہے۔ (فتح الباری: ج: ۱۰، کتاب اللباس)

جو صاحبان پائجامہ کے نیچے بندھ جانے یا کھسک جانے یا عدمِ فخر وغیرہ کا عذر کر دیتے ہیں ان کو انصاف سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیشِ نظر رکھتے ہوئے خوب غور کر لینا چاہیے۔ بعض واقعی معذورین کے عذر کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمانے کے بعد قبول نہیں فرمایا اور اس فعل سے منع فرمادیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ٹخنے سے نیچے جتنا حصہ پائجامہ کا لٹکا ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔ مَاۤ اَسۡفَلَ مِنَ الۡکَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَارِ فِی النَّارِ [۴۵] ایک اور روایت میں

۴۴؎ بنی اسرآءیل: ۳۱

۴۵؎ صحیح البخاری: ۸۶۱/۲ (۵۷۸۷)، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، المکتبۃ المظھریۃ

ہے کہ حق تعالیٰ ایسے شخص کو محبوب نہیں رکھتے۔[۴۶]

۱۱۹)**ارشاد فرمایا کہ** وعظ جب ہورہا ہو تو سب کو خاموشی سے سننا چاہیے اس وقت کسی کو وہاں پر تلاوت یا کوئی وظیفہ نہ پڑھنا چاہیے۔ دیکھیے آپریشن روم میں کس قدر خاموشی رہتی ہے۔ یہی رُوحانی علاج میں خیال ہونا چاہیے۔

۱۲۰)**ارشاد فرمایا کہ** امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دورۂ حدیث میں صرف اس طالبِ علم کو داخلہ ملتا تھا جو تہجد گزار ہوتا تھا۔ حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی پڑھنے آئے، کھانا آیا تو صرف روٹی کھالی اور سالن واپس کردیا۔ شاہ صاحب کو تشویش ہوئی، دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت! عام طور پر دلّی کے سالن میں کھٹائی پڑتی ہے اور یہاں آموں کی خرید وفروخت پھلوں کے آنے سے پہلے ہی ہوجاتی ہے جو بیع فاسد ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے خوشی میں فرمایا کہ الحمد للہ! ہمارے یہاں فرشتہ پڑھنے آیا ہے۔ ایسے طالبِ علم ہوا کرتے تھے۔

نواب قطب الدین صاحب جو ”مظاہرِ حق“ کے مصنف ہیں، انہوں نے اپنے اُستاد شاہ مولانا اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے ساتھی مولانا مظفر حسین صاحب کی دعوت کی۔ شاہ صاحب نے قبول فرمالی اور مولانا مظفر حسین نے انکار کردیا۔ شاہ صاحب سے اس کی شکایت کی گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: تو عرض کیا کہ حضرت! بات یہ ہے کہ نواب صاحب آج کل مقروض ہیں اور دعوت میں تکلّف کرتے ہیں لہٰذا اتنی رقم انہیں ادائیگیٔ قرض میں صَرف کرنی چاہیے۔ شاہ صاحب نے بھی دعوت منسوخ کردی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دعوت میں شریک نہ ہوئے اور مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے، ان اکابر کے پاس شکایت کی گئی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت نہیں کی۔ مولانا

---

[۴۶] سنن ابن ماجۃ:۳۹۰، باب موضع الازار این ھو، المکتبۃ الرحمانیۃ/ فتح الباری:۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، بیروت

خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی! مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بڑھا ہوا ہے۔ اب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سُنیے، فرمایا کہ ہم اور وہ ایک ہیں، البتہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو عوام کے حالات کی زیادہ خبر ہے۔ اب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سُنیے، فرمایا: بھائی! میری مثال ہدہدِ سلیمانی کی سی ہے۔ اس کو ایسی خبر لگ گئی تھی غائب ہونے سے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ تھی۔ اللہ اکبر! کیا ایک دوسرے کا ادب تھا اور اپنے کو کس طرح مٹایا تھا۔

یہ تو ان اکابر کا معمول سُنا، اور آج بہت سے ان اکابر کا نام لینے والے رات دن ایک دوسرے کی غیبت، تبصرہ اور تنقید کو مشغلہ بنا کر اپنے اعمال نامے کو سیاہ کر رہے ہیں۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میرے اُوپر جو انعاماتِ الٰہیہ ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھ پر ایک دشمن مسلّط ہے جو مجھے بہتان اور غیبت سے اذیت پہنچایا کرتا ہے اور مجھے اضطراری طور پر یہ سنتِ انبیاء علیہم السلام حاصل ہو گئی۔

۱۲۱) **ارشاد فرمایا کہ** جائز عمل اگر سبب گناہ کا ہو جائے تو وہ جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہے، جس طرح قیمتی کپڑا مثلاً دو سو روپیہ گز کا پہننا جائز ہے مگر اس کے پہننے سے اگر بڑائی دل میں آجائے تو ناجائز اور حرام ہو گا۔ کیوں کہ یہ کپڑا عُجب اور کبر کا سبب ہوا۔

۱۲۲) **ارشاد فرمایا کہ** کیوں صاحب! اگر امام صاحب نماز کے وقت اپنے حجرے سے محرابِ مسجد کی طرف اپنے کپڑے اُتارے ہوئے آویں تو آپ آنے دیں گے؟ یا سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آگیا۔ حالاں کہ امام صاحب کہہ رہے ہیں بھائی! ہم کو نماز پڑھانے دو۔ مجھے نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں، میرا باطن بالکل ٹھیک ہے۔ صرف ظاہر کی خرابی سے آپ لوگ کیوں گھبرا گئے؟ آپ ان کی ایک بات نہ سُنیں گے اور سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر یا پاگل خانے لے جائیں گے۔

کیوں بھائی! ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر یقین آگیا اور دین کے معاملے میں ہماری ظاہری وضع قطع، ظاہری صورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہو تو یہاں ہماری باطنی خرابی اور ایمان کی خرابی پر یقین کیوں نہیں

ہوتا؟ اور اس کی اصلاح کی فکر کیوں نہیں ہوتی؟ ایسے شخص کو دین کے ڈاکٹروں یعنی اولیاء و مشائخِ کرام کے پاس کیوں نہیں لے جاتے؟ **وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ**[۴۷] رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو کٹانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا اور آپ نے بقدر ایک مشت (ایک مٹھی) داڑھی طول اور عرض میں رکھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مقدار کی روایت کو "غنیۃ الطالبین" میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ مگر امام صاحب کے لباس اُتارنے سے تو ہم ان کی عقل میں خرابی سمجھ لیں اور داڑھی منڈانے اور کترانے سے آج ایمان کی خرابی اور کمزوری کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟

پولیس افسر وردی کے بغیر ڈیوٹی دے تو وہ معطل ہو جائے گا۔ اگر تیس سال ڈیوٹی پولیس افسر نے نہایت عمدگی سے دی اور مستحقِ انعام و ترقی ہو گیا لیکن ایک دن دیکھا گیا کہ وہ سرخ ٹوپی لگائے ہوئے سرکاری وردی کو اُتار کر پھر رہا ہے حکومت کیا کرے گی؟ باغیوں کی ٹوپی پہن لینے ہی سے اس کو باغی قرار دے کر اس پر مقدمہ چلائے گی اور اسے معطل کرے گی۔ انعام تو درکنار سزا ملے گی۔ آج اُمتِ مسلمہ نے اپنی سرکاری وردی جو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوئی تھی اس کو اُتارا اور صرف اُتارا ہی نہیں بلکہ مبغوض اور گمراہ قوموں کی (یہود و نصاریٰ کی) وردی کو اپنا لیا، اور اب تک انگریزی بال کی نسبت انگریز کی طرف ہے۔ اب اُمتِ مسلمہ اپنی وردی کو ترک کرکے ڈیوٹی دے گی تو کیا انجام ہو گا؟ معطل ہو گی یا نہیں؟ غضب اور عذاب کا خطرہ ہے یا نصرت اور رحمت کی مستحق ہو گی؟ پھر شکوہ یہ کہ آج مسلمان ہر طرف شکست کھا رہے ہیں۔ بیت المقدس چھن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد نہیں کر رہے ہیں۔ ہر طرف پٹ رہے ہیں۔

وعدۂ غلبہ ہے مؤمن کے لیے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں

---

[۴۷] صحیح البخاری: ۸۷۵/۲ (۵۹۱۳)، باب تقلیم الاظفار، المکتبۃ المظہریۃ

اسلامی وردی کیا ہے؟ سُنیے:

۱) ٹخنہ نہ ڈھانکیے۔ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کو نگاہِ رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ اور شبِ براءت میں مغفرت کی جو بشارت ہے اس مبارک رات میں بھی اس کی مغفرت نہ ہوگی۔

۲) گھٹنے ڈھانکے رہو۔ ایسا نیکر یا لباس کہ جس سے گھٹنے کھل جائیں جائز نہیں، حرام ہے۔

۳) سر کے بالوں کو یا برابر ہر طرف سے چھوٹے چھوٹے کرا دیجیے یا پٹہ رکھ لیجیے یا منڈا دیجیے۔ ہپّیوں کی طرح بالوں کو بالکل آزاد بھی نہ چھوڑیے۔

۴) داڑھی ایک مشت کی مقدار ہر طرف سے طول و عرض میں رکھیے اس سے بڑھ جائے تو بے شک کترانا جائز ہے، مگر یہ مٹھی ہر شخص کی اپنی مراد ہے حجام کی مراد نہیں۔ دیکھیے بے داڑھی والے کو امام بنانا بھی جائز نہیں اسی طرح اس کو مؤذن بنانا بھی جائز نہیں۔

۵) مرد عورت کی مشابہت کا لباس یا طرز نہ اختیار کرے اور عورت مرد کی وضع قطع اور لباس نہ اختیار کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[۴۸]
اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں ان مَردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مَردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اگر پوسٹ مین پولیس کی وردی پہن لے اور پولیس مین پوسٹ مین کی تو دونوں کو معطل کر دیا جائے گا۔

۶) عورتیں اس قدر موٹا دوپٹہ استعمال کریں جس سے بالوں کی سیاہی نظر نہ آئے ورنہ نماز بھی نہ ہوگی اور جتنے لوگ نامحرم اس کے بالوں کو دیکھیں گے سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا اکٹھا کر کے اس پر لاد دیا جائے گا۔ عورتوں کے ناخن پالش لگانے سے وضو صحیح نہ ہوگا اور پھر نماز بھی نہ ہوگی۔

اتباعِ غیر مسلم سے تو اب بے زار ہو
آشنائے یار ہو بیگانۂ اغیار ہو

۴۸؎ سنن ابی داؤد: ۲/۲۰۳، باب فی لبس الشهرة، ایچ ایم سعید

سکھ بھنگی بھی داڑھی رکھ کر ہمارے صالحین کی نقل سے سردار کہلاتے ہیں اور ہم وضع صلحا کی چھوڑ کر سرِ دار ہورہے ہیں۔ داڑھی منڈانا یا کتروانا دراصل یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی داڑھی کی وضع کو گھٹیا سمجھا اور انگریزوں کے چہروں کو بڑھیا سمجھا۔ ایمان کی خیر منائیے۔ اور بدون اس کے بھی ایمان ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اسی ڈاکٹر اسپیشلسٹ کی طرح جس کی مثال دے چکا ہوں کہ آپ کے پاس جب لایا گیا تو چارپائی پر۔ معلوم ہوا کہ فالج گر گیا ہے۔ مریض نے حال بتایا تو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر بہرا بھی ہے۔ حال پرچے پر لکھ کر دیا تو معلوم ہوا کہ آنکھوں میں پانی بھی اُتر آیا بینائی بھی جاتی رہی تو آپ ایسے ڈاکٹر کو اسی وقت نامنظور کرکے واپس کردیں گے۔ میرے دوستو! کیا ایسا گھٹیا اسلام اور ایمان خدائے تعالیٰ کے پاس لے جانے کی آرزو کرتے ہو۔ خدا کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو اور غور سے سوچو کہ ہم تو غلام ہوکر ایسی خراب چیز رد کردیں اور ہم خدائے تعالیٰ کو گھٹیا تحفہ پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اور دنیا میں آپ نہایت چست ہیں۔ آپ کی ہر چیز بَڑھیا ہونی چاہیے، مکان بَڑھیا ہو، سواری بَڑھیا ہو، پھل اور غذائیں بَڑھیا ہوں، ان کا ظاہر بھی اچھا ہو باطن بھی اچھا ہو۔ آہ! حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا نقشہ کس طرح کھینچا ہے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چست ہے
دین میں کیوں پھر تو اتنا سُست ہے
کرتا ہے دنیا میں جو کر دین کے بھی باب میں
اختیار اسباب کر اس عالمِ اسباب میں

تشریح از مرتب عفی عنہ: بعض حضرات کہتے ہیں کہ خدا غفور ورحیم ہے۔ سبحان اللہ! ان کی اس شان سے آپ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ حق تعالیٰ کو خوب ناراض کریں۔ اور بھائی خدا رزاق بھی تو ہے، یہاں توکل کہاں گیا؟ یہاں تو روزی کے لیے رات دن خون پسینہ ایک کیا جارہا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔

گرتا ہے تو دنیا پہ تو پروانہ وار
گو تجھے جلنا پڑے انجام کار
اس پہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار
کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

حدیثِ پاک میں ہے کہ **كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافٰی اِلَّاالْمُجَاهِرِیْنَ**[۴۹] میرا ہر اُمتی قابلِ عفو و معافی ہے سوائے ان لوگوں کے جو اعلانیہ دکھلا کر گناہ کرتے ہیں۔

بھائیو! داڑھی منڈوانا اعلانیہ گناہ ہے اور حضرتِ اقدس ہر دوئی دامت برکاتہم نے ایک جگہ فرمایا کہ بعض گناہ تو تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اتنی دیر کا گناہ لکھ لیا جاتا ہے اور داڑھی منڈانے والا تو ہر وقت مجرم ہے۔ سو رہا ہے پھر بھی گناہ لکھا جارہا ہے۔ چوبیس گھنٹے گناہ گار ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر گناہ سے ہماری اور اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

سب گناہ چھوڑنے کا علاج کثرت سے موت کو یاد کرنا اور مخلوق میں بڑا بننے کا شوق دل سے نکالنا اور یہ سوچنا کہ میری نافرمانی کی وضع قطع کی تعریف کرنے والے یا اس سے خوش ہونے والے یا اس کی دل میں عزت کرنے والے قبر میں اور میدانِ محشر میں کچھ کام نہ آسکیں گے، اور دنیا میں بھی یہ لوگ کچھ نہیں دیتے، صرف یہ وہمی اور خیالی خوشی ہے جو نہ دنیا میں مفید ہے نہ آخرت میں۔ اور بھائی! جس درخت سے پتے گرنے لگیں تو درخت کے ڈاکٹر سے مشورہ کرکے اس میں کھاد پانی ڈالتے ہیں۔ پس جس کے چہروں سے محمدی باغ کے سرکاری سبزے میں کمی آرہی ہو اور اس سرکاری درخت کے پتے جھڑ رہے ہوں فوراً دین کے ڈاکٹروں یعنی اللہ والوں سے رُجوع کیا جاوے وہ اس کی دوا اور غذا تجویز کردیں گے اور دُعا بھی کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ کے چہرے پر کچھ اور ہی رونق اور باغِ محمدی کے سبزے نظر آئیں گے۔

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۴۹؎ صحیح البخاری: ۸۹۶/۲ (۶۰۹۸)، باب ستر المؤمن علی نفسہ، المکتبۃ المظہریۃ

نے ایک صاحب سے ترغیباً فرمایا کہ دو بھائی حقیقی سامنے لاؤ ایک کے چہرے پر داڑھی ہو اور دوسرے کی منڈی ہوئی ہو پھر دیکھو کہ کون خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

۱۲۳) **ارشاد فرمایا کہ** ظاہری وضع قطع صلحا کی رکھنا باطن کی حفاظت کا تالا ہے۔ جس طرح دوکان کے اندر مال ہو اور باہر دروازے میں تالا نہ ہو تو چور حملہ کرتا ہے اور اندر کے مال کی خیر نہیں، اسی طرح ظاہری وضع قطع اگر صالحین کی نہ ہوگی تو باطن کی صلاحیت کی خیر نہیں۔ فاسقوں کی مشابہت اور صورت سے فسق کی حقیقت بھی دل میں اُتر جائے گی۔

۱۲۴) **ارشاد فرمایا کہ** چار چیزیں ہیں: ضرورت، آسایش، آرایش، نمایش۔ ضرورت وہ ہے کہ اس کے بغیر ضرر ہو۔ ضرورت، آسایش، آرایش جائز ہے مگر نمایش حرام ہے۔

۱۲۵) **ارشاد فرمایا کہ** گناہوں کی عادت کی اصلی جڑ آخرت کے حساب و کتاب اور سزا سے غفلت ہے، جیسے بدن پر دانے ہوں تو اصل سبب اس کا فسادِ خون ہے، صرف مرہم نہ لگایا جائے تلخ دواؤں کا استعمال بھی کیا جاوے۔ اسی طرح رُوح میں خدائے تعالیٰ کی محبت اور خشیت کسی اللہ والے کی صحبت سے حاصل کی جائے ان شاء اللہ! تقویٰ آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تقویٰ حاصل کرو۔ مگر کیسے حاصل ہوگا؟ مشائخ اور بزرگانِ دین کی صحبت سے۔ صادقین کی تفسیر یہی ہے۔ **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ**[۵۰] جب ان کی صحبت سے خدا کا خوف اور استحضار حاصل ہوگا گناہ کی ہمت نہ ہوگی۔ دیکھیے ایک آدمی نے جرم کا ارتکاب کرنا شروع کیا مگر پولیس افسر کو دیکھ لیا فوراً خاموش اور جرم سے باز رہے گا، اس کے سامنے اب جیب نہیں کاٹے گا۔ اسی طرح تقویٰ حاصل ہونے پر سارے کام ٹھیک کرے گا۔ ہم لوگ کل کے ناشتے کا انتظام آج ہی سے کرتے ہیں۔ کل کی سردی یا گرمی کا انتظام پہلے ہی سے کرتے ہیں۔ پس اگر

۵۰۔ التوبۃ: ۱۱۹

حساب کتاب پر یقین ہے تو بھائی اس کی تیاری بھی ضروری ہے۔ نمازوں کی قضائے عمری، روزوں کی قضا، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کی ادائیگی، تمام حقوق العباد کا خیال اور انتظام شروع کر دیجیے۔ علمائے دین سے مشورہ کیجیے اور عمل شروع کیجیے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
زندگی اک دن گزرنی ہے ضرور

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم

سانس ہے اک رہرو ملکِ عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گی تھم

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

حق تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی مراقبے کی تعلیم دیتا ہے:

یَآَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللہَ ؕ اِنَّ اللہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ [۵۱]

اے ایمان والو! یعنی حقائق کو تسلیم کرنے والو! غور و فکر کرو کہ کل کے لیے کیا

۵۱؎ الحشر: ۱۸

اعمال کیے ہیں۔ یعنی اے ایمان والو! تیاری کرلو کہ کل کیا کیا حساب کتاب ہوگا اور یہ دھیان رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

ایک پولیس افسر کے دیکھنے سے جرم سے باز رہے اور احکم الحاکمین کے باخبر ہونے اور دیکھنے سے کیا معاملہ ہونا چاہیے خود عقل سے فیصلہ کرلو۔

۱۲۶) ارشاد فرمایا کہ پہلے مشائخ مراقبات کو سونے کے وقت بتایا کرتے تھے مگر اب تو لوگ تھک کر چارپائی پر لیٹے اور فوراً سوگئے اس لیے کسی نماز کے بعد مراقبہ اور محاسبہ اپنے اعمال کا کرلیا جاوے یعنی جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، قیامت کے ہولناک مناظر کو یاد کرلیا جاوے۔ چند منٹ کافی ہیں۔

۱۲۷) ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کسی کے یہاں ملازم تھا، ہر سودا لانے میں چار روپے کے اندر ایک روپیہ بچالیتا تھا۔ مالک نے کہا: اچھا! میرا نام اس برتن میں کندا کرالاؤ، فی حرف وہ ایک روپیہ لیتا ہے میرے نام میں چار حرف ہیں، چار روپے لے جا، دیکھوں کیسے تو بچاتا ہے۔ نام محسن تھا یہ گیا اور نام کندہ کرنے والے سے کہا کہ اس برتن پر محچش لکھ دو لیکن نقطے بعد میں لگانا۔ جب اس نے "محس" اس طرح لکھ دیا تو کہا: اب کتنے نقطے لگانا ہے؟ اس نے کہا: چھ نقطے۔ اس نے کہا: اچھا ۵ نقطے معاف کردیے صرف ایک نقطہ آخری حرف کے اندر لگادے اور اس نے کہا کہ اب محچش کے تین حرفوں کے تین روپے لے لے اور پانچ نقطے معاف کرنے کا شکریہ بھی وصول کیا اور ایک روپیہ بچالیا۔ مالک حیران رہ گیا اس کی ذہانت سے۔

۱۲۸) ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی خاموش مجلس بھی ہونی چاہیے۔ ایک دفعہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آدھے گھنٹے تک خاموش مجلس تھی، حضرت بھی ذکر میں مشغول اور تمام مجلس بھی ذکر میں خاموشی سے مشغول تھی، کسی کو بولنے کی اجازت نہ تھی۔

۱۲۹) ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ نقل فرمایا کہ ہدیہ شاہدِ محبت ہے اور

جب محبت کامل ہو جاتی ہے تو شاہد کی ضرورت نہیں ہوتی پس اس وقت جنہوں نے ہدیہ نہیں دیا وہ کاملینِ محبت سے ہیں اور ہدیہ دینے والے ابھی مبتدی ہیں۔

تشریح از مرتب عفی عنہ: یہ ارشاد اس وقت فرمایا کہ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم کو بعض احباب ایک مجلس میں کچھ ہدیہ دینے لگے تو ارشاد فرمایا کہ ہدیہ کے آداب سے یہ ہے کہ یوں عرض کرے: مجھے کچھ تنہائی میں کہنا ہے اس طرح تنہائی میں ہدیہ دینا چاہیے۔ پھر ملفوظ نمبر ۱۲۹ جو مذکور ہوا ارشاد فرمایا کہ ہدیہ نہ دینے والوں کی کس طرح تسلی فرمائی۔ وہاں کے بعض حضرات نے احقر سے کہا کہ حضرت والا کا یہ عمل بہت ہی بلند عمل ہے یعنی مسلمانوں کی تطییبِ قلوب اور دلجوئی کا کس قدر اہتمام اور کتنے لطیف انداز سے۔ سبحان اللہ!

۱۳۰) **ارشاد فرمایا کہ** مساجد میں روشنی کی کیفیت زیادہ ہو مضایقہ نہیں جتنی ضرورت ہو زیادہ نمبروں کا بلب استعمال کریں مگر تعداد اور تکثر نہ ہو یعنی بلب کی تعداد بہت زیادہ نہ ہو جو مشابہ چراغاں ہو۔

۱۳۱) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے زیادہ اقربا تو آخرت میں ہیں جب زیادہ خاندان وہاں ہیں تو یہاں سے جو بھی چلا گیا اقل خاندان سے اکثر خاندان کی طرف گیا۔ پردیس سے وطن گیا۔ اس تصور سے بڑی تسلی ہوتی ہے۔

۱۳۲) **ارشاد فرمایا کہ** جب ہم حاکمِ ضلع کو ناراض کر کے چین سے نہیں رہ سکتے تو احکم الحاکمین کو ناراض کر کے کس طرح چین اور سکون سے رہ سکتے ہیں؟ آج ہر طرف سے پریشانی کی شکایت آتی ہے لیکن اصل علاج کیا ہے اس طرف خیال نہیں جاتا۔ اسبابِ رضا کی تو فکر ہے مگر ضدِ رضا یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ! حرام اعمال سے بچو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[۵۲]

۵۲؎ جامع الترمذی: ۵۵۱/۴، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعۃ مصر

۱۳۳) **ارشاد فرمایا کہ** اعمالِ صالحہ اور وظائف کا اختیار کرنا آسان ہے مگر گناہوں کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے جیسے سہارنپور کا گنّا چوسنا تو آسان اور لذیذ ہے مگر کسی کے منہ سے گنّا چھین لینا مشکل ہے۔ اسی طرح نفس کو جن گناہوں کی عادت ہوگئی ہے اُن کو چھڑانا نفس پر بہت شاق ہوتا اور عام طور پر لوگ ایسے واعظ کو بھی پسند نہیں کرتے جو بُرائیوں پر روک ٹوک اور گناہوں کے ترک پر وعظ کہتا ہو۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی**[۵۳] ان آیات میں چند اُصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ بعض معاصی کے اثرات سے نیکیاں ضایع ہو جاتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں ارشاد ہوا کہ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو باطل مت کرو احسان جتا کر اور اذیت دے کر۔ اس سے معاصی کے ارتکاب سے احتیاط کی نہایت اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۳۴) **ارشاد فرمایا کہ** جب دین کی کوئی بات سنائی جاتی ہے تو بعض کے لیے تو نئی ہوتی ہے اور بعض کے لیے اس کا تکرار ہو جاتا ہے جس سے استحضار ہو جاتا ہے۔

۱۳۵) **ارشاد فرمایا کہ** دین کی باتیں سننے کے بعد اگر یاد نہ رہ سکیں تو بھی ان کا نفع ضرور ہوتا ہے، جس طرح کہ ہم کو دو ہفتہ قبل کی غذائیں تو یاد نہیں رہتی ہیں کہ کیا کیا کھایا تھا مگر ان کی طاقتیں ہمارے جسم میں محفوظ ہوتی ہیں اسی طرح دین کی کتابیں دیکھنا اور بزرگوں کا وعظ سننا ہر حالت میں مفید ہے خواہ یاد رہیں یا بھول جائیں ان کے اثرات رُوح میں باقی رہ جاتے ہیں جن کی طاقت سے اعمالِ صالحہ کی ہمت اور توفیق ہوتی رہتی ہے۔

۱۳۶) **ارشاد فرمایا کہ** بڑے بوڑھوں کا مشورہ بڑے کام کا ہوتا ہے۔ کچھ نوجوان کسی کے ولیمے میں مدعو ہوئے، ایک بوڑھے نے کہا ہم کو بھی لے چلو شاید میرا مشورہ تمہارے کام آوے لیکن میزبان کو نہ بتانا اور ہم کو کہیں دور چھپا دینا، جب دسترخوان بچھا، کھانا آیا تو ہر نوجوان کے ہاتھ پر میزبان نے کھپاچی باندھ دی جس کی وجہ سے ہاتھ

۵۳ے البقرۃ: ۲۶۴

منہ کی طرف مڑ نہ سکا اور سیدھا کھنچا رہا، یہ بے چارے بڑے پریشان ہوئے کہ کھانا کس طرح کھائیں گے۔ ایک نوجوان جلدی سے اُٹھا اور بڑے میاں سے مشورہ کیا۔ بڑے میاں نے کہا کہ کیا فکر ہے تم دوسرے کے منہ میں کھلا دینا، دوسرا تمہارے منہ میں کھلا دے گا اس طرح ہاتھوں کے مُڑے بغیر کام چل جائے گا۔

ازمرتب عفی عنہ: حضرتِ اقدس نے مزاحاً یہ حکایت سنائی اس سے سامعین احباب سب ہنس پڑے۔

۱۳۷) **ارشادفرمایاکہ** ایک شخص گرمی گرمی کی شکایت کررہا ہو اور پسینہ پسینہ ہو رہا ہو اور پیاس کی شدت سے بدحواس ہو لیکن جب اسے سایہ میں بلایا جائے نہ آئے، جب پنکھا جھلا جائے منع کردے، ٹھنڈا پانی پلایا جائے انکار کردے آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے (مجمع سے آواز آئی کہ پاگل کہیں گے) ہاں بھائی! آپ لوگوں نے تو بہت ہی سخت لقب دے دیا۔ واقعی ایسا شخص یا تو جھوٹا ہوگا یا پاگل ہوگا۔ آج ہم شور کرتے ہیں کہ پریشان ہیں سکون نہیں، ذلیل ہو رہے ہیں، لیکن سکون کس سے ملے گا؟ جس کے قبضے میں سکون ہے۔ جس کے قبضے میں عزت ہے اسی سے تو عزت ملے گی۔ کیوں صاحب! ترقی جب کسی بڑے سے لی جاتی ہے تو اس کو راضی کر کے یا ناراض کر کے؟ ظاہر ہے کہ راضی کر کے۔ اب بتائیے کہ حق تعالیٰ ہمارے بڑے ہیں یا نہیں؟ (مجمع سے آواز آئی بے شک بڑے ہیں) تو بھائی! ہم ان کو ناراض کر کے کیسے سکون اور عزت سے رہ سکتے ہیں؟ اگر کوئی اسبابِ ٹھنڈک نہ اختیار کررہا ہو اور گرمی سے پریشان بھی ہو رہا ہے تو آپ اس کو پاگل کہتے ہیں! اور ہم حق تعالیٰ کی رضا کے اسباب اختیار نہ کریں بلکہ ناراضگی کے اسباب جمع کریں تو اپنے بارے میں خود ہی آپ لوگ فیصلہ کرلیں میں کچھ نہ کہوں گا۔

اگر چائے میں مکھی گر جائے تو اپنی پیالی سے بھی نکال دیں گے اور اپنے بڑوں کی پیالی سے بھی نکال دیں گے اور اپنے دوستوں کی پیالی کو بھی مکھیوں سے پاک کردیں گے۔ حسّی مکھی سے تو اس قدر احتیاط اور ہمارے گھروں میں اور دوستوں کے اندر

جو منکرات کی مکھیاں گُھس رہی ہیں ان رُوحانی مکھیوں کے ساتھ ہمارا کیا معاملہ ہے؟ یہاں سب لوگ دوستی کا حق سمجھ کر خاموش رہتے ہیں۔ وہاں تو دوستی کا حق یہ تھا اور یہاں دوستی کا حق یہ ہے کہ بچہ دوزخ میں جائے مگر انگریزی بال اور جاندار تصویر سے نہ بچایا جائے۔ سینما اور تمام بُرائیوں سے روک ٹوک نہ ہو۔

کیسا یہ انقلاب ہے دیکھ کے دل کباب ہے
کہتے ہیں اب ثواب ہے سود اور قمار میں

احقر کی ایک جگہ دعوت تھی۔ بس ایک صاحب نے چالاکی سے فوٹو کھینچ لیا۔ اچانک روشنی سے میں سمجھ گیا۔ پہلے تو انہوں نے دھوکا دینا چاہا کہ یہ روشنی جو ہوئی ہے کیمرے کی نہ تھی، بجلی کا بلب فیوز ہوا یا بجلی کا تار خراب ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کیمرا مجھے دیجیے۔ میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا کہ پوری ریل اس کی میرے سامنے ضایع کرو ورنہ میں اس گھر میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور نہ اس وقت کھانا کھاؤں گا ابھی واپس جاتا ہوں۔ بس سب کا مزاج ٹھیک ہو گیا۔ بتیس روپے کی تمام ریل تباہ کی گئی۔ زندگی بھر کے لیے سبق مل گیا۔ آج روک ٹوک کی کمی سے بُرائیاں سیلاب کی طرح پھیلی جارہی ہیں۔ ہم لوگوں میں منکرات پر نکیر اور روک ٹوک کی اہمیت باقی نہ رہی۔ اپنی اولاد کو ایک مکھی جو چائے کی پیالی میں پڑ گئی نگلنے نہ دیں گے لیکن گناہوں کے رُوحانی سانپ اور بچھو ان کے پیٹ میں داخل ہو جائیں سب گوارا ہے۔

میرے دوستو! اسبابِ رضا اختیار کیجیے، اور وہ حق تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہے۔ اور اسبابِ رضا کی ضد سے بھی بچیے، اور وہ نواہی یعنی معاصی سے بچنا ہے۔ پھر دیکھیے کیا انعامات عطا ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تجھ کو جو چلنا طریقِ عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہرو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

سختیٔ رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کر لے اگر حاصل دوام
پھر تو بس کچھ دن میں بیڑا پار ہو

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ
اس سے بچ رہرو کہ ہے وہ سدِ راہ

لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فکر بھی
پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربارِ شاہ

ایک شخص تمام نیک اعمال کرتا ہے مگر گناہوں سے نہیں بچتا، اس کی مثال ایسی ہے کہ دوا تو پیتا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا۔ کیا اس کو شفا ہوگی؟ خود فیصلہ کر لیجیے۔ دُعا میں گڑگڑا رہا ہے لیکن حرام کھاتا ہے اور لباس بھی حرام کا ہے کیا اس کی دُعا قبول ہوگی؟ حدیثِ پاک میں ہے کہ ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں ہو سکتی جس کا لباس و طعام حرام کا ہو۔ اگر ایک شخص کی آمدنی حرام ہے تو مضر غذا کھا رہا ہے، لیکن غیر مضر کی فکر تو کرے، حلال روزی کی تلاش تو کرے۔ تدبیر بھی کرے دُعا بھی کرے۔ بے فکری سے حرام مال اُڑاتا نہ رہے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے جو ایمان لائے تھے وہ دو قسم کے لوگ تھے: ایک تو وہ جو ضدِّ ایمان سے بچتے تھے وہ صحابی کہلائے۔ دوسرے وہ جو ضدِّ ایمان سے نہ بچتے تھے یعنی کافروں سے بھی دوستی اور میل جول رکھتے تھے وہ منافقین کہلائے۔ آج لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی اولاد کیوں غیر صالح ہے؟ وجہ یہی ہے وہ ضد سے نہ بچے یعنی بُری صحبت میں بھی رہے۔ اگرچہ صالح ماحول میں پیدا ہوا مگر غیر صالح ماحول میں بھی رہتا ہے پس نفعِ مطلوب کیسے حاصل ہو گا؟ دوا اور بدپرہیزی جب دونوں جمع ہوں گے تو شفائے کامل کی توقع رکھنا نادانی ہے۔ اور اب اس کی اصلاح کی صورت عرض کرتا ہوں کہ فوراً کسی اللہ والے بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کیجیے اور اپنے حالات سے انہیں اطلاع دے کر مشورہ لیجیے اور اس پر عمل کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی چند دن کی مشقت کے بعد وہ سکون عطا ہو گا کہ جو سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ مجاہدے سے نہ گھبرائیے، مجاہدے سے جذبِ کمال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تل کی مثال بیان فرمائی تھی کہ جس طرح تل کو پہلے رگڑتے ہیں بھوسی چھڑاتے ہیں پھر گلاب کے پھول میں جب رکھتے ہیں تو گلاب کی خاصیت کو تل جذب کر لیتا ہے اور روغنِ گل بن جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی راہ میں ہر تکلیف گوارا کرنے کی ہمّت کر لیجیے۔ جو مربّی اور شیخ مشورہ دے ہمّت سے اس پر عمل کر لیجیے پھر دیکھیے ؂

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

اگر تم مثل پتھر کے بے قیمت سخت دل بے حس ہو لیکن کسی اللہ والے کے پاس جب رہ لوگے تو موتی بن جاؤ گے۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت اور محبت کی دولت سے مالا مال ہو جاؤ گے۔

۱۳۸) **ارشاد فرمایا کہ** بعض لوگوں کی بیماری بزرگوں کے پاس حال چھپانے

کے سبب اور بڑھ جاتی ہے اور اُن بزرگوں نے اگر اکرام کا معاملہ کیا تو اور بھی عُجب و کبر پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ میں واقعی قابلِ احترام ہوں جب ہی تو ان بزرگوں نے میرا اکرام و احترام کیا۔ دوستو! بزرگوں کو اپنی بیماری بتاؤ دوستی کو کافی نہ سمجھو۔ طبیب سے دوستی شفائے مرض کا سبب نہیں بن سکتی ہے۔ اپنا حال کہیے اور اس پر عمل کیجیے۔ اپنے نفس سے نیک گمان نہ کیجیے۔

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جاوے تو اس سے بدگماں رہنا

ہمارے نفس کی حالت اس شخص کے مانند ہے جس کے پاس شریر گھوڑا تھا۔ وہ تنگ آکر فروخت کرنے گیا۔ جب دلّال نے تعریف شروع کی تو کہا: میں اب نہیں فروخت کروں گا تم نے تو اس میں بہت کمالات بیان کیے۔ اس نے کہا: بے وقوف! یہ تعریف تو اس کو فروخت کرنے کے لیے کر رہا ہوں اور تو میری جھوٹی تعریف سے اپنا ایک زمانے کا پُرانہ تجربہ بھول گیا۔ اسی طرح اپنے نفس کی تمام شرارتوں کو ہم جانتے ہیں مگر کسی نے تعریف کر دی بس اپنے کو بڑا سمجھنے لگے اور عمر بھر کا تجربہ بھول گئے۔

۱۳۹) **ارشاد فرمایا کہ** حق تعالیٰ نے **وَ الَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا** [۵۴] میں لفظ **فِیۡنَا** سے ہم سب کو یہ تعلیم دی ہے کہ مجاہدات سے مراد دنیاوی مجاہدات نہیں بلکہ جو حق تعالیٰ کی رضا کے لیے تکالیف اُٹھائیں جاویں وہ مراد ہیں، اور ان ہی مجاہدات پر وعدہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کے لیے اپنا راستہ کھول دیتے ہیں۔

۱۴۰) **ارشاد فرمایا کہ** مساجد کے دروازوں پر صرف **اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیۡ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ** لکھا رہتا ہے اسی طرح نکلتے وقت صرف **اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ** لکھا ہوتا ہے حالاں کہ **بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ** کے ساتھ ان دعاؤں کو لکھنا چاہیے۔ کیوں کہ بسم اللہ اور درود شریف بھی ان وقتوں میں پڑھنا سُنّت ہے۔

۵۴؎ العنکبوت:۶۹

۱۴۱)**ارشاد فرمایا کہ** جو لوگ اللہ والوں سے مستغنی اور اپنے کو بے پروا کرتے ہیں وہ یا تو **مَغۡضُوۡبٌ عَلَیۡهِمۡ** کے شکار ہوتے ہیں یا **ضَآلِّیۡنَ** کے کیوں کہ تین ہی لوگوں کا راستہ سورۂ فاتحہ میں بیان فرمایا گیا ہے: **مُنۡعَمۡ عَلَیۡهِمۡ** کا راستہ۔ **مَغۡضُوۡبٌ عَلَیۡهِمۡ** کا اور **ضَآلِّیۡنَ** کا۔ اس وجہ سے اللہ والوں سے استغنا نہایت خطرناک ہے۔ **مُنۡعَمۡ عَلَیۡهِمۡ** کون لوگ ہیں؟ جنھوں نے علمِ وحی کے موافق عمل کیا، وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اور جنھوں نے علم کے باوجود عمل نہیں کیا وہ **مَغۡضُوۡب** لوگ ہیں یعنی یہودی۔ اور جو علم ہی نہیں رکھتے وہ **ضَآلِّیۡنَ** ہیں گمراہ ہیں، انہیں تو راستہ ہی نہیں معلوم یہ نصاریٰ ہیں۔ بس ہر آدمی کسی بزرگ اور شیخ متبعِ سنت کو اپنا بڑا بنالے **فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ** [۵۵] جس فن میں کام کرنا ہے اس فن کے ماہرین کی تلاش ضروری ہے۔

۱۴۲)**ارشاد فرمایا کہ** میں اس وقت ان طلبائے کرام حفظ و ناظرہ سے گزارش کرتا ہوں اگر آپ لوگوں کے سامنے چار قسم کے رجسٹر ہوں ایک میں شریروں کا نام ہو، دوسرے رجسٹر میں جو سب سے زیادہ شریر ہوں اُن کا نام ہو اور اس میں شریروں کے گرو کا بھی نام ہو بلکہ گرو گھنٹال کا یعنی شیطان کا نام بھی ہو اور تیسرے رجسٹر میں نیک لوگوں کا نام ہو اور چوتھے رجسٹر میں جو سب سے زیادہ نیک لوگ ہوں ان کا نام درج ہو تو آپ لوگ اپنا نام کس رجسٹر میں لکھائیں گے؟ (بچوں نے جواب دیا کہ جس رجسٹر میں سب سے زیادہ اچھے لوگوں کا نام ہو گا ہم لوگ اس میں اپنا نام لکھانا پسند کرتے ہیں) اچھا بھائی! تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ لوگ چوتھے رجسٹر میں اپنا نام لکھانا پسند کریں گے۔

اب سنیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

خَیۡرُکُمۡ مَّنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَعَلَّمَهٗ [۵۶]

---

۵۵ الانبیآء:

۵۶ صحیح البخاری:۲/۵۲،(۵۰۴۲)،باب خیرکم من تعلم القراٰن،المکتبة المظهرية

تم لوگوں میں سب سے اچھا اور نیک وہ ہے جو قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو تعلیم قرآنِ پاک کی دے۔

مگر بھائی! یہ انعام صحیح پڑھنے پر ہے۔ اور جو لوگ اپنے مال سے تعاون کریں گے یا جگہ بنوادیں گے یعنی کسی طرح سے بھی تعاون کریں گے ان کا نام بھی خیر لوگوں میں شامل کردیا جائے گا کیوں کہ انہوں نے خیر میں تعاون کیا۔

۱۴۳) **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے یہاں صرف قاعدے میں آٹھ مرتبہ امتحان ہوتا ہے اور امتحان کا حق اُستاد کو نہیں صدر مدرّس کو ہوتا ہے، اُستاد خود ترقی نہیں دے سکتا۔ اس اہتمام کی برکت ہے کہ الحمدللہ! ہمارے یہاں قرآنِ پاک کی تعلیم قواعدِ تجوید سے معیاری ہونے میں مشہور ہے اور ہردوئی میں مختلف صوبوں سے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے مصارف سے آکر پڑھ رہے ہیں۔

۱۴۴) **ارشاد فرمایا کہ** ذکر کی کثرت جو مشائخ بتاتے ہیں تو **اِذَاتَکَرَّرَ عَلَی اللِّسَانِ تَقَرَّرَ فِی الْقَلْبِ** یعنی جب زبان سے بار بار اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو قلب میں اللہ کا ذکر رُسوخ پکڑلیتا ہے۔ بارہ تسبیح کا ذکر جو مشائخ بتاتے ہیں بڑے ہی کام کی ہے۔ اگر پوری مقدار نہ ہوسکے نصف نصف ہر جز کا پورا کرلے اس سے حق تعالیٰ کا استحضار رہتا ہے اور انسان خود اپنے اندر عجیب نورانی حیات (زندگی) محسوس کرلیتا ہے پھر بزبانِ حال یہ کہتا ہے؎

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ مجھ کو کہیں ملتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

دم رُکا سمجھو اگر دم بھر کو یہ ساغر رُکا
میرا دورِ زندگی ہے یہ جو دورِ جام ہے

از مرتب عفی عنہ: زبان کا ذکر قلب میں اور قلب سے اس کا نور رُوح میں داخل ہوتا ہے۔ اس ترتیب کو احقر نے اپنے ایک شعر میں جمع کردیا ہے؎

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد

از زباں در دل ز دل تا جاں رسد

اور جب دل میں حق تعالیٰ کا نور داخل ہوجاتا ہے تو وہ دل غیر اللہ سے بے زار ہو کر صرف اللہ کا ہوجاتا ہے، اور ان ہی کو اہلِ دل کہا جاتا ہے۔ پھر ان کا ہر تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔

اہل دل آنکس کہ حق رادل دہد

دل دہد او را کہ دل رامی دہد

(از مثنوی اختر)

اہلِ دل وہ ہے جو اپنا دل حق تعالیٰ کے سپرد کردے اپنی خواہشات کو ان کے حوالے کردے اور دل اسی ذاتِ پاک کو دے دے جو دل عطا فرماتا ہے۔

۱۴۵) **ارشاد فرمایا کہ** اب میں بیعت کرتے وقت غیبت اور بدنگاہی اور بدگمانی سے احتیاط کا عہد بھی لیتا ہوں۔ نیز قرآنِ پاک کو تجوید کے قواعد سے کسی ماہرِ فن سے مشق کرنے کا عہد بھی لیتا ہوں۔ نیز ”بہشتی زیور کا ساتواں حصہ، حقوق الاسلام، قصد السبیل“ کا غور سے مطالعہ کرنے کی تاکید بھی کرتا ہوں۔ اور ایک تسبیح استغفار اور ایک تسبیح کلمہ شریف، ایک تسبیح درود شریف کی ضرور بتاتا ہوں۔

۱۴۶) **ارشاد فرمایا کہ** قلب کا اصل تقاضا خلوت مع الحق کا ہونا چاہیے کیوں کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ جب دو چیزیں ملتی ہیں مثلاً اسّی ڈگری گرم پانی اور بیس ڈگری گرم پانی جب ملیں گے تو بیس ڈگری والا پہلے سے زیادہ گرم اور اسّی ڈگری والا پانی پہلے سے کم گرم ہوجائے گا۔ اسی لیے جہاں صحبت کے فوائد ہیں وہاں جلوت کے نقصانات اور کدورات کو خلوت کے ذکر سے تلافی کی بھی مشائخ نے ہدایات فرمائی ہیں: **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ**[۵۷]

---

[۵۷] الانشراح: ۷-۸

حالتِ تبلیغ میں توجہ خالق کی طرف بواسطۂ مخلوق ہے اور فارغ ہونے کے بعد خلوت میں ذکر سے براہِ راست حق تعالیٰ سے تعلق کا لطف ہوتا ہے۔ جس وقت جس ذکر کا قلب میں تقاضا ہو وہی شروع کر دے۔ جس طرح غذائے جسمانی میں اگر امرود کا تقاضا ہے تو پہلے امرود کھالو، اسی طرح ذکر میں قلب کے تقاضے سے تقدم تأخر کر سکتے ہیں۔ مثلاً: اگر تلاوت کا تقاضا ہے تلاوت کر لیں۔ درود شریف کا تقاضا قلب میں محسوس ہو رہا ہے تو پہلے درود شریف کی تسبیح پڑھ لیں۔

۱۴۷) **ارشاد فرمایا کہ** بزرگوں کی قبر سے صرف تقویت نسبت کو پہنچتی ہے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اصلاح تو زندہ شیخ ہی سے ہو سکتی ہے۔

۱۴۸) **ارشاد فرمایا کہ** جس کے یہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو یہ عمل بطورِ تدبیر کرلے **یَا بَدُوْحُ** تشتری پر سولہ خانے بنا کر ہر خانے میں **یَابَدُوْحُ** لکھ کر چالیس دن پلائیں اس طرح دو تین چلّے کرادیں۔

۱۴۹) **ارشاد فرمایا کہ** زندگی صرف کھانے پینے کے لیے نہیں ہے (جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے)۔

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

آدمیت گوشت پوست کا نام نہیں۔ آدمیت اس کا نام ہے کہ اپنے مولیٰ اور خالق کو راضی کرلے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ [۵۸]

کیا تم لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم لوگ حساب کتاب کے لیے ہماری طرف لوٹنے والے نہیں ہو؟

یعنی ضرور تمہیں موت میرے پاس لائے گی اور ضرور تمہیں حساب کتاب دینا ہوگا۔

۵۸؎ المؤمنون: ۱۱۵

قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

۱۵۰) **ارشاد فرمایا کہ** جب دشمن ستارہا ہو تو اس کی ایذا سے حفاظت کی نیت سے **یَاقَابِضُ** بعد نمازِ مغرب اکیس بار پڑھ کر دُعا کرلیا کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مغلوب ہو جائے گا۔ اسی طرح صبح و شام حزب البحر کا معمول بنالیا جائے اور سورۂ اخلاص و سورۂ فلق و سورۂ ناس تین تین مرتبہ پڑھ کر صبح شام اپنے بدن پر دم کرلے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ربّ العالمین، رحمٰن و رحیم، ناصر، ولی ہونے کو سوچیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مالک و حاکم و حکیم ہونے کو سوچیں۔ ہر مشکل کا حل اسی میں ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

اور **اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِمَا شِئْتَ** کا وِرد بھی ہر نماز کے بعد سات مرتبہ کرلے۔

۱۵۱) **ارشاد فرمایا کہ** جب کسی افسر کا مواجہہ ہو تو **یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ** کا ورد رکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت ظاہر ہو گی۔

۱۵۲) **ارشاد فرمایا کہ** رسوخ مطلوب نہیں دوامِ عمل مطلوب ہے۔ گو بہ تکلف سہی۔ اگر احیاناً خلافِ حدودِ شریعت کام ہو جائے تو بہ سے فوراً اس کی تلافی کرلے۔ تاخیرِ توبہ باعثِ ضرر ہوتا ہے۔

۱۵۳) **ارشاد فرمایا کہ** کلام میں، معاملات میں یا تقریر میں ایسا کوئی عنوان نہ آنے پائے جس میں اپنی بڑائی یا کمال یا خوبی ظاہر ہو۔ اس بات کی طرف جملہ اہلِ تعلق کی نگرانی بھی خصوصی چاہیے۔ نیز تاکید بھی کرتے رہنا چاہیے۔

۱۵۴) **ارشاد فرمایا کہ** اساتذہ اور مدارس کے طلباء کو استغفار کا اہتمام اور

”حیاۃ المسلمین“ کی روح نمبر ۲۲ کے مطالعے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور ”جزاء الاعمال“ کو گھروں پر سنانے کا نظم بھی ہونا چاہیے۔ گناہوں کے نقصانات کو طلباء اور اپنے بچوں کو خوب زبانی یاد کرادینا چاہیے۔ رزق کی کمی میں معاصی یا ان کے مقدمات کے ارتکاب کو بڑا دخل ہے۔ اسی طرح حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ ہر شخص کو نہایت ضروری ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی فہم سلیم عطا ہوتی ہے جو بڑی دولت ہے۔

۱۵۵) **ارشاد فرمایا کہ** جن لوگوں سے گاہ گاہ اذیت پہنچتی ہے انہیں گاہ گاہ کچھ ہدیہ بہ تکلّف پیش کردیا کرے اور گاہ گاہ دعوت و ناشتہ بھی کردیا کرے، اس سے قلب کو حق تعالیٰ کے ساتھ فراغ حاصل ہوگا، اور بوقتِ اذیت **یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ** کا وِرد کریں اور حق تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کو سوچ لیا کریں۔

۱۵۶) **ارشاد فرمایا کہ** نماز میں خشوع سے نماز کامل ہوتی ہے اور خشوع بدون استحضارِ حق حاصل نہیں ہوتا، یعنی جب اس دھیان سے نماز پڑھے کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں تو نماز میں خشوع کی کیفیت پیدا ہوگی۔ خشوع کا مفہوم یہ ہے کہ قلب حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے دھیان سے جھکا جارہا ہو۔ لیکن یہ دھیان بھی کب عطا ہوتا ہے جب بزرگانِ دین سے تعلق ہو، اور ان کے مشورے سے کچھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا شروع کردیا جائے۔ **اِذَا تَکَرَّرَ عَلَی اللِّسَانِ تَقَرَّرَ فِی الْقَلْبِ** جب زبان سے اللہ اللہ کروگے تو اس تکرار اور بار بار اللہ پاک کا نام لینے سے دل میں حق تعالیٰ کی محبت اُتر جائے گی۔ اور ہر وقت دھیان رہنے لگے گا کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس مشق کی برکت سے بہ آسانی نماز کی نیت باندھتے وقت یہ دھیان کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں قائم ہوجائے گا۔ اور جب یہ دھیان غائب ہوجائے پھر اس کو تازہ کرلیا جائے اس طرح سے نماز خشوع والی اور کامل ہوجائے گی اور یہی نماز پھر آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم ہوگی۔ اسی طرح تلاوت کے وقت بھی یہی خیال ہو کہ حق تعالیٰ ہماری تلاوت و ذکر کو سن رہے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر خوش ہورہے ہیں۔

بلکہ یہ تصور تو ہر وقت رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ دائمی حضوری غفلت سے اور گناہ سے بچانے کے لیے اکسیرِ اعظم ہے۔ احقر مرتب کے دو شعر مناسبِ موقع درج ہیں۔

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد
از زباں در دل ز دل تا جاں رسد

حق تعالیٰ کا نور حق تعالیٰ کے ذکر سے جان میں داخل ہو جاتا ہے اور اس طرح کہ پہلے زبان سے دل میں پھر دل سے جان میں داخل ہو جاتا ہے۔

جانِ خود باذاتِ حق آویختہ
دردِ دِل اندر دُعا آمیختہ

اپنی جان کو حق تعالیٰ سے باندھے ہوئے اور دردِ دِل کو دُعا میں شامل کیے ہوئے ہیں۔

۱۵۷) **ارشاد فرمایا کہ** کافروں کی آپس میں دوستی اور طرح کی ہوتی ہے یعنی صرف دنیا کے اغراض سامنے ہوتے ہیں لیکن ایمان والوں کی آپس میں دوستی کے علامات ولوازم حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں یہ ارشاد فرمائے ہیں: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ایمان والے بندے آپس میں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جن کی شانِ دوستی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو بھلی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بُری باتوں سے روک ٹوک کرتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل ہم لوگ بُرائیوں کو دیکھ کر خاموش رہنے کو دوستی کا حق سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ میں کچھ کہوں گا تو وہ صاحب ناراض ہو جائیں گے اور دوستی ختم ہو جائے گی۔ اس جُرم کی سزا یہ ملتی ہے کہ ان کے قلوب آپس میں ایک دوسرے کے احترام سے خالی ہو جاتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر غائبانہ تنقید اور غیبت کرتا ہے۔ اور یہ سزا مطابقِ عمل ہے، کیوں کہ جو شخص حق تعالیٰ کے اوامر اور نواہی میں خاموش رہا گویا اس نے حق تعالیٰ کی عظمت کا حق نہیں ادا کیا۔ پھر اس کا احترام دلوں سے کیوں کر

نہ اٹھ جائے گا؟ حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ ایک بزرگ نے کسی کو گناہ کرتے دیکھ لیا، اتنا صدمہ ہوا کہ گھر آکر صاحبِ فراش ہوگئے اور پیشاب میں خون آگیا۔ اللہ اکبر! کس درجے کے بزرگ تھے۔ عموماً آج کل کی دوستی اس نوع کی ہوا کرتی ہے۔

من تُرا مُلّا بگویم تو مرا حاجی بگو

میں تجھے ملّا کہا کروں گا اور تم مجھے حاجی کہا کرنا۔ حالاں کہ مؤمن آئینہ ہے مؤمن کا۔ حدیثِ پاک ہے: **اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ**[۵۹] ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی کوئی بات کھٹک والی دیکھے مناسب موقع سے مناسب انداز سے اپنے کو کمتر مخاطب کو افضل سمجھتے ہوئے عرض کردے۔ دوسروں سے کہتا نہ پھرے۔ اسی لیے حدیث میں آئینہ سے مثال دی ہے کہ آئینہ صرف اسی کو عیب بتاتا ہے جو اس کے سامنے ہوتا ہے دوسروں کو غائبانہ نہیں بتاتا۔ پس مسلمان کو بھی اس حدیثِ پاک پر عمل اسی طرح کا ہونا چاہیے جس طرح لفظ آئینہ سے صاف واضح ہوتا ہے۔ اور غیبت کا زنا سے اشد ہونا دوسری حدیث سے منصوص بھی ہے۔

۱۵۸) **ارشاد فرمایا کہ** حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے معلوم ہوا کہ احباب سے ملاقات جنّت میں ہوا کرے گی تو جنت کا شوق اور بڑھ گیا۔

از مرتب عفی عنہ: احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ حضرتِ اقدس نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب بعد تقریر شب (حیدر آباد) ایک مجلس میں احقر کے خصوصی احباب نے حضرت والا کو مشتاقانہ گھیر رکھا تھا اور سب کا تعارف کرایا جارہا تھا۔ نیز اس ارشاد سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضرتِ اقدس ہردوئی کو اپنے خصوصی احباب سے کس قدر محبت اور تعلق ہے۔ اور اہل اللہ کی شفقت اور محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

---

۵۹ التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۴۵۱، حرج المیم، مکتبۃ الامام الشافعی

صالحین سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ خود نیک نہیں، اُمید کہ حق تعالیٰ ان کی صحبتوں اور دعاؤں کی برکت سے نیک بنادے۔

صحبتِ ابرار صالح می کند
صحبتِ اشرار طالح می کند

نیک بندوں کی صحبت نیک بناتی ہے اور بُرے بندوں کی صحبت بُرا بنا دیتی ہے۔

۱۵۹) ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کو تبلیغ کا شوق تو ہے مگر صحیح علم حاصل نہیں کرتے، سنی سنائی باتوں کو بدون تحقیق غلط سلط روایات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں حالاں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ہے کہ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَيْكَ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمائیے۔ پس مَآاُنْزِلَ کا علم مُبلّغ کے لیے ضروری ہے، اور اگر مَآاُنْزِلَ کا علم ہی نہیں تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا؟

۱۶۰) ارشاد فرمایا کہ جن کو بدنگاہی کا مرض شدید ہو وہ جب گھروں سے نکلیں تو باوضو ہو کر دو رکعت نفل حفاظت کی نیت سے پڑھ کر حفاظت کی دُعا مانگ کر نکلیں، پھر بھی اگر کچھ کوتاہیاں ہو گئیں، یعنی گوشۂ چشم سے بھی دیکھ لیا ہو یا لباس کے اُوپر نظر پڑ گئی ہو یا کانوں نے ان کی گفتگو سے لذّت حاصل کر لی ہو تو گھر واپس آ کر چار رکعات نفل دو دو توبہ کی نیت سے پڑھ کر استغفار کر لیا کریں۔ تضرّع اور الحاح کے ساتھ۔ اور استقامت و اصلاح کی تکمیل کی دُعا کر لیا کریں اور حسبِ ذیل ہدایات کو روز مرّہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں جس کے کل سات نمبر ہیں:

۱) جس وقت مستورات کا گزر ہو اہتمام سے نگاہ کو نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو۔ جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

دین کا دیکھ ہے خطر اُٹھنے نہ پائے ہاں نظر
کوئے بُتاں میں تو اگر جائے تو سر جھکائے جا

۲) اگر نگاہ اُٹھ جائے اور کسی پر پڑ جائے تو فوراً نگاہ کو نیچی کر لینا خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جائے۔

۳) یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلّت کا اندیشہ ہے۔ طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

۴) بد نگاہی پر کم از کم چار رکعات نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسبِ گنجایش خیرات کرے، اور کثرت سے استغفار کرے۔

۵) یہ سوچنا کہ بد نگاہی کی ظلمت سے قلب ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے، حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

۶) یہ سوچنا کہ بد نگاہی سے میلان پھر میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتی ہیں۔

۷) یہ سوچنا کہ بد نگاہی سے طاعات، ذکر، شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ترک کی نوبت آجاتی ہے اور انجام کار نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

از مرتب عفی عنہ: احقر مرتّب عرض کرتا ہے کہ حضرتِ اقدس مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم کی ترتیب کردہ ان سات نمبروں کو حفاظتِ نظر کے عنوان سے علیحدہ بھی طبع کرا دیا گیا ہے تاکہ اپنی جیب میں یا معمولات کے ساتھ اس پرچے کو رکھ لیا جائے اور ہر روز ایک مرتبہ غور و فکر سے پڑھ لیا جاوے۔ جو صاحب چاہیں بذریعۂ ڈاک مفت منگوا سکتے ہیں۔ اور مقامی حضرات مجلس اشاعۃ الحق کراچی سے دستی لے سکتے ہیں۔ اور جو صاحب بھی چاہیں اس کو طبع کرا کر مفت تقسیم کر سکتے ہیں۔

نیز ہدایات نمبر ۴ (چار رکعات نفل توبہ) کے متعلق عرض ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ کی سیاہی قلب سے دور ہو جاتی ہے بشرطیکہ صدقِ دل سے توبہ کرے، یعنی توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے اور دل پر ندامت طاری ہو، اس کے بعد اگر پھر یہی گناہ ہو جائے تو پھر اسی طرح توبہ کر لے۔ بس لگا رہے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
ارے اس سے کُشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی تو دبالے کبھی وہ دبالے

توبہ کے نفل نماز کے بارے میں حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ شیطان کو توبہ کے نفل پڑھنے والوں سے بڑی مایوسی ہوتی ہے اور وہ اپنی تجارت کو بڑے خسارے میں دیکھتا ہے کہ مؤمن نے توبہ کرکے گناہ بھی معاف کرالیا اور نفل کا ثواب الگ جمع کرالیا پھر وہ ایسے شخص سے نااُمید ہوکر دوسرا شکار تلاش کرتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی سواری کو بہت ہی عجیب اور تیز رفتار سواری فرمایا ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں۔

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است
تا فلک تا زد زیک لحظہ زپست

توبہ کی سواری کیا ہی عجیب سواری ہے کہ مؤمن اس کی برکت سے انتہائی ظلمت اور پستی سے اُڑکر عرش تک پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ولی اور مقرّب ہوجاتا ہے۔

۱۶۱) **ارشاد فرمایا کہ** کبھی کبھی مدرسے کے سب طالبِ علموں کو ایک قطار میں کھڑا کرکے انہیں سنت کے مطابق کھڑا ہونا، ہاتھ ناف کے نیچے سنت کے مطابق باندھنا اور پاؤں کے آپس میں فاصلے کا چار اُنگلیوں کے برابر ہونا اور پاؤں کا قبلہ رُخ ہونا اور اسی طرح پوری نماز کو عملی طور پر سنت کی راہ پر مشق کرادیں، اور ان سے کہا جائے کہ تم لوگ اپنے گھروں میں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو اسی طرح بتادو۔ اور عورت و مرد کی نماز میں جو فرق ہے اس کی بھی مشق کرادیں یا بتادیں۔

۱۶۲) **ارشاد فرمایا کہ** مظفر نگر کا واقعہ ہے کہ ظہر کی چار سنتوں کو ایک بڑے میاں پچاس برس تک اس طرح پڑھتے رہے جس طرح فرض پڑھتے ہیں یعنی دو

بھری اور دو خالی۔ ایک دن وعظ میں کسی عالم سے سنا کہ چار رکعت کی سنت میں ہر رکعت بھری یعنی سورت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو دو خالی اور دو بھری پچاس برس سے ادا کی ہے۔ مولانا نے فرمایا: یہ سنت ادا نہیں ہوئی۔ بڑے میاں سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے کہ ہائے پچاس برس کی سنتیں رائیگاں گئیں۔ علمِ صحیح نہ ہونے سے یہی مصیبت ہوتی ہے کہ محنت بھی کرے اور اجر سے بھی محروم رہے۔ علمِ صحیح کا حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حکایت سے بخوبی ہو جائے گا۔ قیامت کے دن جہل عذر نہ ہو گا علم کا حاصل کرنا بھی تو فرض ہے۔

۱۶۳) **ارشاد فرمایا کہ** آج دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ جو حضرات اصلاح میں باضابطہ مشغول نہیں ہیں لیکن صالحین کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں ان کو مشورہ دیا جائے کہ وہ ایک تسبیح درود شریف، ایک تسبیح کلمۂ طیّبہ، ایک تسبیح اللہ اللہ کر لیا کریں۔ اگر ان تینوں پر عمل نہ ہو سکے تو ان میں سے جس ایک پر بھی عمل ہو سکے شروع کر دیں ان شاءاللہ تعالیٰ یہ اضافہ اور ترقی کا سبب بنے گا۔

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ اس مشورے کی نہایت درجہ ضرورت تھی، کیوں کہ جو لوگ باضابطہ اصلاح میں مشغول نہ تھے ذکر و فکر میں لگایا جاوے یہ فکر رہا کرتی تھی۔ الحمدللہ! حضرتِ اقدس کے اس ارشاد سے راستہ کھُل گیا۔

۱۶۴) **ارشاد فرمایا کہ** دین کے ہر خادم کو چاہیے کہ دین کے دوسرے خادموں کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ سمجھے۔ اسی طرح ہر دینی ادارے کے بارے میں اور ہر جماعت کے خدّامِ دین کو دوسری جماعت کے خدّامِ دین کے بارے میں یہی خیال ہونا چاہیے۔ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر آپس میں بدگمانی اور حسد اور غیبت اور اعتراض کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور فریق سمجھنے سے سب فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

طالب و محتاجِ دُعا

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ۔ ناظمِ مجلس اشاعۃ الحق، ۴۔جی ۱۲/ ۱۔ ناظم آباد، کراچی

ضمیمہ

مجالسِ ابرار

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اپنے ملفوظات وارشادات میں بار بار وضو اور کھانے پینے کی سنتوں اور تمام اُن سنتوں پر جن پر عمل کرنے میں معاشرہ مزاحم اور مانع نہیں ہے عمل کرنے اور اپنے بچوں اور سب گھر والوں کو عمل کرانے کے اہتمام پر تاکید فرمائی ہے، اور فرمایا کہ ان آسان آسان سنتوں پر عمل سے رُوح میں نور پیدا ہوگا اور نور سے رُوح کو قوت ہوگی جس سے پھر اُن سنتوں پر بھی عمل کی ہمّت ہوجائے گی جن پر عمل کرنا دشوار ہے اور معاشرہ رُکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس ملفوظ سے بعض احباب کا تقاضا ہوا کہ کھانے پینے اور لباس اور وضع قطع کی سنتیں بھی اس کتاب میں تحریر کردی جاویں تاکہ ان ملفوظات کو پڑھنے سے جو جذبۂ عمل پیدا ہو فوراً اس پر عملی جامہ پہنانا آسان ہو، اور ہر شخص ایک ایک سنت یاد کرنا اور اپنے بیوی بچوں کو یاد کرانا شروع کردے، اور عملی طور پر ان کی نگرانی بھی کرتا رہے کہ ان سنتوں پر عمل بھی ہورہا ہے یا نہیں۔ ان سنتوں کی نقل میں احقر نے ”تعلیم الدین، بہشتی زیور، نمازِ حنفی، دُعائے مسنونہ، فضائلِ اعتکاف“ سے رُجوع کیا ہے۔

سونے اور سو کر اُٹھنے اور مسجد میں جانے کی چند سنتیں

۱) جب سونے کا ارادہ کریں تو وضو کرلیں اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑ لیں۔

۲) سوتے وقت داہنے کروٹ پر سونے کی ابتدا کریں اور سر یا رُخسار کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ کر یہ دُعا تین بار پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ[۶۰]

اے اللہ! تو مجھے اپنے عذاب سے بچائیو جس روز تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔

یا یہ دعا پڑھیں:

بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ[۶۱]

اے رب! میں نے تیرا نام لے کر اپنا پہلو رکھا اور تیری قدرت سے اس کو اُٹھاؤں گا، اگر تو (سوتے میں) میرے نفس کو روک لے (یعنی مجھے موت دے دے) تو میرے نفس پر رحم کریو اور اگر تو زندہ چھوڑ دے تو اپنی قدرت کے ذریعے اس کی حفاظت کریو جس کے ذریعے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

یا آسانی کے لیے صرف یہ دُعا یاد کرادیں کہ یہ بہت مختصر ہے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی[۶۲]

اے اللہ! میں تیرا نام لے کر مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

۳) اور سوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کردیں، اور بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھانک دیں۔ اور چراغ بجھادیں یعنی جلتا چراغ چھوڑ کر مت سو جاؤ۔

۶۰؎ صحیح مسلم: ۱/۲۴۷، باب استحباب یمن الامام، المکتبة القدیمیة

۶۱؎ صحیح البخاری: ۲/۹۳۵ (۶۳۵۳)، باب التعوذ والقراءة عند النوم، المکتبة المظهریة

۶۲؎ صحیح البخاری: ۲/۹۳۴ (۶۳۴۷)، باب وضع الید تحت الخد الیمنٰی، المکتبة المظهریة

۴)اگر سوتے وقت نیند نہ آئے تو یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَأَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَّاتَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَھْدِئْ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ [۶۳]

اے اللہ !ستارے دور چلے گئے اور آنکھوں نے آرام لیا اور تو زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔تجھے نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔اے زندہ حقیقی اور قائم رکھنے والے!اس رات کو مجھے آرام دے اور میری آنکھ کو سلا دے۔

۵)جاگنے پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے آنکھوں کو مل لینا کہ خمار نیند کا دور ہو جائے پھر یہ دُعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ [۶۴]

سب تعریفیں خدا ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مار کر زندگی بخشی اور ہم کو اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔

نیند کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے،ایک روایت میں نیند کو موت کا بھائی فرمایا گیا ہے،کیوں کہ سوجانے کے بعد آدمی اپنے بال بچوں اور مال و دولت اور سلطنت اور تمام کائنات سے اسی طرح بے خبر ہو جاتا ہے جس طرح کہ موت کے بعد بے خبر ہو جاتا ہے۔

شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
شب ز زنداں بے خبر زندانیاں

رومی رحمۃ اللہ علیہ

رات کو سلاطین اپنے ملک و دولت سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور قیدی لوگ قید خانے کے دُکھ اور تکلیف سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔

جاگنے پر جس دُعا کی تعلیم ہے اس کے مضمون سے ہر شب قیامت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

۶)جوتا پہننے میں سیدھے پیر سے ابتدا کرنا۔

۶۳؎ الفردوس بمأثور الخطاب:۱/۴۸۹(۱۹۹۸)،دار الکتب العلمیة

۶۴؎ سنن ابن ماجة:۴۱۲،۴۱۳(۳۸۸۰)،باب مایدعوا اذا انتبه من اللیل،المکتبة الرحمانية

۷) ہاتھ دھو کر برتن پکڑنا۔

۸) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل یہ دُعا پڑھنا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ [۶۵]

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت۔

۹) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے اُلٹا پاؤں رکھنا اور نکلتے وقت داہنا پاؤں پہلے نکالنا۔

۱۰) قدمچہ پر سیدھا پاؤں رکھنا، اُترنے میں اُلٹا پاؤں پہلے نیچے رکھنا۔

۱۱) بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد غُفْرَانَکَ پڑھے، اور یہ دُعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ [۶۶]

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھ سے ایذا دینے والی چیز دور کی اور مجھے چین دیا۔

۱۲) وضو سنت کے مطابق گھر پر کرنا۔

۱۳) گھر سے جاتے وقت یہ دُعا پڑھنا:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ [۶۷]

۱۴) اطمینان سے جانا، دوڑ کر نہ چلنا۔

۱۵) مسجد میں داخل ہونے کی دُعا پڑھنا یعنی

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اور مسجد میں داہنا پیر داخل کرنا اور اعتکافِ نفلی کی نیت بھی کر لینا کہ یا اللہ! جب تک مسجد میں رہوں گا نفلی اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔ اس طرح مفت میں اعتکاف کا ثواب ملے

۶۵؎ صحیح البخاری: ۱/۲۶ (۱۴۴)، باب ما یقول عند الخلاء، المکتبۃ المظھریۃ
۶۶؎ سنن ابن ماجۃ: ۱/۱۲۳ (۳۰۱)، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء، المکتبۃ الرحمانیۃ
۶۷؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۱، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ایچ ایم سعید

گا۔ اور داخل ہونے سے قبل جوتا پہلے بائیں پاؤں سے اُتاریں اور اسی پر رکھ دیں پھر داہنے پاؤں سے جوتا اُتار کر مسجد میں داخل کریں، اور اگر مسجد میں جوتے لے جانا ہو تو بائیں ہاتھ سے پکڑیں۔ اس میں عام کوتاہی ہوتی ہے۔ داہنے ہاتھ میں جوتا نہ لینا چاہیے۔

۱۶)مسجد میں ذکر اللہ میں مشغول ہونا۔ دنیا کی باتوں سے سخت احتیاط کرنا۔

۱۷)مسجد سے نکلنے پر یہ دعا پڑھنا:

بِسۡمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ[۶۸]

اور پہلے بایاں پیر نکالنا اور جوتا پہلے سیدھا پیر میں پہننا۔ ایک روایت مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے کہ جو دخولِ مسجد سے قبل یہ پڑھے:

اَعُوۡذُ بِاللهِ الۡعَظِيۡمِ وَبِوَجۡهِهِ الۡكَرِيۡمِ وَسُلۡطٰنِهِ الۡقَدِيۡمِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ[۶۹]

تو شیطان کہتا ہے ''پورے دن کے لیے یہ پڑھنے والا مجھ سے محفوظ ہو گیا۔''

جب بازار میں داخل ہو تو یہ پڑھ لے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ يُحۡيِيۡ وَيُمِيۡتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوۡتُ بِيَدِهِ الۡخَيۡرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ[۷۰]

حدیث شریف میں ہے کہ بازار میں اس کو پڑھنے سے دس لاکھ نیکیاں اللہ تعالیٰ لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف فرمائیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرمائیں گے اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیں گے۔

۶۸؎ صحیح مسلم:۱/۲۴۸،باب ما یقول اذا دخل المسجد،ایچ ایم سعید

۶۹؎ سنن ابی داؤد:۱/۶۷،باب ما یقول الرجل عند دخول المسجد،ایچ ایم سعید

۷۰؎ جامع الترمذی:۲/۱۸۱،باب ما یقول اذا دخل السوق،ایچ ایم سعید

صبح و شام یہ دُعا پڑھ لے تین بار

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[۱]

ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ صبح کو جو اسے پڑھ لے شام تک اور شام کو پڑھ لے تو صبح تک اسے کوئی ناگہانی بلا نہ پہنچے گی۔

گھر میں داخل ہونے کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا[۲]

اے اللہ! میں تجھ سے اچھا داخل ہونا اور اچھا باہر جانا مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کا نام لے کر داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا جو ہمارا رب ہے۔

اس کے بعد گھر والوں کو سلام کرے۔

کھانے پینے کی سنتیں ترتیب وار

۱) کھانے سے پہلے کلائی تک ہاتھ دھونا اور کُلّی کرنا۔

۲) دستر خوان بچھانا۔

۳) کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ[۳] پڑھنا۔

۴) کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا۔

۱؎ جامع الترمذی: ۲/۱۷۶، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح و اذا امسٰی، ایچ ایم سعید

۲؎ سنن ابی داؤد: ۲/۳۳۹، باب ما یقول الرجل اذا دخل بیتہ، ایچ ایم سعید

۳؎ شعب الایمان للبیهقی: ۶/۳۳۰(۴۲۸۴)، باب تعدید نعم اللہ عزوجل وما یجب من شکرها، مکتبة الرشد/ علی کا لفظ معتبر روایات میں نہیں ہے، دیکھیے: غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ: ۳۲۳

۵) جس چیز میں سب اُنگلیاں نہ لگانی پڑیں اس کو تین اُنگلیوں سے کھانا۔

۶) کھانے کے بعد اُنگلیاں چاٹ لینا۔

۷) پیالہ یا پلیٹ جس میں کھایا ہو خوب صاف کرلینا۔

۸) اگر ہاتھ سے لقمہ گر جاوے تو اُٹھا کر صاف کرکے کھالینا۔ (یہ سرکاری نعمت ہے۔ جب نہیں ملتی تب قدر معلوم ہوتی ہے۔ تکبر نہ کرنا چاہیے۔)

۹) اگر سالن میں مکھی گر پڑے تو غوطہ دے کر پھینک دیا جائے (بشرطیکہ سالن بہت تیز گرم نہ ہو کہ اس کا اثر اس میں داخل ہو جائے جیسے تیز گرم چائے) کیوں کہ مکھی کے ایک بازو میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے، پہلے زہریلے بازو کو ڈالتی ہے دوسرے بازو سے اس کا تدارک ہو جائے گا۔

۱۰) کھانا تواضع کے ساتھ کھانا، تکیہ لگا کر نہ کھانا۔

۱۱) اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں تو سب مل کر آدھا آدھا پیٹ کھالینا۔ یہ نہیں کہ کوئی تو سیر ہو کر کھالے اور کوئی پیٹ کو پیٹتا پھرے۔

۱۲) کھجور، مٹھائی، انگور وغیرہ اگر کئی آدمی مل کر کھائیں تو ہر شخص ایک ایک دانہ اُٹھائے، دو دو ایک دم سے لینا بے تمیزی اور حرص کی دلیل ہے۔

۱۳) پیاز، لہسن خام یا کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں یا مجمع میں نہ جاوے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

۱۴) کھانا سب کو مل کر کھانا۔ اس سے برکت ہوتی ہے۔

۱۵) کھانا کھا چکنے کے بعد دسترخوان اُٹھنے سے پہلے سب کا اُٹھ جانا خلافِ ادب ہے۔

۱۶) اگر پہلے کھا چکے تو بھی دسترخوان پر بیٹھا رہے اور دوسرے ساتھی کا ساتھ دے تاکہ شرمندہ ہو کر بھوکا رہنے کے باوجود بھی نہ چھوڑ دے۔

۱۷) دسترخوان پر کھانا لگنے سے پہلے کھانے والوں کا بیٹھ جانا تاکہ کھانا انتظار نہ کرے کھانے والے سرکاری نعمت کا انتظار کریں۔

۱۸) کھانے کے بعد رزّاقِ حقیقی کا شکر ادا کریں اور یہ دُعا پڑھیں:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ[۷۴]

سب تعریفیں خدا کے لیے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

۱۹) پھر جب دستر خوان اُٹھایا جائے تو یہ دُعا پڑھنا مسنون ہے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ حَمۡدًا کَثِیۡرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیۡہِ

غَیۡرَ مَکۡفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسۡتَغۡنًی عَنۡہُ رَبَّنَا[۷۵]

سب تعریف اللہ کے لیے ہے ایسی تعریف جو بہت ہو پاکیزہ ہو اور بابرکت ہو۔ اے ہمارے رب! ہم اس کھانے کو کافی سمجھ کر یا بالکل رُخصت کرکے یا اس سے غیر محتاج ہو کر نہیں اُٹھا رہے ہیں۔

۲۰) مہمان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا بھی سنت ہے۔

۲۱) مہمان کی خاطر مدارات کرو۔ ایک روز کسی قدر تکلّف کا کھانا کھلا دو، تین دن اس کی مہمانی کا حق ہے۔ مہمان کو بھی زیبا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جائے کہ وہ تنگ ہو جائے۔

۲۲) کھانے کے وقت جوتا اُتار کر کھانا چاہیے۔

۲۳) پانی بسم اللہ کہہ کر پینا اور پی کر الحمد للہ کہنا۔

۲۴) پانی کو ایک سانس میں نہ پینا اور تین سانس میں پینا، اور سانس لیتے وقت برتن سے منہ کو الگ کرنا۔

۲۵) مشک سے منہ لگا کر نہ پینا یا کوئی بھی ایسا برتن ہو جس سے دفعتاً پانی زیادہ آجانے کا احتمال ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ یا بچھو آجائے۔

۲۶) پانی پی کر اگر دوسروں کو بھی دینا ہے تو پہلے داہنے والے کو دیں اور پھر اسی ترتیب سے دور ختم ہو۔

۲۷) برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے کی طرف سے نہ پینا۔ اس سے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

---

۷۴ جامع الترمذی: ۲/۱۸۴، باب یقول اذا فرغ من الطعام، ایچ ایم سعید

۷۵ سنن ابی داؤد: ۲/۱۸۲، باب ما یقول اذا طعم، ایچ ایم سعید

۲۸)رات کو کھانے پینے کے برتنوں کو بسم اللہ پڑھ کر ڈھانک دینا۔

۲۹) کھانے پینے کا ہدیہ کسی کو پہنچانا ہو تو ڈھانک کر لے جائے۔

۳۰)دودھ پینے کے بعد یہ دُعا مسنون ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ[۷۶]

اے اللہ! تو ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اور زیادہ دے۔

۳۱)اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جاوے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو یوں پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ[۷۷]

میں نے اس کے اوّل اور آخر میں اللہ کا نام لیا۔

۳۲) کھانے کی ابتدا مجلس میں سب سے محترم بزرگ سے کرانا۔

۳۳) کھاتے وقت اُکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہو، یا ایک گھٹنا کھڑا ہو اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر اس پر بیٹھے، یا دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر قعدے کی طرح بیٹھے اور آگے ذرا جھک کر کھائے۔

وضع قطع اور لباس کے شرعی آداب

۱)مَردوں کو ٹخنے سے نیچے کُرتا یا پائجامہ یا لنگی پہننا ممنوع ہے۔

۲)ایک جوتا پہن کر چلنا ممنوع ہے۔

۳) کپڑا داہنی طرف سے پہننا چاہیے۔

۴) کپڑا پہن کر اپنے مولیٰ کا اس طرح شکر کرنے سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَسَانِىْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّىْ وَلَا قُوَّةٍ[۷۸]

۷۶؎ سنن ابی داؤد:۱۶۸/۲،باب مایقول اذا شرب اللبن،ایچ ایم سعید

۷۷؎ سنن ابی داؤد:۱۷۳/۲،باب التسمیۃ علی الطعام،ایچ ایم سعید

۷۸؎ سنن ابی داؤد:۲۰۲/۲،کتاب اللباس،ایچ ایم سعید

۵) امیروں کے پاس زیادہ بیٹھنے سے ہوس بڑھتی ہے اور عمدہ پوشاک کی فکر ہوتی ہے، بہتر یہ ہے کہ جب تک کپڑے میں پیوند نہ لگ جائے اس کو پُرانا نہ سمجھے۔

٦) کپڑے میں نہ اس قدر زینت و اہتمام کرے کہ لوگ اس کی طرف اُنگلی اُٹھائیں کہ ریا اور تکبر ہے اور نہ بالکل میلا گندا رہے کہ نعمت کی ناشکری ہے، سادگی کے ساتھ توسط رکھے۔

۷) اپنی وضع چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع سے نفرت ایسی ہو جیسے مرد کو عورت کے لباس سے ہوتی ہے۔

۸) عورت کو باریک کپڑا پہننا ننگا پھرنا ہے۔ یعنی ننگے رہنے کے برابر ہے گناہ میں۔

۹) مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔

۱۰) جوتا داہنے پاؤں میں پہلے پہنو اور اُتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اُتارو۔

۱۱) جہاں جوتا چوری ہونے کا اندیشہ ہو اپنے پاس رکھنا (مگر مسجد میں لے جانے سے پہلے جھاڑ لینا تاکہ گرد و غبار باہر ہی جھڑ جائے۔)

۱۲) مَردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا لباس اور شکل صورت بنانا حرام ہے۔

۱۳) کسی کے بال ملا کر بال بڑھانا اور بدن گودنا موجبِ لعنت ہے۔

۱۴) اگر بال سفید ہوں تو ان کو اُکھاڑنا منع ہے۔

۱۵) لڑکوں کا سر منڈا دینا بال رکھنے سے بہتر ہے۔

۱٦) مونچھوں کو بڑھانا منع ہے۔ اسی طرح داڑھی کٹانا (ایک مشت سے کم کرنا) یا منڈانا حرام ہے۔

(بہشتی زیور، حصہ نمبر:۱۱، بالوں کے احکام)

وضو کی سنتیں ترتیب وار

۱) نیت کرنا۔ ۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ ۳) دونوں ہاتھوں کو کلائی تک

دھونا۔ ۴) کلی کرنا۔ ۵) مسواک کرنا۔ ٦) ناک میں پانی ڈالنا۔ ۷) تین تین بار دھونا۔ ۸) سارے سر اور کانوں کا مسح کرنا۔ ۹) داڑھی اور اُنگلیوں کا خلال کرنا۔ ۱۰) لگاتار اس طرح دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے اور دوسرا عضو دُھل جائے۔ ۱۱) ترتیب وار دھونا کہ پہلے منہ دھولے پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھولے۔ سنت کے چھوڑ دینے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ملتا ہے۔

۱۲) جب وضو کر چکے تو سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنَا ایک بار پڑھے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو بعد وضو ایک بار اس سورت کو پڑھے گا صدّیقین سے ہوگا۔[79] پھر اس کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ، وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

۱۳) وضو کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھ لے حدیث میں اس کا بڑا ثواب منقول ہے۔ اوقاتِ مکروہ تین ہیں اس وقت کوئی نماز نہ پڑھنا چاہیے: طلوعِ آفتاب اور غروب کے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت۔ البتہ عصر کی نماز اگر نہ پڑھی ہو تو سورج ڈوبتے وقت بھی پڑھ لے۔ اور ان تینوں وقتوں میں سجدۂ تلاوت بھی منع ہے۔ (بہشتی زیور، حصہ نمبر ۲)

سواری پر بیٹھنے کی دُعا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ[80]

اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضے میں دے دیا اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضے میں کرنے والے نہ تھے، اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔

۷۹؎ کنز العمال: ۲۹۹/۹ (۲٦۰۹۰)، مؤسسة الرسالة

۸۰؎ الزخرف: ۱۳، ۱۴

پریشانی اور غم میں یہ پڑھے

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ[۸۱]

اے زندہ اور اے قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت کے واسطے سے فریاد کرتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا[۸۲]

اے اللہ! نہیں کہیں آسانی مگر جب آپ ہی اس کو آسان فرمادیں اور آپ دشوار کو آسان فرمادیتے ہیں جب چاہتے ہیں۔

ادائیگیٔ قرض کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ[۸۳]

بزرگوں کے مجربات سے ہے۔ ہر روز ستر مرتبہ اس کاوِرد رکھے، اوّل آخر درود شریف تین تین بار پڑھ لے۔

جب کسی مہمان کو رُخصت کریں تو یہ دُعا پڑھیں

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ[۸۴]

جب گھر سے باہر نکلے تو یہ دُعا پڑھے

بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ[۸۵]

میں اللہ کا نام لے کر نکلا، میں نے اللہ پر بھروسا کیا، گناہوں سے بچانا اور نیکیوں کی قوت دینا اللہ کی طرف سے ہے۔

۸۱؎ جامع الترمذی:۱۹۲/۲، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۸۲؎ کنز العمال:۲۰۱/۲(۳۷۵۵)، مؤسسۃ الرسالۃ

۸۳؎ جامع الترمذی:۱۹۶/۲، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۸۴؎ سنن ابی داؤد:۳۵۰/۱، باب فی الدعاء عند الوداع، ایچ ایم سعید

۸۵؎ جامع الترمذی:۱۸۱/۲، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ایچ ایم سعید

جب سفر سے واپس آئے تو یہ دُعا پڑھے

آٰیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ[۸۶]

ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

جب بُرے خیال اور وساوس آویں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ، اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان سے۔ ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ[۸۷]

اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا۔

جب آئینہ دیکھے

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ[۸۸]

اے اللہ! جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے

تو یہ دُعا پڑھ لے ورنہ شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفے کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے اور اولاد شیطان کی خصلتوں میں مبتلا ہو گی:

۸۶؎ صحیح البخاری: ۱/۴۳۴ (۳۰۹۷)، باب مایقول اذا رجع من الغزوة، المکتبة المظهرية

۸۷؎ صحیح مسلم: ۲/۱۸۳، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، ایچ ایم سعید

۸۸؎ کنز العمال: ۳/۱۲ (۵۱۹۷)، مؤسسة الرسالة

بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّيۡطٰنَ، وَجَنِّبِ الشَّيۡطٰنَ مَا رَزَقۡتَنَا[۸۹]

میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں، اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔

اس دُعا کو پڑھ لینے سے جو اولاد ہوگی اس کو شیطان کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

اذان کے بعد کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعۡوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الۡقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الۡوَسِيۡلَةَ وَالۡفَضِيۡلَةَ وَابۡعَثۡهُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَنِ الَّذِیۡ وَعَدۡتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ[۹۰]

نوٹ: وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيۡعَةَ کا لفظ جو مشہور ہے حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جب غصہ آئے یا گدھے کی آواز سنے یا بُرے وسوسے آویں

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ[۹۱]

جب کسی مریض کی عیادت کرے

تو اس سے یوں کہے:

لَا بَاۡسَ طَهُوۡرٌ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ[۹۲]

پھر شفایاب ہونے کے لیے سات مرتبہ یوں دُعا کرے:

اَسۡئَلُ اللّٰهَ الۡعَظِيۡمَ رَبَّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ اَنۡ يَّشۡفِيَكَ[۹۳]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے

---

۸۹ صحیح البخاری: ۲۶/۱ (۱۴۳)، باب التسمیة علٰی کل حال وعند الوقاع، المکتبة المظهریة
۹۰ صحیح البخاری: ۸۶/۱ (۶۱۸)، باب الدعاء عند النداء، المکتبة المظهریة
۹۱ کنز العمال: ۵۲۳/۳ (۷۷۲۰، ۷۷۲۱)، /۴۱۵/۱۵ (۴۱۶۳۷)، مؤسسة الرسالة
۹۲ صحیح البخاری: ۸۴۵/۲ (۵۶۸۴)، باب ما یقال للمریض وما یجیب، المکتبة المظهریة
۹۳ سنن ابی داؤد: ۸۶/۲، باب الدعاء للمریض عند العیادة، ایچ ایم سعید

مریض کو شفا ہو گی۔ ہاں! اگر اس کی موت ہی آگئی ہو تو دوسری بات ہے۔

جب موت قریب معلوم ہونے لگے تو یوں دُعا کرے

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِالرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی[۹۴]

اے اللہ! مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اُوپر والے ساتھیوں میں پہنچادے۔

جب رُوح نکلنے کے آثار محسوس ہوں تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَسَکَرٰتِ الۡمَوۡتِ[۹۵]

اے اللہ! موت کی سختیوں کے موقع پر میری مدد فرما۔

جب آگ لگتی دیکھے

اللہ اکبر کہے۔ جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بجھ جاوے گی۔ جب کسی کو دُکھ یا تکلیف میں دیکھے (آہستہ سے یہ پڑھے کہ وہ نہ سنے تاکہ اسے رنج نہ ہو)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ عَافَانِیۡ مِمَّا ابۡتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقَ تَفۡضِیۡلًا[۹۶]

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس حال سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کیا اور اس نے بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت دی۔

لیکن اگر وہ گناہ میں مبتلا ہے تو زور سے پڑھے تاکہ اس کو عبرت ہو۔ اس دُعا کی برکت سے اس بلا سے ان شاء اللہ تعالیٰ حفاظت رہے گی۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے ”مناجاتِ مقبول“ یا ”مسنون دُعائیں“ خریدیے۔

---

[۹۴] جامع الترمذی: ۲/۱۸۶، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

[۹۵] کنز العمال: ۲/۱۷۹ (۳۶۲۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

[۹۶] جامع الترمذی: ۲/۱۸۱، باب مایقول اذا رای مبتلی، ایچ ایم سعید

اُمّت کی پریشانی اور انحطاط کا سبب اور اُس کا علاج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بِاسۡمِهٖ تَعَالٰى وَحَمۡدِهٖ

ہماری تباہی کے مختلف وجوہات و اسباب ہیں، ان میں سے دو باتیں بہت اہم ہیں۔ جب سے ان اُمور میں کوتاہی ہوئی اُمت کا حال روز بروز بگڑنے لگا: ان میں سے ایک عموماً دینی مکاتب و مدارس کا انتظام صحیح نہ ہونا، دوسری بات عموماً مساجد کا انتظام درست نہ ہونا۔ اس سلسلے میں اکابر کی کتب کے مطالعے سے کچھ باتیں ان دونوں نظاموں کی درستگی و بہتری کی اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ پر ظاہر فرمائیں ان کو مختلف مقامات پر عرض کیا گیا۔ نیز اکابر کی خدمت میں بغرضِ اصلاح بھی عرض کیا گیا۔ ان حضرات نے ان کو پسند فرمایا اور بعض احباب نے از خود اہتمام کرکے اس کی کاپیاں تیار کر لیں، اکابر کرام کی خدمت میں ان میں سے متعدد کاپیاں بغرضِ مشورہ و اصلاح ارسال کی جاچکی ہیں۔ بمبئی کی حاضری پر بہت سے احباب نے فرمایش کی کہ موجودہ حالت میں اشاعت کردی جائے۔ نیز موجودہ کاپیاں تقسیم کرنے کی اجازت بھی چاہی۔ پھر حسبِ مصالح اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کی اس رائے پر اس ناکارہ نے اجازت اشاعت وطباعت کی دے دی تھی۔ اس کے بعد احقر کا سفر حرمین شریفین کا ہو گیا۔ وہاں بھی اس مضمون میں جزوی طور پر اضافہ و ترمیم ہوتی رہی۔ آخری ترمیم ۱۰/ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ کی ہے۔ ۱۷/ محرم ۱۳۹۵ھ واپس بمبئی پر معلوم ہوا کہ اس مضمون کی طباعت بوجوہ نہ ہوسکی۔ اب آخری ترمیم کے بعد مضمون شایع کیا جارہا ہے۔ اہلِ علم اور اکابر کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اپنی تجویزات اور مشوروں سے مطلع فرمائیں ممنون ہوں گا۔ جزاکمُ اللہ تعالیٰ، آیندہ طباعت میں ان کا لحاظ رکھا جائے گا۔

ابرار الحق عفی عنہ

۱۸/ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ، بروز جمعہ ۳۱/ جنوری ۱۹۷۵ء

ہردوئی۔ یوپی، ہند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرتِ اقدس مولانا و مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے رسالۂ ہٰذا کے متعلق ہردوئی کے افریقی طالبِ علم حافظ سلیمان سلمہٗ سے بالواسطہ اور پھر حج سے واپسی پر احقر سے بالمشافہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس رسالے کے اندر جو اُصول مختصراً تحریر کیے گئے ہیں ان کی تشریح کی جہاں جہاں ضرورت ہو تم ان کی تشریح کردو اور اس کا حوالہ نمبر بھی تحریر کردیا جائے۔ احقر اپنی ناکارگی اور بے مائیگی علمی و عملی تہی دامنی کے باوجود حضرتِ اقدس کے ارشاد کی تعمیل کو اپنی سعادتِ عظمیٰ سمجھتے ہوئے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ کبریا میں دُعا کرکے توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کررہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے حضرتِ اقدس کی ان عباراتِ نافعہ اور اُصولِ جامعہ کے لیے جو دریا بکوزہ کے مصداق ہیں احقر کو حُسنِ تعبیر اور حُسنِ تشریح عطا فرما کر حضرتِ اقدس کے صدقے و طفیل شرفِ قبول عطا فرمائیں، آمین۔ اور اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع اور احقر کے لیے صدقۂ جاریہ فرمادیں، آمین۔ تسہیلِ فہم کے لیے ہر نئے عنوان کو ایک مستقل باب سے تعبیر کردیا گیا ہے۔ جس سے یہ رسالہ کُل نو ابواب پر مشتمل ہے۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۶/ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ، ۴۔جی ۱۲/ ۱، ناظم آباد، کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

انحطاطِ اُمّت اور اُس کا علاج

اما بعد! ہماری زبوں حالی کے اہم وجوہ و اسباب میں سے دو کو اس وقت عرض کیا جاتا ہے: ۱) عموماً مساجد کا انتظام صحیح نہ ہونا۔ ۲) اکثر مدارس کا مناسب نہ ہونا۔

بابِ اوّل

مساجد کے سلسلے میں چند باتیں معروض ہیں

۱) عموماً اذان و اقامت کا صحیح نہ ہونا بالخصوص اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ میں الف میں مد کا پیدا کرنا، مدِّلام کو حد سے زیادہ طویل کرنا۔

۲) اذان و اقامت کو معمولی اور حقیر خدمت سمجھنا۔

۳) ائمۂ مساجد کا مسنون طریقے پر نماز ادانہ کرنا۔

۴) قراءت قرآنِ پاک کا صحیح نہ ہونا۔

۵) قراءت کی سنّت کی رعایت نہ کرنا۔

۶) فجر کی نماز میں وقتِ مسنونہ کی پابندی نہ کرنا۔

۷) مبتلائے فسق و فجور کا مؤذّن و امام بنایا جانا۔

۸) غیر مسافر و معتکف کو مسجد میں سونے دینا۔

۹) تزیین مساجد میں ناجائز اُمور سے بھی نہ بچنا۔ مثلاً: بدبو دار تیل جلانا یا بدبو دار رنگ کا پینٹ کرنا۔

۱۰) مسجد کے آداب و احکام کا اہتمام نہ کرنا۔

۱۱) نماز کا لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جانا۔ (اس سلسلے میں فتاویٰ رحیمیہ و رسالہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''احکامِ آلاتِ جدیدہ'' کا مطالعہ اہم ہے۔)

تشریح نمبرا: حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے یہاں کے اکابر اہلِ علم کے سامنے بھی یہ مسئلہ رکھا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الف میں مد کا پیدا کرنا اور مدِّ لام حد سے زیادہ طویل کرنا کہاں سے ثابت ہے، بعض قراء اس کے اندر بدون ثبوت مدِّ تعظیمی کہہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ آپ امام بن کر سورۂ اخلاص جب پڑھیں تو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ میں تعظیم کے لیے اذان کی طرح مد کر کے دکھائیں تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ اہلِ علم سے ایک صاحب نے فرمایا کہ اَلْاَذَانُ مَدٌّ وَالْاِقَامَۃُ جَزْمٌ کی روایت یاد آتی ہے؟ حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ مگر اَلْاَذَانُ مَدٌّ سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے لام میں طویل مد کیا جاوے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اندر اِلٰہَ سے قبل والے لَا میں قاعدے کے مطابق مد کیا جاتا ہے اور ہر کلمے کے آخر میں مد کیا جاتا ہے۔

پھر حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ کیا یہاں (یعنی دارالعلوم کراچی میں) نهاية القول المفيد ہے؟ تلاش کے بعد شیخ محمد مکّی کی یہ کتاب کتب خانہ میں مل گئی جس کے اندر حضرتِ اقدس کی تحریر نمبرا) کا ثبوت موجود تھا، اور اس میں اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے لام میں مدِّ طویل کو سخت قبیح بدعت اور نہایت شدید کراہت لکھا ہے۔ اس کتاب کی اصل عبارت بھی یہاں نقل کی جاتی ہے:

فَالْأَصْلِيُّ هُوَ الْمَدُّ الطَّبِيْعِيُّ الَّذِىْ لَا تَقُوْمُ ذَاتُ حَرْفِ الْمَدِّ اِلَّا بِهٖ وَلَا يُتَوَقَّفُ عَلٰى سَبَبٍ بَلْ يَكْفِيْ فِيْهِ وُجُوْدُ أَحَدِ حُرُوْفِ الْمَدِّ لِثَلَاثَةِ الْمُجْتَمِعَةِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: نُوْحِيْهَا- وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّا يُوْجَدَ بَعْدَهٗ سَاكِنٌ وَلَا هَمْزَةٌ، وَسُمِّيَ طَبِيْعِيًّا لِاَنَّ صَاحِبَ الطَّبِيْعَةِ السَّلِيْمَةِ لَا يَنْقُصُهٗ عَنْ حَدِّهٖ وَلَا يَزِيْدُ عَلَيْهِ- وَحَدُّهٗ مِقْدَارُ أَلِفٍ وَصْلًا وَوَقْفًا وَنَقْصُهٗ عَنْ أَلِفٍ حَرَامٌ شَرْعًا فَيُعَاقَبُ عَلٰى فِعْلِهٖ وَيُثَابُ عَلٰى تَرْكِهٖ، فَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ أَئِمَّةِ الْمَسَاجِدِ وَاَكْثَرُ الْمُؤَذِّنِيْنَ مِنَ الزِّيَادَةِ فِى الْمَدِّ الطَّبِيْعِيِّ عَنْ حَدِّهِ الْعُرْفِيِّ اَىْ عُرْفِ الْقُرَّاءِ فَمِنْ أَقْبَحِ

الْبِدَعِ وَاَشَدِّ الْکَرَاهَةِ لَاسِیَّمَا وَقَدْ یَقْتَدِیْ بِهِمْ بَعْضُ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرَّاءِ [۹۷]

تشریح نمبر۲: اذان اور اقامت کو حقیر خدمت سمجھنا دراصل علمِ دین سے ناواقف ہونے کے سبب سے ہے، اور اہلِ محلّہ اور اراکینِ انتظامیہ اسی سبب سے مؤذنوں کی عزت نہیں کرتے، بلکہ صدر اور سیکریٹری تو مؤذن سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ ان کے بچوں کو بھی گود میں لے کر ہوا کھلا دیا کرے اور اُن کے گھر کی سبزی، گوشت بھی لا دیا کرے۔

حالاں کہ مؤذن خدائے تعالیٰ کے گھر کا خادمِ خاص ہے۔ خدائے تعالیٰ کے حکمِ نماز کا منادی ہے۔ وزیرِ اعظم کے گھر کے ملازم اور خادم کو دیکھ کر تو اس کا بڑا احترام کیا جاوے گا کیوں کہ شاید اس سے کوئی سفارش اور دنیا کا کام چل جاوے اور اگر کوئی کام نہیں تو بھی اس کے ساتھ اہانت اور اذیت کا معاملہ تو ہرگز ہرگز نہیں کریں گے اس لیے کہ یہ وزیرِ اعظم کا آدمی ہے اگر اس کو پتا چل گیا تو پھر خیر نہیں۔ شہر کے کلکٹر کے باورچی اور بھنگی سے بھی ڈرتے ہیں تو بات کیا ہے؟ یہاں ان کے اختیارات پر یقین ہے اور ان کی عظمت دلوں میں ہے۔ بھائیو! اگر حق تعالیٰ شانہٗ کی اسی طرح عظمت دلوں میں آجائے تو ان کے گھر کے خدام کا بھی احترام اور اکرام پیدا ہو، اور ان کی بھی محبت معلوم ہو۔ مجنون کی حکایت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ لیلیٰ کی گلی کے کُتّے کا بھی احترام کرتا تھا اور کہتا تھا۔

این طلسم بستۂ مولٰست من
پاسباں کوچۂ لیلٰست من

یہ کتا میری لیلیٰ کی گلی کا پاسبان ہے اس کتے کی شکل ہمارے مولیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔

اور کہتا تھا کہ۔

آں سگے کو گشت در کویش مقیم
خاک پایش بہ ز شیرانِ عظیم

---

[۹۷] نهاية القول المفيد:۱۶۶، مصنفه الشيخ محمّد مكّى، مطبوعة لاهور

وہ کتا جو لیلیٰ کی گلی میں مقیم ہے میں اس کی خاکپا کو شیرانِ عظیم سے بہتر سمجھتا ہوں۔

آں سگے کو باشد اندر کوئے او
من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

وہ کُتّا جو لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے میں شیروں کو بھی اس کا ایک بال نہیں دے سکتا ہوں۔

صاحبو! دنیا کی مردار محبت میں تو یہ حال ہو جائے پھر خالقِ لیلیٰ یعنی مولیٰ کی محبت میں کیا ہونا چاہیے! آہ مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُود
گوئے گشتن بہرِ او اولیٰ بُود

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دوستو! مولیٰ کی محبت لیلیٰ سے کب کم ہو سکتی ہے کہ لیلیٰ تو اس سرچشمۂ جمال کی ایک شعاعِ انعکاسی تھی اور پھر اس آفتابِ حقیقی اور ایک شعاع میں کیا نسبت اور وہ بھی عارضی۔ آج تک کتنی لیلیٰ قبروں میں مر کر سڑ کر کیڑوں کی خوراک بن چکی ہیں۔

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

اُن کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے
(اختر)

پس حق تعالیٰ کی محبت میں سرمست ہونا اور ان کا مُطیع ہونا چاہیے کہ دونوں جہان میں ان کے عاشقین یعنی انبیاء اور اولیاء کیسے سرخرو اور عزت میں افلاک سے آگے ہیں۔

مساجد حق تعالیٰ کی بارگاہ ہیں۔ عاشقوں سے پوچھو کہ مساجد کے در و دیوار انہیں کتنے پیارے ہیں اور مساجد کے خدّام کی کیا محبت اور عزت ان کے دلوں میں ہے۔

تم اس عاشق کے ذوقِ بندگی کو پوچھتے کیا ہو
جسے طاقِ حرم بھی ابروئے خمدار ہو جائے

اب مؤذن کا مقام بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیے:

حدیث نمبر۱: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اذان دینے کا اور صفِ اوّل کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے اور وہ قرعہ اندازی کے بدون نہ حاصل ہو تو لوگ قرعہ اندازی کرتے۔[۹۸]

حدیث نمبر۲: مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کے جن اور انسان اور ہر شے جو سنے گی قیامت کے دن سب اس کے لیے گواہی دیں گے۔ (اس حدیث میں مؤذن کی کیسی فضیلت ہے)[۹۹]

حدیث نمبر۳: ایک روایت میں ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اذان دینے کے لیے آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا، ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اذان دے حتیٰ کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرعہ اندازی کرنی پڑی۔[۱۰۰]

حدیث نمبر۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مؤذن کے گناہ اس مقدار سے معاف ہوتے ہیں جس قدر اس کی آواز لانبی (لمبی) ہوتی ہے۔ اور ہر خشک وتر اس کے لیے گواہی دیں گے۔[۱۰۱]

حدیث نمبر۵: ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفِ اوّل کے نمازیوں پر اور مؤذن پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اور مؤذن کے گناہ بقدرِ طولِ آواز معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے ہر خشک وتر تصدیق کریں گے۔ اور مؤذن کو صرف اذان کا ثواب نماز کے برابر ملے گا۔ (اور اس کی نماز کا الگ)[۱۰۲]

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک کی ہر خشک وتر مخلوق مؤذن کے لیے دُعائے مغفرت کرتی ہے۔[۱۰۳]

---

۹۸ صحیح البخاری: ۱/۸۶ (۶۱۹)، باب الاستهام فی الأذان، المکتبة المظهرية
۹۹ صحیح البخاری: ۱/۸۵، ۸۶ (۶۱۲)، باب رفع الصوت بالنداء، المکتبة المظهرية
۱۰۰ صحیح البخاری: ۱/۸۶، باب الاستهام فی الأذان، المکتبة المظهرية
۱۰۱ سنن ابی داؤد: ۱/۷۶، باب رفع الصوت بالاذان، ایچ ایم سعید
۱۰۲ کنز العمال: ۷/۶۱۹ (۲۰۵۵۰)، مؤسسة الرسالة
۱۰۳ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد: ۱/۱۸۳ (۱۱۰۲، ۱۱۰۳)، فضل الاذان والاقامة، دار ابن حزم، بيروت

حدیث نمبر۶: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن حضرات قیامت کے دن تمام لوگوں سے لانبی (لمبی) گردن والے ہوں گے۔[۱۰۴]

(یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ خاص عزت اذان کے صلے میں مرحمت فرمائی جاوے گی)

ایک روایت میں ہے کہ میدانِ محشر میں مؤذن حضرات اپنی گردن کی بلندی سے پہچانے جاویں گے۔[۱۰۵]

حدیث نمبر۷: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن حضرات جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اذان دیتے ہوئے نکلیں گے۔[۱۰۶]

حدیث نمبر۸: ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن مؤذن حضرات کے مرتبے پر اوّلون اور آخرون غبطہ کریں گے۔[۱۰۷]

پس ان احادیثِ شریفہ کے پیشِ نظر اذان دینے میں اپنی سعادت سمجھنا چاہیے اور مؤذن حضرات کا اکرام قلب میں ہونا چاہیے۔

تشریح نمبر۳: ائمۂ مساجد کا مسنون طریقے پر نماز ادا نہ کرنا۔

چناں چہ سجدے میں ان کے ہاتھوں کی اُنگلیاں بجائے ملی ہونے کے کھلی ہوتی ہیں، اسی طرح پاؤں بجائے قبلۂ رُخ ہونے کے ایک شمال کی طرف اور ایک جنوب کی طرف مڑے ہوتے ہیں اور ہاتھ بھی ناف کے نیچے کے بجائے اُوپر بندھے ہوتے ہیں، اور بعضوں کے پاؤں کا فاصلہ نماز میں بجائے ۴ انگل کے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تمام سنتوں کی پابندی کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اور بہشتی زیور حصہ نمبر ۲ سے نماز کو سنت کے موافق پڑھنا سیکھ لیں۔ کوتاہیوں کے یہ حالات اکثر ائمہ کے اعتبار سے لکھے گئے ہیں۔

---

[۱۰۴] صحیح مسلم: ۱/۱۶۷، باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ، ایچ ایم سعید

[۱۰۵] کنز العمال: ۷/۶۸۷ (۲۰۹۲۳)، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۰۶] کنز العمال: ۷/۶۷۹ (۲۰۸۸۱)، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۰۷] جامع الترمذی: ۲/۸۴، باب ماجاء فی صفۃ انھار الجنۃ، ایچ ایم سعید

تشریح نمبر۴: ائمۂ مساجد کا قرآنِ پاک صحیح نہ پڑھنا۔

اس کی اصلاح کی اہمیت سے ائمہ حضرات کو اور منتظمین حضرات کو بھی آگاہ کرنا چاہیے۔ اور اماموں کی تربیت گاہ کا مرکز قائم ہونا چاہیے۔ جہاں انہیں بقدرِ ضرورت اُصول اور قواعدِ تجوید کی مشق کرائی جائے اور ان کا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ اور جو صحیح قواعد سے قرآنِ پاک نہ پڑھے اس کو ہرگز امامت پر مقرر نہ کیا جائے۔

حضرتِ اقدس حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو میں ضروری قواعدِ تجوید کو رسالہ "جمال القرآن" میں جمع فرمادیا ہے۔ تھانہ بھون میں بعض شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر کو بھی قاعدہ اور جمال القرآن پڑھنا پڑتا تھا۔ بہشتی زیور حصہ نمبر ۴ میں بھی ان ہدایات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اور قرآنِ پاک کو صحیح پڑھنے کے متعلق جو مسائل بہشتی زیور نمبر ۲ میں بیان کیے گئے ہیں یہاں بھی نقل کیے جاتے ہیں۔

صحیح قرآن شریف پڑھنے کا بیان اور اس کی اہمیت کے مسائل

مسئلہ نمبر۱: قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ہمزہ اور عین میں جو فرق ہے اسی طرح بڑی "ح" اور "ہ" میں، اور ذ، ظ، ز، ض میں، اور س، ص، ث میں ٹھیک آواز نکال کر پڑھے۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھا جائے۔

مسئلہ نمبر۲: اگر کسی سے کوئی حرف نہیں نکلتا جیسے "ح" کی جگہ "ہ" پڑھتا ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث، س، ص سب سین پڑھتا ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے، اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گا تو گناہ گار ہو گا اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہو گی، البتہ اگر محنت سے بھی درستی نہ ہو تو لاچاری ہے۔

مسئلہ نمبر۳: اگر ح، ہمزہ وغیرہ سب حروف نکلتے تو ہیں لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتا ہے کہ "ح" کی جگہ "ہ" اور ع کی جگہ ہمزہ ہمیشہ پڑھ جاتا ہے کچھ خیال کر کے نہیں پڑھتا تب بھی گناہ گار ہو گا اور نماز صحیح نہ ہو گی۔ (بہشتی زیور، حصہ دوم)

ضروری مخارج کی صحت کے لیے دو تین ماہ کی مشق کافی ہوتی ہے۔ اس لیے منتظمہ مساجد کو اس کا اہتمام واجب ہے کہ امام قرآن صحیح پڑھنے والا رکھا جائے۔

تشریح نمبر۵: قراءت کی سنت کی رعایت نہ کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر امام کو قراءتِ مسنونہ کا علم ہونا ضروری ہے۔

قراءتِ مسنونہ کے مسائل

مسئلہ نمبر۱: امام کو نماز میں زیادہ بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ ہوں مکروہِ تحریمی ہے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ نمبر۲:

قراءتِ مسنونہ کی مقدار

نمازِ فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل

عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل

مغرب میں قصارِ مفصل [۱۰۸]

طوالِ مفصل سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک

اوساطِ مفصل سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک

قصارِ مفصل سورۂ لم یکن سے سورۂ ناس تک [۱۰۹]

آج کل اکثر ائمۂ مساجد کو قراءتِ مسنونہ کی مذکورہ مقدار کا علم نہیں ہوتا، لہٰذا اہتمام سے اس سنت کی اشاعت کی جائے اور اس پر عمل کیا جاوے۔

تشریح نمبر۶: فجر کی نماز میں وقتِ مسنونہ کی پابندی نہ کرنا۔

---

۱۰۸ ردالمحتار علی الدر المختار: ۱۹۴/۲، فصل فی بیان تألیف الصلٰوۃ الی انتہائہا، دار عالم الکتب، الریاض

۱۰۹ ردالمحتار علی الدر المختار: ۲۶۰/۲، باب صفۃ الصلٰوۃ، مطلب السنۃ تکون سنۃ عین وسنۃ کفایۃ، دار عالم الکتب، الریاض

وقتِ مسنونہ نمازِ فجر

فجر کی نماز میں مسنون وقت یہ ہے کہ نماز کو ایسے وقت پر شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے تو چالیس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس آیتیں اس میں پڑھ سکیں۔[۱۱۰]

تشریح نمبر۷: مبتلائے فسق و فجور کا مؤذن و امام بنایا جانا۔

آج کل مساجد میں اور خصوصاً رمضان میں بعض بااثر لوگوں کو جو شرعی داڑھی نہیں رکھتے امام بنادیا جاتا ہے حالاں کہ ایک مشت سے کم جو شخص داڑھی کو کترواتا ہے وہ بھی منڈانے والے ہی کی طرح شریعت کے حکم سے فاسق کہلاتا ہے، اور ایک مشت طول میں بھی ہو اور دونوں طرف عرض میں بھی ہو۔ بعض لوگ سامنے سے ایک مشت رکھتے ہیں اور دونوں طرف ایک مشت سے کم کرادیتے ہیں سو یہ بھی حرام ہے۔[۱۱۱]

مسئلہ نمبر۱: فاسق اور بدعتی کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے، ہاں! اگر خدانخواستہ کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بدعتی اور فاسق زوردار ہوں کہ ان کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنۂ عظیم برپا ہوتا ہو تو بھی مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

مسئلہ نمبر۲: مؤذن کو عاقل، صالح، متقی عالم بالسنۃ ہونا چاہیے اور صاحبِ وجاہت معلوم ہو۔ اور لوگوں کے احوال سے خبر دار رہنے والا ہو۔ اور جماعت میں نہ آنے والوں کو تنبیہ کرنے والا ہو۔ (بشرطیکہ یہ خوف نہ ہو کہ وہ ستائے گا)[۱۱۲]

مسئلہ نمبر۳: داڑھی کا منڈانا اور کتروانا حرام ہے البتہ ایک مشت سے جو زائد ہو تو زائد کا کتروانا درست ہے۔ (بہشتی گوہر، بالوں کے احکام)

---

[۱۱۰] ردالمحتار علی الدر المختار: ۲/۲۴، کتاب الصلٰوۃ، مطلب طلوع الشمس من مغربها، دار عالم الکتب، الریاض

[۱۱۱] بحوالۃ استفتاء مع الجواب: ۳/۲۶، ۸۹، دار العلوم دیوبند

[۱۱۲] الفتاوی الهندیة: ۱/۵۳، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الاوّل فی صفته واحوال المؤذن، بالمطبعة الامیریة ببولاق مصر المحمیة

ان مسائلِ مذکورہ کے پیشِ نظر مساجد کی منتظمہ کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ امام اور مؤذن صلحاء کی وضع قطع سے آراستہ ہوں۔

تشریح نمبر ۸،۹،۱۰: غیر مسافر اور معتکف کو مسجد میں سونے دینا۔

یہاں پر مساجد کے اور آدابِ ضروریہ بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

مسئلہ نمبر ۱: سوائے مسافر اور معتکف کے کسی کا مسجد میں سونا ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: مسجد کے در و دیوار کو منقش کرنا اگر اپنے خاص مال سے ہو تو مضایقہ نہیں مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے، اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: جس پر غسل واجب ہو اور حائضہ عورت کو مسجد میں داخل ہونا گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵: مسجد کے اندر تھوکنا یا ناک صاف کرنا بہت بُری بات ہے، اگر شدید ضرورت ہو تو رومال یا کپڑے میں رکھ دے۔

مسئلہ نمبر ۶: مسجد کے اندر وضو یا کلّی کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۷: مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں الّا بضرورتِ شدیدہ کبھی نکل جانا۔

مسئلہ نمبر ۸: مسجد میں کسی پیشہ ور کو پیشہ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ تنخواہ لے کر قرآن پڑھانا بھی پیشے میں شامل ہے اس لیے مسجد سے الگ پڑھانا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۹: کچی پیاز یا لہسن یا کوئی بدبودار چیز کھا کر آنا ناجائز ہے۔ اسی طرح مٹی کا تیل جلانا یا ماچس (دیاسلائی) استعمال کرنا یا پینٹ کرنا ہر بدبو ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰: اگر کسی کے پیر میں مٹی لگ جائے تو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱: مسجد کی چھت پر پیشاب یا پائخانہ یا جماع کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسجد کے اندر۔

مسئلہ نمبر ۱۲: مسجد میں تلاوت اس وقت بلند آواز سے نہ کرنا چاہیے جب کوئی نفل نماز میں مشغول ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۳: مسجد میں دنیا کی باتیں اور شور وشغب کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴: محراب والی دیوار پر کوئی کتبہ جہاں تک کہ نمازی کی شعاعِ بصری پہنچتی ہو نہ لٹکائیں، شمال یا جنوب کی طرف دیوار میں لٹکائیں تو درست ہے۔

فائدہ: جس طرح شاہی عدالت یا شاہی دربار میں خاموشی اور ادب واحترام سے لوگ رہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اہتمام احکم الحاکمین کے دربار یعنی مساجد کا ہونا چاہیے۔ یہ چند آدابِ ضروریہ یہاں درج کردیے گئے ہیں مزید تفصیلاتِ آداب واحکامِ مساجد کے لیے منیۃ الساجد فی آداب المساجد (مصنفہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) کا مطالعہ ہونا چاہیے اور مساجد میں سنانا بھی چاہیے۔

تشریح نمبر ۱۱: نماز کو لاؤڈ اسپیکر سے پڑھایا جانا۔

لاؤڈ اسپیکر سے نماز نہ پڑھائیں۔ اگر مجمع کثیر ہو تو متعدد مکبّرین مقرر کر لیے جاویں جیسا کہ یہاں تبلیغی اجتماعات کے لاکھوں کے مجمع میں مکبّرین مختلف صفوں میں مقرر رہتے ہیں اور خوب اچھا کام چل جاتا ہے بلکہ خیر اور برکت اور نور ہی نور معلوم ہوتا ہے، اور مختلف صفوں اور مختلف سمتوں سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی صدائے بلند سے کیا ہی اسلامی شان ظاہر ہوتی ہے۔ حجۃ الوداع میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کس طرح نماز پڑھائی تھی؟ اس وقت جس طرح کام چلا آج بھی اسی سنت پر عمل کر کے سنت کا نور اور خیر وبرکت حاصل کریں۔

دوسرا باب

ان کوتاہیوں کے سلسلے میں چند اُمور معروض ہیں:

۱) اُمّتِ مسلمہ کو اہمیت وعظمتِ خدمتِ مسجد واذان سے آگاہ کرنا۔

۲) خدّامِ مسجد، مؤذن و ائمہ کے لیے معقول مشاہرہ مقرر کرنا کہ اچھی طرح گزر کر سکیں۔

۳) تقرّرِ خدّام ومؤذنین وائمہ میں نصابِ معیّنہ کی تکمیل کو معیار رکھنا۔ جو ساتویں باب

میں مذکور ہے۔

۴) تقرر کے وقت جانچ تکمیل نصابِ مذکور کی کیا جانا۔ اگر سَند تکمیلِ نصاب نہ ہو تو نواقضِ وضو، واجباتِ غسل و فرائضِ غسل اور مسائلِ ضروریہ دریافت کرنا۔

۵) جانچ میں اذان و اقامت متفرق اوقات میں کہلوانا۔ نماز پڑھوانا۔ تصحیحِ اذان کے متعلق جس کوتاہی کا اُوپر ذکر ہوا اس کی خصوصی دیکھ بھال کرنا۔

۶) تقرّر اوّلاً عارضی ہونا، پھر استقلال ہونا۔

۷) کورس کی کمی پر بھی بشرطیکہ اذان واقامت صحیح کہہ سکتے ہوں، تقرر کیا جاسکتا ہے۔ بعد میں معیّنہ کورس کی تکمیل کرنا (ایک ماہ میں) اور اس کے بعد مستقلی کرنا۔

۸) مساجد میں کسی نہ کسی وقت کتابِ دینی سُنانے کا سلسلہ ہونا خواہ پانچ ہی منٹ ہو، بالخصوص آداب و احکامِ مسجد بتلانا (آخر الذکر کے لیے منیة الساجد فی آداب المساجد مصنفہ، مولانا محمد شفیع صاحب مناسب ہے۔)

۹) اوقاتِ خمسہ میں نمازوں کے بعد دس تا تیس منٹ تصحیحِ قرآنِ مجید کا سلسلہ رہنا بذریعۂ امامِ مسجد، ضرورت پر اضافۂ وقت کیا جاسکتا ہے۔

۱۰) امام کی نگرانی میں محلّے میں گشت تبلیغی بھی ہونا چاہیے۔

۱۱) گاہ بگاہ گھروں پر مستورات کو دینی باتوں کے سنانے کا نظام قائم کرنا بذریعۂ امامِ مسجد ورنہ کسی دوسرے مناسب شخص کے ذریعے۔

تشریح نمبر۱: اذان کے فضائل کو پہلے تفصیل سے تحریر کرچکا ہوں اور مسجد کی خدمت کی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ جس کا گھر ہے وہ کتنے بڑے اور عظمت والے ہیں۔ ہر چیز کی اہمیت میں نسبت کو دخل ہوتا ہے۔ کعبہ کو حق تعالیٰ نے بَیْتِیْ فرمایا ہے، عربی میں یا کے معنٰی میرے آتے ہیں جیسے کِتَابِیْ میری کتاب۔ اسی طرح بَیْتِیْ میرا گھر۔ اس نسبت سے آج کعبہ کی عظمت و شرف کا مشاہدہ حجاجِ کرام کو ہوتا رہتا ہے کہ کیسے کیسے سلاطین بھی اس بارگاہِ پاک کے دروازے پر بھکاری بنے کھڑے پہروں دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب شعر یاد آیا۔

گدا خود را ترا سلطاں چو دیدم

بدرگاہِ تو اے رحمان دویدم

اپنے کو گدا اور آپ کو سلطان سمجھ کر آپ کے دروازے پر اے رحمان! دوڑ کر حاضر ہوا ہوں۔

مساجد کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ اسی نوع کی نسبت ہے۔ ہر مسجد خانۂ خدا ہے۔ غالب نے جب مسجد کے پاس گھر لیا تو یہ شعر اُس نے کہا۔

مسجد کے زیرِ سایہ اک گھر بنالیا ہے

یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

خانۂ کعبہ کی صفائی ایسی عظیم خدمت ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد فرمائی تھی۔ سورۂ حج وَطَهِّرْ بَيْتِيَ[۱۱۳] میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مساجد خانۂ کعبہ کی نیابت کررہی ہیں، ان کی صفائی اور خدمت بھی عظیم دولت ہے۔ مسجد کی خدمت پر ایک حکایت حضرتِ اقدس مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و مرشد تھے، بچپن میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ پڑھ رہے تھے۔ ایک دن سبق یاد کرنے کے لیے دہلی کے باہر جنگل چلے گئے، اچانک وہاں دیکھا کہ ایک مسجد ویران سی ہے، درختوں کے پتّوں کے گرنے سے بدبو اور گندگی ہورہی ہے سبق یاد کرنا بند کرکے دن بھر مسجد صاف کرتے رہے اور رات کو جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو جب کتاب پڑھنا چاہی تو حروف نظر نہ آئے اور ہر ورق سفید نظر آنے لگا۔ بہت گھبرائے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرضِ حال کیا۔ ارشاد فرمایا: آج دن بھر کہاں تھے؟ واقعہ مسجد کی خدمت کا بیان کیا۔ فرمایا کہ بس کام بن گیا۔ حق تعالیٰ نے مسجد کی خدمت کا عمل قبول فرمالیا۔ اور تمہیں علمِ لدُنّی عطا فرمائیں گے، اب آپ کو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ چناں چہ ایسا علم عطا ہوا

[۱۱۳] الحج: ۲۶

کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء بھی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، حتیٰ کہ خود شیخ و اُستادِ مکرّم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں حج سے واپس بخیریت آیا تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں گا۔ حق تعالیٰ نے ان کو بڑا درجہ عطا فرمایا۔ مسجد کی خدمت بڑی دولت ہے۔

احقر نے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم پرتاب گڑھی کو جو حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مُجاز ہیں۔ مسجدِ نبوی کے اندر تہجد کے وقت جاروب کشی کرتے دیکھا اور اس سعادت کو بڑی منّت سے مقامی خُدّام سے حاصل کیا تھا۔

مساجد کی فضیلت کا اعلان بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے

حدیث نمبر۱: جس نے مسجد بنائی خدائے تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے۔[۱۱۴]

حدیث نمبر۲: جس نے مسجد سے کوئی تنکا یا گھاس صاف کیا تو یہ عمل اس کے لیے حوروں کی مہر کی ادائیگی ہوگی۔[۱۱۵]

حدیث نمبر۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مساجد کے طول اور عرض میں گزریں گے اور اس میں کوئی نماز نہ ادا کریں گے۔[۱۱۶] (جمع الفوائد)

(نوٹ): جیسا کہ بعض لوگ محض تفریحاً مساجد کی تعمیر وغیرہ دیکھتے جاتے ہیں اور ۲ رکعت صلوٰۃ تحیۃ المسجد بھی نہیں ادا کرتے۔

روایت نمبر۴: حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر

---

۱۱۴ صحیح البخاری: ۱/۶۴ (۴۵۱)، باب من بنی مسجدا، المکتبۃ المظھریۃ

۱۱۵ کنز العمال: ۱۶/۲۱۹ (۴۴۲۶۸)، مؤسسۃ الرسالۃ

۱۱۶ المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/۳۴۳، باب العین عبداللہ بن مسعود، مکتبۃ ابن تیمیۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے متصل ایک رحبہ یعنی مہمان خانہ بنادیا جس کا نام بطیحا تھا (مسافر اس میں ٹھہرا کرتے تھے اور آرام کرتے تھے) اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص گفتگو کرنے کا ارادہ کرے یا اشعار پڑھنا چاہے یا اپنی آواز بلند کرنا چاہے وہ اُس مہمان خانے سے نکل جاوے۔

(نوٹ): اللہ اکبر! کیا ادب مساجد کا عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ اب تو مساجد کے اندر بھی ان باتوں سے احتیاط کی توفیق نہیں ہوتی۔

روایت نمبر ۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر قبائل میں مساجد تعمیر کی جائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کی صفائی کا اور مساجد میں خوشبو کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔[۱۱۷]

(فائدہ): اس حدیث سے مساجد کی صفائی اور خدمت کرنے والا دراصل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے سبب سرکاری اور درباری آدمی ہوا۔ پس اس کو حقیر سمجھنے اور ستانے والے اور ذرا سی بات میں اس کی ہر اہانت کو جائز سمجھنے والے اپنے عمل پر نظرِ ثانی فرمالیں۔ ایک پولیس افسر کے خانساماں اور معمولی خادم کے ساتھ بھی جرأت نہیں ہوتی کہ اس کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی سے پیش آئیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
چراغِ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

تشریح نمبر ۲: خدّامِ مسجد، مؤذنین اور ائمۂ مساجد کے لیے معقول مشاہرہ مقرر کرنا کہ اچھی طرح گزر کرسکیں۔

اس گرانی کے زمانے میں ایک چپراسی اور معمولی کلرک کی تنخواہ تین سو سے چار سو تک ہے اور پھر بھی وہ پریشان، اور تنگ حالی کا شکوہ حکومت سے کرتے رہتے ہیں لیکن وہی منتظمہ کے صدر اور سیکریٹری جن کا اپنا گزر تو ہزار روپے ماہوار سے بھی انہیں مشکل نظر آرہا ہے اور مؤذن کو سو یا ڈیڑھ سو اور امام کو دو سو سے تین سو دیتے ہوئے بھی اپنے

---

[۱۱۷] جمع الفوائد: ۱/۱۷۷

دلوں میں تنگی محسوس کرتے ہیں، اور ان کی نظر میں مؤذن، حافظ، امام کی قدر میٹرک پاس کے برابر بھی نہیں۔ اگر ان کے لڑکے کو انگریزی پڑھانے والا سو روپے ایک گھنٹے کا مانگتا ہے فوراً منظور، اور قرآنِ پاک پڑھانے والے کو فی گھنٹہ پچیس روپے دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے دراصل دنیا کی محبت اور عظمت تو ہمارے دلوں میں گھسی ہوئی ہے اور آخرت کو ہم معمولی اور حقیر سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ عارضی وطن ہے اور آخرت اصلی وطن ہے، وہاں کی راحت کا تو زیادہ اہتمام ہونا بتقاضائے عقل بھی تھا۔ حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم سے ایک حکایت سُنی تھی جو یہاں نقل کرتا ہوں: فرمایا کہ ایک وزیر کے بچے کا سورۂ بقرہ ختم ہوا، وزیر نے اُستاد کو ڈھائی سو اشرفیاں انعام دیں۔ اُستاد نے کہا: یہ تو بہت زیادہ ہے ہم نے ابھی کیا کیا ہے جو اتنا بڑا انعام دیا جارہا ہے؟ وزیر نے کہا کہ کل خلوت میں مجھ سے ملیے۔ جب تنہائی میں ملے تو کہا: اب میرے بچے کو پڑھانے مت آنا کیوں کہ آپ کے قلب میں سورۂ بقرہ کی وقعت میری ڈھائی سو اشرفیوں سے بھی کم ہے۔ جب آپ کے قلب میں قرآن کی یہی وقعت ہے تو آپ کا اثر میرے بچے پر کیا پڑے گا۔

تشریح نمبر ۵: مؤذن سے اذان اور اقامت متفرق اوقات میں کہلانا۔

اس سلسلے میں حسب ذیل باتوں کی مشق کرائی جاوے تاکہ اذان اور اقامت مسنون طریقے سے ادا ہو۔

اذان کی سنتیں

۱) اذان کسی بلند مقام پر دی جاوے۔

۲) قبلہ رُو کھڑا ہو کر اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمے کی اُنگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے اذان کہنا۔

۳) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہتے وقت منہ کو اس طرح داہنی طرف پھیرے کہ قدم اور سینہ قبلے سے نہ پھرے۔

۴) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہتے وقت منہ کو بائیں طرف پھیرے کہ قدم اور سینہ قبلے سے نہ پھرے۔

۵)اذان کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے کہ کچھ پست آواز سے کچھ بلند آواز سے۔

٦) اور دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے۔ پھر اس کے بعد ہر کلمے پر اتنا ہی سکوت کرے کہ سننے والا اعادہ کر سکے۔

اقامت کی سنتیں

اقامت کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرَ کے چار کلمات کو ایک سانس میں کہے پھر ہر کلمے پر وقف کرے۔ اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ پر اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ پر اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃْ پر وقف کرے۔ بعض لوگ مسائلِ فقہ سے نادانی کے سبب مثلاً حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کی ح پر زیر پڑھ کر دوسرا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہتے ہیں اسی طرح حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ کی ۃ پر زیر پڑھ کر دوسرا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃْ کے تا پر پیش پڑھ کر پھر دوسرا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃْ کہتے ہیں۔ اس نوع کا وصل کرنا اور ان کے آخری حروف پر دو میں زیر کی حرکت دینا اور تیسرے میں پیش کی حرکت پڑھنا سب قواعدِ فقہ سے غلط ہیں اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جانا واجب ہے، خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔(بہشتی گوہر) یعنی جمعہ کی تیاری مثلاً وضو، غسل ولباس کا تبدیل کرنا، سرمہ لگانا، عطر لگانا وغیرہ کے علاوہ کوئی کام نہ کرے۔ اس لیے اذانِ اوّل اور خطبہ کی اذان میں بہت زیادہ فصل نہ کرنا چاہیے تا کہ مذکورہ معصیت سے حفاظت رہے۔

تشریح نمبر۹: تصحیح قرآنِ پاک کی اہمیت کی تشریح۔

یہ عنوان ائمۂ مساجد کا قرآنِ پاک صحیح نہ پڑھنا نمبر ۴ (بابِ اوّل) میں ہو چکی ہے۔

تشریح نمبر۱۰: امام کی نگرانی میں محلّے میں گشت تبلیغی بھی ہونا۔

اس طرح جس مسجد میں بھی کام شروع کیا گیا ہے اس کے بہت بہتر نتائج ظاہر ہوئے۔ جو عیدبقر عید کے علاوہ کبھی نماز نہ پڑھتے تھے بار بار گشت کی برکت اور کہنے سننے

کی برکت سے نمازی بن جاتے ہیں۔ محلّے کے اندر جو افسران اور دنیاوی وجاہت کے لوگ ہوں ان کے پاس جب جانا ہو تو نمازیوں میں سے کسی صاحبِ اثر اور وجاہت کو اپنے ساتھ ضرور لے لیا جاوے اس کی وجہ سے وہ بات غور سے سنتے ہیں۔ ایک فیکٹری میں اس طرح کیا گیا کہ بعد نمازِ عصر امام صاحب کسی کو ساتھ لے کر بڑے بڑے افسروں میں سے کسی ایک کے پاس تھوڑی دیر دینی بات کرتے اور ان کو مسجد میں آنے کی دعوت دیتے، اس طرح باری باری متعدد افسروں کے پاس جاتے رہے، ایک سال تک اس محنت کی دُھن لگی رہی نتیجہ یہ نکلا کہ تمام آفیسر طبقے کے لوگ سب کے سب پکے نمازی ہو گئے۔

کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں
سختیٔ رہ سے نہ ڈرہاں ایک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں

اس دعوت اور گشت کی محنت پر علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یاد آیا۔ فرماتے ہیں: جو شخص اخلاص سے کسی بستی پر دینی محنت کرے اور اس کی محنت اور دعوت سے وہاں کے لوگ دیندار ہو جائیں تو یہ شخص اس بستی کا قطب بنا دیا جاتا ہے۔

تشریح نمبر ۱۱: گاہ بگاہ گھروں پر مستورات کو دینی باتوں کے سنانے کا نظام قائم کرنا۔ الخ
محلّے کے امامِ مسجد سے یا کسی عالم سے اپنے گھروں کے اندر گاہ گاہ وعظ کا انتظام کرنا اور محلّے کی عورتوں کو بھی جمع کرنا اور ان کے لیے پردے کا انتظام کرنا۔ یہ صورت تو گاہ گاہ ہفتہ واری یا ماہانہ رہے۔ اور ہر گھر کا بڑا روز پانچ منٹ یا دس منٹ دین کی کوئی کتاب سنانا شروع کر دے، اور ایک دو منٹ گھر کی عورتوں اور بچوں کو ایک یا دو سنّت بھی کھانے پینے کی، وضو نماز کی یا سونے جاگنے وغیرہ کی سکھانا شروع کر دے۔ اس طرح ایک سال میں کتنی سنتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس پر عمل بھی کرائے اور عمل کی نگرانی کرتا رہے، مثلاً: سوتے وقت داہنی کروٹ پر سونے کی ابتدا کرنا اور اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ دُعا پڑھ کر سونا سکھانا اور ترغیب بھی دلانا کہ بھائی! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرح سویا کرتے تھے، ہم اور آپ اس طرح سوئیں گے تو ہمارا سونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم والا سونا ہوگا جس کو دنیا بھر کا سونا نہیں پاسکتا۔ کافر آزاد سوتا ہے۔ اور مومن اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر سوتا ہے اور اس طرح سونے سے حق تعالیٰ ہم سے محبت فرمائیں گے، ہم سے خوش ہوں گے۔ ان ترغیبات سے ان کو ہر روز سوتے وقت اس کی عملی مشق کرائیں۔ پھر کچھ دن بعد جب یہ سبق یاد ہو جائے سو کر اُٹھنے کی سنتیں یاد کرائیں۔ ان تعلیمات کے لیے "بہشتی زیور، تعلیم الدین" سے مدد حاصل کریں اور "حیاۃ المسلمین" بھی سنائیں پھر اسی طرح "جزاء الاعمال" بھی گھروں پر سنائیں، اور معاصی کے نقصانات سب گھر والوں کو اس کتاب سے زبانی یاد کرادیں۔ اور بھی مقامی علماء سے مشورہ لیتے رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح ہمارے گھروں میں سنتوں کا نور پھیل جائے گا اور سب افراد گھر کے دیندار اور صالح ہو جاویں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تیسرا باب

دوسری بات یعنی نظامِ مدارسِ دینیہ کے بارے میں معروض ہے کہ اکثر مدارس میں تربیت و تصحیحِ تجوید کلامِ پاک کی طرف خصوصی توجہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل کوتاہیاں طلباء اور جدید فارغ شدہ حضرات میں پائی جاتی ہیں:

۱) تصحیحِ قرآنِ پاک نہ ہونا۔ بالخصوص روز مرّہ کی تلاوت اور تراویح قواعد کے مطابق نہ پڑھنا۔ اس وجہ سے تراویح میں صحیح سنانا، نادر ہو گیا ہے۔

۲) نماز باجماعت مسجد کا اہتمام نہ ہونا۔

۳) تعدیلِ ارکان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔

۴) اسباق کی ایسی پابندی نہ کرنا کہ ناغہ نہ ہو۔

۵) قرآنِ پاک کی عظمتِ مطلوبہ کا نہ ہونا۔

۶) تلاوتِ قرآنِ پاک نہ کرنا۔

۷) غیبت و بدگمانی سے نہ بچنا۔

۸) غصّے کے وقت اور کسبِ مال میں حدود پر نہ رہنا۔

۹) اساتذہ و منتظمین کا ادب و احترام نہ کرنا۔ ان کو اپنا محسن نہ سمجھنا۔

۱۰) اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کی فکر نہ ہونا اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کا اہتمام نہ ہونا۔

اس سلسلے میں چند معروضات برائے منتظمینِ کرام و اساتذۂ عظام اور اصلاحات کا جذبہ رکھنے والے دردمندانِ ملّتِ اسلامیہ حضرات کی خدمت میں پیش ہیں۔

تشریح نمبر۱: جدید فارغ شدہ حضرات اور طلبائے کرام میں تصحیحِ قرآنِ پاک نہ ہونا۔ بالخصوص روز مرّہ کی تلاوت اور تراویح قواعد کے مطابق نہ پڑھنا۔ اس وجہ سے تراویح میں صحیح سنانا، نادر ہو گیا ہے۔

قرآنِ پاک کی تصحیح حروف کی اہمیت پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے متعلق چند کوتاہیوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

۱) بعض حضرات صرف جلسے میں پڑھنے کے لیے دو ایک رُکوع قواعد سے مشق کر لیتے ہیں اور روز مرّہ اپنے گھروں میں تمام قرآنِ پاک کی تلاوت بدون قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔

۲) بعض حضرات صرف جہری نماز میں قواعد کی رعایت کرتے ہیں اور سرّی نمازوں میں اخفاء، ادغام، غُنّہ وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ سب اُصول ختم۔

۳) بعض حضرات تراویح میں باوجود ماہرِ فن ہونے کے قواعد کی رعایت اس لیے نہیں کرتے کہ اس سے تاخیر ہوگی، اس لیے جلد پڑھ کر مقتدیوں کو خوش کر دیتے ہیں۔

اب خود فیصلہ کیجیے کہ نمبر ۱، و نمبر ۲، ۳ کی مذکورہ کوتاہیوں کی حقیقت اور اس کا سبب کیا ہے؟ اگر قواعد کی رعایت قرآنِ پاک کی عظمت کا حق ہے تو پھر جلسہ اور جہری نماز کی تخصیص کیوں ہے اور تراویح مستثنیٰ کیوں ہے؟

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جہری نمازوں میں تلاوت کے اُصول کی رعایت اور سرّی نمازوں میں بے پروائی اس بات کی دلیل ہے کہ قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں۔ ورنہ کیا سرّی نماز میں ہماری تلاوت کو حق تعالیٰ نہیں سنتے؟

مرشدنا حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ایک تقریر میں فرمایا کہ جو لوگ تراویح میں جلد اور تیز پڑھ کر مقتدیوں کو خوش کر دیتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر حکومت کی طرف سے کاروں کا مقابلہ تیز رفتاری میں ہو تو جو کار سُرخ سگنل پر بھی نہ رُکے اور مسافروں کو ٹکر مارتی ہوئی اور قانونِ ٹریفک کی خلاف ورزی کرتی ہوئی سب سے آگے بڑھ جائے وہ انعام پائے گی یا وہ کار جو ہر سُرخ سگنل پر رُکتی ہوئی اور تمام قواعد کی رعایت رکھتے ہوئے منزل پر سب سے آگے ہو؟ بلکہ پہلی مذکورہ صورت پر آگے بڑھنے والی کار کا خلافِ قانون تیز رفتاری کے سبب چالان بھی ہوگا۔ بس تیز رفتار حفاظ اور قراء کو بھی اس مثال سے اپنے بارے میں غور کر لینا چاہیے کہ وہ اس بے اُصولی سے انعام کے مستحق ہوں گے یا سزا کے مستحق ہوں گے؟

تشریح نمبر۲: اہلِ مدارس کا مساجد میں جماعت سے نماز کا اہتمام نہ کرنا۔

ظاہر بات ہے کہ جب دین کے مراکز اور سرچشموں میں اس نوع کی کوتاہیاں ہوں گی تو پھر عوام مسلمین پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ جماعت کے اہتمام میں کوتاہی پر کس قدر شدید وعید حدیثِ پاک میں ہے:

۱) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو جنہوں نے مسجد نبوی میں جماعت کا اہتمام ترک کیا تھا ان کے بارے میں کس ناگواری اور عنوان غضب سے ارشاد فرمایا کہ میرے دل میں یہ ارادہ ہوا تھا کہ میں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔[۱۱۸]

۲) ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو ان تارکینِ جماعت کو جو مسجد میں نہیں آئے تو میں ان کے گھروں کے مال و اسباب کو مع ان کے جلا دینے کا حکم کرتا۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ یہی مضمون ابنِ مسعود اور ابو درداء اور ابنِ عباس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، اور یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اصحاب میں ہیں۔[۱۱۹]

---

۱۱۸ صحیح البخاری: ۸۹/۱ (۶۴۸)، باب وجوب صلٰوۃ الجماعۃ، المکتبۃ المظہریۃ
۱۱۹ جامع الترمذی: ۵۲/۱، باب ما جاء فی من سمع النداء فلا یجیب، ایچ ایم سعید

۳) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی آبادی میں یا جنگل میں مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھیں اُن پر بے شک شیطان غالب ہو جائے گا۔ پس اے ابو درداء! جماعت کو اپنے اُوپر لازم کرلو۔ دیکھو بھیڑیا (شیطان) اسی بکری (آدمی) کو کھاتا (بہکاتا) ہے جو اپنے گلّے (جماعت) سے الگ ہو گئی ہو۔[۱۲۰]

۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز باجماعت پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔

۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تارکِ جماعت کو یا تو کھلا ہوا منافق یا پھر بیمار سمجھتے تھے۔ مگر بیمار مسلمان بھی دو مسلمانوں کا سہارا لے کر جماعت میں حاضر ہوتے تھے۔

٦) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نمازِ فجر میں مخل ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

مدارس کے منتظمین حضرات جماعت کی اہمیت سے طلباء کو آگاہ کرتے رہیں، اور سخت نگرانی اور تاکید سے عملی مشق کرائیں۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ! ہمارے یہاں طلباء سو فیصد تکبیرِ اولیٰ سے نماز پڑھتے ہیں۔

تشریح نمبر۳ : تعدیلِ ارکان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا۔ تعدیلِ ارکان شرعاً واجب ہے۔ اطمینان اور سکون سے ہر رُکن کو ادا نہ کرنے اور جلدی جلدی رُکوع سجدے کرنے والے کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ[۱۲۱] پھر سے نماز پڑھو تم نے اتنی عجلت سے جو نماز پڑھی گویا کہ پڑھی نہیں۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میں نے اپنے یہاں طلباء

---

[۱۲۰] سنن ابی داؤد: ۱/۸۴، باب التشدید فی ترک الجماعة، ایچ ایم سعید

[۱۲۱] صحیح البخاری: ۱/۱۰۴ (۷۶۲)، باب وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوات، المکتبة المظہریة

کے لیے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی پانچ پانچ مرتبہ پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ علماء، صلحاء، طلباء کی ہیئتِ نماز تو عوام کے لیے تعلیم اور سبق بننا چاہیے۔ اور فرمایا کہ ہمارے یہاں کا ایک طالبِ علم جب رمضان کی چھٹیوں پر اپنے گھر گیا تو اپنی مسجد میں اذان ہوتے ہی سکون سے داخل ہو کر چار رکعت سنّتیں ظہر کی سات منٹ میں ادا کیں اور پھر خاموش ادب سے بیٹھا رہا، اس کی اس نماز کو دیکھ کو وہاں کے تین اہلِ ثروت حضرات نے تار سے اپنے تین بچوں کے داخلے کے لیے منظوری لی کیوں کہ ہمارے یہاں پچیس رمضان کو داخلہ بند ہو جاتا ہے اور کافی درخواستیں جگہ کی کمی کی وجہ سے واپس کرنی پڑتی ہیں۔

مدارسِ دینیہ کے اندر اگر ہم طلباء اور اساتذہ کو تکبیرِ اولیٰ سے جماعت کی مشق نہ کرائیں گے تو پھر اس صالح ماحول سے نکلنے کے بعد جب یہ غیر صالح ماحول میں جائیں گے وہاں ان کا کیا حال ہو گا۔ اہلِ مدارس خدا کے لیے اس نادر موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور اپنی کھیتی کو (یعنی طلباء کی دینی حالت کو) خوب ہری بھری کرنے (سدھارنے) کی کوشش میں حد درجہ دل سوزی کریں تاکہ یہ صدقۂ جاریہ اور اصلاحِ اُمّت کے لیے صحیح نمونہ بن سکیں۔

تشریح نمبر۴: اسباق کی ایسی پابندی ہو کہ ناغہ نہ ہو۔ اسباق میں بدون سخت مجبوری ناغہ کرنے سے سخت بے برکتی پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ طلباء بھی اس ناغے کی عادت کو جو اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں آگے صدقۂ جاریہ کے طور پر جاری کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت کے اکابر میں سے کوئی بزرگ تشریف لائے، اس زمانے میں حضرتِ اقدس تفسیر ''بیان القرآن'' لکھ رہے تھے، ہر روز جس قدر لکھنے کا معمول تھا اس سے بہت مختصر اور بہت کم چند سطور اس دن تحریر کر کے اور پھر اُن بزرگ کی خدمت میں حاضری دے کر فرمایا کہ حضرت! ناغہ سے بچنے کے لیے تھوڑا سا کام کر لیا۔ حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ایک دفعہ ارقام فرمایا کہ اگر ضعف ہو یا کبھی فرصت نہ ہو تو معمولات کا نصف یا تہائی یا چوتھائی ہی کر لیا جاوے، بالکل ناغہ نہ کیا جائے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اس ارشاد میں ناغے سے بچنے کی کس قدر سہل اور حکیمانہ تدبیر ہے۔ جس طرح جسمانی غذاؤں میں اگر پیٹ بھر نہ ملے تو ایک انڈا اور بسکٹ کھا کر چائے پی لینے سے بھی اتنی کمزوری نہیں پیدا ہوتی جس قدر کہ فاقہ سے ہوتی ہے، حالاں کہ یہ ہلکا ناشتہ پوری غذا کا چوتھائی سے بھی کم ہے۔ اس لیے احقر اپنے احباب سے عرض کرتا ہے کہ ذکر کے ناغے کو روح کا فاقہ سمجھا کریں اس سے رُوح کمزور ہو جاتی ہے اور نفس رُوح پر آسانی سے غالب آجاتا ہے لہٰذا اگر کبھی تھکن یا سخت مصروفیت ہو تو ذکر کی پوری تعداد سے آدھی ہی کرلیں یا تہائی کرلیں، بالکل ناغہ کبھی نہ کریں۔

مرشدنا حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا تھا کہ جونپور میں مدرّسی کے زمانے میں مجھے ایک سو چار ڈگری بخار تھا، پھوڑا نکلا تھا جس سے سخت تکلیف بھی تھی لیکن ہم نے محراب میں لیٹ کر ذکر کو پورا کیا اور ناغہ نہ کیا۔

دینی مدارس میں علمِ دین کے اسباق بھی رُوحانی غذا ہیں، ان کا ناغہ بھی بدون سخت لاچاری اور مجبوری نہ ہونا چاہیے۔ اساتذہ کی اس ہمّت اور عزم کا اثر طلباء پر بھی ہو گا کہ یہ جب مدرّس ہوں گے اس عزم و ہمت سے کام کریں گے۔ ورنہ مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

تشریح نمبر ۵: قرآنِ پاک کی عظمتِ مطلوبہ کا نہ ہونا۔

اس کا علاج یہ ہے کہ گاہ گاہ طلباء کے اجتماع میں قرآنِ پاک کی عظمت اور فضائل کی احادیث سنائیں جائیں۔ ان کے قلوب میں ان شاء اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک کی عظمت پیدا ہو جائے گی۔ چند احادیث نقل کی جاتی ہیں:

حدیث نمبر۱: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔[۱۲۲]

حدیث نمبر۲: ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسولِ اکرم

---

[۱۲۲] صحیح البخاری: ۷۵۲/۲ (۵۰۴۲)، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، المکتبۃ المظہریۃ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر اور دُعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب دُعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر۔[۱۲۳]

حدیث نمبر۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں۔ اور جو شخص قرآن کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دِقت اُٹھاتا ہے اس کو دہرا اجر ملتا ہے۔[۱۲۴]

حدیث نمبر۴: ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد (غبطہ ورشک کے معنیٰ میں) صرف دو شخصوں پر جائز ہے: ایک وہ جس کو حق تعالیٰ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جس کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ (یعنی خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے)[۱۲۵]

روایت نمبر۵: احیاء العلوم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ تین چیزیں قوتِ حافظہ بڑھاتی ہیں:

۱)... مسواک (۲)... روزہ (۳)... تلاوتِ کلامِ پاک۔

حدیث نمبر۶: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں

۱۲۳؎ جامع الترمذی: ۲/۱۲۰، ابواب فضائل القراٰن، ایچ ایم سعید

۱۲۴؎ صحیح مسلم: ۱/۲۶۹، باب فضیلۃ حافظ القراٰن، ایچ ایم سعید

۱۲۵؎ صحیح البخاری: ۲/۱۱۲۳ (۵۰۲۵)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل آتاہ القراٰن، المکتبۃ المظہریۃ

ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔[۱۲۶]

حدیث نمبر۷: ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے الف ایک حرف لام ایک حرف میم ایک حرف (یعنی صرف الٓمٓ پر تیس نیکی کی بشارت ہے)[۱۲۷]

حدیث نمبر۸: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہوچکی ہو۔[۱۲۸]

حدیث نمبر۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔[۱۲۹]

حدیث نمبر۱۰: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔[۱۳۰]

حدیث نمبر۱۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے بڑے لوگ اَصْحَابُ اللَّیْلِ اور حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ ہیں۔ یعنی تہجد گزاروں اور قرآن کے حافظوں

---

[۱۲۶] جامع الترمذی:۲/۱۱۹، باب ما جاء فی من قرأ حرفا من القراٰن ماله من الاجر، ایچ ایم سعید

[۱۲۷] جامع الترمذی:۲/۱۱۹، باب ما جاء فی من قرأ حرفا من القراٰن ماله من الاجر، ایچ ایم سعید

[۱۲۸] جامع الترمذی:۲/۱۱۸، باب فضل قارئ القراٰن، ایچ ایم سعید

[۱۲۹] جامع الترمذی:۲/۱۱۹، باب ما جاء فی من قرأ حرفا من القراٰن ماله من الاجر، ایچ ایم سعید

[۱۳۰] شعب الایمان للبیهقی:۳/۳۹۲(۱۸۵۹)، مكتبة الرشد

کو امت کے بڑے لوگوں میں آپ نے شمار فرمایا۔[۱۳۱]

روایت نمبر ۱۲: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلاوت کے لیے قرآنِ پاک کو ہاتھ میں لیتے تو پہلے ادب سے بوسہ لیتے اور آنکھوں سے لگاتے، پھر فرماتے: عَہْدُ رَبِّیْ وَمَنْشُوْرُ رَبِّیْ یہ میرے رب کا عہد نامہ اور منشور ہے۔[۱۳۲]

قرآنِ پاک کے چند آداب جن کی طرف اکثر توجہ نہیں ہوتی:

۱) قرآنِ پاک بدون غلاف کسی بچے کے پاس نہ رہنے دیں۔

۲) قرآنِ پاک کو دری پر یا منبر پر جہاں انسان قدم یا سرین رکھتا ہے بدون حائل کے نہ رکھیں۔

۳) قرآنِ پاک پر ٹوپی یا چشمہ نہ رکھیں۔

۴) بدون وضو ہاتھ نہ لگائیں۔

۵) قواعدِ صحیحہ کی رعایت کے ساتھ تلاوت اور تعلیم کا اہتمام ہو۔

۶) مذکورہ احادیثِ شریفہ کو بار بار بچوں کو سنایا جائے تاکہ ان کے قلوب میں قرآنِ پاک کی عظمت پیدا ہو۔

تشریح نمبر ۶: تلاوتِ قرآنِ پاک نہ کرنا۔ اس کوتاہی کا علاج یہی ہے کہ ہر طالبِ علم کو اہتمام سے صبح تلاوت کرنے کی تاکید کی جائے اور اس پر نگران مقرر کیا جائے اور اس نگران کا وظیفہ بھی مقرر ہو اور اس نگران کی بھی نگرانی ضروری ہے۔ حضرتِ اقدس ہردوئی نے فرمایا کہ ہمارے یہاں بچوں کے ہر فرض کی پابندی پر الگ الگ نگران مقرر ہیں اور اس نگرانی پر اُن کا وظیفہ بھی مقرر ہے۔

تشریح نمبر ۷: غیبت و بدگمانی سے نہ بچنا۔ یہ بیماری آج صلحا میں بھی کثرت سے پھیلتی جارہی ہے جس کے سبب ہر دینی اداروں میں ایک دوسرے سے قلوب صاف نہیں ہیں اور اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کی غیبت بھی کرتے ہیں پھر اس کا اثر طلباء

---

[۱۳۱] شعب الایمان للبیھقی: ۲۳۳/۴ (۲۴۴۷)، فصل فی تنویر موضع القرآن، المکتبۃ الرشیدیۃ

[۱۳۲] شرح سنن ابن ماجۃ للسیوطی: ۲۶۳/۱، المکتبۃ المظھریۃ

پر یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کی عظمت قلب سے نکل جاتی ہے اور نہ جانے کتنے جھگڑے فساد اور تلخ زندگی کا سبب صرف غیبت اور بد گمانی بنتی ہے۔ اس بیماری کا علاج یہی ہے کہ مفاسد اور نقصانات کا بار بار مذاکرہ ہوتا رہے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی نے فرمایا کہ میں بیعت کرتے وقت غیبت اور بد گمانی نہ کرنے کا عہد بھی لیتا ہوں۔

غیبت کے مفاسد اور نقصانات کے مطالعے اور مذاکرے کے لیے اصلاحِ غیبت کا مطبوعہ پرچہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔ جو احقر کو دعوۃ الحق ہردوئی سے موصول ہوا تھا اور اب مجلس اشاعۃ الحق کراچی سے دستیاب ہے۔

اصلاح الغیبۃ

غیبت کے نقصانات اور اس کا علاج

مرتّبہ: مرشدی و مولائی حضرت مولانا الحاج شاہ ابرار الحق صاحب مد ظلہم العالی

آج کل غیبت کا بہت زور ہے حالاں کہ یہ ایسی بُری عادت ہے جس سے دنیا و دین دونوں کی رُسوائی و خرابی کا قوی اندیشہ ہے، اس لیے بعض احباب کی خواہش پر مختصر طور پر اس کے کچھ نقصانات اور اس کا علاج بزرگوں کی کتب و ارشادات سے مرتّب کر کے شایع کیا جارہا ہے۔ ان باتوں کو بار بار سوچنے سے اور ان پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس مرض کا ازالہ ہو جائے گا اور اس سے حفاظت رہے گی:

۱) غیبت کا ضرر و نقصان یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور افتراق سے مقدمہ بازی اور لڑائی جھگڑا سب کچھ ہوتے ہیں، اور اتفاق کے اندر جو مصَالح و منافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

۲) غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔ جس کے دل میں ذرا بھی حس ہو اس کو یہ بات محسوس ہوتی ہے۔

۳)غیبت کرنے سے دین و دنیا دونوں کو نقصان ہوتا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اگر سن پائے تو غیبت کرنے والے کی فضیحت کر ڈالے بلکہ اگر بس چلے تو بُری طرح سے خبر لے۔ دین کا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی گویا سامانِ دوزخ ہے۔

۴)حدیث شریف میں ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ ضرر کا باعث ہے۔[۱۳۳]

۵)غیبت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ بخشش نہ فرمائیں گے جب تک بندہ معاف نہ کرے کیوں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔

۶)غیبت کرنا گویا اپنے مُردار بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مُردار بھائی کا گوشت کھائے گا؟ جیسا کہ اس کو بُرا و ناگوار خیال کیا جاتا ہے اسی طرح غیبت کے ساتھ معاملہ چاہیے۔

۷)غیبت کرنے والا بزدل ڈرپوک ہوتا ہے۔ جب ہی تو پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا ہے۔

۸)غیبت کرنے سے چہرے کا نور پھیکا پڑتا ہے اور ایسے شخص کو ہر شخص ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۹)غیبت کا بڑا ضرر یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی ہے اس کو دے دی جائیں گی، اگر اس سے کمی پوری نہ ہوئی تو جس کی غیبت کی ہے اس کی بدیاں اس کی گردن پر لاد دی جائیں گی جس کے نتیجے میں جہنم کا داخلہ ہوگا۔ ایسے شخص کو حدیث شریف میں دین کا مفلس فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا دنیا ہی میں اس کی معافی کرا لینی چاہیے۔

۱۰)غیبت کا عملی علاج بھی کرنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ جب کوئی غیبت کرے اور منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کر دے ورنہ وہاں سے خود اُٹھ جانا ضروری ہے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیوں کہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی (دین کو نقصان پہنچانا) زیادہ قابلِ احتراز ہے۔ یوں اگر نہ اُٹھ سکے تو کسی بہانے سے اُٹھ

---

[۱۳۳] شعب الایمان للبیھقی: ۹۸/۹ (۶۳۱۵)، فصل فیما ورد من الاخبار فی التشدید، مکتبۃ الرشد، ریاض

جائے۔ یا قصداً کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے۔

۱۱) غیبت کا عجیب و غریب ایک عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے۔ تھوڑے دن اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض دور ہو جائے گا۔

تنبیہ نمبر۱: غیبت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی کسی ایسی بات کا ذکر کرنا کہ اگر وہ سُنے تو اس کو ناگوار گزرے مثلاً: کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا، یا کسی کے حسب و نسب میں نقص نکالنا، یا کسی شخص کی کسی حرکت یا مکان یا مویشی یا لباس غرض جس شے سے بھی اس کو تعلق ہو اس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اسے ناگوار گزرے، خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا رمز و کنایہ سے، یا ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے یا نقل اُتاری جائے۔ یہ سب غیبت میں داخل ہے۔

۱۲) نفعِ کامل کے لیے ان باتوں کے ساتھ ساتھ کسی کامل مصلح سے اصلاحی تعلق بھی ضروری ہے تاکہ اگر ان تدابیر کا اثر ظاہر نہ ہو تو ان سے رُجوع کیا جاسکے۔

تنبیہ نمبر۲: بعض صورتوں میں غیبت جائز ہے مثلاً: جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا ضرر ہونے کا گمان غالب ہو تو وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہیے، یہ منع نہیں ہے، یہ خیر خواہی و نصیحت میں داخل ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کی غیبت کرنا چاہیں پہلے اس کے حالات لکھ کر عالم باعمل سے پوچھ لیں اس کے فتویٰ کے بعد اس پر عمل کریں۔ اگر دینی ضرورت نہیں ہے بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو ایسی صورت میں حالتِ واقعی بیان کرنا غیبتِ حرام میں داخل ہے، اور بلا تحقیق کسی عیب کا بیان کرنا تو بہتان ہے۔

تنبیہ نمبر۳: اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اُٹھ جانا چاہیے، جیسے بارش عمدہ چیز ہے اس میں نہانا مفید بھی ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہیے۔ (احقر ابرار الحق عفا اللہ عنہ، خادمِ اشرف المدارس ہردوئی)

تشریح نمبر۸: غصّے کے وقت اور کسبِ مال میں حدود پر نہ رہنا۔

علاج ازافاداتِ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱) غصّے کے وقت حدود سے بڑھ جانا اور عقل ٹھکانے نہ رہنا اور انجام سوچنے کا ہوش باقی نہ رہنے کا علاج یہ ہے کہ سب سے پہلے جس پر غصہ آیا ہے اس کو فوراً اپنے سامنے سے ہٹادے، اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے۔

۲) پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصوروار ہوں، اور میں جس طرح یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کردیں ایسے ہی مجھ کو بھی چاہیے کہ میں اس کا قصور معاف کردوں۔

۳) اور زبان سے کئی بار اَعُوْذُبِاللّٰهِ پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کرلے اس سے غصّہ جاتا رہے گا۔ پھر جب عقل ٹھکانے ہوجاوے اس وقت بھی اگر اس کو سزا دینی مناسب معلوم ہو اور سزا دینے میں اس کی بھلائی معلوم ہو جیسے اپنی اولاد ہے یا شاگرد ہے یا مرید ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا اب مظلوم کی مدد کرنا اور اس کے واسطے بدلہ لینا ضروری ہے اس لیے سزا کی ضرورت ہے تو پہلے خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہیے؟ جب ہر طرح شریعت کے مطابق اس بات میں تسلی اور اطمینان ہوجائے تو اسی قدر سزا دے دے۔ چندروز اس طرح غصہ روکنے سے پھر خود بخود قابو میں آجائے گا۔ تیزی نہ رہے گی۔[۱۳۴]

۴) ایک حدیث میں ہے کہ غصّے کے وقت خاموش ہوجائے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ کئی بار اَعُوْذُبِاللّٰهِ کہے۔[۱۳۵]

۱۳۴؎ از بہشتی زیور:۷

۱۳۵؎ شعب الایمان للبیہقی:۵۲۹/۱۰(۷۹۳۷)، مکتبۃ الرشد/کنز العمال:۵۱۹/۳/(۷۶۹۳)، مؤسسۃ الرسالۃ

کسبِ مال میں حدود پر نہ رہنے کا علاج

دراصل یہ بیماری دنیا اور مال کی محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو حلال اور حرام کا فرق نظر نہیں آتا۔ قلب کی بصیرت خراب ہونے سے بصارت بھی صحیح کام نہیں کرتی۔ رشوت، انشورنس، سٹہ، انعامی بانڈ، جوا اور تمام ناجائز سودی ملازمتوں سے بچنے کی فکر زائل ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کے علاج کو مجلسِ اشاعۃ الحق سے احقر نے طبع کرادیا ہے وہی پرچہ یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

دُنیا اور مال کی محبّت کی بُرائی اور اُس کا علاج

از افاداتِ حکیم الاُمت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مال کی محبت ایسی بُری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو حق تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی، کیوں کہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی اُدھیڑ بن رہے گی کہ روپیہ کس طرح آئے اور کیوں کر جمع ہو۔ زیور، کپڑا ایسا ہونا چاہیے، اس کا سامان کس طرح کرنا چاہیے۔ اتنے برتن ہو جائیں۔ اتنی چیزیں ہو جائیں۔ ایسا گھر بنانا چاہیے۔ باغ لگانا چاہیے۔ جائیداد خریدنا چاہیے۔ جب رات دن دل اسی میں رہا پھر خدائے تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی؟

ایک بُرائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر خدا کے پاس جانا اس کو بُرا معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی سارا عیش جاتا رہے گا، اور کبھی خاص مرتے وقت دنیا کا چھوڑنا بُرا معلوم ہوتا ہے، اور جب اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے چھڑایا ہے تو توبہ توبہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہو جاتی ہے۔ اور خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔

ایک اور بُرائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو پھر اس کو حلال و حرام کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ نہ اپنا اور نہ پرایا حق سوجھتا ہے، نہ جھوٹ اور دَغا کی پروا ہوتی ہے۔ بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے آئے لے کر بھر لو۔ اسی واسطے

حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔[١٣٦] جب یہ ایسی بُری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ اس بلا سے بچے اور اپنے دل سے اس دنیا کی محبت باہر کرے۔ سو علاج اس کا ایک تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا ہے پھر اس میں جی لگانا کیا فائدہ۔ بلکہ جس قدر زیادہ جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرے بہت سے علاقے نہ بڑھایئے یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول نہ بڑھایئے۔ ضرورت سے زیادہ سامان چیز مکان جائیداد جمع نہ کرے۔ کاروبار، روزگار، تجارت حد سے زیادہ نہ پھیلایئے۔ ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے۔ غرض سب سامان مختصر رکھے۔ تیسرے فضول خرچی نہ کرے، کیوں کہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھے موٹے کھانے، کپڑے کی عادت رکھے۔ پانچویں غریبوں میں زیادہ بیٹھے، امیروں سے بہت کم ملے۔ کیوں کہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑ دی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔ ساتویں جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو اس کو خیرات کردے یا بیچ ڈالے۔ ان شاء اللہ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی، اور دل میں جو دور دور کی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ یوں جمع کریں، یوں سامان خریدیں، یوں اولاد کے لیے مکان اور گاؤں چھوڑ جائیں جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی یہ اُمنگیں خود دفع ہو جائیں گی۔

(بہشتی زیور حصہ ۷)

تشریح نمبر۹: اساتذہ و منتظمین کا ادب و احترام نہ کرنا اور ان کو اپنا محسن نہ سمجھنا۔

آج علم میں بے برکتی کا بڑا سبب اساتذہ کا ادب و احترام نہ کرنا ہے اور تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا ادب نہ کرنا ہے۔ عموماً طلباء انگریزی اسکول کے لڑکوں کی طرح دینی کتب کو ہاتھ میں لے کر نیچے لٹکائے ہوئے ہلاتے ہوئے چلتے ہیں جس سے دینی کتابیں کبھی آگے کبھی پیچھے ہو جاتی ہیں اور بعض تو چارپائی کے سرہانے بیٹھے ہوئے اور پائنتی کتابوں کو رکھتے

---

[١٣٦] شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۴۷ (۹۹۷۴)، باب الزھد وقصر الامل، مکتبۃ الرشد، ریاض

ہیں۔ بعض دینی کتب پر قلم، چشمہ اور ٹوپی رکھ دیتے ہیں ان باتوں سے بچنا چاہیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بے ادب کو نہیں ملتا۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے خدا! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، کیوں کہ بے ادب آپ کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طلبائے کرام و علمائے کرام سے ایک مرتبہ خطاب فرمایا کہ صاحبو! جتنا آپ نے پڑھا ہے اتنا ہی درسِ نظامیہ ہم نے بھی پڑھا ہے مگر آج علم کی جو برکتیں آپ محسوس کر رہے ہیں یہ سب اساتذۂ کرام کا ادب و اکرام کا ثمرہ ہے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں۔ جس نے کسی کو ایک آیت بھی کلام اللہ کی سکھادی تو وہ سکھانے والا طالبِ علم کا آقا بن گیا۔ یعنی طالبِ علم غلام اور اُستاد آقا ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اُستاد کا بہت ادب کرنا چاہیے۔

چند آداب اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم

ان ہدایات مندرجہ ذیل کو حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا تھا:

۱) طلبائے کرام کو چاہیے کہ اساتذہ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھیں۔ اگر کسی طالبِ علم کے ساتھ خاص برتاؤ کیا کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ صاحب اسی لائق ہیں اور میں اسی لائق ہوں، یا میرے ساتھ یہی برتاؤ مصلحت ہے اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ مصلحت ہے۔ یا یوں سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ پر اُن کا حساب ہے مجھے بد گمانی سے کیا نفع ہو گا۔ میں ان کے فیوض و برکات سے محروم رہوں گا اور آخرت میں بد گمانی کے وبال میں گرفتار رہوں گا۔ اور مصلحت میں زیادہ غور و خوض نہ کرے۔ بس اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ ہو گی کوئی مصلحت۔ یہ طریقہ سرمایۂ راحتِ دارین ہے۔

۲) اُستاد کی روک ٹوک اگر پڑھنے میں ہو تو اس کو بُرا نہ سمجھے اور نہ چہرے پر شکن لائے نہ ملال ظاہر کرے، اس لیے کہ اس سے اُستاد کے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے گا اور دروازہ نفع کا بند ہو جائے گا، کیوں کہ یہ موقوف ہے انشراحِ دل اور مناسبت پر، اور صورتِ مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں۔(اسی طرح مرید کو اپنے مرشد کے معاملے میں سمجھنا چاہیے)

۳) بہت بڑا قاعدہ اور جلد نفع کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے سامنے اپنے کو مٹادے اور فنا کردے۔ اپنی رائے، تدبیر کو بالکل دخل نہ دے پھر دیکھے کیسا نفع حاصل ہوتا ہے۔

تو مباش اصلاً کمال ایں ست و بس
رو درو گم شو وصال ایں ست و بس

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائے
کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آئے

۴) طالبِ علم کو چاہیے کہ اگر اساتذہ کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذا رسانی ہو جائے فوراً نہایت نیاز و عجز سے معافی چاہے اور ندامت ظاہر کرے۔

۵) بچپن کے اُستاد کو بڑے ہونے پر بھی استاد سمجھنا چاہیے اور ان کا ادب و لحاظ اور بہت خدمت کرنی چاہیے۔(حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ادب کا حق پہلے والدین کا ہے پھر اُستادِ ظاہری کا پھر پیر کا۔)

۶) طلباء کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ اور بڑوں کے سامنے ادب سے رہیں، نہ زیادہ ہنسیں نہ زیادہ بولیں نہ ادھر اُدھر دیکھیں۔ ایسا رہے جیسے وہ شخص رہتا ہے جس کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ہی رہتے تھے۔

۷) اگر اساتذۂ کرام سے یا کسی بڑے سے کوئی بات خلافِ مزاج پیش آجائے تو یہ سمجھ کر کہ ان سے مجھے دینی نفع بہت ہوا ہے معاف کرکے دل صاف رکھے، بلکہ ان کے

متعلقین سے اگر کوئی بات پیش آجائے تو در گزر کر دے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ آپ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہیں تو یہ نامناسب بات بھی نہ کہتا۔ اُستاد کا درجہ پیر سے زیادہ ہے ان کا تو اور پاس ہونا چاہیے۔

تشریح نمبر ۱۰: اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کی فکر نہ ہونا اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کا اہتمام نہ ہونا۔ طلبائے کرام کو اصلاحِ اخلاق کے لیے کسی بزرگ سے تعلقِ اصلاحی ضروری ہے۔ یہ نعمت صرف کتابوں سے نہیں ملتی۔ پہلے زمانے میں طلباء کو اکابر بیعت نہ فرماتے تھے، ان کو تعلیم میں ہمہ تن مصروف رکھتے تھے لیکن اب زمانہ بدل گیا اب پہلے جیسے صالح طلباء نہ رہے۔

حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو اور ایک دوسرے ساتھی کو طالب علمی ہی میں بیعت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اب طالبِ علموں کو بیعت کر کے انہیں بھی کچھ مختصر ساذکر بتا دینا چاہیے اور طالبِ علمی ہی سے ان کی اصلاحِ اخلاق کی فکر ہونی چاہیے، کیوں کہ اب وہ زمانہ نہ رہا جب اکابر طلباء کو بیعت نہ کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کو یہ خوف ہوتا تھا کہ طلبِ علم سے ان کی توجہ ہٹ کر زیادہ اشغال و ذکر کی طرف ہو کر علم کے حصول میں خلل ہو گا۔ لیکن اُس وقت کے طلباء اکثر اشراق و تہجد اور اوّابین کے پابند ہوتے تھے۔ اُن کا ظاہر اور باطن صالح ہوتا تھا۔ اب تو طلباء کا حال ہی کچھ اور ہے الّا ماشاء اللہ۔ اس لیے اب اس علمی اور عملی انحطاط و زوال کے دور میں طالبِ علمی ہی کے زمانے میں عملی اور اخلاقی اصلاح کے لیے انہیں کسی بزرگ سے تعلقِ اصلاحی قائم کر لینا چاہیے، مگر ان چار شرطوں کے ساتھ ہی نفع تام ہوتا ہے جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ عملی کوتاہیاں ضعفِ ہمت سے

ہوتی ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے ہمت کو قوت عطا ہوتی ہے۔ دل کی بیٹری چارج ہو جاتی ہے۔ جب موٹر کی بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے تو پھر چل نہیں سکتی اس لیے کسی ماہر کے پاس اس کی بیٹری چارج کراتے ہیں۔ اسی طرح دل کا حال ہے۔ دل اگر درست ہو جائے تو تمام اعمال ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم کتنے ہی پتھر کی طرح سخت دل اور نااہل ہو اگر کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو گے تو موتی بن جاؤ گے۔

چوتھا باب
گزارشات برائے منتظمین حضرات کرام

۱) عظمتِ طلبہ بالخصوص طلبائے قرآن شریف کا زیادہ اہتمام کرنا۔

۲) ان کے ضیفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے نیز مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا استحضار رکھ کر معاملات کرنا۔

۳) دوسرے معاونین وارکان بالخصوص اساتذہ سے حسنِ ظن رکھنا۔

۴) مشورہ مناسب کے بعد بے فکر ہونا، اس پر عمل ہونے نہ ہونے کی فکر نہ کرنا۔

۵) فیصلہ اگر مشورے کے خلاف ہو تو بھی تعاون کرنا۔

۶) ایسے اقوال و افعال سے احتیاط رکھنا جس سے طلبہ و اساتذہ کی بے وقعتی یا بے عزتی یا شکایت عوام کے سامنے آئے۔

۷) طلباء کو مریض، اساتذہ کو معالج اور خود کو تیمار دار سمجھ کر معاملہ کرنا یا سمجھنا۔

۸) طلبہ کی صحتِ جسمانی کے لیے مناسب ورزش کا انتظام کرنا۔

۹) ان کے علمی و عملی امتیاز (مثلاً اوسط سے اُوپر نمبر لانے اور اہتمام تکبیرِ اولیٰ، تعدیلِ ارکان، نماز باجماعت) پر انعامات تجویز کرنا۔

۱۰) امتحان و جانچ باہر کے ماہر و تجربہ کار اُستاد سے کرانا گو صرفہ کتنا ہی ہو۔ اس سے عمدگیٔ تعلیم میں مدد ملے گی۔

۱۱) شکایاتِ طلبہ و اساتذۂ عمومی پر کوئی اثر نہ لینا۔ البتہ شکایاتِ خصوصی پر فریقِ متعلق سے دریافت و انکشافِ حقیقت کے بعد فیصلہ کرنا۔

۱۲) بیمار طلبہ کی خاطر، دیکھ بھال و دلجوئی وراحت رسانی کا اہتمام کرنا جس میں ضروری علاج معالجہ بھی شامل ہے۔

۱۳) حفاظ کے لیے وظیفہ میں گنجایش رکھنا۔

۱۴) تکمیلِ حفظ پر انعامِ خصوصی مقرر کرنا۔

۱۵) صفائی ستھرائی مدرسہ ودارالا قامہ کا اہتمام کرنا۔

۱۶) صفائی ستھرائی کے سلسلے میں اکثر بلا اطلاع معاینہ کرنا۔

۱۷) جن اساتذہ میں صحتِ مطلوبہ کی کمی ہو، یعنی قرآنِ مجید یا تجوید پڑھنے کی، ادارے کے مصارف پر پورا کرنا۔

۱۸) اساتذہ کے ذمہ سبق طلباء کا سننا لازم کرنا۔

۱۹) ادعیہ اوقاتِ متفرقہ کی نگرانی کا نظم قائم کرنا۔

۲۰) نماز سنّت کے موافق پڑھانے کا انتظام تجویز کرنا کسی نگران کی نگرانی میں۔

۲۱) زیادہ بہتر یہ ہے کہ اساتذہ کو نگرانی کے لیے مقرر کرنا۔

۲۲) وظیفۂ نگرانی متفرق خدمات الگ سے تجویز کرنا۔

۲۳) جسمِ مدرسہ کی تعمیر و تزیین کے مقابلے میں عمدگیٔ تعلیم کو ترجیح دینا۔ جسمِ مدرسہ میں اوّلاً صرف ضروری باتوں کو مقدم رکھا جاوے۔ پھر عمدگیٔ تعلیم کے بعد مناسب تزیین کی طرف توجہ فرمائی جاوے۔

۲۴) کسی کی فہمایش (خواہ وہ طالبِ علم ہی کیوں نہ ہو) پر غلطی و کوتاہی ظاہر ہونے پر اس کا ممنون ہونا اور اس غلطی و کوتاہی کی تلافی کرنا۔ اگر کسی کا حق فوت ہوا ہو تو اس سے معذرت کرنا۔

۲۵) معلمینِ قاعدہ وناظرہ وحفظ کا مشاہرہ معقول مقرر کرنا خواہ علمائے کرام سے زیادہ ہو جائے۔ مدارِ وظیفہ ضرورت ہونا چاہیے، نہ کہ علمی لیاقت۔

۲۶) ایسے اساتذہ کو معلمین مقرر کرنا جو نصابِ مدرّسین کی تکمیل کیے ہوئے ہوں۔

۲۷) تقرّر کے وقت نصابِ مدرّسین کے موافق جانچ کرانا اگرچہ سند تکمیلِ نصاب مدرّسین بھی موجود ہو۔ (بعض اوقات صلاحیت حاصل شدہ بے فکری سے کم ہو جاتی ہے)

۲۸) بر وقت داخلہ طلبا قرآنِ پاک میں امتحان کرانا۔

۲۹) تصحیحِ مطلوب کی کمی پر تصحیحِ قرآنِ مجید کے لیے وقت مقرر کرانا۔

۳۰) اجتماعِ طلبہ، جلسہ اور وعظ میں تدویراً وحدراً طلبہ سے قرآن شریف پڑھوانا۔

۳۱) قواعدِ تجوید کے موافق سنانے پر انعام کا دیا جانا۔

۳۲) تصحیحِ قرآن شریف کی ناکامی پر وظیفے کا بند کرنا اور درجہ کی ترقی سے محروم کرنا۔

۳۳) حسبِ ضرورت اساتذہ کو اشرف التفہیم (نصائحِ اساتذہ وطلبہ کے لیے پسند فرمودہ حضرت حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ۔ اس ناکارہ نے اس کی تبویب کی ہے۔ نام اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم ہے۔ اب یہ رسالہ "اُصول زریں برائے طلباء و مدرّسین" کے نام سے مجلس اشاعۃ الحق ۴۔ جی ۱۲ / ۱ ناظم آباد کراچی سے بھی دستیاب ہے۔ جامع) یا رحمۃ المتعلمین کے مطالعے کی تاکید کرنا اور تکمیلِ نصاب کرانا۔

تشریح نمبر ۱ و نمبر ۲: عظمتِ طلباء بالخصوص عظمتِ طلبائے قرآن شریف کا اہتمام نہ ہونا۔ طالبِ علم کی توقیر اور تکریم اور تعظیم کی توفیق جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ علمِ دین کی عظمت قلب میں ہو۔ آج ڈاکٹری اور انجینئرنگ کی ڈگری کوئی امریکا یا لندن سے لے کے آتا ہے اس کی کتنی عزت ہوتی ہے۔ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ابدان واجسام کی راحت کی قدر ہے۔ اسی طرح اگر رُوح کے سکون کا اہتمام ہو اور وطنِ آخرت کی فکر ہو تو علمِ دین پڑھنے والوں کی اور علمِ دین سکھانے والوں کی اور علمِ دین کی قدر و منزلت ہو گی۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں نقل کی جاتی ہیں۔

علمِ دین کی عظمت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ [۱۳۷]

اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان لوگوں کے رُتبے کو جو تم میں سے ایمان لائے (یعنی ایمان کو کامل کیا نیک اعمال اور شرع کی پابندی کرکے) اور ان کے رُتبے بلند کرتا ہے جن کو علم عطا فرمایا گیا۔

اس آیتِ کریمہ میں پہلے ایمانِ کامل والوں کا مرتبہ بیان کیا گیا پھر اہلِ علم حضرات کی بزرگی کو خصوصیت سے بیان فرمایا گیا۔ ورنہ مومنینِ کاملین میں علمائے کرام تو شامل ہی تھے ان کو علیحدہ بیان فرمانا ان کی خصوصیت اور ان کی بزرگی کا ظاہر فرمانا مقصود ہے۔ اس کو اصطلاحاً تخصیص بعد التعمیم کہا جاتا ہے یعنی ایک حکم عام بیان فرماکر پھر مخصوص حضرات کو الگ بھی بیان کرایا جاتا ہے تاکہ مخاطب کے دل میں ان کی عزت و رفعتِ شان زیادہ پیدا ہو۔

دوسری جگہ:

قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ [۱۳۸]

میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے کہ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا برابر ہوسکتے ہیں؟

(یہ استفہامِ انکاری ہے۔ یعنی اہلِ علم کا رُتبہ غیر اہلِ علم سے بڑا ہے)

حدیث نمبر۱: میں ہے جس کو ''جامعِ صغیر'' میں روایت کیا ہے کہ طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسۡلِمٍ وَّ مُسۡلِمَۃٍ [۱۳۹] علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد

۱۳۷؎ المجادلۃ:۱۱

۱۳۸؎ الزمر:۹

۱۳۹؎ سنن ابن ماجۃ:۱۱۶(۲۲۴)، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، المکتبۃ الرحمانیۃ

وعورت پر۔ اور فرض کا چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے پس فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہوگا۔ اور واجب عبادات کا علم واجب اور مستحب عبادات کا علم مستحب ہوگا۔ اسی طرح ملازمت اور تجارت اگر کرنا ہے تو شریعت کے احکام کا سیکھنا ضروری ہے۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں کسی شخص کو بازار میں تجارت کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک وہ تجارت کے مسائل کا امتحان پاس نہ کرلیتا تھا۔

حدیث نمبر۲: حضرت ابودرداء روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص علمِ دین کو طلب کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے کسی راستے پر چلادے گا۔[۱۴۰] اور طالبِ علم کے اکرام کے لیے فرشتے اپنے بازو رکھ دیتے ہیں (یعنی بچھا دیتے ہیں۔ شفقت ورحمت اور اکرام وتواضع سے ملائکہ اپنے پروں کو)

(اور جب فرشتوں کے نزدیک طالبِ علم کی یہ مقبولیت ہے تو حق تعالیٰ کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں اور کس قدر مقبول ہیں؟ پھر مدارس کے اساتذہ اور منتظمین کے قلوب میں ان کا کیا اکرام ہونا چاہیے) اور بے شک عالموں کے لیے آسمانوں اور زمین کے تمام مخلوقات استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں پانی کے اندر ان کے لیے استغفار کرتی ہیں اور بے شک عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر (کیوں کہ نورِ علم مثل چاند کے تمام زمین والوں کو نفع رسانی کرتا ہے۔ اور عالِم سے مراد یہاں وہ ہے جو بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو، اور عابد سے مراد وہ ہے جو بقدرِ ضرورت علمِ دین نہ رکھتا ہو) اور علماء بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔[۱۴۱]

روایت نمبر۳: روایت ہے کہ علم پڑھنا، پڑھانا، تصنیف وتالیف کرنا وغیرہ گھڑی بھر رات میں تمام رات عبادت کرنے سے افضل ہے۔[۱۴۲]

---

۱۴۰ جامع الترمذی: ۲/۹۳، باب فی فضل طلب العلم، باب ماجاء فی فضل التوبة والاستغفار، ایچ ایم سعید

۱۴۱ سنن ابن ماجة: ۱۱۶(۲۲۳)، فضل العلماء والحث علی طلب العلم، المکتبة الرحمانیة

۱۴۲ سنن الدارمی: ۱/۲۰۷(۶۵۸)، باب مذاکرة العلم، دار الکتاب العربی، بیروت

فائدہ: لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بس نوافل اور ذکر سب چھوڑ کر درس و تدریس ہی میں لگ جاوے۔ مطلب یہ ہے کہ علمی خدمات میں زیادہ وقت صَرف کرے کہ یہ سب عبادتوں سے بڑھ کر عبادت ہے۔ لیکن خلوت میں کچھ اللہ اللہ نہ کرے گا تو علم کا فیض بھی جاری نہ ہوگا اور اس کے علم میں نور بھی نہ ہوگا۔ جس طرح حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کنویں سے مسلسل پانی نکالو گے تو پھر پانی کے بجائے کیچڑ آنے لگے گی، اور جو ماں بچوں کو مسلسل دودھ پلائے گی اس کے دودھ میں خون آنے لگے گا۔ پس جلوت میں افادۂ نور جس طرح ضروری ہے خلوت میں استفادۂ نور ذکرِ حق سے بھی ضروری ہے۔ یہ مثال مولانا نے اُس موقع پر بیان فرمائی جب مثنوی کے دفترِ ششم کے اشعار کہنا بند فرما دیے تھے اور حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے خلیفۂ خاص بار بار فرمایش کرتے رہے۔ تو یہ حکمت خاموشی کی بیان فرمائی۔

مدتے در مثنوی تاخیر شد
مہلتے بایست تا خوں شیر شد
اے حسام الدین درچہ بند کن
سخت خاک آلود می آید سخن

ترجمہ نمبر۱ و نمبر۲: کچھ مدت مثنوی میں تاخیر ہوگئی اور ہونی چاہیے تاکہ جان کے اندر جو علم کے پستان ہیں ان کے اندر خون کا استحالہ شیر سے ہو جائے یعنی خون کا دودھ بننے کے لیے کچھ وقفہ ضروری ہے۔ اے حسام الدین! اب زیادہ فرمایش مثنوی کے لیے مت کرو کیوں کہ بدون آمد اور الہام تکلّف سے جو کہہ رہا ہوں اس میں وہ نور غیبی عالمِ قدس کا نہیں محسوس ہو رہا ہے۔ پس کنویں کا منہ کچھ دن کے لیے بند کر دو تاکہ چشمۂ باطن سے صاف پانی پھر جمع ہو جاوے، کیوں کہ مسلسل پانی نکالنے سے خاک آلود پانی آرہا ہے۔ پھر کچھ دن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور جب باطن میں خوب انوارِ ذکر جمع ہوگئے تو ارشاد فرمایا۔

اے حسام الدین ضیاء الدین بسے
میل می جو شد بہ قسمِ سادسے
چوں زنم دل کا تشے دل تیز شد
شِیر ہجراں شفتہ و خونریز شد

اے حسام الدین ضیاء الدین! اب پھر دفترِ ششم کے لیے باطن میں مثنوی کہنے کا جوش اُٹھ رہا ہے۔ آخر کب تک خاموش رہوں گا کہ دل کی آگ عشقِ الٰہی سے تیز ہو رہی ہے اور جدائی کے غم کا دودھ خونریز ہو رہا ہے۔

جو چپ بیٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی ارشاد فرماتے تھے کہ تبلیغ کرنے والوں کو جلوت میں اختلاط اور میل جول سے جو قلب کے اندر کدورت ہو جاتی ہے اس کو خلوت کے نور سے یعنی تنہائی کے نوافل و ذکر و فکر و تلاوت کے انوار سے اور اکابر کی خدمت میں حاضری سے دھو دینا چاہیے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے اس اختلاط کی عجیب مثال سے توضیح فرمائی کہ مثلاً اسّی ڈگری گرم پانی کو بیس ڈگری گرم پانی سے ملا دو تو دونوں پر اس کا اثر پڑتا ہے، یک طرفہ اثر سمجھنا غلطی ہے۔ چناں چہ اسّی ڈگری گرم پانی کی حرارت میں کچھ کمی ضرور آوے گی اور بیس ڈگری گرم پانی پہلے سے زیادہ گرم ہو جائے گا۔ (لہٰذا اگر اسّی ڈگری گرم پانی کو صرف کم گرم پانی کو گرم کرنے کی فکر ہو گی تو آہستہ آہستہ وہ ٹھنڈا ہی ہو جائے گا پس اسے بھی کہیں سے گرمی حاصل کرنا چاہیے۔ ایک طرف سے لے دوسری طرف دے)

حدیث نمبر۴: ایک روایت میں ہے کہ تم خدائے تعالیٰ کے بندوں کو (اپنے وعظ و مجالسِ ارشاد سے) خدا کا پیارا بنا دو تو حق تعالیٰ تم کو اپنا پیارا بنالیں گے۔[۱۴۳]

[۱۴۳] کنز العمال: ۶۸۶/۳ (۸۴۵۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

اس سے علمِ دین کی فضیلت ظاہر ہے کہ جب علم ہی نہ ہو گا تو وعظ کیا کہے گا۔

حدیث نمبر۵: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ (خوش بامراد) کرے جو ہم سے کچھ سنے اور پھر اسی طرح آگے کسی کو پہنچادے، اس لیے کہ بہت سے لوگ جن کو پہنچادیا جاتا ہے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں براہِ راست سننے والوں سے۔[۱۴۴]

اس حدیث سے علمِ دین پڑھنے والوں کے لیے اور علمِ دین سکھانے والوں کے لیے خوشخبری معلوم ہوتی ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے حق میں کیسی خصوصی دُعا ہے۔

حدیث نمبر۶: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چالیس حدیثیں میری اُمّت کو پہنچادے میں قیامت کے دن خاص طور پر اس کی سفارش کروں گا۔[۱۴۵]

یہ پہنچانا عام ہے خواہ پڑھاوے، خواہ تصنیف کرے، خواہ وعظ کہے۔ اسی لیے علماء نے بہت سی چہل حدیثیں لکھیں ہیں۔

حدیث نمبر۷: ایک روایت میں ہے کہ جس روشنائی سے علمائے کرام دین کی کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی شہیدوں کے خون کے برابر وزن کی جاوے گی۔[۱۴۶]

فائدہ: لیکن یہ سب فضائل اخلاص والے اہلِ علم کے لیے ہیں۔ ورنہ اگر اس نیت سے علمِ دین پڑھے کہ لوگ مجھے عالم سمجھیں، لوگ میری عزت کریں، ہدیہ نذرانہ دیں، بزرگ سمجھیں تو ایسے ریاکار علماء کے لیے سخت وعید ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے اس میں ریاکار علماء داخل ہوں گے۔

اور صاحبو! اخلاص بدون اللہ والوں کی صحبت کے ملنا مشکل ہے، لہٰذا اہلِ علم حضرات کو نہایت اہتمام سے اہل اللہ کی صحبت میں اور ان کی مجالس میں بار بار حاضری

---

۱۴۴ جامع الترمذی: ۹۴/۲، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ایچ ایم سعید

۱۴۵ کنز العمال: ۱۵۲/۱۰ (۲۸۸۱۷)، مؤسسۃ الرسالۃ

۱۴۶ کنز العمال: ۱۷۳/۱۰ (۲۸۸۹۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

دینی چاہیے اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور بار بار اپنے قلب میں اپنی نیت کو ٹٹولتا رہے کہ میں کس لیے علمِ دین پڑھ رہا ہوں اور میں کس لیے وعظ کہہ رہا ہوں۔ زبان سے بھی کہہ لے کہ اے اللہ! میں صرف آپ کی خوشنودی کے لیے علمِ دین پڑھ، پڑھا رہا ہوں، مخلوق عاجز ہے۔ نفع نقصان جس کے قبضے میں نہیں اس کی خوشنودی ہمارے کس کام آئے گی؟

تحصیلِ اخلاص کے لیے ایک حکایت

حضرتِ اقدس پھولپوری اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے سنائی تھی کہ ایک لڑکی کو محلّے کی سہیلیوں نے رُخصتی کے وقت خوب لباس اور زیورات سے سنوارا اور کہا بہن! تم تو اب بڑی اچھی معلوم ہو رہی ہو۔ اس نے کہا کہ تمہاری نگاہ میں اچھے لگنے سے میرا کیا بھلا ہوگا، جب شوہر دیکھ کر اپنی نگاہ سے مجھے پسند کرلے تو میرا بھلا ہوگا۔

اس حکایت کو سنا کر حضرتِ اقدس روئے اور ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کسی کی تمام لوگ تعریف کریں کچھ نفع نہیں، جب میدانِ محشر میں مالکِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی اور رضا کا انعام عطا فرمادیں گے تو اصلی کامیابی ہوگی۔ پس ہر وقت بندے کو اپنے مالکِ حقیقی کی رضا کا خیال رکھنا ہی اخلاص ہے۔ اس کے باوجود پھر بھی اگر وسوسہ آوے تو یہ ریا کا وسوسہ ہے ریا نہیں، جیسے مکھی کبھی آئینہ کے اُوپر ہوتی ہے مگر اندر معلوم ہوتی ہے۔ اخلاص کے لیے اور شرکِ خفی سے بچنے کے لیے حدیثِ پاک کی یہ دُعا بھی کرتا رہے:

اخلاص کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ[۱۴۷]

اس دُعا کے پڑھنے والے کے لیے حدیثِ پاک میں بشارت ہے کہ وہ خفی ریا سے بھی محفوظ ہوگا۔

---

[۱۴۷] مسند ابی یعلیٰ: ۶۰/۱ (۵۸)، مسند ابی بکرن الصدیق، دار المأمون للتراث، بیروت

طلبائے کرام کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان سمجھ کر ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اور احادیثِ مذکورہ کا گاہ گاہ مذاکرہ اس مقصد کے لیے مفید ہوگا یعنی قلب میں طالبِ علمِ دین کا اور جملہ اہلِ علم حضرات کا اکرام پیدا ہوگا۔ اور اس حدیث کو بھی پیشِ نظر رکھیں کہ جو شخص مشائخ اہلِ علم کا اکرام نہیں کرتا اس کے لیے وعید **فَلَیۡسَ مِنَّا** کی ہے۔[۱۴۸] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قطع تعلق کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں اہانتِ علم اور اہلِ علم کو کفر فرمایا ہے۔ یعنی ان کو اس لیے گالیاں دینا کہ وہ حاملین علمِ دین ہیں، کفر ہے۔ ایسے شخص کو دوبارہ مسلمان کرکے تجدیدِ نکاح کرنا ضروری ہے اور سزاءً جلاوطن کرنا چاہیے۔ اگر دوبارہ مسلمان نہ ہو تو شرعاً اسے قتل کرنے کا حکم ہے۔

قَالَ فِی الۡبَرِیۡقَۃِ الۡمَحۡمُوۡدِیَّۃِ شَرۡحِ الطَّرِیۡقَۃِ الۡمُحَمَّدِیَّۃِ قَالَ فِی الۡاَشۡبَاہِ: اَلۡاِسۡتِھۡزَاءُ بِالۡعِلۡمِ وَالۡعُلَمَاءِ کُفۡرٌ وَ عَنۡ مِیۡنَۃِ الۡمُفۡتِیۡ: تَخۡفِیۡفُ الۡعِلۡمِ وَالۡعُلَمَاءِ کُفۡرٌ وَ عَنِ الۡخَزَانَۃِ: مَنۡ اَذَلَّ الۡعُلَمَاءَ یُنۡفٰی مِنَ الۡبَلَدِ بَعۡدَ تَجۡدِیۡدِ الۡاِیۡمَانِ وَعَنۡ مَجۡمُوۡعِ النَّوَازِلِ: اِھَانَۃُ الۡعُلَمَاءِ کُفۡرٌ وَ عَنِ الۡمُحِیۡطِ: اِنۡ شَتَمَ عَالِمًا فَقَدۡ کَفَرَ، تُطَلَّقُ اِمۡرَءَتُہٗ الخ[۱۴۹]

بحوالہ احسن الفتاویٰ کتاب الایمان والعقائد (حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم)

بالخصوص جو طلبائے کرام قرآنِ پاک پڑھتے ہیں حفظ ہو یا ناظرہ ان کے ساتھ خصوصی اکرام کا معاملہ ہونا چاہیے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بعض مدارسِ عربیہ کے معاینے کے لیے جب حاضری ہوئی۔ دیکھا گیا کہ کافیہ اور صرف و نحو کی درس گاہ میں اعلیٰ اور عمدہ دریاں بچھی ہوئی ہیں اور قرآنِ پاک حفظ کرنے والے بچوں کی درس گاہ میں

---

[۱۴۸] کنز العمال: ۹/۱۵۷ (۲۵۵۰۳)، التعظیم والقیام، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۴۹] بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ: ۳/۹۳، الثانی والاربعون، مطبعۃ الحلبی

پُرانی اور معمولی ٹوٹی ہوئی چٹائیاں بچھی ہوئی ہیں۔ دل کو سخت صدمہ ہوا۔ مہتمم حضرات سے گزارش کی گئی اور توجہ دلائی گئی۔ انہیں بھی اس کوتاہی کا احساس ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مقدمات کے لیے تو اس قدر اہتمام اور مقصودِ اصلی کے ساتھ یہ بے پروائی؟ صَرف و نحو تو قرآنِ پاک ہی کے سمجھنے کے لیے پڑھاتے ہیں تو آلۂ علوم کو یہ درجہ و رُتبہ دیا جاوے اور اصل مقصود قرآنِ پاک اور اس کے طالبِ علموں کے ساتھ ایسی بے وقعتی اور ایسی کوتاہی! بڑی عبرت کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ! ہمارے یہاں ہردوئی میں بڑھیا اور عمدہ دریاں پہلے حفظِ قرآنِ پاک کی درس گاہوں میں بچھائی جاتی ہیں پھر جب وہاں سے پُرانی ہو کر نکلتی ہیں تو ہم ان کو صَرف و نحو اور کافیہ والوں کی درس گاہ میں بچھاتے ہیں۔ اور صاحبو! خوب غور سے سن لو کہ قرآن والوں کو اہل اللہ حدیثِ پاک میں فرمایا ہے اَهْلُ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهٗ[۱۵۰] (یہ حدیث ہے۔)

تشریح نمبر۳: اراکین و منتظمین کو چاہیے کہ دوسرے معاونین اور بالخصوص اساتذۂ کرام کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں۔

بدگمانی سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے شریعت نے بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ بدگمانی سے بچنے کے لیے اکابر کا یہ ملفوظ یاد رکھے کہ ہر نیک گمان پر بدون دلیل ثواب ملے گا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا[۱۵۱] مؤمنین کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ اور ہر بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل پیش کرنا پڑے گی تو خواہ مخواہ کیوں مؤاخذے کی آفت خریدے۔ اور حسنِ ظن سے محبت اور تعلقات میں مضبوطی رہتی ہے جس سے اجتماعی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اور بدگمانی سے افتراق اور اختلاف پیدا ہوتا ہے جس سے اجتماعی طاقت پاش پاش ہو جاتی ہے اور ناقابلِ تلافی نقصان بدون کسی حقیقت کے محض بدگمانی سے دین کو پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ تمام وبال بدگمانی کرنے والے کی گردن پر ہوگا۔

---

[۱۵۰] سنن ابن ماجة: ۱۱۵ (۲۱۵)، باب فضل من تعلم القراٰن وعلمه، المكتبة الرحمانية

[۱۵۱] الدر المنثور: ۱۰/۶۶۴، دار هجر، مصر / المعجم الكبير للطبراني: ۱۶/۴۹۷

حضرتِ اقدس ہردوئی نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ میں اب بیعت کرتے وقت غیبت اور بدگمانی اور بدنگاہی نہ کرنے کا بھی عہد لیتاہوں، اور فرمایا: جو شخص صرف ان تین گناہوں کو چھوڑ دے گا وہ سب گناہوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ محفوظ ہوجائے گا۔ سبحان اللہ! عجیب حکیمانہ ارشاد ہے۔ عمل کرے اور لطفِ دوجہاں حاصل کرے۔ اور وہ بھی مفت میں۔ اللہ والوں سے اسی طرح ایک دومنٹ کی صحبت میں ایسے گُر کی باتیں مل جاتی ہیں کہ جو سوبرس کے ریاضت ومجاہدے سے بھی نہیں ملتی ہیں۔ اسی لیے عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی تھوڑی صحبت بھی سوبرس کی بے ریاوالی عبادت سے افضل ہے۔ شیطان ایک ہزار سال کی طاعتِ بے ریا رکھتا تھا لیکن کسی کامل کی صحبت نہ پانے سے اپنے ہی نفس کے تکبر سے ہلاک ہوگیا۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عام لوگ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو شیطان نے گمراہ کردیا۔ مگر شیطان کو کس نے گمراہ کیا؟ شیطان سے پہلے تو کوئی شیطان تھا ہی نہیں۔ تو بات یہی ہے کہ شیطان کو اس کے نفس نے گمراہ کیا۔ پس اب وہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ[۱۵۲] سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپس میں بدون شرعی دلیل ہرگز بدگمانی اور غیبت نہ کرنی چاہیے۔ اس سے نہایت راحت اور پُرسکون زندگی عطا ہوتی ہے اور فراغِ قلب سے دین کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔

تشریح نمبر ۴: مشورۂ مناسب کے بعد بے فکر ہونا۔ یعنی مجلسِ شوریٰ ہو یا انفرادی مشورہ ہو مشورہ دینے کے بعد اپنے مشورے کو واجب العمل نہ سمجھنا چاہیے بلکہ مشورہ صرف

۱۵۲؎ روح المعانی: ۱۱/۵۷، التوبۃ (۱۲۳) ذکرہ فی باب الاشارات، دار احیاء التراث، بیروت

ثواب حاصل کرنے کی نیت سے پیش کرے۔ اس نیت کی برکت یہ ہوگی کہ اگر اس کے خلاف عمل ہوا تو رنج نہ ہوگا اور مدرسے کی اعانت وخدمت سے محرومی نہ ہوگی۔ ورنہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جس رُکن کے مشورے کے خلاف عمل مہتمم کرتا ہے وہ رُکن کینہ اور غصے کے سبب مدرسے کی اعانت سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے حدیثِ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سامنے رکھیے۔ حضرت بریرہ جب آزاد ہوئیں تو پہلے شوہر حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرعاً انہیں حقِ خلع حاصل ہوا اور انہوں نے اسے استعمال کرلیا اور اپنے شوہر سے خلاصی کا اظہار کردیا۔ حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع دی گئی کہ مغیث اس طرح رورہے ہیں کہ ان کے آنسو داڑھی سے ٹپک رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر فرمایا کہ مغیث کو نہ چھوڑو۔ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا: مشورہ ہے۔ (کیوں کہ شریعت کے قانون سے حضرت بریرہ کو اُن سے الگ ہونے کا اختیار تھا) تو عرض کیا کہ میرا ان کے ساتھ نباہ میرے لیے ناقابلِ تحمل ہے۔[۱۵۳] اس حدیث سے حکم اور مشورے کا فرق صاف ظاہر ہے۔

اب اس روایت سے مشورہ دینے والے اراکینِ مجلسِ شوریٰ کو غور سے یہ سبق حاصل کرلینا چاہیے کہ مشورے کا رُکن ہونا حکومت حاصل ہونے کے مترادف نہیں، بلکہ علمائے کرام کے خادم بننے اور مشورہ عرض کرنے کی سعادت کے شرف پر مسرور اور شکر گزار ہونا چاہیے، اور اگر مہتمم اراکین کے مشورے پر عمل نہ کرے تو حُسنِ ظن رکھنا چاہیے کہ وہ عالمِ دین ہیں، ان کے قلب میں خدائے تعالیٰ نے جو بات ڈالی ہے وہ ہمارے مشوروں سے افضل اور بہتر ہے۔ سورۂ آل عمران وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ[۱۵۴] میں حق تعالیٰ نے اسی مسئلے کو بیان فرمایا ہے کہ اے نبی! آپ اپنے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مشورہ تو لے لیں (کہ اس میں ان کی دلجوئی بھی ہے)

---

۱۵۳ صحیح البخاری: ۲/۷۹۵ (۵۲۹۹)، باب فی شفاعۃ النبی فی زوجۃ بریرۃ، المکتبۃ المظہریۃ

۱۵۴ اٰل عمرٰن: ۱۵۹

مگر جب آپ قوت سے ایک جانب کی رائے کو اپنے قلب میں پختہ کرلیں تو پھر خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ (خواہ وہ ان کے مشوروں کے خلاف ہو یا موافق ہو) اس آیت کے متعلق چند ضروری فوائد تفسیر "بیان القرآن" حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتا ہوں:

۱) مشورہ کرنے کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف ان اُمور میں حکم ہوا ہے جن کے متعلق وحی نہیں نازل ہوئی، ورنہ بعد وحی کے پھر مشورے کی کوئی گنجایش نہیں۔

۲) مشورے کی حکمت ان کی دلجوئی بھی ہے اور دوسری حکمتیں بھی ہیں، مثلاً یہ کہ آپ کی اُمت کے لیے یہ عمل سنت قرار پائے۔ چناں چہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ و رسول کو تو اس مشورے کی حاجت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میری اُمت کے لیے ایک رحمت بنایا ہے۔

۳) اور آیتِ مشورہ کی تفسیر میں یہ جو ہے کہ خواہ ان کے مشورے کے موافق ہو یا مخالف، دلیل اس کی یہ ہے کہ لفظ "عزم" میں کوئی قید نہیں لگائی گئی۔

۴) اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل اُمورِ انتظامیہ میں رائے اور مشورے کو کثرتِ رائے کے ضابطے سے منوانا اور مسلّط کرنا محض بے اصل ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ورنہ یہاں عزم میں یہ قید ہوتی کہ بشرطیکہ آپ کا عزم کثرتِ رائے کے خلاف نہ ہو۔

۵) مشورہ اور عزم کے بعد توکل کا جو حکم ہے اس سے ثابت ہوا کہ تدبیر توکل کے منافی نہیں۔ کیوں کہ مشورہ اور عزم کا داخلِ تدبیر ہونا ظاہر ہے۔

۶) اور جاننا چاہیے کہ تدبیر کے بعد اعتماد و توکل حق تعالیٰ پر رکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ اور توکل بہ معنیٰ ترکِ تدبیر اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ تدبیر دینی ہے تو اس کا ترک مذموم ہے اور اگر دنیوی تدبیر ہے مگر وہ یقینی عادتاً ہے

(جیسے کھانا کھانے سے بھوک کی تکلیف میں سکون ہونا) اس کا ترک بھی ناجائز، اور اگر ظنی ہے (جیسے دوا سے صحت ہونا) تو یہ ترک قوی القلب کے لیے جائز ہے۔ اور اگر تدبیر وہمی محض ہے تو اس کا ترک مامور بہ ہے۔[۱۵۵]

تشریح نمبر۵ : تشریح نمبر۴ میں جو باتیں بیان کی گئیں ان حقائق کے علم ہو جانے کے بعد مشورہ دینے والے اراکین حضرات کو حسب ذیل اُمور کا اہتمام ان کے لیے موجبِ اجر و ثواب اور باعثِ خیر و برکت ہے:

۱) مشورہ دیتے وقت علمائے کرام کا اپنے اوپر احسان تصور کریں کہ انہوں نے ہمیں اس خیر میں حصہ لینے کی سعادت عطا فرمائی۔

۲) مشورہ دیتے وقت اپنے کو خادم اور علمائے کرام کو مخدوم سمجھیں۔

۳) اگر ان کے مشورے کے خلاف مہتمم قدم اُٹھائے تو اس صورت کو شرعاً اس کا حق سمجھ کر اس کی اعانت سے گریز نہ کریں، اور اس وقت اپنے اخلاص کا اور اپنے نفس کا امتحان سمجھیں۔ ورنہ اگر اپنے مشورے کے خلاف عمل دیکھ کر دل میں کینہ محسوس کیا اور تعاون سے ہاتھ روک لیا تو دراصل اپنے اس عمل سے کارِ خیر میں مشورہ پیش کرنے اور مشیر بننے کی شرعی صلاحیت سے نااہلیت کا ثبوت پیش کر دیا۔ جیسا کہ تشریح نمبر۴ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مشورے کی حیثیت کو تحریر کیا گیا۔ مجلسِ شوریٰ کے ہر رُکن کو اس کی نقول ضرور رکھنی چاہیے اور گاہ گاہ اس کا مذاکرہ بھی ہوتا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ پھر ناواقفیتِ حدودِ شرعیہ سے جو مہتمم اور اراکینِ شوریٰ میں جھگڑے چل کھڑے ہوتے ہیں سب کا انسداد ہو جاوے گا۔ البتہ اگر یہ مسئلہ انتظامی اُمور کا نہ ہو بلکہ علمی اور شرعی مسائل کا اختلاف ہو تو اہلِ علم اور فتویٰ کے اکابر حضرات سے رُجوع کر لیا جائے۔ اور مہتمم کو بھی موضعِ تہمت سے بچنے کے لیے فوراً اکابر اہلِ علم سے استفتاء کر کے اراکین کو آگاہ کر دینا چاہیے۔

تشریح نمبر۶ : ایسے اقوال و افعال سے احتیاط رکھنا جس سے طلبائے کرام اور اساتذۂ عظام

۱۵۵؎ بیان القرآن:۲/۶۸ آل عمرٰن:۱۵۹، ایچ ایم سعید

کی بے وقعتی یا بے عزتی یا شکایت عوام کے سامنے آئے۔ اس کے متعلق اسی باب کے تشریح نمبر ۱ و نمبر ۲ کو بغور مطالعہ کیا جاوے تاکہ علم اور اہلِ علم کی عظمت قلب میں پیدا ہو۔ اور بار بار ان احادیث کا مذاکرہ ہوتا رہے۔ مزید برآں ایک حدیث ہے جس سے علماء کی کوتاہیوں پر سکوت کا حکم ثابت ہوتا ہے (اور غیبت توجب عوام مسلمین کی شان میں حرام ہے تو علماء کی شان میں تو نہایت ہی احتیاط چاہیے)۔

ارشاد فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی عالم کی لغزش دیکھو اس کی توبہ کا انتظار کرو (یعنی اس کی توہین اور غیبت مت کرو اور اس کی اشاعت مت کرو)۔

اِذَا رَأَيْتُمْ زَلَّةَ الْعَالِمِ فَانْتَظِرُوْا فَيْئَتَهٗ[۱۵۶]

اور طالبِ علمی کی حالت میں اگر موت آجائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شہید ہوتا ہے:

اِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيْدٌ[۱۵۷]

(التشرف فی احادیث التصوف) حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

علماء و طلباء کا اکرام وہی کرتا ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی عظمت ہوتی ہے اور جو انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث اور نائب سمجھتا ہے۔ ان کی بے وقعتی کرنے پر صرف ایک ہی حدیث کی وعید کافی ہے کہ ایسے شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ و تعلق منقطع کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔ پھر میدانِ محشر میں معلوم ہوگا جب آپ کی شفاعت سے محرومی ہوگی کہ شفاعت تو تعلق والوں کے لیے ہوگی۔ اگر علمائے کرام یا طلبائے کرام کے حقوق میں کوئی بے ادبی ہو جائے فوراً ان سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرلے۔ اور جب عام مؤمنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اپنے کو مؤمنین کے سامنے متواضع

۱۵۶؎ کنز العمال: ۱۰/۱۳۵ (۲۸۶۸۲)، کتاب العلم، مؤسسة الرسالة

۱۵۷؎ مسند البزار: ۱۵/۱۹۱ (۸۵۷۴)، مسند ابی ہریرة، مؤسسة علوم القرآن، بیروت

کر کے ملتے ہیں تو علماء ومشائخ کے سامنے اس آیت کا کیا تقاضا ہو گا۔ خود فیصلہ کر لیجیے۔

مگر افسوس کہ آج کل دنیا کے حُکّام کے سامنے اور ایک پولیس افسر کے سامنے جھک کر سلام کریں گے، ان کی عارضی عزت کے سبب ان کے سامنے عوام سراپا ادب بن جاتے ہیں اور علماء، اہل اللہ اور مشائخ جو حقیقی عزت رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، وہاں جا کر ان کے نفس کا تکبر اور ساری اکڑ فوں ظاہر ہوتی ہے، اور اگر ان کا خلافِ شرع بات سے ذرا چہرہ متغیر ہو گیا تب تو غصہ ان کا اور تیز ہو جاتا ہے کہ لو بھائی! یہ لوگ بے سامان ہی فرعون بنے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ یہی تیزی اور تغیر جو منکرات کو دیکھ کر ان پر طاری ہوتی ہے یہی ان کے کمال کی علامت ہے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اِنَّ الْحِدَّةَ تَعْتَرِیْ عَلٰی خِیَارِ اُمَّتِیْ[۱۵۸] میری اُمت کے بھلے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے مزاج میں تیزی بھی آجاتی ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عوام کی اس حالت ناگفتہ بہ کو بیان فرمایا ہے ؎

اے تواضع بردہ پیشِ ابلہاں
اے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں

اے لوگو! تم دنیا کے بے وقوفوں کے سامنے بوجہ ان کے ظاہری جاہ وعزت کے خوب تواضع وخاکساری دکھاتے ہو اور حق تعالیٰ کے خاص اور مقبول بندوں کے سامنے بوجہ ان کی ظاہری بے سروسامانی کے تکبر اور اکڑ دکھاتے ہو۔ حالاں کہ ان کی شان یہ ہے کہ جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان فرمائی ہے ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشقست تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

۱۵۸؎ کنزالعمال: ۳/۱۲۷(۵۸۰۱)، مؤسسة الرسالة

میں ایسا دل رکھتا ہوں جس کے اندر عشقِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے جواہرات بھرے ہوئے ہیں۔ کون ہے آسمان کے نیچے وہ صاحبِ دولت جو مجھ سے زیادہ سامانِ دولت رکھتا ہو؟

خلاصہ یہ کہ علماء و طلباء کا ہمیشہ اکرام ضروری ہے اور باعثِ سعادت ہے۔
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ علمائے حق کو بُرا بھلا کہتے ہیں ان کی قبروں کو دیکھو کہ ان کے منہ قبلے سے پھیر دیے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ علم اور اہلِ علم کا ادب و اکرام نصیب فرمادیں، آمین۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کی اس شکایت پر کہ یہاں کے مقامی علماء ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہیں، سختی سے ہدایت لکھی کہ خبردار! علماء کی شکایت آیندہ مت لکھنا کہ اس سے وبال سوءِ خاتمے کا اندیشہ ہے۔ احقر اختر عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ کو احقر نے خود پڑھا ہے اور نقل بھی کرلیا ہے۔ اور مکتوب الیہ احقر کے ایک سن رسیدہ دوست ہیں جو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے خدا! ہم آپ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں، کیوں کہ بے ادب شخص آپ کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں احقر نے یہ بھی پڑھا تھا کہ آج کل اسی عالم کا اکرام کیا جاتا ہے جس کی شہرت ہو اور صاحبِ وجاہت ہو، حالاں کہ ہر عالم کا اکرام چاہیے۔ اسی طرح یاد پڑتا ہے کہ عالم کو بھی عالم کا اکرام کرنا چاہیے۔

تشریح نمبر۹: طلباء کے علمی و عملی امتیاز پر انعامات تجویز کرنا۔ طلباء کے لیے انعامات کی تجویز کی سب سے بڑی حکمت ظاہر ہے کہ اس سے انہیں مزید ہمت و شوق پیدا ہو گا، اور جو طلباء کم نمبر لانے والے ہیں انہیں بھی انعام لینے کا شوق علم و عمل میں آگے بڑھنے کا

ذریعہ بن جائے گا۔ اس طرح سے بچوں کی علمی اور عملی ترقیات میں بڑی اعانت ملتی ہے۔

تشریح نمبر۱۰: امتحان و جانچ باہر کے ماہر و تجربہ کار سے کرانا گو صرفہ کتنا ہی ہو۔ جب امتحان لینے والا اس فن کا ماہر بھی ہو اور باہر سے بلایا جاتا ہو تو اس کا اثر بچوں پر اور ان کے اُستاد پر یہ پڑتا ہے کہ سب کو فکر ہو جاتی ہے، اور عوام پر یہ اثر ہوتا ہے کہ واقعی یہاں معیاری تعلیم ہوتی ہے تب ہی تو باہر کے ماہر و تجربہ کار سے امتحان دلاتے ہیں۔ ورنہ اگر اندرونی طور پر تعلیم کمزور ہوتی تو آپس ہی میں امتحان دے دلا کر عیب چُھپا کر کام بنا لیتے۔ لہٰذا اتنی عظیم مصلحت اور نفع کے لیے کہ طالبِ علم اور اُستاد میں عملی سرگرمی اور عامۃ المسلمین میں حُسنِ ظن اور نیک نامی حُسن کارکردگی کی حاصل ہو، تو اگر ان اہم مقاصد پر صرفہ زیادہ بھی کرنا پڑے ضرور کرنا چاہیے۔

تشریح نمبر۱۱: شکایاتِ خصوصی پر فریقِ متعلق سے دریافت و انکشافِ حقیقت کے بعد فیصلہ کرنا۔

اس اُصول کے اندر بڑی ہی راحت رہتی ہے۔ ہر شخص کو اطمینان رہتا ہے کہ اگر کسی نے شکایت کی تو حقیقتِ حال ہم سے ضرور معلوم کی جائے گی۔ اور جہاں یک طرفہ شکایت پر عمل کیا جاتا ہے اوّل تو یہ صورت شرعاً جائز نہیں، دوسرے یہ کہ اس بے نظمی اور بے اُصولی سے ہر مدرّس اور ملازم ہر وقت خائف رہتا ہے۔ لہٰذا یہ جو اُصول حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے مدوّن فرمائے ہیں نہایت ہی مفید اور راحت و عافیت کے ضامن ہیں۔ مختصر مختصر سی عبارات دریا بکوزہ کے مصداق ہیں اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تشریح نمبر۱۲: بیمار طلباء کی خاطر، دیکھ بھال اور دلجوئی و راحت رسانی کا اہتمام کرنا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حضرات طلبائے کرام مہمان ہیں۔ تو جب عام مسلمین کی عیادت اور تیمارداری کا اتنا اجر و ثواب ہے تو ان کی عیادت اور دیکھ بھال کا کتنا ثواب ہوگا؟

ہردوئی کے ایک طالبِ علم نے جو اب کراچی میں رہتے ہیں، حضرتِ اقدس ہردوئی کی شفقت کا ایک قصہ بیان کیا کہ میں نے بچپن میں ایک مرتبہ حضرت والا کے ساتھ

ایک سفر میں حضرت والا کی چادر پر پیشاب کر دیا صبح حضرت والا نے فرمایا: تم پانی ڈالو اور خود اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے۔ یہ کہہ کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

احقر ناکارہ عرض کرتا ہے کہ حضرتِ اقدس ہر دوئی نے ایک وعظ میں ارشاد فرمایا کہ آج مدرّسین حضرات کو یہ شکایت ہے کہ طلباء ہماری خدمت نہیں کرتے۔ ہمارا اکرام نہیں کرتے۔ تو بات دراصل یہ ہے کہ ہم تو طلباء سے تعلق رکھتے ہیں ضابطے کا اور ہم ان کی طرف سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا رابطے کا خیال کریں۔ آج حال یہ ہے کہ طالبِ علم کسی کمرے میں بیمار پڑا ہے، اُستاد کو دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ الّا ما شاءاللہ۔ تو بھائی یک طرفہ محبت کیسے پیدا ہو؟ اور حضرت والا کی برکت سے ابھی ابھی احقر کی سمجھ میں یہ بات بھی آئی کہ حدیثِ پاک میں مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا کو مقدم فرمایا گیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا[۱۵۹]

جس نے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کا حق نہ پہچانا ہم سے اس کا تعلق نہیں۔

کس قدر سخت وعید ہے۔ حدیثِ مذکور میں اس تقدم سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت ورحمت میں سبقت کرنا چاہیے۔

اساتذہ اور طلباء کے لیے ہدایات اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم کا مطالعہ نہایت اہم ہے۔ جو کراچی مجلس اشاعۃ الحق سے بھی دستیاب ہے۔

تشریح نمبر ۱۳ و ۱۴: حفاظ کے لیے وظائف میں گنجایش رکھنا اور تکمیلِ حفظ پر انعامِ خصوصی مقرر کرنا۔

اس عمل سے طلباء کو حفظ کرنے اور عوام کو اپنے بچوں کو حفظ کرانے کا شوق بڑھے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مقصود کا ذریعہ بھی مقصود ہوتا ہے۔

تشریح نمبر ۱۵ و ۱۶: صفائی اور ستھرائی دارالاقامہ کا اہتمام اور اس کے لیے بدون اطلاع معاینہ کرنا۔

---

[۱۵۹] جامع الترمذی: ۲/۱۴، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، ایچ ایم سعید

چناں چہ حضرتِ اقدس نے یہاں کے بعض دینی اداروں میں سب سے پہلے اچانک طلباء کی قیام گاہ کا معاینہ فرمایا اور ان کے بستر اور دستر خوان کی صفائی کا معاینہ فرمایا اور جہاں کاغذ کے ٹکڑے پڑے تھے فرمایا کے یہ آلۂ علم ہے اس کو اُٹھا کر کہیں رکھ دیں۔ ہرگز ہرگز کاغذات کے ٹکڑے ادھر اُدھر نہ پڑے ہوں۔ اسی طرح فرمایا کہ آج صفائی کا اہتمام نہیں رہا، ہم سے دوسری قوموں نے صفائی کا سبق لے لیا اور ہم نے گندگی کو اپنا شعار بنالیا۔ اور فرمایا کہ ایک بار اچانک کوئی صاحب آئے اور ہم نے اُن کو اپنے بچوں کا دارالاقامہ دکھایا، سب کے بستر قرینے سے لگے ہوئے تھے اور کہیں کوئی کاغذ کا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ نہایت اہتمام سے صفائی ستھرائی کا نظم دیکھ کر کہنے لگے کہ کیا آج یہاں کوئی صاحب معاینے کے لیے آنے والے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ یہاں ہمیشہ ہی ایسی صفائی کا اہتمام رہتا ہے۔ عام ذہن اسی طرح کا بن گیا ہے کہ جب کوئی بڑا معاینے کے لیے آئے تو خوب صفائی ہوگی ورنہ پھر کوئی اہتمام صفائی کا نہیں رہتا۔ اس کا بڑا خیال چاہیے۔ طالبِ علمِ دین اور اہلِ علم اور عُلما کے وقار کو ان بے اُصولیوں سے بہت نقصان پہنچا ہے۔

انتظام اور سلیقے سے رہنا انگریزی داں طبقے نے اپنے لیے خاص سمجھا ہوا ہے اور مولوی اور دیندار طبقے کے لیے بد نظمی، بے اُصولی اور گندگی کو لازم سمجھ رکھا ہے۔ ہمارے لیے یہ تازیانۂ عبرت ہے۔

تشریح نمبر ۱۹ و ۲۰: ادعیہ او قاتِ متفرقہ کی نگرانی کا نظم قائم کرنا الخ۔

یعنی جو مسنون دُعائیں مثلاً سوتے وقت اور سو کر اُٹھتے وقت، کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد اور دستر خوان اُٹھتے وقت اور سواری پر چڑھتے وقت اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دُعائیں طلبہ کو یاد کرائی جاتی ہیں ان کو ان کے وقتوں پر عملی طور پر پڑھنے کی نگرانی بھی کرنی چاہیے۔ اور اس پر کوئی نگران مقرر ہو اور اس نگرانی کا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ اس طرح پر دینی مدارس کے بچے سنت کی زندگی پر عملی مشق کی تربیت پا جائیں گے۔ اور جہاں بھی رہیں گے ان سنتوں کی عادت بن جائے گی۔ اور زندگی بھر کا یہ صدقۂ جاریہ اساتذہ اور مہتمم اور منتظمین اور معاونین کے نامۂ اعمال میں لکھا جاوے گا، سنتوں کا احیا ہو گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک

خوشی سے باغ باغ ہوگی۔ اسی طرح طلباء کو نمازیں سنت کے مطابق پڑھنے کی مشق کرانے کے لیے نگران مقرر کیا جائے، اور بہتر یہی ہے کہ ان کاموں کے لیے اساتذہ ہی کو منتخب کیا جائے اور ان کی اس نگرانی کا وظیفہ علاوہ تنخواہ الگ سے دیا جائے۔ اور مدرسے کی آمدنی کو ان ہی ضروری اُمور میں یعنی علم اور عمل کی اصلاح میں زیادہ خرچ کیا جائے۔ خواہ تعمیر معمولی ہو۔ جسمِ مدرسہ میں اوّلاً ضروری باتوں کو مقدم رکھا جائے پھر عمدگیٔ تعلیم کے بعد مناسب تزیین کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

تشریح نمبر۲۵: معلمینِ قاعدہ وناظرہ وحفظ کا مشاہرہ معقول کرنا الخ۔

آج کل اس باب میں بڑی کوتاہی ہے۔ دین کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ ان حضرات کو اتنی تنخواہ دی جائے کہ جس سے وہ راحت اور سکون سے زندگی گزار سکیں۔ معقول تنخواہ سے پھر کام اچھا ہوتا ہے۔ اور اچھے اساتذہ بھی ملتے ہیں۔ ورنہ سستا اُستاد کا کام بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی نے فرمایا کہ الحمدللہ! ہمارے یہاں قاعدہ اور حفظ و ناظرہ کے بعض اساتذہ کی تنخواہ بعض علماء سے بھی زیادہ ہے، کیوں کہ ہمارے یہاں تنخواہ کا مدار ضرورت پر ہے نہ کہ قابلیت پر۔ مثلاً: ایک قاعدہ پڑھانے والے کے اہل وعیال کا سات افراد کا خرچ ہے اور عالم کا خرچ مختصر ہے، ابھی صرف بیوی ہے اولاد نہیں، تو آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ ضرورت کس کو زیادہ تنخواہ دینے کی ہے؟

تشریح نمبر۲۷: تقرّر کے وقت نصابِ مدرّسین کے مطابق جانچ کرانا اگرچہ سند تکمیل کی ہو، کیوں کہ بعض وقت صلاحیت حاصل شدہ بے فکری سے کم ہوجاتی ہے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں عالموں کی تقرّری پر ان کا قاعدے کا امتحان ضرور ہوتا ہے۔ چناں چہ ایک مرتبہ ایک عالم صاحب کچھ خفا ہوئے، اور کہنے لگے: ہماری سند میں تمام کتابوں کے اندر ہمارے اعلیٰ نمبر آئے ہیں۔ ان سے گزارش کی گئی مگر آپ کی سند میں قاعدے کے امتحان کا ذکر نہیں ہے۔ پھر ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا گیا اور اس سے ان کو قاعدے کا سبق سنایا گیا پھر خود ہی کہنے لگے کہ یہ بچہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے۔ پھر اُن سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ کو اس

بچے کا امام بنادیا جائے تو اس بچے کے قلب میں آپ کی کیا وقعت ہوگی؟ بات سمجھ میں آگئی؟ آج کل اس طرف بڑی کوتاہی ہورہی ہے۔ علماء کو سند دے دی جاتی ہے اور وہ قرآن کو قواعدِ تجوید سے نہیں پڑھ سکتے۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔ بعض وقت تھانہ بھون میں بعض شیخ الحدیث اور بعض شیخ التفسیر کو قاعدہ پڑھنا پڑا۔

تشریح نمبر ۳۰ و ۳۱ و ۳۲: اجتماعِ طلبہ و جلسہ اور وعظ میں تدویراً اور حدراً طلبہ سے قرآن پڑھوانا اور قواعدِ تجوید کے موافق سنانے پر انعام کا دیا جانا۔ ناکامی پر وظیفے کا بند کرنا اور درجۂ ترقی سے محروم کرنا۔

اس عمل کا اثر یہ ہوگا کہ طلبہ اور اساتذہ تدویراً اور حدراً پڑھنے پڑھانے میں نہایت سرگرمِ عمل رہیں گے کہ نہ معلوم کس سے پڑھنے کو کہا جاوے گا۔ ہر طالبِ علم بھی مستعد رہے گا اور اُستاد کو بھی خاص فکر اور توجہ رہے گی۔ اور جلسے میں شریک ہونے والے حضرات پر اس کا یہ اثر پڑے گا کہ وہ بھی اپنے بچوں کو اسی طرز سے تعلیم دلانے کا شوق محسوس کریں گے۔ اور دوسرے درس گاہوں کے اساتذہ اور منتظمین جو جلسے میں مدعو ہوں گے انہیں بھی اسی طرح پڑھنے پڑھانے کی توفیق ہوگی۔ اس طرح قرآنِ پاک کی معیاری تعلیم عام ہونے میں مدد ملے گی۔ نیز قواعدِ تجوید کے موافق جو بچہ سنائے اسے انعام بھی دیا جاوے کہ اس سے دوسرے بچوں میں بھی شوق اسی طرح پڑھنے کا پیدا ہوگا، اسی طرح جو قواعدِ تجوید میں ناکام ہوں اُن کا وظیفہ بند کردیا جائے اور ان کی ترقی روک دی جائے تاکہ سب کو فکر رہے اور تعلیم میں محنت کا اہتمام رہے۔ اُمید اور خوف کے یہ دونوں طریقے منزلِ مقصود تک طلباء کو پہنچانے میں نہایت مفید ہوں گے۔ **مَنْ شَاءَ فَلْيُجَرِّبْ** جو چاہے تجربہ کرکے نفع اُٹھاوے۔

تشریح نمبر ۳۳: حسبِ ضرورت اساتذہ کو اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم یا رحمۃ المتعلمین کے مطالعے کی تاکید کرنا اور تکمیلِ نصاب کرانا۔

اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پسند فرمودہ مجموعہ نصائح برائے طلباء و مدرّسین کو حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم

نے تبویب فرما کر اس کو طبع کرایا ہے۔ احقر کی مجلس اشاعۃ الحق کراچی میں بھی دستیاب ہے۔ اس رسالے کا نام یہاں ''اُصولِ زریں برائے طلباء و مدرّسین'' رکھا گیا ہے اور سرورق پر اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم بھی تحریر ہے۔

اس رسالے کا مطالعہ ہر دینی مدارس میں اساتذہ کے لیے اور طلباء کے لیے بھی لازم کر دیا جانا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہو گا کہ طلبائے کرام اور اساتذۂ کرام کا اجتماع کرکے اس رسالے کو من و عن ابتدا تا انتہا بار بار سنایا جاوے۔ اس رسالے پر اگر عمل کی توفیق ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام طلباء اولیاء اللہ بن کر مدارس سے نکلیں اور ان کی برکتیں امت کی اصلاح کے لیے انقلاب پیدا کر دیں۔ قابلِ دید اور نہایت نافع رسالہ ہے۔ جو اخلاقی، علمی، عملی اصلاحات کے لیے زرین اُصول کا مجموعہ ہے۔ ہر استاد اور ہر طالبِ علم کے نصاب میں اسے لازم کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

احقر نے جو کچھ لکھا ہے ناظرینِ کرام اس رسالے کے مطالعے کے بعد اس سے کہیں زیادہ اس کی نافعیت اور ضرورت محسوس کریں گے۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے اساتذہ کے لیے ایک نصاب دعوۃ الحق کی طرف سے تجویز فرمایا ہے اہلِ علم اور غیر اہلِ علم دونوں قسم کے اساتذہ کے لیے اس میں حسبِ ضرورت ترمیم کی جاسکتی ہے اس کے لیے دعوۃ الحق ہردوئی سے رجوع کیا جائے۔

پانچواں باب

مشورے و معروضات برائے اساتذۂ عظام

۱) تعلیمی خدمات کو اپنا فرضِ منصبی خیال کرنا اور وظیفے کو انعامِ خداوندی سمجھنا۔

۲) انتظامِ وظیفہ و انتظامِ تعلیم کرنے والوں کو اپنا محسن سمجھنا اور ان کے لیے دُعائے خیر کرتے رہنا۔ نیز عامۃ المسلمین کے لیے بھی دعا کا اہتمام کرنا۔

۳) طلباء کو بھی اپنا محسن خیال کرنا کہ ان کی وجہ سے علمی اور عملی ترقی کا موقع ملتا ہے۔

نیز ان کو اللہ تعالیٰ نے سببِ روزی بنایا ہے کہ خدمتِ دین کے ساتھ روزی کا نظم بھی ہے۔ ''ہم خرما و ہم ثواب'' کا سلسلہ بھی ہے۔

۴) طلباء کی عظمت بوجہ مجاہد فی سبیل اللہ و ضیفِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے کرنا۔

۵) مثل اولاد کے طلباء سے شفقت و محبت کا معاملہ کرنا۔

۶) ایسے معاملات سے احتیاط فرمانا کہ طلباء یا منتظمین یا معاونین کی تحقیر ظاہر ہو، یا عامۃ المسلمین کے سامنے شکایت و بے وقعتی ہو۔

۷) غصّے کی حالت میں تادیب سے احتیاط کرنا۔

۸) تادیبِ ضربی سے حتّی الوسع احتیاط فرمانا، اور بشرطِ ضرورت تادیب حدود کے اندر کرنا۔

۹) نماز با جماعت بلکہ تکبیرِ اولیٰ، تعدیلِ ارکان، ادعیۂ ماثورہ اور اوقاتِ مقررہ کی پابندی کی تلقین فرماتے رہنا۔ گاہ بگاہ نگرانی از خود کرنا۔ (یہ حقِّ اسلام بھی ہے۔)

۱۰) طلباء کی غلطی و بے ادبی پر اوّلاً فہمایش پھر تادیب حسبِ مصالح و موقع کرنا۔

۱۱) امارد کو خلوت میں آنے سے سختی سے روکنا۔

۱۲) بڑے طلباء سے خدمت بعد اجازتِ منتظم لینا۔ امارد سے سخت احتیاط اس بارے میں رکھی جائے۔

۱۳) طلباء کی عیادت اور ضروری اعانت کا خاص خیال رکھنا۔

۱۴) ناغۂ سبق کی مضرات گاہ بگاہ بیان کرنا۔

۱۵) مطالعے کی تاکید فرمانا۔ اسی طرح تاکید مطالعۂ سبق کی بھی۔

۱۶) قرآنِ شریف میں ہر ایک کا سبق خود سننا۔ دیگر جماعتوں میں باری باری سبق پڑھانا۔ یا ایک دن میں کئی طلباء سے۔

۱۷) طالبِ علم کے سبق کا مدار اپنی تجویز پر رکھنا کہ آج کون پہلے سنائے۔ تاکہ سب تیاری کر کے لاویں۔

۱۸) طلباء کی شرارت اور بے ادبی پر صبر و تحمل کا اہتمام چاہیے اور اس وقت کفارِ مکہ

کے حالات کو سامنے رکھ کر اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچا جاوے۔ بعد شفائے غیظ مناسب طریقہ اصلاح کا تجویز کیا جائے۔ فہمائش یا تادیب۔

۱۹) کسی کے توجہ دلانے پر اپنی غلطی علمی یا عملی ظاہر ہو تو اس کا ممنون ہونا چاہیے۔

۲۰) ظہورِ غلطی پر اس غلطی کی تلافی کی فکر کرنا چاہیے۔ اس سے عظمت بڑھتی ہے۔

۲۱) تعلیم المتعلم یا رحمۃ المتعلمین یا اشرف التفہیم کا مطالعے میں رکھنا۔

تشریح نمبر۱: تعلیمی خدمات کو اپنا فرضِ منصبی سمجھنا۔ یعنی یہ نیت کرنا کہ یہ کام ہم رضائے حق کے لیے کر رہے ہیں، اگر خوشحالی اور فارغ البالی ہوتی تو تنخواہ کے بغیر ہی دینِ حق کے لیے اُسی طرح ہم سرگرمی سے کام کرتے۔ اس نیت سے ان شاء اللہ تعالیٰ ''ہم خرما وہم ثواب'' کا انعام لیجیے یعنی وظیفہ بھی انعامِ خداوندی اور ثواب بھی انعامِ خداوندی۔

دین کی محنت اور خدمت کا اصل طریقہ نبوت کا بدون اُجرت کرنا تھا جیسا کہ سورۂ یٰسٓ میں ارشاد ہے: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ[۱۶۰] دوسرے مقام پر ارشاد ہے: اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ[۱۶۱] اجر کا سوال نہ کرنا اور ہدایت یافتہ ہونا اس قید کی ضرورت اور اہمیت ظاہر ہے۔ ورنہ عیسائی مشینری بھی آج کل بدون اُجرت بلکہ دودھ اور مکھن کے ڈبّے بھی پیش کرکے اپنے مذہب کا پروپیگنڈا کر رہی ہے لیکن وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ اور حق تعالیٰ شانہٗ سے اجر کا اُمید وار ہونا یہ تین باتیں دعوت اور خدمتِ دین کا علیٰ منہاج النبوۃ طرز ہے۔ لہٰذا نائبین انبیاء علیہم السلام کو نیابتاً اسی طرز کے اُصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کرنا چاہیے یعنی قلب میں یہی جذبہ اور نیت کار فرما ہو کہ یا اللہ! یہ تنخواہ اپنی مجبوری سے لے رہا ہوں ورنہ متبادل آمدنی کے لیے کوئی جائیداد وغیرہ ہوتی تو اے اللہ! آپ کے دینِ پاک کی خدمت بدون کسی معاوضہ اور وظیفہ کے کرتا، اور ہماری یہ بڑی ہی سعادت ہے کہ آپ کے کرم نے ہم کو دین کے کاموں کے لیے قبول فرمایا ہوا ہے۔

---

[۱۶۰] یٰسٓ:۲۱

[۱۶۱] یونس:۷۲

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنیم
منت شناس زو کہ بخدمت بداشتند

یہ احسان مت رکھ کہ میں سلطان کی خدمت کر رہا ہوں بلکہ تو اپنے اوپر احسان سمجھ کہ سلطانِ حقیقی نے اپنے کرم سے تجھے اپنی خدمت میں قبول کر رکھا ہے۔

حکایت

ایک بزرگ کے شاگرد پاؤں دبا رہے تھے، اسی درمیان اُن بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ جو خدمت کرتا ہے اسے بھی ثواب ملتا ہے اور جو پاؤں دبوا رہا ہے اسے بھی ثواب ملتا ہے۔ اس شاگرد نے کہا: حضرت! ہم تو محنت کر رہے ہیں ہمیں تو ثواب ملنا سمجھ میں آتا ہے لیکن آپ کو دبوانے کا ثواب کیوں ملے گا؟ آپ کو تو کوئی مشقت ہو نہیں رہی ہے۔ ان بزرگ نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور بیٹھ گئے اور فرمایا: اب آپ پاؤں دبانے کا ثواب حاصل کیجیے۔ ہم نے جو آپ کو ثواب کا موقع دیا یعنی خدمت کی اجازت دی اس کا ثواب ہم کو ملے گا۔ یہ حکایت احقر نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم سے سُنی تھی۔

خلاصہ یہ کہ دینی خدّام کو وظیفہ اور تنخواہ کو اپنا معاوضہ نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ تعلیمی یا وعظ وغیرہ کی خدمات کو اپنی سعادت اور اپنا فرضِ منصبی سمجھنا چاہیے اور وظیفہ کو حق تعالیٰ کا انعام سمجھنا چاہیے۔

صاحبو! دین ایسی قیمتی چیز ہے کہ اس کے لیے انبیاء علیہم السلام کے خون بہے ہیں۔ کتنے انبیاء علیہم السلام شہید کر دیے گئے۔ اور جہاد میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خون خدا کی راہ میں کس طرح قربان ہوئے۔ سوچئے تو سہی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خون جو تمام کائنات سے افضل اور قیمتی ہے لیکن دین کی خدمت کے لیے حق تعالیٰ نے اسے بھی گوارا فرمایا۔ پھر ہم کو اور آپ کو اپنے خون اور پسینے اور جان اور مال اور آبرو خدا کی راہ میں دے کر کتنا خوش ہونا چاہیے۔

نہ شود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دشمنوں کو اے خدا! نصیب بھی نہ ہو کہ وہ آپ کے تیغِ محبت سے قتل ہوں، ہم دوستوں کا سر سلامت رہے کہ آپ کی محبت کی راہ میں وہ قبول ہو جاوے۔

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ اَیْ ثِقَاتْ

اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاۃً فِیْ حَیَاۃْ

گر مرا صد بار تو گردن زنی

ہمچو شمع برفروزم روشنی

ہمچو اسماعیل صبّارِ مجید

پیشِ تیغِ عشقِ حق حلقے کشید

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں مجھے قتل کردو شوق سے راہِ حق میں، کیوں کہ میرے قتل ہی میں میری حیات ہے جیسا کہ شہداء کو حیاتِ جاودانی کی بشارت ہے۔ اور اے لوگو! خدا کی راہ میں اگر میری گردن کو تم سو بار قتل کروگے تو ہر بار میرا نورِ عشق اور نورِ ایمان اور روشن ہو جائے گا جس طرح چراغ کی بتی کی گردن کو جب قینچی سے کاٹ دیتے ہیں تو روشنی اور تیز ہو جاتی ہے (یعنی جو حصہ بتّی کا جل کر خراب ہو جاتا ہے تو اس کو کاٹ دینے سے روشنی پہلے سے بہت ہی تیز ہو جاتی ہے)۔ اور مثل حضرت اسماعیل علیہ السلام صبّارِ مجید کے اللہ تعالیٰ کی محبت کی تلوار کے نیچے خوشی خوشی اپنی گردن رکھ دینی چاہیے۔

صاحبو! اب تو دین کے خدّام کی دعوتیں ہوتی ہیں اور کیا کیا راحتیں اور نعمتیں ملتی ہیں یہ حق تعالیٰ کا ہم ضعفاء پر احسان و کرم ہے، ورنہ سلف کی تاریخ دیکھیے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا کیا مصائب جھیلنے پڑے ہیں کہ ان کے قلوب حلق تک پہنچے اور سخت زلزلہ رُوح پر طاری ہوا۔

سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ علیہ السلام سے پوچھ
لطف تن چرنے کا زکریا علیہ السلام سے پوچھ
سر کو رکھ دینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل علیہ السلام سے کیا لطف ہے

عاشقوں کا امتحان بلاؤں سے ہوتا ہے حلوا کھلا کر نہیں ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے خوب فرمایا ہے۔

آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں
ہو رہا ہے عشق کا اب امتحاں
حق پرستی کی سزا جور عیاں
ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں
میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زباں
ان کی مرضی پر مری قرباں جاں

سراپا داستاں ہو کر کے بھی بے داستاں رہنا
زباں رکھ کر ترے عاشق کا پھر بھی بے زباں رہنا

صاحبو! دین کی خدمت کے لیے قبول ہونا اور دین کی خدمت میں لگ جانا اتنا بڑا انعام ہے کہ تمام کائنات بھی اس کے برابر قیمت نہیں رکھتی۔ اس نعمت کا بیان تو حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق سورۂ صٓ میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ

اور ہم نے ذکرِ دارِ آخرت کے لیے ان کو مخصوص کرلیا تھا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ”بیان القرآن“ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ صفت سب سے زیادہ تام اور

کامل ہوتی ہے۔ خالصۃ اسم فاعل بہ معنیٰ خَلَصْتُہٗ خَالِصَۃً جَلِیْلَۃَ الشَّانِ لَاشَوْبَ فِیْھَا۔[۱۶۲]

پھر حق تعالیٰ جس امتی کو اس حصۂ نبوت سے جس قدر بھی عطا فرماویں نہایت ہی احسان وکرمِ عظیم ہے۔ پس خدّامِ دین کو جو آخرت ہی کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں نہایت شکر گزاری کرنی چاہیے۔ تاکہ شکرِ نعمت پر مزید ترقی حسبِ وعدہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ[۱۶۳] حاصل ہو۔

حق تعالیٰ نے آیت مذکورۃ الصدر کے بعد ہی وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ[۱۶۴] فرمایا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور وہ حضرات جو ذکرِ آخرت کے لیے مخصوص کیے گئے تھے وہ حضرات ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں معیارِ خیر اور اچھائی ذکرِ آخرت اور فکرِ آخرت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے آخرت کے کاموں میں شغف کی توفیق بخشیں اور اخلاص عطا فرماویں، آمین۔

اَللّٰھُمَّ اَخْلِصْنَا بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ اے اللہ! ہم سب کو بھی ذکرِ آخرت کے لیے مخصوص فرمائیں، آمین بحق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

از کرم از عشق معزولم مکن
جز بذکرِ خویش مشغولم مکن
منصبے کانم ز رویت محجب است
عین معزولیست نامش منصب است

اے خدا! اپنے عشق سے ہم کو معزول نہ فرمائیے، اپنے کرم سے اپنے ذکر کے سوا (دینی خدمات بھی ذکر میں شامل ہیں) کسی دوسرے کاموں میں مشغول نہ فرمائیے۔ اور وہ

---

[۱۶۲] اللغات از بیان القرآن: ۱۰/۱۰، ص (۴۶)، ایچ ایم سعید

[۱۶۳] ابرٰھیم: ۷

[۱۶۴] ص: ۴۷

منصب اور عہدہ جو اگرچہ دنیا کا بڑے سے بڑا ہو لیکن اگر آپ سے دوری اور حجاب کا باعث ہے تو وہ میرے نزدیک عینِ معزولی ہے صرف نام ہی منصب ہے۔

حکایت

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا سخاوت علی صاحب کو پڑھانے کا حکم دیا اور مولانا کرامت علی صاحب کو تبلیغی اسفار کا۔ چناں چہ مولانا کرامت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگال میں زندگی بھر ایک جگہ نہ بیٹھے۔ ہمیشہ تبلیغی سفر کرتے رہے۔ اور حضرت مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جونپور میں پڑھانے میں مشغول ہوئے۔ اگر کوئی بخاری شریف پڑھنے آیا اسے بھی پڑھا دیا اور اگر قاعدہ پڑھنے آیا اسے بھی پڑھایا کسی سے انکار نہ کیا۔ اور فرمایا کرتے تھے: ہمارے پیر نے ہم کو پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم نہیں دیا تھا کہ صرف بخاری پڑھانا۔

تشریح نمبر ۷و۸: غصّے کی حالت میں تادیب سے احتیاط کرنا۔ اس کی مختصر تشریح تیسرے باب کے نمبر ۸ میں بھی گزر چکی ہے۔ غصّے کی حالت میں مارتے وقت عقل ٹھکانے نہ ہونے سے بعض وقت اس قدر زیادہ مار دیا کہ استاد کی پٹائی کے لیے اس کے ورثا پہنچ گئے اور بڑی مشکل سے استاد کی عزت بچائی گئی۔ نیز زیادہ مارنے سے بچوں کو دینی تعلیم ہی سے وحشت ہو جاتی ہے اور فی زمانہ جب کہ انگریزی تعلیم کی طرف عوام کا رجحان زیادہ ہے اور بہت کم لوگ اپنے بچوں کو دینی تعلیم میں لگاتے ہیں۔ نیز انگریزی اسکولوں میں بچوں پر مار پیٹ سخت ممنوع ہے اور نہایت شفقت کا اظہار کیا جاتا ہے بلکہ اب تو بچوں کو بعض اسکولوں میں چائے اور ٹافیاں بھی کھلائی جاتی ہیں۔ حالاں کہ شفقت اور محبت طلباء پر کرنا یہ دینی حضرات کا حصّہ تھا۔

غصّے میں مغلوب ہو کر جب تادیب ہوتی ہے تو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تھانہ بھون میں اساتذہ کو سخت

ہدایت تھی کہ بچوں کو مارنے میں نہایت احتیاط سے کام لیں۔ ایک استاد تھے، وہ بہت مارتے تھے اور بار بار ہدایت سے بھی باز نہ آئے پھر حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو تمام طلباء کے سامنے مُرغا بنوادیا۔ حالاں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ اس عمل سے انتہائی آپ کا قلبی الم اور صدمہ اس فعل سے ظاہر ہوتا ہے۔ غصے کی حالت کو اعتدال میں لانے کا طریقہ تشریح ۸ بابِ دوم بہشتی زیور حصہ نمبر ۷ سے نقل کیا گیا ہے۔ اسے اساتذۂ کرام گاہ بگاہ پڑھ لیا کریں کہ بار بار مذاکرے سے وقت پر استحضار ہو جاتا ہے ورنہ مطلق علم تو شدتِ غضب میں کالعدم ہو جاتا ہے۔ اگر استاد کی مار پیٹ کی بے اعتدالی سے اُمتِ مسلمہ کا ایک بچہ بھی متوحش اور ہراساں اور خوف زدہ ہو کر علمِ دین کا تارک ہوا تو اس کی اس محرومی کا وبال استاد پر اور منتظمین پر بھی ہو گا۔

حاصل یہ کہ جس طرح اپنی اولاد پر شفقت ہوتی ہے اسی طرح ہر طالبِ علم پر ہونی چاہیے۔ حضرتِ اقدس ہر دوئی کا ارشاد ہے: وزیر کا بچہ، پیر کا بچہ اور فقیر کا بچہ استاد کی نظر میں توجہ، مہربانی اور شفقت کے لحاظ سے برابر ہوں۔ بچوں کے مارنے سے جہاں تک ہو سکے احتیاط کریں، البتہ سخت ضرورت پر حدود اور بچے کے تحمل کا لحاظ رکھتے ہوئے معمولی تادیب کر دیں۔

چناں چہ حضرتِ اقدس ہر دوئی نے فرمایا کہ بعض بچے جو نئے داخل ہوئے بعض وقت استاد کو بُری بُری گالیاں تک دے دیں اس وقت استاد کو تحمل اور صبر کی تلقین کی جاتی ہے اور ان کی صرف یہ سزا ہوتی ہے کہ استاد کا جوتا الٹی طرف سے (یعنی تلاوالا نہیں) ان کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ دماغ کو سینک دینا اس کا نام ہے۔ کسی کے سر پر ایک ایک گھنٹہ رکھا جاتا ہے۔ جب تک وہ معافی نہیں مانگ لیتے یہ سینک جاری رکھا جاتا ہے۔ یہ بھی سرسام ہے اس کو سینکنا مفید ہے۔

اسی طرح بعض بچے بعض کو ایک چپت مار دیتے ہیں۔ اس کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ گیارہ بچے ایک قطار سے یکے بعد دیگرے اس مارنے والے کو ایک ایک چپت لگائیں اس علاج کا نام دوائے کوکبی رکھا گیا ہے۔ احد عشر کوکبا کی طرف اشارہ

ہے۔ اور فرمایا کہ ان دونوں صورتوں میں استاد کے مار پیٹ سے بچے محفوظ رہتے ہیں، اور فرمایا کہ ہمارے یہاں استاد کو مار پیٹ کی اجازت ہی نہیں، اگر ضرورت ہو تو مہتمم سے مشورہ کرکے تادیب کریں۔ اور اس قانون کا علم بچوں کو بھی ہے۔ چناں چہ اگر استاد قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو بچہ فوراً آکر مجھے مطلع کرتا ہے۔ اس معاملے میں بچوں کو آزادی دی گئی ہے وہ قانون کی خلاف ورزی کی مجھے فوراً اطلاع کریں۔

تشریح نمبر۱۱: امارد سے سخت احتیاط کی جاوے۔

اَمَارِدُ جمع اَمْرَدُ کی ہے۔ آج کل بعض لوگ اَمرد کے معنٰی ہی نہیں جانتے۔ ایک بی۔ اے پاس دوست اس ناکارہ کی اتوار کی ہفتہ واری مجلس میں آیا کرتے تھے، کسی ملفوظ یا وعظ میں لفظ اَمرد پڑھا گیا، احقر نے ان سے دریافت کیا اس کا مطلب کیا ہے؟ کہنے لگے: اَمرد کا مطلب میں نے دو سمجھے ہیں: یا امرود یا امرت دھارا۔ سب ہنسنے لگے۔

اَمْرَدُ کہتے ہیں اس لڑکے کو جس کے داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو، اور اس کا چہرہ اس وقت چوں کہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے اس لیے نفس کو میلان اور بُری خواہش پیدا ہوتی ہے اسی سبب سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا اسی طرح حرام ہے جس طرح عورت اجنبیہ کو دیکھنا حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھاتے تھے اُن کو جب تک داڑھی نہیں نکلی بجائے سامنے بٹھانے کے پیچھے بٹھاتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیف والے حجرے میں ایک طالبِ علم کو کسی کام سے مولوی شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا۔ حضرت فوراً بالا خانے سے نیچے اُتر آئے اور مولوی شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ فرمائی کہ خبر دار! میرے تنہائی کے کمرے میں کسی اَمرد کو مت بھیجا کرو۔ خلوت کسی اَمرد کے ساتھ جائز نہیں۔ اور فرمایا کہ اب ہمارے معتقدین کو سبق مل جائے گا کہ جس کو ہم اپنا مقتدا اور بڑا سمجھتے ہیں وہ کتنا اپنے نفس سے بدگمان ہو کر امردوں سے احتیاط کرتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اَمرد کا فتنہ عورت سے زیادہ سخت ہے، کیوں کہ نامحرم عورت سے کوئی

دیندار بات چیت، میل جول کا راستہ نہیں پاتا اور مخلوق کے خوف سے اس کی ہمت نہیں پاتا برعکس اَمرد سے بات چیت، میل جول میں وہ لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے کہ یہ ہمارا شاگرد ہے یا ہمارا بھائی ہے۔ اس لیے دیندار حضرات کو شیطان اس خبیث عمل میں باآسانی پھنسا کر خدا تعالیٰ کی رحمت اور قرب سے دور کر دیتا ہے، اور اسی طرح نوعمری میں طلباء اس خبیث فعل میں مبتلا ہو کر اپنی صحت کو خراب اور قوتِ حافظہ کو برباد کر لیتے ہیں اور علم اور تقویٰ سے محروم ہو کر دنیا و آخرت دونوں ہی تباہ کر لیتے ہیں۔

حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم نے بار بار یہاں دینی مدارس میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ دارالاقامہ جہاں طلباء کی قیام گاہ ہو وہاں ایک استاد اور نگران مقرر ہو جو رات کو دو ایک مرتبہ اچانک معاینہ کر لے کہ طلبہ کس حالت میں ہیں۔ اس سے طلبہ پر خوف ہو گا اور آپس میں غلط میل جول سے محتاط رہیں گے۔ تعمیرِ دارالاقامہ میں بھی اس کا خیال رہے کہ طلبہ کی قیام گاہ کا استاد معاینہ کر سکے۔ اور چھوٹے بچوں کی رہائش کا الگ انتظام ہو، بڑے طلباء کا اُن سے الگ انتظام ہو۔ نیز طلباء کے کمروں کی ایک ایک کنجی مہتمم کے پاس بھی ہو تاکہ جب ضرورت ہو اچانک ان کے کمروں کا معاینہ کیا جا سکے اس سے ان کی صفائی اور آدابِ معاشرت کا امتحان کیا جا سکتا ہے۔ نیز کسی مہمان کو دکھانا ہے تو طلباء سے کنجی مانگنے کی زحمت نہ ہو گی۔ اور مناسب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے بڑے بڑے کمرے تعمیر ہوں اور ان کی اخلاقی نگرانی کا نہایت اہتمام کیا جائے اور کوئی استاد ہرگز ہرگز کسی اَمرد کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، خلوت مع الامارد سے سخت احتیاط رکھے، کیوں کہ یہ مرض بہت آہستہ آہستہ اپنا اثر کرتا ہے، اور جب پورا اثر ہو جاتا ہے پھر اس سے نجات بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے۔ تمام زندگی دوزخیوں کی سی گزرتی ہے۔ چند سطور ”جزاء الاعمال“ مصنفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتا ہوں۔

فصل دوسری: معاصی کے بیان میں کا نمبر ۵

غیر محرم عورت یا اَمرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لیے گفتگو کرنا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اُس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ اور نرم کرنا، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں۔ ان شاء اللہ کسی رسالے میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ (احقر ناکارہ اختر حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارادہ پڑھ کر ایک کتاب ''روحانی امراض کے خطرناک نتائج اور اس کا علاج'' میں اس بیماری کو تفصیل سے لکھ رہا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تکمیل وطباعت وقبولیت کا شرف بخشیں۔ آمین)

تشریح نمبر ۱۵: طلبہ کو مطالعے کی تاکید کرنا اور اسی طرح سبق کے مطالعے کی تاکید کا اہتمام رکھنا۔

بدون مطالعہ استعداد نہیں پیدا ہوتی۔ خصوصاً عربی کے طلبائے کرام کو اس کا بڑا اہتمام چاہیے کہ کل پڑھنے کے سبق کو رات ہی میں اس قدر گہری فکر سے مطالعہ کریں کہ تمام سبق پڑھا سکیں۔ اس کے لیے لغت اور حاشیہ سے بھی مدد لیں۔ اس طرح مطالعے سے مدرّس بننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور استاد کے سامنے اس کی تقریر خوب سمجھ میں آتی ہے۔ مطالعے سے اگر پورا سبق سمجھ میں نہ آئے تو بھی گھبرا کر ترک نہ کریں۔ نصف یا تہائی سمجھ میں آوے تو بھی مطالعے کا اہتمام جاری رکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے کچھ ہی دن میں ترقی محسوس ہوگی اور پھر زیادہ حصہ سمجھ میں آنے لگے گا۔ کل کے سبق میں مشکل الفاظ کو حاشیہ میں دیکھیں ورنہ لغت ضرور رکھیں۔ کتب خانے میں منتظمین حضرات لغات کی کتب کافی تعداد میں فراہم کریں تاکہ دقّت نہ ہو۔ بعض ادارے میں کمی کے سبب آج کل صرف اساتذہ لغت کی کتاب رکھتے ہیں اور طلباء کو پکی پکائی بدون محنت کے معنیٰ بتادیتے ہیں اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ''ہر کہ اوارزاں خر دارزاں دہد'' بہت جلد بھول جاتے ہیں اور استعداد خود سمجھنے کی پیدا

نہیں ہوتی اور دماغ مفلوج اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ سند بھی مل جاتی ہے، مگر کسی مدرسے میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے کے قابل نہیں ہوتے، مجبوراً کوئی کسی مدرسے کا سفیر بن جاتا ہے یا کوئی اور معاش کے دھندے میں لگ جاتا ہے۔ مزید نصائحِ مفیدہ کے لیے طلباء اور اساتذہ حضرات رسالہ ''اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ احقر نے یہاں بھی طبع کرادیا ہے۔ یہاں اس کا نام'' اُصولِ زرین برائے طلباء و مدرّسین'' ہے۔

چھٹا باب

تجویزات بسلسلۂ اصلاحِ مساجد و مدارس

نیز معروضات برائے حضرات دردمندانِ ملّتِ اسلامیہ

۱) ایسے مراکز قائم کیے جانا جہاں نصاب خدّامِ مسجد و مدارس کا نظم ہو،اس کے لیے حدود کے اندر مساعی شعبۂ مالیات کے لیے کیا جانا۔

۲) بشرطِ ضرورت نصاب کی تکمیل کرنے والوں کو بقدرِ خوراک وظیفہ دیا جانا۔

۳) مزید ضرورت پر مزید وظیفے کا بھی تجویز کیا جانا۔

اس کے لیے معروضات ذیل بطور طریقِ کار پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ اہلِ اصلاح کے اجتماعات خصوصی و عمومی کے موقع پر اہمیت انتظام صحیح مدارس و مساجد کو واضح کرنا اور ان کو مالی معاونت کی ترغیب دینا۔

۲۔ اہلِ خیر حضرات کو اجتماعاً و انفراداً اس طرف متوجہ کرنا۔

۳۔ بد عملی اور اخلاقِ رذیلہ کے مضرات اور اخلاقِ حمیدہ کی ضرورت و اہمیت سے وقتاً فوقتاً لوگوں کو آگاہ کرتے رہنا۔

۴۔ اصلاحی جذبہ رکھنے والے حضرات سے تعاون کی گزارش کرنا۔

۵۔ منتظمینِ مدارس و مساجد کو ان اُمور کی طرف توجہ دلانا حسبِ ضرورت۔

۶۔ اکابرِ کرام سے وقتاً فوقتاً دعا کی درخواست کرنا۔

۷۔ اشتہارات ورسائل واخبارات مناسب کے ذریعے مراکز کے تعیّن کی اطلاع کرنا۔

۸۔ اُمّتِ مسلمہ بالخصوص طلبہ کو عظمتِ قرآنِ پاک سے اور احترام واحکامِ مساجد سے گاہ بگاہ آگاہ کرنا۔

۹۔ طلبائے دین بالخصوص طلبائے قرآنِ کریم کے ساتھ احترام وعظمت کا معاملہ کرنا۔

۱۰۔ اساتذہ و منتظمین کی عظمت اپنے اور دوسروں کے قلوب میں بٹھانا۔

تشریح نمبر ۱ و ۲ و ۳: مساجد اور مدارس کی خدمت کے لیے مؤذن، امام، مدرّس حضرات کو اصلاحی اور تربیتی نصاب کی تکمیل اور عملی مشق کرانے کے لیے جگہ جگہ مرکز قائم کیے جائیں اور ان حضرات کی تربیت واصلاح میں زیادہ سے زیادہ تین ماہ کی مدت درکار ہوگی۔ اس کے لیے مناسب وظیفہ اور خوراک کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ عموماً یہ طبقہ نادار اور مفلس ہوتا ہے جو خود کفیل ہوکر تربیتِ مجوزہ نہیں حاصل کرسکتا۔ حضرتِ اقدس ہردوئی نے فرمایا کہ الحمد للہ! ہمارے یہاں اس کا مرکز قائم کردیا گیا ہے اور ہم مؤذن اور امام اور مدرّس کی عملی تربیت (ٹریننگ) پر ان حضرات کو معقول وظیفہ اور خوراک کا انتظام کرتے ہیں اور اس کی برکت ہے کہ ہماری مجلس دعوۃ الحق کی طرف سے اڑسٹھ مدارس میں گیارہ سو ساٹھ اساتذہ تربیت یافتہ کام کررہے ہیں۔ احقر عرض کرتا ہے کہ ناظرین حضرات اس ناکارہ کے لیے بھی دُعا فرمائیں کہ یہاں مجلس اشاعۃ الحق میں بھی اس نوع کا تربیتی مرکز قائم ہوجائے حق تعالیٰ توفیق بخشیں، آمین۔

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ

تشریح نمبر ۸: عظمتِ قرآن کا مفصل بیان تیسرے باب نمبر ۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر ۹ و ۱۰: اس کا بیان مفصل طور پر چوتھے باب کے نمبر ۱ و ۲ میں اور نمبر ۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ساتواں باب

برائے ائمہ، مؤذنین وخدّامِ مساجد

الف) نصابِ ائمہ

۱) نصابِ مؤذنین کی تکمیل کرنا۔

۲) قرآنِ مجید کی منزلِ ہفتم کا یاد ہونا یا کم از کم اکثر سوراتِ قصار و اوساط وطوالِ مفصل یاد ہونا۔

۳) اہلِ علم ہونا، ورنہ کتبِ فضائل ومسائل سنانے کی لیاقت ہونا۔

۴) نمازِ جنازہ، صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃِ استخارہ، نمازِ جمعہ وعیدین وتراویح ونمازِ کسوف کی مشق عملی خطبہ واحکامِ جمعہ وعیدین کی مشق کرانا۔ خطبۂ نکاح وجمعہ یاد ہونا۔ طریقِ نکاح سے واقف ہونا۔

۵) قرآنِ پاک تدویراً صحیح پڑھنا۔ حافظ ہونے پر حدراً بھی صحیح پڑھنا۔

۶) احکام وآدابِ تبلیغ سے واقف ہونا۔

۷) اکابر میں سے کسی سے اصلاحی تعلق ہونا۔

تشریح نمبر۱: نصابِ مؤذنین کا آگے آٹھواں باب آرہا ہے۔

تشریح نمبر۲: اس کی تشریح بابِ اوّل کے نمبر ۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر۳: ان اُمور کے لیے بہشتی زیور کے حصہ نمبر ۲ اور حصہ نمبر ۱۱ کو ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر۴: آگے آٹھویں باب کے نمبر ۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر۵: اس کے لیے حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم کی تصنیف تبلیغ کے احکام (اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات) کا مطالعہ فرمائیں۔ کراچی میں بھی کتب خانہ مظہری ۴۔جی، ۱۲/۱، ناظم آباد سے دستیاب ہے۔

تشریح نمبر۷: اکابر میں سے کسی سے اصلاحی تعلق ہونا۔

اس کی تشریح کے سلسلے میں حضرتِ اقدس ہردوئی نے فرمایا کہ جب کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق نہیں ہوتا تو اس کی مثال اس موٹر کی ہے جس پر ڈرائیور نہ ہو۔ ایسی موٹر خود بھی تباہ ہوتی ہے اور اس پر بیٹھنے والوں کو بھی ہلاک کرتی ہے۔ دنیا میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے ہیں ان کا بانی جاہل نہیں ہوتا پڑھا لکھا ہی ہوتا ہے۔ مگر اس کا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق نہیں ہوتا لہٰذا کچھ دن تو صحیح کام کرتا ہے پھر جیسے موٹر بدون ڈرائیور سیدھی سڑک پر کچھ دیر صحیح چلے گی مگر جب موڑ یا چوراہا آوے گا تو ٹکر کھا جائے گی یا غلط راہ پر لگ جائے گی، اسی طرح وہ شخص بھی دین کے کسی موڑ اور چوراہے پر ٹکر کھا کر خود بھی گمراہ ہوجاتا ہے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بنتا ہے۔ لہٰذا مؤذن اور امام اور مدرّس کے لیے بوقتِ تقرّر ہمارے یہاں یہ شرط ہے کہ اس کا تعلق اکابر میں سے کسی سے ضرور ہو۔ اور اس کے حسبِ ذیل فوائد ہیں:

۱) بزرگوں کی صحبت اور تعلق والا عموماً متواضع اور باادب اور فرماں بردار ہوتا ہے۔

۲) اگر ایسے اشخاص سے کام صحیح نہ ہورہا ہو یا خدانخواستہ نامناسب رویہ اختیار کرنے پر مہتمم کو مجبوراً اُن کو الگ کرنا پڑے تو جس بزرگ سے ان کا تعلق ہوتا ہے اُن کے مشورے سے باآسانی اخراج ممکن ہوتا ہے۔ مزاحمت اور عوامی انتشار اور بغاوتِ مخالفانہ کا خطرہ نہیں ہوتا۔

۳) اکثر ایسے حضرات صالح ہوتے ہیں جن کا کسی بزرگ سے تعلق ہوتا ہے، اور پھر ان کی صحبت میں طلباء بھی رہ کر صالح بن جاتے ہیں۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنادے گی اور بُرے لوگوں کی صحبت تجھے بُرا بنادے گی۔

۴) ایسے لوگوں کو چوں کہ خود بھی اصلاح کی فکر ہوتی ہے اس لیے صالح ماحول بنانے میں ان سے مدد ملتی ہے۔ ورنہ مناسب ماحول نہ ہونے کے سبب صالح فضا مدرسے میں قائم کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

آٹھواں باب

نصابِ مؤذنین

۱) تصحیحِ حروف و حروفِ مدولین کی معرفت و مشق۔ بالخصوص اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے میں ''لام'' کے مَد کو حدِ طبعی سے طویل کرنے سے بچنا۔

۲) مسائلِ اذان واقامت کا محفوظ کرنا۔

۳) نماز کی مسنون سورتیں یاد کرنا۔

۴) نواقضِ وضو وواجباتِ وضو وغسل اور فرائضِ غسل کا یاد ہونا۔

۵) مسنون طریقۂ نماز سے واقف ہونا۔

۶) مسائلِ سہو و مفسداتِ نماز و مکروہاتِ صلوٰۃ سے واقف ہونا۔

۷) موجباتِ فسق سے احتیاط کرنا۔

۸) اکابر میں سے کسی سے تعلق ہونا۔

۹) تدویراً صحیح قرآنِ مجید پڑھنا۔ حافظ ہونے پر حدراً بھی صحیح پڑھنا۔

۱۰) لحنِ جلی سے بچنا۔ یہ اس لیے ہے کہ امام کی قائم مقامی کرسکیں۔

۱۱) مسائلِ غسلِ میت تجہیز و تکفین و تدفین سے واقف ہونا۔

تشریح نمبر۱و۲و۳و۴و۵و۶: نمبر ایک کی تشریح بابِ اوّل نمبر ا میں گزرچکی ہے۔

تشریح نمبر ۲: یہ ہے کہ مسائلِ اذان اور اقامت کو بہشتی زیور کے گیارہویں حصّے میں مطالعہ کرکے یاد کرلیں۔ تشریح نمبر۳ نماز کی مسنون سورتیں اس کا بیان بابِ اوّل کے نمبر ۵ کی تشریح میں ملاحظہ کریں۔ تشریح نمبر ۴ بہشتی زیور کے حصّۂ اوّل میں اور نمبر ۵ و نمبر ۶ کو حصّۂ دوم سے ملاحظہ کریں۔

تشریح نمبر۷: موجباتِ فسق سے بچنا۔

گناہِ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہوتا ہے۔ اور گناہِ کبیرہ کی فہرست بہشتی زیور

حصّۂ اوّل اور جزاء الاعمال کے مطالعے سے یاد کرلیں۔ تاہم چند ان گناہوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا عام ابتلا ہے:

۱) جھوٹ بولنا۔ ۲) غیبت کرنا۔ ۳) بدگمانی کرنا۔ ۴) بدنگاہی کرنا۔ ۵) لنگی یا پائجامے کو اتنا نیچا پہننا جس سے ٹخنے ڈھک جائیں۔ ۶) داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کترادینا خواہ سامنے سے ہو یا دونوں جانب سے ہو۔ ۷) ناجائز آمدنی مثلاً رشوت اور سودی کاروبار کے ملازمین کے یہاں کھانے پینے سے احتیاط نہ کرنا۔

تشریح نمبر۹ و ۱۰ و ۱۱: قرآنِ پاک کی تلاوت تدویراً کرنا اور حفظ کے بعد حدراً پڑھنا اور لحنِ جلی سے بچنا تاکہ نائب امام بھی بنایا جاسکے۔

نمبر۹: تدویراً آہستہ آہستہ پڑھنا۔ حدراً تیز پڑھنا جیسے تراویح میں پڑھتے ہیں۔ مگر ہر دونوں صورتوں میں قواعدِ تجوید کی رعایت ضروری ہے۔

نمبر۱۰: لحنِ جلی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا۔ جیسے الف کو ہمزہ پڑھ دیا، یا ”ث“ کی جگہ س، یا ”ح“ کی جگہ ہ، ”ذ“ کی جگہ ”ز“، ”ص“ کی جگہ س، ”ض“ کی جگہ ظ۔ یا ”ع“ کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا، یا اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْحَمْدُ وْ، یا لِلّٰہِ کی جگہ لِلّٰھِیْ، یا زیر زبر پیش جزم میں ایک کو دوسری جگہ پڑھ دینا ان غلطیوں کو لحنِ جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ اور بعض جگہ اس سے معنیٰ بگڑ کر نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ اور حروف کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر کیے گئے ہیں ان کے خلاف کرنے کو لحن خفی کہتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے۔ بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے ”جمال القرآن“ اور ”فوائدِ مکیہ“ کا مطالعہ کریں۔ نمبر ۱۱: مسائلِ جنازہ و غسلِ میت بہشتی زیور حصہ نمبر ۲ اور حصہ نمبر ۱۱ سے یاد کریں۔

نواں باب

نصابِ خدّام

۱) تصحیحِ اذان و اقامت کہ قائم مقامی مؤذّن کرسکیں۔

۲) خدمات مسجد کی عظمت دل میں ہونا اور ان کے ادا کرنے کا تحمل ہونا۔

۳) موجباتِ فسق سے بچنا۔

۴) نمازِ باجماعت کا پابند ہونا۔

ناکارہ خادم ابرار الحق

مجلسِ دعوۃ الحق ہردوئی۔(یو۔پی) انڈیا

۹ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ، مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۷۵ء

تشریح نمبر۱: اس کی تشریح دوسرے باب کے نمبر ۵ میں مفصّل موجود ہے۔

تشریح نمبر۲: اس کا بیان بابِ اوّل کے نمبر ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر۳: اس کی تشریح آٹھویں باب کے نمبر ۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح نمبر۴: اس کی تشریح تیسرے باب کے نمبر ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

احقر محمد اختر عفی عنہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے کہ رسالۂ ہٰذا (اُمت کا انحطاط اور اس کا علاج) کی تشریح کا سلسلہ ۱۶ صفر ۱۳۹۶ھ کو شروع ہوا تھا اور حضرتِ اقدس ہردوئی دامت برکاتہم کی دُعاؤں کی برکت سے آج ۲۳ صفر ۱۳۹۶ھ کو تمام ہوا۔ احقر حضرتِ اقدس سے خصوصاً اور جملہ ناظرینِ کرام سے عموماً درخواستِ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے احقر کی جملہ خدماتِ دینیہ کو قبول اور نافع فرمائیں۔ آمین۔ اور حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ بے حساب مقدر فرما کر جنت الفردوس میں اپنے عبادِ صالحین و ابرار کی معیت و رفاقت عطا فرمائیں۔ اور احقر کے گھر والوں کے لیے اور جملہ متعلقین و احبابِ خصوصی و عمومی اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے بھی یہی درخواست ہے۔

العارض احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۴۔جی، ۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸

۲۳ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۷۶ء

(اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم)

یعنی

اُصولِ زرّیں برائے طلباء و مدرّسین

پسند فرمودہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

مُؤلّفہ

مولانا عبد الرحمٰن صاحب بکھراوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

تبویب کردہ

حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ

حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

مقدمہ

از حضرت مولانا حافظ قاری شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اما بعد! اس ناکارہ نے کتاب ''رحمۃ المتعلمین ''مؤلفہٗ مولانا عبدالرحمٰن صاحب بکھراوی اعظم گڑھی کو دیکھا۔ جس میں چار باب مقرر کیے ہیں: پہلے باب میں مدرّسین کے لیے، دوسرے باب میں متعلمین کے لیے، تیسرے باب میں کاتبین، اور چوتھے باب میں عامۂ مؤمنین کے لیے کچھ نصیحتیں مذکور ہیں۔ ان کے فائدہ مند ہونے کے بارے میں صرف مرشدی حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مجدّد الملّت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا ارشادِ گرامی کافی ہے۔ جو اس کتاب میں مسطور ہے جس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:

''حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا''احقر اشرف علی عرض رسالہ ہے کہ میں نے اس مجموعہ ''رحمۃ المتعلمین'' کو جو چند ابواب پر مشتمل ہے، نہایت شوق سے حرفاً حرفاً دیکھا، جوں جوں پڑھتا جاتا تھا اس کے مضامین سے جو کہ عوام اور خواص سب کی ضرورت کے ہیں، بے حد دل خوش ہوا۔ گو یہ کہنے کی بات تو نہیں مگر سادگی سے کہتا ہوں کہ بالکل خانقاہِ امدادیہ کا چربہ مؤلف (جزاہ اللہ تعالیٰ) نے اُتار دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو نافع اور مقبول فرماویں۔''

والسلام

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

مقام تھانہ بھون

اس کتاب کے مضامین سب کے سب ہی حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں مگر اوّل کے دو باب کے جو مضامین ہیں ان کی لاعلمی اور ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مدرّسین کے افادہ اور طلبہ کے استفادہ میں بہت بڑی کمی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس ناکارہ کا بے اختیار جی چاہا کہ ان مضامین کو الگ باب وار شایع کر دیا جاوے۔ تاکہ بصورتِ ضرورت مزید اضافے میں سہولت رہے۔ چناں چہ توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس ناکارہ نے ان کی اجمالی تبویب کر دی ہے۔ اور سہولت کے لیے اس حصّے کا نام اشرف التفہیم لتکمیل التعلیم رکھا ہے۔ دونوں ابواب کو ایک ساتھ شایع کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ اساتذہ کے ذریعے طلباء کو ان کے متعلق ضروری ہدایات پہنچتے رہنے سے زیادہ نفع کی توقع ہے۔ اور طلباء کو اساتذہ کی قدر ہوگی کہ ہماری خاطر یہ کتنی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ نیز بعض دفعہ طلباء کو اساتذہ کے معاملے سے زیادتی کا شبہ ہوتا ہے۔ تو اساتذہ کے منصب کے علم ہونے پر اس شبہ و شکایت کا حل ظاہر ہو جاوے گا۔ اس رسالے کو بار بار مطالعہ کرنا خصوصاً جمعہ کی چھٹی میں اس کو ایک دفعہ پڑھ لینا ان شاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔

حضرات اہلِ علم سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں جو بات قابلِ اضافہ محسوس فرمائیں اس سے مطلع فرمادیں۔ تاکہ آیندہ اشاعت میں ان کا اضافہ کیا جاسکے۔

والسلام

ناکارہ ابرار الحق

خادمِ مدرسہ اشرف المدارس (ہر دوئی)

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّمًا، اَمَّا بَعْدُ

بابِ اوّل

مدرّسین کے نصائح میں

منصبِ مدرّس

۱) اس کی کوشش کرے کہ اُستاد جب بنے کہ اپنی اصلاح کسی شیخِ کامل سے کرا چکا ہو اور ماتحتوں کو ایک نظر سے دیکھے اور طلبہ کے اخلاق کی نگرانی اور ان کی اصلاح کو مدِ نظر رکھے۔

۲) طلباء سے خدمت نہ لے۔ اگر ضرورت پڑے تو کام میں آسانی کا خیال رکھے، خود مدد کرے یا کسی اور سے مدد کروائے۔

۳) شاگردوں کا ممنون رہے کہ ان لوگوں نے اپنے کو تمہارے سپرد کیا ہے۔ کہ تم اپنے دین کی کھیتی باڑی میں خوب شوق سے کام کرو۔

۴) متعلمین کو ایک نظر سے دیکھے اور یکساں برتاؤ رکھے تاکہ کسی متعلم کے دل میں حسد یا رنج نہ پیدا ہو اور بدگمان نہ ہو۔ کسی کے ساتھ کچھ خاص معاملہ کرنا ہو تو اس کو مع اس کی وجہ کے اوروں پر صراحتاً یا اشارتاً ظاہر کر دے۔

۵) تعلیم میں دنیا پیشِ نظر نہ ہو بلکہ دین مدِّ نظر ہو۔

۶) حیا اور وقار سے رہے تاکہ یہ اخلاق متعلمین میں پیدا ہوں، کیوں کہ حیا ایمان کے درخت کی بڑی شاخ ہے۔ اگر یہ پیدا ہو جائے گی تو دین کے بہت کاموں کی پابندی کر لیں گے، مگر وقار سے مراد کبر نہ سمجھے۔

۷) کچھ دیر تک خلوت میں فراغت کے وقت رہے اور اس میں اپنے نفس سے محاسبہ کرے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے کیا کیا پورا کیا اور نواہی میں سے کس کس

کو چھوڑا، اور تعلیم میں اور تربیت میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں اور کیا کیا سرانجام ہوئیں۔ مرضیاتِ خداوندی کے بجالانے پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرے تاکہ موافق وعدۂ خداوندی لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ [۱۶۵] اور ترقی ہو۔ اور ارتکابِ معاصی پر دل سے توبہ و استغفار کرے تاکہ بشارت یعنی طُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا [۱۶۶] میں داخل ہو۔ اور کوتاہیوں کے دفع کرنے کی دل و جان سے کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے بصد عاجزی والحاح التجا کرے کہ مرضیات بجا لانے کی توفیق عنایت فرمائیں اور نامرضیات سے اجتناب نصیب فرمائیں۔ اور اسی پر عمر بھر رکھیں اور اسی پر خاتمہ فرمائیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ [۱۶۷] خلاصہ یہ ہے کہ کچھ دیر تک ضرور خلوت اختیار کرے اور مذکورہ بالا کاموں کو بجالائے تاکہ نورِ باطن نصیب ہو اور بہت سی آفتوں سے نجات ہو۔

ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را
قعر چہ بگزید ہر کو عاقل ست
زانکہ در خلوت صفا ہائی دل ست

اور جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا خلوت اختیار کرنے کا حالاں کہ آپ معصوم تھے۔ ہم لوگ تو سر سے پیر تک گناہ ہی گناہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں کے لیے تو خلوت اور ضروری ہوگی۔ چناں چہ ارشادِ خداوندی فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ [۱۶۸] سے ظاہر ہے۔ جیسے ربڑ وغیرہ میں پھونک مار کر ہوا بھرتے ہیں اسی طرح ذوق و شوق، وجد، شکر، ہمت سے پر کر دیتی ہے۔ کر کے دیکھو۔

اے تو نارستہ زمانے از رباط
تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط

۱۶۵؎ ابراھیم:۷
۱۶۶؎ سنن ابن ماجۃ:۴۰۶(۳۸۱۸)، باب الاستغفار، المکتبۃ الرحمانیۃ
۱۶۷؎ الفاطر:۱۷
۱۶۸؎ المنشرح:۷،۸

اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات
تو چہ دانی شط جیحون و فرات

۸) خلوت بالاَ مرد سے بہت اجتناب کرے، اور اَمرد خوبصورت سے بہت ہی سخت اجتناب کرے، ہرگز ان کے ساتھ خلوت نہ کرے اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ بات چیت نہ کرے۔ نہ ان کی طرف قصداً دیکھے۔ اور نہ ان کی بات نفس کے تقاضے سے سنے، کیوں کہ اَمرد پرستی کا مرض اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتا نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہوجاتی ہے تب پتا چلتا ہے کہ اس وقت کنارہ کشی اَمرد سے بہت دشوار ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ مثل مشہور ہے۔

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پُر شد نہ شاید گذشتن زپیل

اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کرے کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہوسکتا ہوں! حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ [۱۶۹] اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد کے رُخ پر جب تک وہ اَمرد تھے، نظر نہ ڈالی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں سوائے نفس کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ تو ہم تم اپنے پاک ہونے پر کیا ناز کرسکتے ہیں؟ اگر ایسا خیال میں آوے تو سمجھیں شیطان دھوکا دے رہا ہے اور یہ مرض ان میں اسی طرح پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اسے خبر نہ ہو۔ اور جب خبر ہوگی تب اسے قدرتِ مقابلہ نفس پر نہ ہوگی یا بہت ہی مشکل ہوگی۔ یہ شیطان کا ہی مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مرد اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا جیسی عورت خلوت میں ہوجاویں تو ہم دونوں کے اندر خیالات بُرے پیدا کرکے دونوں کا منہ کالا کردیں۔ تو صاحبو! ایسے اولیاء کو بہکانے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم اور آپ کب اس کے پھندے سے بچ سکتے ہیں۔

رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

---

[۱۶۹] یوسف: ۵۳

شعر؎

طفل جاں از شیر شیطاں باز کن
بعد ازانش بالملک انباز کن
تا تو تاریک و ملول و تیرۂ
واں کہ با دیو لعین و ہمشیرۂ
جان بابا گویدت ابلیس ہیں
تابدم بفریبدت دیو لعین

اور نفس اس سے بھی بڑھ کر دشمن ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۱۷۰]

نفس کشی باز رستی ز اعتذار
کس ترا دشمن نماند د دیار
از وے ایں دنیائی دوں بر تست تنگ
از پیے او با حق و با خلق جنگ

ان دونوں دشمنوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے، ورنہ دنیا اور آخرت دونوں چوپٹ ہو جاویں گے۔ اور خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ نصیب ہو گا؎

بگاڑا دین کو اپنے کہیں دنیا ہی بن جائے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اس کو جو ہو اللہ کا عاشق
امید اجرِ عقبیٰ پر یہ دنیا اس سے چھٹ جائے

نفس اور شیطان سے ہر گھڑی ہر آن مقابلہ کرنے کو تیار رہے، جو کام کرنے کو یہ کہیں ہر گز ہر گز نہ کرے، مثلاً یہ کہے اَمرد کی باتیں سنو یا اس کی طرف دیکھو یا اس

[۱۷۰] جامع الترمذی: ۲/۱۷۶، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسٰی، ایچ ایم سعید

کے پاس چلو تو ہرگز ان کا کہنا نہ کرے، اور دو تین دفعہ مخالفت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا تقاضا جاتا رہے گا۔

اَلنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تُفْطِمْہُ یَنْفَطِمُ

اور اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی کرتا رہے اور اپنے ہر کام میں یہ سوچتا رہے کہ یہ تقاضائے نفس یا وسوسۂ شیطانی سے تو نہیں ہے، اگر ہے تو فوراً مخالفت کرے، ڈھیلا وسُست نہ پڑے۔ اور اللہ تعالیٰ سے بصد زاری و الحاح عرض کرے کہ یا اللہ! ان اعداء سے تو پناہ دے، اگر تو پناہ نہ دے گا تو ہم کو کوئی دوسرا پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اور ہم سخت گھاٹے میں پڑیں گے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ۔ اور یہ سوچ لے کہ اگر اَمْرَد پرستی کروں گا تو یہ بات ضرور ظاہر ہوگی، کیوں کہ ”عشق و مشک را نتواں نہفتن“ مشہور ہے۔ اور حرکات و سکنات، اٹھنا بیٹھنا، بات چیت کرنا وغیرہ کہہ ہی دے گی کہ اَمْرَد پرست ہے۔ مولانا رومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق معشوقاں نہاں ست و ستیر
عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

اور جب ظاہر ہوگی تو ساری عزت خاک میں مل جاوے گی کیوں کہ عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں ہے۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ[۱۷۱]

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

بس خدمتِ دین کرے اور اللہ تعالیٰ سے دل لگائے رہے اور ساری خرافات سے دل کو پاک صاف رکھے، اور جہاں تک ہوسکے اور جس طرح ہوسکے قلب کو فارغ رکھے، یہ بڑی دولت ہے۔ (رَزَقَنَا اللہُ وَاِیَّاکُمْ) اور بہارِ دل دیکھتا رہے بقول ایک شوریدہ کے۔

۱۷۱؎ التغابن: ۸

سوئے جناں بھی آنکھ اٹھاتا ہے بارِ دل

گردن جھکائے دیکھ رہا ہوں بہارِ دل

ہر شب شبِ برات ہے ہر روز روزِ عید

۹) طلبہ کی صحت کے لیے اور ان کی فراغت کے لیے برابر دعا کیا کرے تاکہ اپنے دین کی کھیتی کر سکے۔

۱۰) اگر متعلمین سے کوئی بات خلافِ طبیعت پیش آئے اور باعثِ ملول ہو تو یہ خیال کر کے کہ ان سے دین کا نفع مجھ کو بہت ہو رہا ہے، معاف کر دے۔ اور معاف کر دینے سے اور بھی اللہ میاں کے یہاں قرب بڑھے گا۔ اللہ والے تو اور ایسوں کا احسان مانتے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت! آپ کی بیوی صاحبہ بڑی بدزبان ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا: ایسا مت کہیے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ کہنے والے نے کہا کہ یہ بیوی صاحبہ کیا احسان کریں گی یہ تو نہایت ہی بدزبان ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی! یہی تو احسان ہے کہ وہ بُرا بھلا کہتی ہیں اور میں صبر کرتا ہوں جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مرزا کا ڈنکا بجا دیا۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے مجمع میں کہا تم حرامی ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی! تم غلط کہتے ہو۔ میرے بابا کے نکاح کے گواہ ابھی تک موجود ہیں۔ ایک بزرگ کو لوگوں نے مکار کہا، مریدوں نے ان کو مارنا چاہا بزرگ صاحب نے فرمایا: نہیں جانے دو، میرے ساتھ آؤ، گھر پر چلو۔ اور گھر پر لے گئے جتنے خطوط ان کے آئے تھے اور لمبے چوڑے القاب غوث وقطب لکھے سب سامنے رکھ دیے اور فرمایا کہ مکار کہنے والے پر آپ لوگوں کو کیوں غصہ آیا۔ اسی وجہ سے نا کہ اس نے غلط بات کہی، تو ان صاحبوں نے بھی غلط لکھا ہے انہیں بھی مارنا چاہیے۔ نہیں تو دونوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ ورنہ یہ نفس کا کام ہو گا کہ خلافِ واقعہ بھلائی پر تو خوش ہو گیا اور کچھ نہ کہا، نہ بُرا معلوم ہوا، اور خلافِ واقعہ بُرائی پر برہم

ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو قتل کرنے کے لیے گرایا اور سینے پر سوار ہوئے، اس نے منہ پر تھوک دیا حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا: آپ نے چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ میں ڈرا کہ کہیں میرا قتل کرنا نفس کے تقاضے سے نہ ہو۔ واقعی یہ حضرات نفس کے مکر سے واقف ہیں اور اس کے مکر پہچانتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو شیطان پر ہزار عابد سے بڑھ کر اشد ہیں۔ غرض کہ معلم اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں۔ کسی طالبِ علم کے قصور پر ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھیں اس سے دل کا ستیاناس ہو جائے گا۔ بس دل میں اللہ میاں کو جگہ دینا چاہیے اور اشعارِ ذیل کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

کفرست در طریقتِ ما کینہ داشتن

بہ نشیں در دل ویرانہ ام اے گنجِ مراد

کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

ہاں! طالبِ علم کی اصلاح کی غرض سے کچھ تنبیہ یا کوئی سزا یا کوئی ترکیب کر دے جس میں اپنے نفس کا شائبہ نہ ہو۔ اگر ہو گا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا

۱۱) اگر کوئی طالبِ علم مدرسہ سے چلا جاوے بد دل نہ ہو پریشان نہ ہو۔ گھبرائے نہیں۔ ہائے ہائے نہ کرے کہ میری آمدنی یا ناموری گئی اب میری کیسے کٹے گی۔ اور اس طالبِ علم کی یا اس کے سرپرستوں کی ہرگز ہرگز خوشامد نہ کرے، خدا پر توکل رکھے اور اللہ والا بن کر رہے۔ اللہ میاں اس کے ہو کر رہیں گے۔ اخبار میں آیا ہے

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ[۲۷۱]

---

[۲۷۱] إحیاء علوم الدین: ۱۳۷/۷، بیان الفرق بین الالهام والتعلیم والفرق بین طریق الصوفیة فی استکشاف الحق، دار الشعب القاهرة

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند

خدا گر بحکمت بہ بندد درے

کشاید بفضل و کرم دیگرے

اور یہ شعر اپنا معمول رکھے۔

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو

گیر و دار وحاجب ودرباں دریں درگاہ نیست

اور یہ سمجھے کہ ایک کی ذمہ داری سے چھٹی ہوئی۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی ہوتی تو قیامت میں گت بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات دی۔ اور یہ سمجھے کہ قطع اسباب میں امتحان ہے توکل کا۔ اسباب کے ساتھ متوکل بننے کا دم بھرتے تھے اب اسباب کو اللہ نے منقطع کر دیا تاکہ تمہارے توکل کی قلعی کھلے۔ اگر اب بھی اس طرح خنداں وشاداں رہو اور خدا پر ویسا ہی بھروسہ رہے جیسا کسی آدمی کے کہہ دینے سے کہ میں تمہارا ذمہ دار ہوں، بھروسہ ہوجاتا ہے، اور دل کو اطمینان ہوجاتا ہے، اور خوراک پوری کھائی جاتی ہے، اور نیند اچھی طرح آتی ہے اگر تمہاری حالت ایسی ہی رہے تو تم بے شک متوکل ورنہ جھوٹے ہو۔ تمہارا توکل اسباب پر ہے۔

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است

خلاصہ یہ کہ مدرّس خادمِ دین بن کر رہے، اگر طالب آئیں خدمت کرے ورنہ خدا کا نام لے آزاد رہے۔

زیر بار اند درختاں کہ ثمرہا دارند

اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

ہر کہ انسش شد بشاہِ فردِ خویش

یافت درمانہائے جملہ دردِ خویش

تربیت

۱) خود پاک و صاف رہے تا کہ ان میں نظافت صفائی پیدا ہو۔ مگر اس سے تکلّف و تصنّع مراد نہیں۔

۲) جس بات کا اثر ڈالنا چاہے پہلے خود اس کا عامل بن جاوے۔

۳) ہمیشہ دُعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تعلیم و تربیت و اصلاح کا طریقہ تعلیم فرماویں اور اس میں برکت نصیب فرماویں اور قبول فرماویں اور متعلقین کو علم و عمل نصیب فرماویں اور ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح فرماویں۔

۴) دین کی پابندی کی سخت تاکید رکھے۔

۵) ان میں یہ بات پیدا کرے کہ حق بات مان لیں۔ ہٹ دھرمی نہ کریں۔

۶) خلافِ حیا کام طلبہ کے سامنے نہ کرے اور نہ کلام خلافِ حیا زبان سے ان کے سامنے نکالے، کیوں کہ اس بے حیائی کا اثر ان پر پڑے گا اور ان کا دین چوپٹ ہو جائے گا۔ کیوں کہ حیا دین کے درخت کی بہت بڑی شاخ ہے۔

تادیب

۱) اگر شاگرد کو کچھ سزا کسی جرم پر دے تو دوسرے وقت اس کی دلجوئی بھی کر دے تا کہ غم رفع ہو جائے۔

۲) اگر کسی شاگرد کو کسی حرکتِ ناشائستہ پر نصیحت کرنا ہو اور وہ حرکت ایسی ہو کہ اگر سب کے سامنے ظاہر کی جاوے تو اسے شرم ہو گی بوجہ خلافِ حیا وغیرہ ہونے کے تو اسے اکیلے میں نصیحت کرے اور بعد کو وہ نصیحت سب کو سنا دے اور اس کا نام ظاہر نہ کرے۔

طریقِ تعلیم

۱) جہاں نہ سمجھ میں آوے تو باتیں نہ بناوے بلکہ صاف کہہ دے کہ اس وقت میری

سمجھ میں نہیں آتا ہے دوسرے وقت کتاب دیکھ کر یا کسی سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ جب معلوم ہو بتلادے۔

۲) اگر شاگرد کوئی بات بیان کرے اور وہ حق ہو تو بلا تکلف فوراً مان لے ٹال مٹول نہ کرے۔

۳) آموختہ کی بہت نگرانی کرے۔

۴) پڑھانے کے وقت نہ اوروں سے باتیں کر کے ان کا نقصان کرے اور نہ ان کو فضول باتیں جو کتاب سے متعلق نہ ہوں بتلا کر ان کا حرج کرے۔

۵) ہر کتاب پڑھنے کا جو نفع ہو اتنی لیاقت پیدا کرا کر تب اگلی کتاب شروع کرادے۔

۶) ان کے ہر فضول سوال کا جواب نہ دے، بلکہ اگر فضول سوال ہو ان کو ڈانٹے اور سزا دے۔

۷) اس کا خیال رکھے کہ سوال سے زیادہ جواب نہ دیں۔ جتنی باتوں کا سوال ہو اتنا ہی جواب دیا کریں۔

۸) نیچے کی کتابوں میں اوپر کی باتیں نہ بتاوے اس سے طالبِ علم پریشان ہو گا۔ اور جو ضروری باتیں کتابِ زیرِ سبق کی ہوں گی انہیں بھی نہ یاد کر سکے گا۔

۹) پڑھاتے وقت ہر طالبِ علم کی طرف توجہ کرے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

۱۰) ہر کتاب کا خلاصہ بیان کر دے۔ خصوصاً جو سبق ہو۔ اور آموختہ کا اختصار بیان کر دیا کرے تاکہ طالبِ علموں کو خلاصۂ کتاب سے آگاہی ہو جایا کرے۔ اور یادداشت سہولت و آسانی ہو جاوے۔ اور روزانہ سبق میں یہ بیان کر دیا جاوے کہ آج کے سبق میں یہ فلاں فلاں باتیں یاد کرنے کی ہیں اور خلاصہ ان کا یہ ہے کہ طالبِ علم کثرتِ مضامین سے گھبراوے نہیں اور مضامین ذہن میں محفوظ رہیں، اور ہر کتاب اور ہر سبق کے نئے مضامین پر انہیں مطلع کر دے اور ہدایت کر دے کہ نئے مضامین کو الگ نوٹ کر کے یاد کریں۔

۱۱)کتابوں میں جو مسائل کی مثالیں ہیں ان ہی پر کفایت نہ کرے بلکہ اور بہت سی مثالیں صحیح و غلط بناکر انہیں دکھادے اور صحیح و غلط کی ان سے تمیز کرادے، مثلاً: دَخَلْتُ فِي الْمَسْجِدِ میں اعراب ان سے دلوادے یا خود اعراب دے کر ان سے تصحیح کرادے تاکہ مسائل خوب مشق ہو جاویں۔

۱۲)طالبِ علموں کو مطالعہ کرنے کا، سبق یاد کرنے کا، آموختہ کی نگرانی کا طریقہ سکھلادے۔ اگر اس کی پابندی نہ کریں تنبیہ کرے اور بغیر طریقہ بتلائے ہوئے مارنا ظلم ہے۔

۱۳)جس فن سے مناسبت نہ ہو وہ طلبہ کو نہ پڑھائیں اگرچہ ان کے سرپرستوں کی تاکید ہو، کیوں کہ وہ فن پڑھانا ان کا وقت ضایع کرنا ہے۔

۱۴)اخلاقِ رذیلہ و جمیلہ کے امثال قرآن و حدیث سے چھوٹے چھوٹے جملے نکال کر معرب مبنی، اعراب، عامل، معمول وغیرہ کی مشق کرادیں تاکہ قواعد بھی مشق ہو جاویں اور ادب بھی آجائے اور حدیث کا علم بھی ہو جائے اور حدیثیں ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائیں۔ اور اخلاق کے متعلق اشعارِ ذیل مع معنیٰ انہیں یاد کرائے جائیں۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم
نہ چیز بہ نفسِ خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین
تفویض و توکل و رضا و تسلیم
خواہی کہ شود دلِ توچوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درونِ سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت
بخل و حسد و کبر و ریا و کینہ

۱۵)مسائل و قواعد کی تقریر طلبہ سے کرادے تاکہ ان کی زبان کھلے۔

۱۶) بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھاویں، مگر مطالعہ کرنے کا امتحان کرلیں، اس طرح پر کہاں تک پڑھو گے، اگر ایسی جگہ بتادے جہاں پر بات تمام ہونے کو ایک جملہ باقی ہو یا سوال کرلے کسی مسئلے کی علت کا جو بعد میں بیان ہوا گر وہ کچھ نہ بولے تو سمجھو کہ اس نے مطالعہ نہیں دیکھا۔ یا دیکھا ہے مگر بغیر غور کے۔

۱۷) تھوڑا پڑھاویں مگر مطالعہ خوب کراویں، یہ نہ خیال کریں کہ زیادہ زیادہ پڑھاویں کتاب جلد ختم ہو جاوے، کیوں کہ کتاب ہی ختم کرا کر کیا کریں گے جب سمجھیں گے نہیں یا یاد نہ رکھیں گے۔ اور یہ بھی نہ خیال کریں کہ دوسری کتاب سمجھا لیں گے۔ کیوں کہ شاید دوسری کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ اور یہ مثل پیشِ نظر رکھیں کہ جو تھوڑا پڑھتا ہے وہ تھوڑے دن میں پڑھتا ہے۔ اور جو زیادہ پڑھتا ہے وہ زیادہ دن میں پڑھتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جو زیادہ پڑھے گا وہ مطالعہ ٹھیک طور کرے گا اور نہ آموختہ کی نگرانی کر سکے گا۔ نہ اچھی طرح سمجھے گا۔ اور آموختہ کا اختیار ان سے بیان کر دے گا۔ اور اس کا اکثر ان سے سوال کر لیا کرے یہاں تک کہ آموختہ برق ہو جائے۔

۱۸) استاد کو چاہیے کہ صَرف میں جو افعال کہ باعتبارِ صحیح و مہموز و معتل وغیرہ کے گیارہ قسم پر ہیں۔ ہر ایک کی ایک ایک گردان صَرفِ صغیر کی ایک ایک گردان صَرفِ کبیر کی خوب یاد کرادیں اور ان کی تعلیلیں خوب مشق کرادیں اور اشعارِ عربیہ دعائیہ وصلواتیہ یاد کرادیں تاکہ ادب بھی آجاوے اور دعا و درود بھی جو مغزِ عبادت ہے، یہ بھی حاصل ہو جائے۔ اور انہیں جب ذوق و شوق ہو تب ان اشعار کو پڑھا کر دعا بھی مانگ لیں اور علمِ نحو میں عامل معمول کی خوب مشق کرادیں۔ کیوں کہ اس کی مشق کی بہت ضرورت ہے۔

متفرق

۱) کسی طالبِ علم کے متعلق ایسے طالبِ علم کا سبق متعلق نہ کرے کہ ان دونوں میں

یارانہ اور دوستانہ تعلق ہونے کا احتمال ہو، اگر غلطی خیال میں ہو گئی کہ سمجھا تھا کہ نہ ہو گی مگر ہو گئی تو بعد علم فوراً ان کا تعلق سبق وغیرہ کا چھڑا دے اور ان کو آپس میں بات چیت سلام و کلام سے منع کر دے۔ اگر یہ علاج کام نہ کرے ایک کو نکال دے۔ اگر گندا تعلق معلوم ہو جاوے تو دونوں کو نکال دے۔

۲) اگر شاگرد مغموم ہو اور استاد کو معلوم ہو کہ یہ اس خیال سے غمگین ہے کہ میں ناخوش ہوں یا اس کی طرف سے میرا کچھ گمان بُرا ہے۔ اور واقع میں استاد جی کے دل میں کچھ نہ ہو تو شاگرد پر اظہار کر دے کہ میرے دل میں کچھ نہیں ہے تاکہ اس کا غم جاتا رہے۔

۳) خود آزاد رہے اور انہیں بھی آزاد رکھے یعنی تعلیم و تربیت و اصلاح کا تعلق تو رہے اور خوب دل سے رہے، اس کے علاوہ اپنے کسی کام کی وجہ سے ان کی آزادی میں خلل نہ ڈالے، اور نہ ان کے کام کی وجہ سے اپنی آزادی میں خلل ڈالے۔ اپنے کام کے واسطے ان کو مجبور نہ کرے، اور نہ ان کے کام کے واسطے خود مجبور ہو۔ اپنی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور ان کا بھلا ہو تو کر دے، اور اپنا بھلا ہو اور ان کی مصلحت کے خلاف نہ ہو تو کرا لے۔ جیسے بہشت میں لوگ رہیں گے ویسے ہی رہے۔

بہشت آنجا کہ آزار نباشد
کسے را با کسے کار نباشد

باب دوم

طالبین کے نصائح میں

منصبِ طالبِ علم

۱) پڑھنے کے زمانے میں وقت و صحت و فراغت کو غنیمت سمجھے، کیوں کہ یہ چیزیں نہایت بے اعتبار ہیں۔ اگر یہ موقع کھیل کود میں صَرف کر دیا تو بعد کو موقع نہ ملے

گا۔ اور کفِ افسوس مَلنا پڑے گا۔

۲) جس سے نفعِ دینی یا دنیوی حاصل کرنا چاہے اس کے سامنے اپنے کو مٹادے۔ یعنی اپنی شان و شیخی وپٹھانی طاق پر رکھ دے۔ اور ادب اور اطاعت اور خدمت اپنا شعار بنالے۔ اشتیاق سے پڑھے اور پڑھا ہوا خوب یاد رکھے۔ ان باتوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ استاد ایسا مہربان وخوش ہوگا کہ پچاس روپے کے دینے سے بھی اتنا مہربان وخوش نہ ہوتا۔

۳) غلطی اگر کلام یا کام میں ہوجائے فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرلے باتیں نہ بناوے، کیوں کہ یہ تکبر کی بات ہے۔

۴) جس سے پڑھے اس کی محبت، اطاعت اور ادب کا بہت پاس رکھے۔ اس سے بڑا نفع ہوگا۔

۵) ساتھ یاد کرنے میں ہمت اور شوق میں ترقی ہوتی ہے۔

۶) علم پر ناز نہ کرے بلکہ نعمت سمجھ کر شکریہ ادا کرتا رہے۔ ورنہ نعمت چھن جائے گی۔ ایک عالم کا دماغ فالج سے خراب ہوگیا اور کُل علم بھول گیا۔

۷) طلباء کو چاہیے کہ اللہ والے بن کر رہیں۔ تمام چیزیں اس کی بن کر رہیں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے پھر گیا تو سب چیزیں پھر جائیں گی۔

چوں ازو گشتی ہَمہ چیز از تو گشت

۸) طالبِ علم کو عموماً اور طالبِ دین کو خصوصاً سب گناہوں سے عموماً اور شہوت کے گناہوں سے خصوصاً سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ گناہوں سے تمام اعضا عموماً دل ودماغ خصوصاً بہت ضعیف ہوجاتے ہیں۔ اور حسن بھی جاتا رہتا ہے۔ اور چہرہ بدنما پیلا ہوجاتا ہے۔ دیکھنے میں خراب معلوم ہوتا ہے۔ دل بوجہ تردّد اور خوف کے اور دماغ بوجہ مادّۂ منی کے نکل جانے کے۔ کیوں کہ سرمایۂ راحت وصحت وقوت منی ہی ہے۔ اور طالبِ علم کو زیادہ ضرورت ان ہی اعضا کے درست رہنے کی ہے۔ کیوں کہ اگر یہ اعضا ضعیف ہوگئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رکھ سکے گا۔ کیوں کہ قوتِ حافظہ بھی جاتی رہتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد (حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ) سے سوءِ حفظ کی شکایت کی انہوں نے فرمایا: گناہوں سے پرہیز کرو،

کیوں کہ علم فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور فضل اللہ تعالیٰ کا عاصی کو عطا نہیں۔

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ مِّنَ اِلٰهٖ
وَفَضْلُ اللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ [۱۷۳]

اور گناہوں کے ترک کے متعلق یوں سمجھ لے کہ اگر میں نے گناہ کیا تو علم سے محروم رہوں گا اور صحت و عافیت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کر دی **نعوذ باللہ من ذالک**! تو مدرسے سے خارج کر دیا جاؤں گا۔ لوگوں میں ذلت و رسوائی ہو گی۔ منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اور یوں سمجھ لے کہ آدمی کی موت و بیماری کا کوئی وقت نہیں، جب ہی مر جاوے یا بیمار ہو جائے۔ اور بیمار ہو کر اور مر کر تو (گناہ) چھوڑنا ہی پڑے گا۔ تو جو چیز مر کر یا بیمار پڑ کر چھوٹنے والی ہو اسے صحت و حیات ہی میں چھوڑ دینا چاہیے، تاکہ تارک المعصیت ہو متروک المعصیت نہ ہو اور قابلِ اجر و مدح تارک ہے نہ کہ متروک۔ اور یہ ٹھان لے کہ میں شہوت کے کہنے پر عمل نہ کروں گا۔ نہ دیکھوں گا نہ بات کروں گا اور نہ بات سنوں گا اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بہت سخت پرہیز کرے اگر کسی لڑکے کے ساتھ پڑھنے میں یا سبق کی تکرار میں یا دور میں ہو تو قدرِ ضرورت پر اکتفا کرے، اور اگر اپنی طبیعت میں بُرا میلان پاوے تو فوراً بہت جلد اس کا ساتھ چھوڑ دے اور تکرار وغیرہ سب بند کر دے، علیحدہ پڑھے اور جلد سے جلد دو رکعت نمازِ توبہ پڑھ کر توبہ کرے، کیوں کہ اگر علیحدہ ہونے میں تاخیر کرے گا تعلق کی جڑ مضبوط ہو جاوے گی اور علیحدہ ہونے کی ہمت کمزور ہو جاوے گی اور پھر گناہ سے بچنا مشکل ہو جاوے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد مدت کے کبھی دستگیری بھی کی اور توبہ نصیب بھی ہوئی تب بھی برسوں اس کے خیالات اور وساوس نماز و کتاب کو خراب کریں گے اور سخت اُلجھن ہو جاوے گی۔ دل پریشان و متردّد و

۱۷۳؎ شرح نهج البلاغة: ۱۹/۱۸۲، دار احياء الكتب العربية

مغموم و متفکر رہے گا۔ اور جلدی تدارک کرنے سے ان سب باتوں سے نجات رہے گی اور دل میں فرحت و انبساط خوشی کا ایک بڑا عالم رہے گا۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ولی کنز غیر او اندیشہ دارد
مگس جائے پری در شیشہ دارد

اور لڑکوں اور عورتوں کو دل میں جگہ دینا اور اللہ کو نکالنا کیا خراب بات ہے۔

کعبہ سے بت نکال دیے تھے رسول نے
اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

اور خدا عزو جل کے جمالِ بے مثال کو چھوڑ کر ان مردہ ناپائیدار اشکال پر عاشق ہونا کیا بے سمجھی کی بات ہے۔ کہاں وہ نورِ آفتاب اور کہاں یہ چراغِ مردہ۔

چراغِ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ما نصیحت بجائے خود کردیم
روزگارے دریں بسر بردیم

گر نیاید بگوش رغبتِ کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

۹) طلبہ کو چاہیے کہ استاد کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں۔ اگر کسی طالبِ علم کے ساتھ کوئی خاص برتاؤ کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ صاحب اسی لائق ہیں اور میں اسی لائق ہوں، یا ان کے ساتھ وہی برتاؤ مصلحت ہے اور میرے ساتھ یہ ہی برتاؤ مصلحت ہے، یا یوں سمجھ لے کہ اگر خدانخواستہ وہ خلاف ہی کرتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ پر ان کا حساب ہے مجھے بدگمانی سے کیا نفع ہو گا، دنیا میں ان کے فیوض و برکات سے

محروم رہوں گا اور آخرت میں بدگمانی کے وبال میں گرفتار ہوں گا۔ اور یہ خیال کرے کہ دوسرے کے کام کی فکر میں کیوں پڑوں۔ یکساں برتاؤ کرنا استاد کا کام ہے، وہ اپنا کام کریں یا نہ کریں، وہ اپنے کام کے ذمہ دار ہیں۔ اور میرا کام ہے حسنِ ظن اور اطاعت اور خدمت، میں اپنا کام کروں۔ اور بدگمانی کا یہ بھی نقصان ہے کہ تم کو استاد اور طالبِ علم محسود علیہ سے دشمنی ہو جائے گی۔ اور دشمنی میں جانبین کا جان و مال عزت و آبرو معرضِ خطر میں ہو جاتا ہے۔ قصہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام واخوتہٖ علٰی نبینا و علیہم السلام کا پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ ہر چھوٹے بڑے کو یہ برتاؤ یاد رکھنا چاہیے۔ مثلاً: پیر، استاد، باپ کے ساتھ ان کے چھوٹوں کو جتنا حسن ظن رکھنا ضروری ہے استاد پر تساوی فی المعاملات وغیرہ اس سے زیادہ ضروری ہے۔ کیوں کہ ان کا فعل ان ہی تک نہ رہے گا بلکہ ہر شاگرد کے رگ وریشہ میں سرایت کرے گا اور ان کا اثر دوسروں میں پہنچے گا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

خلاصہ یہ ہے کہ بدگمانی سے بہت پرہیز اور مصلحت میں بھی زیادہ غور و خوض نہ کرے بلکہ اپنے دل میں یہ سمجھ لے کہ ہو گی کوئی مصلحت۔ یہ طریقہ سرمایۂ راحتِ دارین ہے۔

۱۰) استاد کی روک ٹوک اگر پڑھنے میں ہو تو اس کو بُرا نہ سمجھے اور نہ چہرے پر شکن پڑے، نہ ملال ظاہر کرے، اس لیے کہ اس سے استاد کے دل میں انقباض پیدا ہو جائے گا۔ اور دروازہ نفع کا بند ہو جائے گا۔ کیوں کہ یہ موقوف ہے انشراحِ دل اور مناسبت پر اور صورتِ مذکورہ میں دونوں باتیں نہیں ہیں۔ بہت بڑا قاعدہ اور جلد منفعت کی کنجی یہ ہے کہ جس سے نفع حاصل کرنا ہو خواہ خالق یا مخلوق سے اس کے سامنے اپنے کو مٹا دے اور فنا کر دے اور اپنی رائے و تدبیر کو بالکل دخل نہ دے، پھر دیکھے کیسا نفع حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بڑا کمال ہے۔

تو درو گم شو وصال این ست و بس
تو مباش اصلاً کمال این ست و بس

۱۱)طالبِ علم کو بڑی ضرورت فراغتِ قلب کی ہے یعنی قلب کا کسی چیز سے یا کسی شخص سے متعلق نہ ہونا۔ یعنی حقّہ یا پان تمبا کو وغیرہ کا عادی نہ بنے اور نہ کسی اَمرد لڑکے یا عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرے۔ ورنہ علم سے بوجہ آفاتِ دینی و دنیوی کے محروم رہے گا۔ اور رسوائی وذلت ہوگی۔ مدرسے سے خارج کردیا جاوے گا۔

ما ہیچ نداریم غمِ ہیچ نداریم
دستار نداریم غمِ پیچ نداریم

ہے وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام
ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

اور نہ کسی طالبِ علم سے دوستی پیدا کرے کہ جس سے کسی کو موقع بدگمانی کا ہو، اور نہ دشمنی پیدا کرے کہ اس سے لڑنے جھگڑنے میں وقت خراب ہو۔

آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن
کفرست در طریقتِ ما کینہ داشتن

۱۲)طالبِ علم کو چاہیے کہ بعد فارغ ہونے کے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ کر کچھ دنوں اصلاح ظاہر و باطن کی کرے۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

تب معلّمی کرے، تاکہ خود گناہِ ظاہر و باطن سے اجتناب کرے اور اس کا اثر متعلمین میں یعنی شاگردوں پر پڑے۔

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

۱۳) پڑھنے میں نیت خدمتِ دین اور رضائے خداوندی کی رکھے اور عزت وجاہِ دنیوی کی نیت ہرگز نہ کرے۔ اچھی نیت سے اگر پڑھے گا تو زمانۂ طالبِ علمی میں اگر مر جائے گا تو شہید ہوگا اور قیامت میں علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور دن رات جو محنت کی، دماغ وغیرہ خرچ کیا ہے اور پڑھا ہے سب ان شاء اللہ تعالیٰ نامۂ اعمال میں دیکھے گا۔ اور دوسری نیت سے ان سب باتوں سے محروم رہے گا اور مستحق اور موردِ عتابِ خداوندی ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالك!

۱۴) طلبہ کو چاہیے کہ اپنا شوق اور طلب اور محنت استاد کو دکھائیں استاد خود مہربان ہو جائے گا اور ان شاء اللہ پوری توجہ کرے گا۔

چوں شمع پے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

بِقَدْرِ الْکَدِّ تُکْتَسَبُ الْمَعَالِيْ
وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِيْ

بقدرِ محنت علومِ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جو علومِ مرتبہ کا طالب ہوتا ہے راتوں کو جاگتا ہے۔

تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا

تم عزت چاہتے ہو اور راتوں کو سوتے ہو۔

يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللّاٰلِيْ

موتی کا طالب دریا میں غوطے لگا رہا ہے۔

جیسا طالب ہوتا ہے اور جیسی طلب ہوتی ہے استاد کی جانب سے ویسا ہی فیض ہوتا ہے۔ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے۔

فہمِ سخن تا نکند مستمع
قوتِ طبع از متکلم مجوئے
فسحتِ میدانِ ارادت بیار
تا بزند مردِ سخن گوئی گوئے

۱۵) طالبِ علم کو چاہیے کہ حق پسندی اپنا شعار رکھے اور ہٹ دھرمی سے بہت اجتناب کرے۔ سرمایۂ راحتِ دنیا و دین میں یہی خصلت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ [۱۷۴] **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** [۱۷۵]

۱۶) طالبِ علموں کو چاہیے کہ جس مدرسے میں جس مدرّس سے پڑھنا چاہیں پہلے وہاں کے مدرسہ اور مدرّس کے قوانین دریافت کرکے اپنے ذہن میں خوب غور کرلیں کہ ان قوانین کی پابندی مجھ سے ہوسکے گی یا نہیں، اگر نہیں ہوسکتی تو پھر کوئی بات ہی نہیں اپنے گھر بیٹھے رہیں۔ اگر ہوسکتی ہے تو خوب پختہ ہوکر داخل ہوں اور ان قوانین کی پابندی کریں اور علم حاصل کریں۔ پھر وہاں سے کہیں دوسری جگہ نہ جاویں۔ ’’یک در گیر محکم گیر‘‘ پر عمل کریں۔ اور ثم خیراً کا مرض نہ ہونے دیں۔ یعنی یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں نہ جاویں اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ ہر استاد کی نظر سے اتر جائے گا اور سب کہیں گے کہ یہ ہر جائی ہے، یہاں سے کہیں اور جگہ چلا جاوے گا اور جہاں سے جائے گا پھر وہاں داخل نہ ہوسکے گا۔ دوسرے یہ کہ ہر مدرسے کے قوانین جدا ہوتے ہیں اس سے یہ خرابی ہوگی کہ پہلی پڑھائی بے کار ہوجائے گی۔ مثلاً کسی مدرسے میں یہ قانون ہے کہ تجوید ضرور پڑھائی جائے اور کہیں کا قانون یہ ہے کہ تجوید کا نام نہ رہے اور تم تجوید والے مدرسے سے کچھ تھوڑا ہی سا پڑھ کر چلے گئے تو یہ پڑھا ہوا کچھ کام نہ دے گا۔ اور وہ بھی بھول بھال جائے گا۔ غرض کہ تین خرابیاں ہیں: استاد کے دل میں وقعت نہ ہونا، اس کا مہربان نہ ہونا، پہلے مدرسے میں پھر داخل ہونے کے قابل نہ رہنا۔ پہلی پڑھائی کا بے کار ہوجانا اور ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ انتظامِ سکونت و خوراک وغیرہ میں دقّت کا پیش آنا اور دل کا متردّد رہنا۔ اور تحصیلِ علم میں فراغتِ قلب اور جمعیتِ

۱۷۴؎ التفسیر لابن کثیر: ۲/۲۸۱، البقرۃ (۲۱۳)، مؤسسۃ قرطبۃ

۱۷۵؎ البقرۃ: ۱۲۷

قلب اور نشاطِ قلب کی بہت ضرورت ہے اور اس ثم خیراً میں یہ سب باتیں کافور ہو جاتی ہیں۔ اور متعدد شیوخ کے ہاتھوں پر بیعت ہونے میں بھی یہی خرابیاں ہیں شیخ بھی جانچ کر بنانا چاہیے تاکہ پھر کسی دوسرے کے یہاں نہ جانا پڑے اور اختلافِ قوانین سے پریشانی نہ ہو اور دونوں کے یہاں سے محروم نہ ہو کیوں کہ کسی شیخ کے دل میں تمہاری وقعت اور محبت نہ رہے گی۔ نعوذ باللہ من ذالک!

۱۷) طالبِ علم سے اگر استاد کی بے ادبی یا نافرمانی یا ایذا رسانی ہو جائے فوراً نہایت نیاز و عجز سے معافی چاہے اور الفاظِ معافی کے ساتھ اعضا سے بھی عاجزی و انکساری و ندامت ٹپکے، یہ نہیں کہ لٹھ مار دیا کہ اجی! معاف کر دو اگر دل میں ندامت ہو گی تو اعضا سے بھی ندامت ٹپکے گی۔ اگر نہ بھی ہو تو بناوٹ ہی کر دے۔ اصل نہیں تو نقل ہی سہی، مگر تاخیر نہ کرے کیوں کہ اگر استاد دنیادار ہو گا تو تاخیر کرنے سے اس کی کدورت بڑھ جائے گی اور تمہارا نقصان ہو گا، اور اگر دیندار ہو گا تو گو وہ کدورت وغیرہ خرافات کو اپنے دل میں جگہ نہ دے گا کیوں کہ اس کا مشرب یہ ہوتا ہے۔

آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن
کفر ست در طریقتِ ما کینہ داشتن
بہ نشیں در دل ویرانہ ام اے گنج مراد
کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

مگر رنج طبعی ہو گا اور یہ بھی طالب کے لیے مضر ہو گا، کیوں کہ اس حالت میں انشراحِ قلب نہ رہے گا اور بغیر انشراحِ قلب نفع نہ ہو گا۔ اور تاخیر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ جتنی تاخیر ہو گی اتنا ہی حجاب بڑھتا جائے گا۔

۱۸) طالبِ علمِ دین کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت ہے اور بڑا مرتبہ ہے۔ اسے گناہ پر جرأت نہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ یہ خلافِ حیا اور خلافِ مروّت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کے لیے فرشتوں سے پر بچھوائیں اور وہ اللہ میاں کی نافرمانی کر کے انہیں ناخوش کریں۔ اور اللہ میاں ان کے عیوب کو چھپائیں اور یہ گناہوں کی کثرت کریں۔ اور

یہ بھی واضح رہے کہ جن کے رُتبے زیادہ ہوتے ہیں ان کو زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

؎

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

پس طلبہ کو چاہیے کہ اپنے رُتبے پر رہیں۔

تو بر سرِ قدر خویش باش و وقار

بازی و ظرافت بہ ندیماں بگزار

۱۹) چھوٹے پن کے استاد کو بعد اپنے بڑے ہو جانے کے بھی استاد سمجھنا چاہیے۔ اور ان کا ادب، لحاظ، خدمت بہت کرنی چاہیے۔ بڑے استاد سے بھی ان کا زیادہ ادب کرنا چاہیے۔ کیوں کہ چھوٹے نے تمہارے ساتھ زیادہ محنت کی اور بہت مغز مارا ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شروع کے اساتذہ کا نام وعظ میں بیان فرماتے ہیں، تواضع ولیاقت اسی میں ہے۔ اس کے خلاف میں تکبر اور ناشکری ہے۔ اور وعید **مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ**[۱۷۶] میں داخل ہونا ہے۔ اور حضرت مولانا تھانوی ترتیبِ رتبہ والدین استاد و پیر میں یوں فرماتے ہیں: سب سے زیادہ رتبہ باپ کا ہے بعد کو استادِ ظاہری کا، پھر پیر کا۔ باپ موجدِ مادّہ ہے۔ استاد مادے کا ترتیب دینے والا اور پیر مادۂ مرتب پر نقشہ پھیرنے والا اور آراستہ کرنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ موجدِ مادّہ کا مرتبہ زیادہ ہونا چاہیے۔

۲۰) کسی طالبِ علم کی سمجھ اور حافظہ وغیرہ پر حسد نہ کرے کیوں کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا ہاں دنیا و آخرت کا نقصان ہو گا۔ دنیا کا نقصان یہ ہے کہ ہر وقت غم اور فکر میں رہے گا اور دل منتشر رہے گا اور انتشارِ قلب کے ساتھ نہ بات سمجھ میں آوے گی اور نہ پڑھی ہوئی یاد رہے گی۔ اس کے لیے فراغتِ قلب کی ضرورت ہے جس کو اس رسالے میں بارہا لکھ چکا ہوں۔ اور دین کا نقصان یہ ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا

---

۱۷۶ جامع الترمذی: ۲/۱۷، باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیك، ایچ ایم سعید

ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ اور حسد کرنا گویا کہ اللہ میاں کے کام میں عیب نکالنا ہے کہ فلانا اس قابل نہ تھا آپ نے غلطی کی۔ (نعوذ باللہ منہ) صاحبو! دنیا کا دوست اپنے دوست کے غلط کام کو تاویل کرکے صحیح کرتا ہے۔ تم کیسے دوست اللہ میاں کے ہو کہ اللہ میاں کے کام میں غلطی نکالتے ہو توبہ کرو اور اس خلقِ بد کا علاج کرو اور علاج یہ ہے کہ سوچو کہ یہ کام فضول ہے۔ میرے حسد سے اس کی سمجھ اور حافظہ کم تو نہ ہوگا بجز تکلیف کے۔ دوسرے علاج یہ ہے کہ جس چیز میں حسد ہو اس کے لیے اس میں ترقی کی دعا کرو کہ یا اللہ! اس میں اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب ہو اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض جاتا رہے گا۔ اگر نہ جائے کسی اللہ والے سے رجوع کرکے دوسرا علاج کرو اور اس کو نکالو اور اپنے اوپر رحم کرو۔

آدابِ استاد و حقوق

۱) استاد اور بڑوں کے سامنے ادب سے رہے۔ نہ ہنسے نہ زیادہ بولے نہ اِدھر اُدھر تاکے۔ ایسا رہے جیسے وہ شخص رہتا ہے جس کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے ہی رہتے تھے۔ اگر اس سے یا بڑوں سے کوئی بات خلافِ مزاج پیش آجاوے تو یہ سمجھ کر کہ ان سے مجھے دینی نفع بہت ہوا ہے معاف کرکے دل صاف رکھے، بلکہ ان کے متعلقین سے اگر کوئی بات پیش آجائے درگزر کردے۔ حضرت مولانا تھانوی صاحب نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ آپ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں تو یہ نامناسب بات کبھی نہ کہتا۔ استاد کا درجہ پیر سے زیادہ ہے، ان کا تو اور پاس کرنا چاہیے۔

۲) اپنا استاد یا پیر کوئی بات بتلادے تو اس کے مقابلے میں دوسرے کی بات بطورِ تردید کے نہ کہے کہ فلاں یہ کہتے ہیں۔ اس سے اعتقاد و اعتماد کی سستی معلوم ہوتی ہے۔

آدابِ علم

۱) اگر کوئی آوے تو تم السلام علیکم نہ کہو، اور اگر آنے والا کہے تو تم جواب

مت دو اپنے پڑھنے میں مشغول رہو۔ کیوں کہ ذکر اللہ کے وقت سلام اور جوابِ سلام دونوں نہ ہونے چاہئیں۔

۲) قاعدہ وغیرہ جب بیٹھے ہاتھ میں لے کر بیٹھے، اوپر سے نہ پھینکے، اوپر سے پھینکنے میں بے ادبی ہے۔

۳) کتاب کو یاد کرنا اس بھروسہ پر نہ چھوڑ دے کہ آگے اور کتابیں آویں گی اس میں بھی یہی مسائل ہوں گے اُسے یاد کرلوں گا۔ شاید موقع نہ ملے اور اگر اس کتاب کو یاد رکھے گا اور آگے موقع نہ ملا تو یہ کتاب تو یاد رہے گی اور کام دے گی اور اگر موقع مل گیا تو آگے کی کتابیں بجائے ایک صفحے کے چار صفحے پڑھے گا کیوں کہ اس کتاب سے مدد ملے گی۔

۴) اگر کوئی مسئلہ دیکھنا ہو تو اس فصل میں دیکھنا چاہیے۔ اگر حوض میں نہ ملے تو حاشیہ میں دیکھنا چاہیے۔ اگر حاشیہ میں نہ ملے تو دوسری کتاب میں یہی بیان دیکھے۔

۵) کتاب قاعدہ وغیرہ تعظیم سے رکھے اور اٹھائے پیر سے نہ چھو جائے اس میں بے ادبی ہے۔

۶) اگر کوئی بطورِ تعلیم کے کوئی بات کہے تو اس کی بات کو سن کر تب اٹھے۔ ورنہ بات کی بے قدری اور بات کرنے والے کی دل شکنی ہوگی۔

۷) دل لگا کر پڑھے گا تو جلدی پڑھ لے گا ورنہ برسوں میں بھی نہ آوے گا۔

۸) ہر کتاب کے مضامین کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھے، دوسری کتاب میں جو نئے مضامین آئیں ان ہی کو پڑھ لے یا ساری کتاب پڑھے مگر نئے مضامین کو الگ نوٹ کرکے یاد کرے۔ علیٰ ہٰذا القیاس تیسری اور چوتھی کو۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ لیاقت اور بہت جلد (لیاقت) ہوگی۔

آدابِ رفقاء

۱) اگر کوئی ساتھی یا دوسرا طالبِ علم غلط الفاظ پڑھے تو ہنسنا نہ چاہیے۔ کیوں کہ اس نے

غلط غلطی اور ناواقفی کی وجہ سے پڑھا جس کی وجہ سے اس پر کوئی الزام نہیں اور تمہاری ہنسی پر دو الزام: تکبر کا اور ایذائے مسلم کا، یہ دونوں بڑے جرم ہیں۔

آدابِ درس

۱) اگر دوسرے سے سوال ہو رہا ہو تو خود کچھ نہ بولے۔

۲) پڑھنے میں کتاب کی عبارت کا صحیح مطلب کے سمجھنے کا خیال رکھے۔ فضول سوال و جواب کے پیچھے نہ پڑے۔

۳) سبق تھوڑا پڑھے مگر یاد خوب کرے۔ اور آموختہ کی بہت نگرانی کرے تاکہ حوصلہ بڑھے اور ہمت میں قوت ہو۔

۴) قرآنِ مجید جلد جلد اس غرض سے نہ پڑھے کہ میری غلطی وغیرہ پر سننے والا مطلع نہ ہو کیوں کہ ایسی قراءت کرنے والے پر قرآن خود لعنت کرتا ہے۔ اور اس میں تکبر کا شبہ ہے۔ اور قرآن پڑھنے میں ۶ باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے ۱) نہ منہ چوڑا ہو۔ ۲) نہ منہ بند ہو۔ ۳) نہ منہ بگڑے۔ ۴) نہ مخارج میں سختی ہو۔ ۵) نہ ہر حرف پر سکتہ سا ہو۔ ۶) نہ آواز میں لرزہ ہو۔

۵) اگر استاد یا کوئی بزرگ یا اور کوئی کچھ بیان کرے اور وہ بیان صحیح ہو خاموش ہو کر سنے، بدن اور قلب سے متکلم کی طرف متوجہ رہے۔ اپنی معلومات نہ بیان کرے اس میں تکبر و بے ادبی و دل شکنی ہے اور یہ تینوں بُری خصلتیں ہیں۔

۶) اگر استاد کچھ سناوے یا استاد کچھ تقریر کرے یا کوئی دوسرا کچھ کلام کر رہا ہو تو توجہ متکلم کی طرف ہونا چاہیے۔ کیوں کہ بے توجہی میں بے قدری کلام و متکلم دونوں کی ہے۔

۷) عبارت پورے جملے کی ایک سانس میں پڑھے اور ترجمہ بھی ایک سانس میں کرے۔ کاٹ کاٹ کر نہ پڑھے اور نہ ترجمہ کاٹ کاٹ کر کرے۔ یہ عیب کی بات ہے۔ لیکن مجبوری میں رکاوٹ ہو جاوے تو اور بات ہے۔

۸) سبق پر نشان رکھے تاکہ جلدی سے کھول لے۔ ایسا نہ ہو کہ تمام کتاب الٹنا پڑے،

کیوں کہ اس میں کتاب کی بے ترتیبی اور بے انتظامی ہے۔

۹) سبق آگے جھک کر سناوے۔ پیچھے تن کر نہ سناوے۔ اس میں بے پروائی و بے ادبی ہے۔

۱۰) جب کہیں جائے، کسی سے کچھ بات کرے یا سبق سنائے تو ایک کام طے کر کے دوسرا شروع کرے۔ مثلاً: جب سبق پڑھ لے تب کوئی بات یا پیغام کہے۔

۱۱) سبق محض ذہن پر چڑھا کر استاد کو نہ سناوے، کیوں کہ ایسا یاد کرنا بالکل نہیں ٹھہرتا۔ سبق خوب رٹ کر یاد کرنا چاہیے۔ تاکہ دل پر نقش ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

۱۲) سوال سمجھ کر جواب دے، بے سمجھے جواب نہ اڑانا شروع کر دے۔

۱۳) اگر استاد بہت سی باتیں تعلیم کرے یا بہت سے الفاظ پر قراءت میں روک ٹوک کرے تو چند باتیں اپنے ذہن میں نوٹ کر لے، اگر نوٹ شدہ زیادہ ہو جائیں تو ان میں سے بھی نوٹ کرے۔ اور یہ بھی خیال رکھے کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاوے یا کسی عالم کے وعظ میں شریک ہو تو وہاں بھی ان کے مضامین کا انتخاب کرے۔

۱۴) جن الفاظ کا ترجمہ بوجہ حیا کے نہ کر سکے ترجمہ میں وہ لفظ ہی کہہ لے اور نہ کسی سے ایسے الفاظ کا ترجمہ کراوے۔

۱۵) سبق ناغہ نہ کرے اس میں بے برکتی ہوتی ہے، دل اکھڑ جاتا ہے پڑھا ہوا بھول جاتا ہے شوق میں کمی ہو جاتی ہے۔

۱۶) قرآنِ مجید بنا کر باقاعدہ پڑھے۔ اس سے قلب میں بہت نور اور صفائی ہوتی ہے۔ گڑبڑ پڑھنے سے قرآنِ مجید لعنت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں ہوتے۔ کیوں کہ قرآنِ مجید پڑھنا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کسی سے کوئی باتیں کرے اور بے تمیزی سے باتیں کرے تو مخاطب کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور تمیز سے اگر باتیں کرے تو جی بہت خوش ہو جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس باتمیز کو کیا انعام دے دوں۔ اور باقاعدہ پڑھنے سے خود بھی عمر بھر لطف اٹھاتا ہے اور دوسرے بھی اور بے قاعدہ پڑھنے سے نہ خود مزہ پاتا ہے اور نہ دوسرا۔ بلکہ مصداق

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
بہ بری رونقِ مسلمانی

۱۷) استاد اگر علم کے متعلق باتیں کرے یا اور کوئی بات عمدہ بیان کرے تو اسے خوب توجہ سے سنے اور کسی کاغذ میں نوٹ کرے اور اسے خوب یاد کرے۔ اس بھروسہ پر نہ رہے کہ وہ تو میرے پاس رکھی ہوئی موجود ہے۔ کیوں کہ نہ معلوم تمہیں کب اور کہاں اس بات کی ضرورت پڑے تو اس کاغذ کو کہاں لیے پھروگے، اور اگر گم ہو گیا تو تمہارا علم ہی گیا۔ اسی لیے کہا ہے کہ علمِ سینہ چاہیے علمِ سفینہ نہیں۔ علم کی شان تو یہ ہے کہ نہ چور چرا سکے اور نہ وراثت میں تقسیم ہو سکے۔

۱۸) سبق پڑھنے کے لیے جب جگہ خالی ہو تب جائے تاکہ ازدحام سے تکلیف وانتشار نہ ہو۔

۱۹) طالبِ علم بغیر مطالعہ سبق نہ پڑھے، کیوں کہ بغیر مطالعہ پڑھنے سے پڑھتے وقت جب استاد کچھ تقریر کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر سمجھ بھی لے تو جلدی یاد نہیں ہوتی، اگر یاد بھی ہو جاتی ہے ٹھہرتی نہیں۔ اگر مطالعہ کرکے پڑھے گا تو ان آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

۲۰) پڑھتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

۲۱) اگر سبق میں بہت سے شریک ہوں تو ناغہ نہ کرو، بہت کوشش کرو ساتھ میں پڑھنے کی، کیوں کہ اگر بعد کو طلبہ سے تکرار کرلوگے تو استاد کی ساری تقریر کو طالبِ علم نہیں دہرا سکتا۔ اگر استاد ہی سے پڑھوگے تو بھی مجمع میں جو مضامین استاد کے قلب میں آئے تھے وہ نہ آئیں گے اگرچہ استاد کوشش بھی کرے۔ خلاصہ یہ کہ بہت سی باتوں سے اگر ناغہ کروگے محروم ہو جاؤگے۔

۲۲) طالبِ علم کو چاہیے کہ پڑھتا جائے اور مشق کرتا جائے۔ تاکہ پڑھا ہوا خوب محفوظ رہے۔ اگر عربی پڑھتا ہے تو قرآنِ مجید میں غور کیا کرے۔ اگر کہیں قرآنِ مجید میں پڑھے ہوئے کے خلاف ملے تو قرآنِ مجید کی اصلاح نہ کرے بلکہ اس پڑھی ہوئی کتاب کو قرآن کے موافق کرے۔ یعنی جو قرآن شریف میں ہے اسی کو صحیح جانے۔

۲۳) طالبِ علم کو چاہیے کہ استاد کی تعلیم کے وقت مسکرائے نہیں۔ اگرچہ مسکرانا اس وجہ سے ہو کہ وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ یہ صورت بے ادبی اور بے قدری کی ہے۔

۲۴) استاد کی تقریر میں اگر کوئی لفظ فارسی یا عربی کا ہے اور اس کے معنیٰ نہ معلوم ہوں یا کتاب میں کوئی لفظ آیا جو مشہور ہو اور اس کا ترجمہ نہیں کرایا گیا تو استاد سے اس کے معنیٰ پوچھ لے۔ غفلت اور شرم نہ کرے کہ سب ہنسیں گے کہ ایسے مشہور لفظ کے معنیٰ نہیں جانتا، کیوں کہ اگر نہ پوچھے گا تو ہمیشہ جاہل ہی رہے گا۔ مثل مشہور ہے:
شِفَآءُ الْعَیِّ السُّؤَالُ [۱۷۷] یعنی جہل کی شفاء سوال ہے۔

۲۵) اگر کسی مسئلے میں استاد کی تقریر ذہن میں نہ بیٹھے تو کچھ دیر تک استفادہ کے لہجے میں خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی تقریر کرے اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو خاموش ہو جاوے اور دل میں یہ رکھ لے کہ اس کی تحقیق کروں گا۔ بعد کو کتابوں سے علماء سے تحقیق کرے اور اگر اپنی رائے صحیح ہو اور استاد حق پسند ہو تو اس کتاب اور بڑے عالم کی تحقیق کو ان کے سامنے پیش کر دے۔ اگر استاد کی تقریر صحیح ہو تو معذرت کر لے کہ آپ صحیح فرماتے تھے میں غلطی پر تھا۔ استاد کے مقابلے میں مکابرہ مناظرہ، مجادلہ کی صورت ہرگز نہ بنائے۔ یعنی آنکھیں نہ چڑھیں، گفتگو میں تیزی نہ ہو پیشانی پر بل نہ ہوں بڑوں کے مقابلے میں یہ بے ادبی ہے۔ اور اوروں کے مقابلے میں گو مناظرہ نامناسب نہیں مگر بعض وجہوں سے وہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ مثلاً: فریقِ مخالف نے حق بات کہی اس نے ہٹ دھرمی سے رد کر دیا، یا مجمع کی شرم سے فی الحال نہیں مانا یہ دونوں امر ناجائز ہیں۔ لہٰذا وہ امر جائز بھی ناجائز ہو جائے گا۔

۲۶) استاد کو تقریر کے وقت اپنی طرف زیادہ متوجہ کرنا چاہیے شوق و طلب زیادہ پیدا کرے، کیوں کہ طالب ہی کی طرف مطلوب پہنچتا ہے۔

---

[۱۷۷] سنن ابن ماجۃ: ۱/۱۴۳، باب فی المجروح تصیبہ، المکتبۃ الرحمانیۃ

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
ہر کجا دردے شفا آنجا رود

۲۷) قاعدوں کی اور مسئلوں کی تقریر آپس میں اور استاد کے سامنے کرلیا کریں تاکہ قواعد محفوظ ہوں اور زبان میں گویائی آوے، ورنہ زبان سے مطلب کو ادا نہ کرسکے گا۔

متفرق

۱) سوال و جواب میں مطابقت ہونا چاہیے۔ نہ جواب بڑھے نہ سائل کا سوال دہراوے۔ نہ جواب میں سوال کے الفاظ آویں۔ بجز ان الفاظ کے جن سے تعرض ضروری ہے۔

۲) جب نماز اکیلا پڑھے یا وہ نماز پڑھے جس میں آہستہ پڑھا جاتا ہے تو قرآنِ مجید کو بنا کر پڑھے اور جیسی سورتیں پڑھنی مسنون ہیں ویسی سورتیں پڑھے، کیوں کہ اس کے خلاف میں تلاوت خدا کے لیے نہیں ہوتی بلکہ آدمیوں کے لیے ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب زور سے پڑھتا ہے تو بنا کر پڑھتا ہے، اور آہستہ پڑھتا ہے تو بگاڑ کر پڑھتا ہے۔ تو مدِّ نظر آدمیوں کو سنانا ہوا۔

۳) الفاظ انگریزی ہرگز استعمال نہ کرے، اس میں بو حُبِّ دنیا کی پائی جاتی ہے۔ کہ دنیا نہ ملی تو دنیاداروں کے الفاظ ہی سے جی خوش کرلیں۔ اور لباس و پوشاک میں بھی یہی بات ہے۔ اگر الفاظ بوجہ پسند ہونے کے کہنا ہے تو مسلمان آدمی کو الفاظ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کے کیوں نہ پسند ہوئے جب سب زبانوں سے اچھی زبان ہے! بڑی غیرت کی بات ہے کہ جس کو ہم پیشوا مانیں ان کا نام نماز میں التحیات میں درود میں لیں، اپنے کو ان کا جاں نثار کہیں اور لباس پوشاک اور بول چال ان کی نہ پسند کریں۔ ہاں! اگر مجبوری ہو کہ کوئی انگریزی دان عربی اردو الفاظ نہ سمجھے تو خیر اس کے سمجھانے کے لیے ڈکٹیشن وغیرہ بول دے تو مضایقہ نہیں۔

۴) اگر اپنا کہنا بیان کرنا ہو تو یوں کہے کہ میں نے عرض کیا تھا، اور اگر بڑے کا کہنا بیان کرنا ہو تو یوں کہے آپ نے فرمایا تھا۔

۵) سوال کے جواب میں تاخیر نہ کرے جلدی سے جو دل میں ہو کہہ دے اور نہ جواب دینے میں باتیں بناوے۔

۶) جس سے کچھ نفع دینی یا دنیوی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کا مطیع بنے۔ ورنہ ہرگز نفع نہ ہوگا۔

۷) اگر کوئی شخص کچھ سوال کرے تو اس کے جواب میں ہر پہلو پر نظر کرے اور ہر مصالح پر بھی۔ اگر تمہارا کام ہو تو خود سوچ کر جواب دے دو۔ یوں نہ کہو کہ جیسا آپ کہیں۔ مثلاً: استاد کسی سے سوال کرے کہ کتنے دن میں آموختہ سناؤ گے یا امتحان دو گے یا کتنے دن قیام کرو گے تو اس میں اپنی مہلت و قوتِ حافظہ وغیرہ کو تم خود سوچ کر جواب دو۔ سائل کیا جانے (یعنی تمہارے حافظہ وغیرہ کو)۔

۸) طلبہ جس فن کو پڑھیں اس میں کسی کا لحاظ نہ کریں نہ کسی سے دبیں۔ بلکہ بے دھڑک پڑھیں۔ مثلاً: عربی پڑھی تو انگریزی خوانوں سے نہ دبیں، اور اگر تجوید پڑھیں تو غیر تجوید والوں سے نہ دبیں۔ حق پر رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق کام کریں۔ ساری دنیا ناخوش ہو یا حقیر سمجھے یا بُرا سمجھے کچھ پروا نہ کریں۔ مگر اس سے بہت پرہیز کریں کہ کسی سے لڑیں جھگڑیں نہیں، بس اپنی دھن میں رہیں۔ جو ناحق پر ہے وہ نہیں دبتا تو تم حق پر ہو کر کیوں دبو! اگر وہ اپنا ہم خیال بنانا چاہیں تو ان سے صاف کہہ دو کہ میں تمہارا ہم خیال ہرگز نہ ہوں گا۔ معاف کرو۔ تکلیف نہ کرو۔ پھر وہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی نہ بولیں گے۔

۹) بہت سی نعمتوں کو لوگ نعمت ہی نہیں جانتے۔ دن رات پڑھنے میں مشغول رہنا بڑی نعمت ہے اور بڑی عبادت ہے۔ بہت سے بندے دن رات فتنہ فساد میں مشغول رہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك! ہر نماز کے بعد اور رات کو بعد نماز دس پانچ منٹ اس کے شکریہ میں خدا کی تعریف اور اس کی قبولیت اور اس کے نافعِ دنیا و دین ہونے کے لیے تہہ دل سے دعا کریں، اس سے ان شاء اللہ بہت ترقی ہوگی۔ اللہ میاں کا وعدہ ہے: لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ [۱۸۷] اور اپنے قلب اور آنکھ کی

---

[۱۸۷] ابراھیم:۷

حفاظت کریں۔ دل میں بُرے خیالات نہ لائیں۔ اور آنکھ سے نظر بد نہ کریں۔ پھر ان شاء اللہ بہت بڑے ولی ہوں گے۔ اگر کوئی نہ معتقد ہو تو نہ ہو، مگر میں تو ایسے طلبہ کی ولایت کا بڑا معتقد ہوں۔

۱۰) ہر دن ہر ہفتہ میں یہ خیال کرلیا کرے کہ میں نے کیا ترقی کی۔ اس سے پہلے دن اور پہلے ہفتہ میں مجھے کتنا علم تھا اور اب کتنا ہے۔ اور کیا کیا باتیں زیادہ معلوم ہوئیں۔ اور جو زیادہ معلوم ہوئی ہوں انہیں ذہن میں اچھی طرح بٹھالے۔ اور اسی کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ مقصود علم سے صرف عمل ہی ہے ورنہ علم بغیر عمل کے کسی کام کا نہیں، بلکہ علم ہو اور عمل نہ کرے تو زیادہ گناہ گار ہوگا۔

۱۱) شعرِ ذیل کو عربی خواں طلباء یاد کرلیں، اور ہر ایک کی گردان صغیر و کبیر خوب یاد کرلیں۔ اور تعلیلیں بھی خوب مشق کرلیں۔ اور گردان میں اس کا بھی خیال رکھیں۔ ثلاثی مجرد مزید دونوں کی گردانیں اور ''تیسیرالمبتدی'' کے مصادر یاد کرکے ان کی گردانیں بھی مشق کرلیں۔ وہ شعر یہ ہے؎

صحیح ست و مثال ست و مضاعف
لفیف و ناقص و مہموز و اجوف

اورادب کے لیے جہاں تک ہوسکے عربی اشعار یاد کرلیں۔ خصوصاً اشعارِ دعائیہ وصلواتیہ، تاکہ ادب بھی آجائے اور مغزِ عبادت جو دُعا ہے، وہ بھی حاصل ہوجائے۔

❖❖❖❖

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

اشرف الہدایات لاصلاحِ المنکرات

احکامِ تبلیغ کیا ہیں؟

جس میں تبلیغ کی اہمیت و فرضیت اور اس کے احکام کے حدود اور تبلیغ کے فضائل و آداب کو اختصار کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے دینی فوائد اور اصلاح کے نسخوں کو بھی جمع کیا گیا ہے۔

تالیف

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ

حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ! یہ ناکارہ ابرار الحق عرض کرتا ہے کہ ہم لوگوں میں آج کل ایک مرض بہت عام اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے، وہ مرض تعدّی حدود یعنی دینی حدود کی رعایت نہ کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے دو قسم کی کوتاہیاں ظاہر ہوتی ہیں: کہیں افراط یعنی حد سے بڑھ جانا، کہیں تفریط یعنی حد سے کمی کر دینا۔ افراط کی کوتاہی غلوفی الدین اور بدعت میں مبتلا کر دیتی ہے جو نہایت ہی مضرت رساں اور بڑی گمراہی ہے۔ جس میں آج کل بہت زیادہ ابتلا ہے۔ اور تفریط کی کوتاہی سے اس عمل کے پورے برکات اور فوائد سے محرومی ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ بالکل ہی محرومی کا باعث ہوتی ہے جب کہ اس عمل کی شرط یا رکن کا ترک ہو جاوے۔ یہ دونوں کوتاہیاں دین کے ہر شعبے میں ہم سے ہو رہی ہیں۔ جن کو حضرت مجدّدِ اعظم حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے ”اصلاحِ انقلاب“ میں نہایت بسط سے مع اصلاح کے بیان فرمایا ہے۔ جو قابلِ دید کتاب ہے۔ جس سے حضرتِ اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی وسعتِ علم اور دقّتِ نظر کالشمس فی نصف النہار نمایاں نظر آتی ہے۔ اس کا خلاصہ حضرت مولانا عبد الباری ندوی مدظلہ العالی نے ”جامع المجدّدین“ میں ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بھی بے نظیر کتاب ہے۔ اس کی افادیت مطالعے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں کوتاہیاں افراط و تفریط کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی وعظ و نصیحت عام و خاص میں بھی دیکھی گئیں۔ تفریط (کی کوتاہی) تو بہت عام ہے۔ جس کی وجہ سے نصیحت کا باب قریب قریب مسدود (بند) ہو گیا ہے جو ہماری ہلاکت اور بربادی کا ایک بڑا سبب ہے۔ افراط (کی کوتاہی) کا بھی بہت سے مواقع میں مشاہدہ ہوا کہ بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جدوجہد کی عطا ہوئی وہ حضرات علمائے کاملین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود بلکہ اس کی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظامِ خاص کو (جس کے موافق دینی مساعی کرتے ہیں) مقصود سمجھتے ہیں، جو افراط کا مصداق ہے۔ حالاں کہ نظامِ سنت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں۔ اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدّی اور بدعت ہے۔ جس کی قباحت ظاہر ہے۔ اس نوع کی کوتاہیوں کے مشاہدے سے دل کُڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ تبلیغ کے آداب کے متعلق اور اس کے احکام و حدود کے متعلق ضروری اُمور اختصار کے ساتھ جمع کردیے جائیں تا کہ جو لوگ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے غلطی میں مبتلا ہیں ان کی غلط فہمی دور ہو جاوے، اور زیادہ تر تبلیغ میں کوتاہی کا یہی سبب ہے۔ چناں چہ بعض لوگ ہر حال میں تبلیغ کو فرض کہنے والے دیکھے گئے اور بعض دیندار صالح حضرات اس زمانے میں وعظ و نصیحت کی اہمیت سے بالکل ناواقف پائے گئے تھے کہ اپنے تابعین کی اصلاح کا بھی بالکل اہتمام نہیں۔ چناں چہ جب اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کو "دعوۃ الحق" کے کام کی توفیق بخشی تو چند رسائل اس سلسلے میں مرتّب کرنے کی توفیق ہوئی "اشرف النصائح"، "اشرف الخطاب"، "اشرف الاصلاح" اور اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی اہمیت و فضائل و آداب کے متعلق ایک رسالہ مرتب کرنا شروع کیا، اس کا نام بھی "اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات" تجویز ہو گیا۔

اس درمیان میں بعض مختلف مصروفیتیں رہیں، اور کتب کے ردّ و بدل میں مسوّدہ رسالۂ مذکور گم ہو گیا۔ درمیان میں بار بار خیال اس کے اشاعت کا ہوا مگر فرصتِ ترتیب نہ تھی کہ اسی اثنا میں بعض دیہات کا حال معلوم ہوا کہ وہاں حدودِ تبلیغ کی مراعات نہ کرنے سے بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے آپس میں بہت جنگ و جدال کی نوبت آچکی ہے اور سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس سے بھی داعیہ اس رسالے کا ہوا۔ یہ داعیہ موجود تھا کہ بعض اکابر کرام (حضرت میر امام الدین صاحب حیدر آبادی مجازِ صحبت حضرت مجدّدِ اعظم تھانوی نور اللہ مرقدہٗ و مجازِ بیعت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ العالی) کا گرامی نامہ ملا جس میں انہوں نے اس رسالے کی فرمایش کی کیوں کہ اس کا اشتہار شایع ہو چکا تھا۔ چناں چہ اس سے اور

بھی داعیہ ہوا اور توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مرتب کرنے بیٹھ گیا۔ اس رسالے میں بہت بڑی اعانت و مدد "دعوۃ التبلیغ" مولفۂ استادِ محترم حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی سابق مدرّس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے لی گئی ہے۔ اکثر عنوانات و اکثر احادیث معہ ترجمہ اسی سے ماخوذ ہیں۔ اور "احکامِ تبلیغ" کے متعلق استادِ محترم حضرت مولانا محمود حسن صاحب مفتی جامع العلوم کانپور کی تحریرِ گرامی سے بہت مدد ملی ہے۔ اتحاف سادات المتقین شرح احیاء علوم الدین کی عبارت حضرت موصوف نے نقل کرکے روانہ فرمائی تھی مع دیگر افادات کے۔

یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اس رسالے کی ترتیب بڑی عجلت سے کی گئی ہے اور بیک وقت تقریباً ہر باب کا کام شروع کیا گیا۔ اسی وجہ سے جس قدر اختصار کا خیال تھا وہ نہ ہوسکا۔ لکھتے وقت اُمورِ مفیدہ کے اضافے کا تقاضا ہوتا تھا، پھر یہ بھی خیال ہوا کہ اختصار آیندہ حسبِ ضرورت کیا جاسکتا ہے، اور چوں کہ اس رسالے کی تسوید کے ساتھ تبییض بھی ہوتی رہی ہے محو و اثبات بھی دِقّت سے خالی نہ تھا بوجوہ اشاعت کا تقاضا الگ تھا، بہر حال عرض ہے کہ اس رسالے میں جو فرو گزاشت نظر آوے اس سے اس ناکارہ کو مطلع فرما کر ممنون فرماویں تاکہ اس کی اصلاح کردی جاوے۔

اور عرض ہے کہ اس رسالے کی تبییض میں عزیزِ محترم مولوی عبدالغنی سلمہٗ و حافظ عبدالحمید سلمہٗ و حافظ سعید الظفر سلمہٗ و جناب مولوی بشارت علی صاحب زید لطفہ نے بہت مدد کی ہے، اور سب سے زیادہ اوّل الذکر عزیز نے۔ ان سب کے لیے اور اس ناکارہ اور ان سب کے والدین، اساتذہ و مشایخ و احباب کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو قبول فرما کر سب کے لیے ذریعۂ نجات بناویں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ

ناکارہ خادم

ابرار الحق

خادمِ مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ، یومِ شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

تبلیغ

یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فرضیت اور وجوب اور دیگر احکام میں۔

اس میں چند مضامین ہیں۔

پہلی فصل (آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں)

اس میں وہ چند آیات جمع کی گئی ہیں جن میں تبلیغ کی فرضیت و وجوب و تاکید کا بیان ہے۔

پہلی آیت

اپنے گھر والوں کو تبلیغ کرنا اور گناہوں سے بچانا فرضِ عین ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[۱۷۹]

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

فائدہ: اس آیت نیز دیگر آیات کی تفسیر سے پورا مطلب ان شاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مجدّدِ اعظم حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن (جو کہ مستند اور مقبول و مفید عام و خاص ہونے کے علاوہ حلِّ قرآن شریف میں بے نظیر مانی گئی اور جس کو عقلاء و مشاہیر

---

۱۷۹ التحریم:٦

اہلِ علم نے خلاصۂ تفاسیر قرار دیا ہے) سے اس آیت کی تشریح و مطلب بعینہٖ نقل کردیا جاوے جو بہت سے فوائد کا باعث بھی ہے۔ چناں چہ حضرتِ اقدس فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! (جب رسول کی بیبیوں کو بھی عمل و طاعت سے چارہ نہیں جیسا اوپر معلوم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اوپر کے مضمون کی تبلیغ کرانا جب کہ تبلیغ واجب ہے مستلزم ہے اس کو کہ آپ پر ازواج کی نصیحت واجب ہے تو تم پر تو بدرجۂ اولیٰ اہتمام اپنے اور اپنی اہل و عیال کی اصلاح کا واجب ہوگا اس لیے تم کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ) تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں (اپنے کو بچانا خود اطاعت کرنا اور گھر والوں کو بچانا ان کو احکامِ الٰہیہ سکھلانا اور اس پر عمل کرانے کے لیے زبان سے، ہاتھ سے بقدرِ امکان کوشش کرنا۔)

دوسری آیت

گھر والوں کو نماز کا حکم کرنا بھی فرض ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى [۱۸۰]

(اے محمد!) اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس پر جمے رہیے، ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے، معاش تو آپ کو ہم خود دیں گے اور بہتر انجام پرہیز گاری ہی کا ہے۔

فائدہ: اس آیت کی تفسیر حضرت مجددِ اعظم نے یہ تحریر فرمائی ہے:

اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہلِ خاندان کو یا مؤمنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے (یعنی زیادہ توجہ کے قابل یہ اُمور ہیں) ہم آپ سے (اور اسی طرح دوسروں سے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے جو (مانع طاعاتِ ضروریہ ہو) معاش تو آپ کو (اور اسی طرح دوسروں کو) ہم دیں گے (یعنی مقصودِ اصلی اکتساب نہیں

۱۸۰؎ طٰہٰ:۱۳۲

بلکہ دین اور طاعت ہیں۔ اکتساب کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعت میں وہ مخل نہ ہو) اور بہتر انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔

فائدہ: اس سے ظاہر ہوا کہ نماز کیسی مہتم بالشان عبادت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پابندی کی تاکید فرمائی جارہی ہے۔ اس سے سب کے لیے ہمیشہ پابندی کی اور زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

تیسری آیت

تبلیغ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرضِ کفایہ ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[۱۸۱]

اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے جو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کو کہا کرے اور بُرے کام سے روکا کرے اور ایسے ہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

فائدہ: تفسیر اس کی حسب ذیل ہے:

اوپر کی آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رہنے کا حکم تھا۔ آگے حکم ہے کہ دوسروں کو بھی ہدایت کرنے کی کوشش کرو۔ جیسا کہ اس مجموعے کے قبل کفار کو اوّل خود گمراہ ہونے پر ملامت تھی پھر دوسروں کو گمراہ کرنے کی بُرائی تھی۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ (اور لوگوں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں اور ایسے ہی لوگ (آخرت میں ثواب سے) پورے کامیاب ہوں گے۔

فائدہ: تفصیل اس مسئلے کی یہ ہے کہ

۱) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہو گا اس کے لیے

۱۸۱؎ اٰل عمرٰن: ۱۰۴

اُمورِ واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے، اور اُمورِ مستحبّہ میں مستحب، مثلاً: نمازِ پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہو گا کہ بے نمازی کو نصیحت کرے، اور نوافل مستحب ہیں تو اس کی نصیحت کرنا مستحب ہو گا۔ اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا اُمورِ واجبہ میں بھی واجب نہیں، البتہ اگر ہمّت کرے تو ثواب ملے گا۔ پھر اس امر و نہی میں قادر کے لیے اُمورِ واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ

۲) اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے، جیسے حکّام محکومین کے اعتبار سے، اور اگر صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے۔ اور غیر قادر کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تارکِ واجبات و مرتکبِ محرّمات کے عملِ قبیح سے دل سے نفرت رکھے۔ پھر قادر کے لیے من جملہ شرائط کے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ

۳) اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو۔ اور من جملہ آداب کے ایک ضروری ادب یہ ہے کہ

۴) مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اوّلاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرے۔ اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ

۵) دستی قدرت میں تو کبھی اس امر و نہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسیٔ نفع کے وقت ترک جائز ہے۔ لیکن مودّتِ قلبی و مخالطتِ عملی کا بھی ترک واجب ہے۔ مگر بضرورتِ شدیدہ

۶) پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایہ ہے۔ اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہوں کہ بقدرِ حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہلِ قدرت کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔

یہ کل چھ مسئلے اس مقام پر ذکر کیے گئے۔ اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل لوگوں کو وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک غلط سلط روایات و احکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گناہ گار ہوتے ہیں، اور سامعین کو بھی ان کا ایسا وعظ سننا جائز نہیں کہ اس سے بجائے ہدایت کے

گمراہی کا اندیشہ قوی ہے۔

فائدہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام کی مزید تفصیل و تشریح ان شاء اللہ فصلِ سوم میں بیان کی جاوے گی اور آدابِ تبلیغ کی تفصیل و توضیح بابِ سوم میں آوے گی۔

چوتھی آیت

گناہوں کے پھیل جانے پر مداہنت کرنے سے جو عذاب یا وبا یا مصیبت وغیرہ آئے گی وہ سب ہی پر آئے گی:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[۱۸۲]

اور تم اس فتنے سے ڈرتے رہو جو خاص کر ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والے ہیں۔

فائدہ: اس آیت کی تفصیل بڑی توجہ و غور سے ملاحظہ کیجیے اور غور کیجیے کہ ہم کہیں مداہنت میں مبتلا تو نہیں ہیں۔ مداہنت کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود قدرتِ اصلاح اپنی دنیوی غرض سے منکرات سے سکوت کرے اور جہاں کوئی دینی مصلحت ہو وہاں سکوت مداہنت نہیں۔[۱۸۳] خوب سمجھ لیجیے۔ اُس کی مزید تشریح بابِ سوم میں ان شاء اللہ آئے گی۔

اب تفسیر دیکھیے:

حضرت مجدّدِ اعظم نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں: (اور جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے اسی طرح یہ بھی طاعتِ واجبہ میں داخل ہے کہ بقدرِ وسع دوسروں کی اصلاح میں بطریقِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بالید یا باللسان یا ترکِ اختلاط یا نفرت بالقلب جو کہ آخری درجہ ہے کوشش کرو ورنہ در صورتِ مداہنت ان منکرات کا وبال جیسا مرتکبینِ منکرات پر واقع ہو گا ایسا ہی کسی درجے میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہو گا۔ جب یہ بات ہے تو) تم ایسے وبال سے بچو کہ

۱۸۲؎ الانفال:۲۵

۱۸۳؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۳۲۳ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ

جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ ان گناہوں کو دیکھ کر جنہوں نے مداہنت کی ہے وہ بھی اس میں شریک ہوں گے۔ اور اس سے بچنا یہی ہے کہ مداہنت مت کرو) اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (ان کی سزا سے خوف کر کے مداہنت سے بچو)۔

پانچویں آیت

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس امت کا طغرائے امتیاز ہے:

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ[۱۸۴]

تم بہترین اُمت ہو کہ وہ لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم نیک کام کا حکم اور بُرے کام سے منع کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ: اس امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں دوسری اُمتوں سے بڑھے ہونے کی توجیہ تفسیر میں ملاحظہ کیجیے جو درج ذیل ہے:

اوپر کی آیات میں مسلمانوں کو ثبات علی الایمان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم فرمایا تھا آگے اسی کو مؤکد کرنے کے لیے یہ بتلاتے ہیں کہ تم لوگوں کی وجۂ خیرت میں اُمورِ مذکورہ بھی ہیں ان میں کمی نہ آنے پاوے۔ (اے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام!) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت (عام) لوگوں کے (نفع ہدایت پہنچانے کے) لیے ظاہر کی گئی ہے (اور نفع پہنچانے کی صورت کی وہی وجہ سب سے اچھی ہونے کی بھی ہے یہ ہے کہ) تم لوگ (بمقتضائے شریعت زیادہ اہتمام کے ساتھ) نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور (خود بھی) اللہ تعالیٰ پر ایمان لا (نے پر دوام کر) تے ہو (اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں ساری دین کی باتوں پر ایمان لانا آگیا، کیوں کہ وہ سب اللہ کی بتلائی ہوئی ہیں۔ جس نے ان کا انکار کیا اس کا ایمان اللہ پر بھی نہ ہوا)۔

۱۸۴؎ اٰل عمرٰن:۱۱۰

چھٹی آیت

تبلیغ مسلمانوں کو فائدہ ضرور دیتی ہے:

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ[۱۸۵]

آپ لوگوں کو سمجھاتے رہیے، کیوں کہ سمجھانا ایمان والوں کو (ضرور) نفع دے گا۔

فائدہ: اس کی تفسیر یہ ہے کہ اور (اطمینان کے ساتھ اپنے منصبی کام میں لگے رہیے، یعنی فقط) سمجھاتے رہیے، کیوں کہ سمجھانا (جن کی قسمت میں ایمان نہیں اُن پر تو اتمامِ حجت ہو گا اور جن کی قسمت میں ایمان ہے) ایمان (لانے) والوں کو (بھی اور جو پہلے سے مؤمن ہیں اُن کو بھی) نفع دے گا (بہر حال تذکیر میں عام فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں۔ اس کو کیے جایئے اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجیے)۔

کسی کو اگر یہ شبہ ہو کہ بسا اوقات مسلسل تبلیغ و سعی کی جاتی ہے مگر نفع و فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فائدہ ہونا اور شئی ہے اور فائدہ نظر آنا اور محسوس ہونا دوسری شئی ہے، لہٰذا محسوس نہ ہونے سے وجود کی نفی اور انکار درست نہیں۔ خوب سمجھ لیجیے۔ اس کے بعد مثالِ ہٰذا پر غور کیجیے کہ ہر قطرہ جو پتھر کی سِل پر پڑتا ہے کچھ اثر رکھتا ہے، ورنہ ایک عرصے میں وہ پتھر کیوں گھس جاتا ہے۔ مگر وہ اثر محسوس نہیں ہوتا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ غلّے کا بورا ترازو پر رکھا ہوتا ہے، ایک دو گیہوں کے دانوں سے کانٹے پر اثر ظاہر نہیں ہوتا اور ہزار عدد یا زیادہ دانوں سے وہ اثر ظاہر ہوتا ہے۔ حالاں کہ ہر دانے میں وزن ضرور ہے۔ پھر نفع کی بہت صورتیں ہیں: عقائد کی تصحیح پختگی، غلط فہمی، کم علمی، لاعلمی کی اصلاح، معاملات کی درستگی، معاشرت کا سنوارنا، عبادات میں کیفاً یا کماً اضافہ ہونا، اخلاق کی اصلاح کی فکر اور اُن کی مذمت کا استحضار وغیرہ۔ سو ان فوائد میں سے سب کی نفی کیسے کی جاسکتی ہے جب تک ان کا یقین نہ ہو۔ اور یقین کا کوئی ذریعہ ہے نہیں مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ خلاصہ یہ نکلا کہ بعض منافعِ خاص محسوس نہ ہونے سے انکارِ نفع و فوائد کرنا صحیح نہیں۔

---

[۱۸۵] الذّٰریٰت:۵۵

ساتویں آیت

ایمان و عمل کے ساتھ تبلیغ بھی نقصان سے نجات کا ذریعہ ہے:

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳[۱۸۶]

زمانے کی قسم! بے شک انسان ٹوٹے میں ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔

فائدہ: تفسیر از بیان القرآن: والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمّات کا ذکر ہوا ہے من جملہ ان کے اپنی عمر کو تضییع سے بچانا اور اس کو اعمال و طاعات میں صَرف کرنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ قسم ہے زمانے کی (جس میں رنج اور خسران واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییعِ عمر کے) بڑے خسارے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے (کہ یہ تکمیل ہے، پس یہ لوگ البتہ نفع میں ہیں)۔

فائدہ: قسم اور جواب میں مناسبت خود صفتِ عصر سے ظاہر ہے۔

فائدہ: اس کی مزید تشریح میں مجدّدِ اعظم حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون ''تعلیم المسلمین'' کی عبارت ذیل نقل کرنا کافی خیال کیا جاتا ہے۔ نصوصِ کثیرہ میں اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی تاکید بھی جا بجا ہے اور سورۂ **والعصر** تو بلاشرکت کسی اور مضمون کے خاص اسی موضوع کے لیے نازل ہوئی ہے۔ چناں چہ اس میں جہاں ''**اٰمَنُوْا**'' جس کا مفہوم تصحیحِ عقائد ہے اور ''**عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ**'' کو جس کا مفہوم اصلاحِ اعمال ہے، شرطِ نجات فرمایا ہے، جو حاصل ہے خسران سے استثنا کا، وہاں ہی اس کے متصل ''**تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ**'' میں دوسروں کی

---

[۱۸۶] العصر: ۱، ۳

تعلیمِ عقائد کو اور "تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ" میں دوسروں کی تعلیمِ اعمال کو بواسطۂ عطف کے شرطِ نجات فرمایا ہے۔

فائدہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت و تاکید میں ان ہی آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے، کیوں کہ مقصود اختصار ہے، اس کی اہمیت کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک ارشاد ہی کافی ہے چہ جائیکہ بار بار مختلف عنوانات سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

دوسری فصل (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

اس میں وہ حدیثیں ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق تاکیدات اور ترک پر وعیدیں ہیں۔

فائدہ: آیاتِ شریفہ کے بعد ان احادیث کی ضرورت نہ تھی مگر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کس قدر تاکید فرمائی ہے اور کس درجہ اس کی اہمیت دلائی ہے تبرکاً صرف چند احادیث معہ ترجمہ کے نقل کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

گناہوں سے روکنا قدرت کے ہوتے ہوئے ہر مسلمان کے ذمّے ضروری ہے اور ایمان کی علامت ہے:

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ ۣ الۡخُدۡرِیِّ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ: مَنۡ رَاٰی مِنۡکُمۡ مُنۡکَرًا فَلۡیُغَیِّرۡہُ بِیَدِہٖ فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ فَبِقَلۡبِہٖ وَذَالِکَ اَضۡعَفُ الۡاِیۡمَانِ[۱۸۷]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سے جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل دے، اور اگر یہ نہ کرسکے تو زبان سے، یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

فائدہ: استطاعت سے مراد استطاعتِ شرعیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر

۱۸۷؎ صحیح مسلم: ۱/۵۰، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ایچ ایم سعید

وقت حاصل ہے، استطاعت نہ ہونے کی تقدیر کب متحقق ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطرہ نہ ہو جس کی مقاومت بہ ظنِّ غالب عادتًا ناممکن ہو۔ كَذَا فِي الرَّوْضَةِ النَّاظِرَةِ لِلْمَسَائِلِ الْحَاضِرَةِ لِحَكِيْمِ الْاُمَّةِ اَلتَّهَانُوِيِّ نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهٗ

فائدہ: اس حدیث کے موافق اپنی حالت پر نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ قدرت کے ہوتے ہوئے ہم سے کسی نوع کی کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے؟

دوسری حدیث

ایک بدکار کو گناہوں سے باوجود قدرت کے نہ روکنے پر بھی ساری قوم پر وبال آجاتا ہے:

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا [۱۸۸]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نہیں ہے کوئی ایک آدمی کہ کسی قوم میں ہو ان میں گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ روکنے کی قدرت رکھتے ہوں اور نہ روکیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر ان کے مرنے سے پہلے عذاب پہنچا دیں گے۔

فائدہ: اس حدیث کے مضمون کو بار بار توجہ سے پڑھیے اور اس کو ذہن نشین کرنے کے بعد سوچیے کہ اپنی اور اپنے توابعین یعنی بیوی، بچے، شاگرد و مرید کے منکرات پر ہمارا کیا معاملہ ہے؟

تیسری حدیث

باوجود قدرت کے تبلیغ چھوڑ دینے سے کلمۂ طیبہ عذاب دفع نہیں کرتا:

---

۱۸۸ سنن ابی داؤد: ۲/۲۴۰، باب الامر والنهي، ایچ ایم سعید

رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَزَالُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَ تَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَۃَ مَالَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّھَا قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللہِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّھَا قَالَ: یَظْھَرُ الْعَمَلُ بِالْمَعَاصِیْ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ[۱۸۹]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاالٰہ الا اللہ ہمیشہ اپنے کہنے والوں کو فائدہ دیتا اور ان سے عذاب و وبال کو دفع کرتا رہے گا جب تک وہ اس کے حق کا استخفاف (بے پروائی) نہ کریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کے حق کا استخفاف کیا ہے؟ فرمایا کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانیوں کا عمل ہو اور نہ انکار کیا جائے نہ روکا جائے۔

فائدہ: دوسری حدیث کے فائدے کو پھر پڑھ لیجیے۔

چوتھی حدیث

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے سے عذابِ شدید اور دعا قبول نہ ہونے کا اندیشہ:

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْ لَیُوْشِکَنَّ اللہُ یَبْعَثُ عَلَیْکُمْ عِقَابًا مِّنْہُ ثُمَّ تَدْعُوْنَہٗ فَلَا یَسْتَجِیْبُ لَکُمْ[۱۹۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا تو تم ضرور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرو یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دیں پھر ان سے دعا کروگے تو وہ قبول نہ فرمائیں گے۔

فائدہ: پہلی حدیث کے درجات امر و نہی کو پھر دیکھ لیجیے، اور اس کے ساتھ ساتھ

۱۸۹؎ الترغیب والترھیب لقوام السنۃ للاصبھانی: ۲۱۹/۱ (۳۰۷)، دار الحدیث، القاھرۃ

۱۹۰؎ جامع الترمذی: ۴۰/۲، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ایچ ایم سعید

قدرت و استطاعت کے مفہوم کو ذہن میں رکھیے، پھر اپنی حالت پر منطبق کیجیے کہ ہم اس کوتاہی میں مبتلا ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو شکرِ خداوندی بجالایئے، اور اگر کوتاہی میں مبتلا ہیں تو اس کو دور کیجیے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول ہوں۔ حدود معلوم کریں۔

فائدہ: دعا کا قبول نہ ہونا کتنی بڑی سزا ہے۔ جس سے خیر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

پانچویں حدیث

قدرت کے ہوتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دینے سے عام وبال آجاتا ہے، اور پھر دُعا و استغفار قبول نہیں ہوتا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوا اللهَ فَلَا یَسْتَجِیْبُ لَکُمْ وَ قَبْلَ اَنْ تَسْتَغْفِرُوْهُ فَلَا یَغْفِرُ لَکُمْ اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ لَا یَدْفَعُ رِزْقًا وَلَا یُقَرِّبُ اَجَلًا، وَاِنَّ الْاَحْبَارَ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالرُّهْبَانِ مِنَ النَّصَارٰی لَمَّا تَرَکُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ لَعَنَهُمُ اللهُ عَلٰی لِسَانِ اَنْبِیَآئِهِمْ ثُمَّ عُمُّوْا بِالْبَلَاءِ [۱۹۱] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا: وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا اَنْصُرُکُمْ [۱۹۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لوگو! اس سے پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور وہ تمہاری دعا قبول نہ فرمائیں، اور اس سے پہلے کہ تم مغفرت چاہو اور وہ نہ بخشیں۔ یقیناً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ رزق کو دفع کرتا ہے نہ موت کو قریب کرتا ہے، اور یہودِ علماء اور نصرانی راہبوں نے جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا تو خدائے تعالیٰ نے اُن کو ان کے انبیا کی زبان پر

---

۱۹۱ الترغیب والترھیب للاصبھانی: ۱/۲۱۸ (۳۰۶)، دار الحدیث، القاھرۃ
۱۹۲ صحیح ابن حبان: ۱/۵۲۶ (۲۹۰)، باب الصدق والامر بالمعروف، مؤسسۃ الرسالۃ

لعنت فرمائی ہے، پھر وہ عام وبال میں مبتلا کردیے گئے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں یہ بھی ہے: امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس سے پہلے کرلو کہ تم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور وہ مدد نہ فرمائیں۔

فائدہ: چوتھی حدیث کے فائدوں کو ملاحظہ کرلیجیے۔ اور اس حدیث شریف کو بار بار ملاحظہ کیجیے۔

چھٹی حدیث

پڑوسیوں کے حقوق کہ دین سیکھو سکھاؤ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرو اور مانو ورنہ جلد سزا ہوگی:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَثْنٰى عَلٰى طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ: مَابَالُ اَقْوَامٍ لَايُفَقِّهُوْنَ جِيْرَانَهُمْ وَلَايُعَلِّمُوْنَهُمْ وَلَا يَعِظُوْنَهُمْ وَلَا يَأْمُرُوْنَهُمْ وَلَايَنْهَوْنَهُمْ وَمَا بَالُ اَقْوَامٍ لَايَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَلَايَتَفَقَّهُوْنَ وَلَايَتَّعِظُوْنَ وَاللهِ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ وَيُفَقِّهُوْنَهُمْ وَ يَعِظُوْنَهُمْ وَيَأْمُرُوْنَهُمْ وَيَنْهَوْنَهُمْ وَلَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَيَتَفَقَّهُوْنَ وَيَتَّعِظُوْنَ اَوْ لَأُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ۔ ثُمَّ نَزَلَ[۱۹۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وعظ فرمایا اور مسلمانوں کی کئی جماعتوں کی تعریف فرمائی اور پھر فرمایا: کیا حال ہے ان قوموں کا جو اپنے پڑوسیوں کو نہ دین کی باتیں سمجھاتے ہیں، نہ دین سکھاتے ہیں، نہ نصیحت کرتے ہیں، نہ نیک کام کو کہتے ہیں، نہ بُرائی سے روکتے ہیں، اور کیا حال ہے ان قوموں کا جو اپنے پڑوسیوں سے نہ دین سیکھتے ہیں نہ دین کی باتیں سمجھتے ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں خدا کی قسم! یا تو ضرور دین سکھایا کریں سب لوگ اپنے پڑوسیوں کو اور دین کی باتیں سمجھایا کریں اور نصیحت کیا کریں اور نیک کام کو

۱۹۳؎ کنز العمال: ۵۸/۹ (۲۴۹۳۴)، باب فی حق الجار، مؤسسۃ الرسالۃ

کہا کریں، بُرائی سے روکا کریں، اور ضرور دین سیکھا کریں ہر قوم اپنے پڑوسیوں سے اور دین کی باتیں سمجھا کرے اور نصیحت مانا کرے یا میں ان سب پر جلد ہی سزاوار کروں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُتر آئے۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں پڑوسیوں کے درجہ و منصب کو بتلایا گیا ہے کہ اہل حضرات حدود کے موافق اہلِ محلہ کو دین کی طرف متوجہ کرتے رہا کریں اور ناخواندہ ضروری علم نہ رکھنے والے صاحبان اہل حضرات سے دینی معلومات حاصل کرنے میں شرم نہ کیا کریں ورنہ بہت نقصان کا اندیشہ ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا جس طرح دنیوی حاجات میں اعانت ایک دوسرے کی طلب کرتے ہیں اسی طرح دین میں بھی اعانت لیں۔ یہ اعانت و استعانت دنیوی حاجات میں اعانت و استعانت سے بدرجہا ضروری ہے۔

فائدہ: اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اہلِ محلہ جب کسی جسمانی مضرت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس میں ان کی اعانت کی جاتی ہے اسی طرح جب وہ کسی دینی مضرت میں مبتلا ہوں تو حسبِ وسع و طاقت ان کی اعانت کی جاوے۔

ساتویں حدیث

قدرت ہوتے ہوئے گناہوں سے نہ روکنے پر عذابِ عام ہوتا ہے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَوْلًى لَنَا اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْنَهٗ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ [۱۹۴]

---

[۱۹۴] شرح السنة لامام البغوی: ۳۴۶/۱۴ (۴۱۵۵)، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، المکتبة الاسلامی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خاص خاص کے عملِ بد سے سب لوگوں کو عذاب نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ گناہوں کو اپنے درمیان ہوتا ہوا دیکھیں اور وہ روکنے پر قدرت رکھتے ہوں اور نہ روکیں تو جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام وخاص سب کو عذاب دیں گے۔

فائدہ: پہلی حدیث اور دوسری حدیث کے فوائد کو دیکھ کر چوتھی وپانچویں حدیث کے فوائد کو بھی دیکھیے۔

تیسری فصل (احکامِ تبلیغ میں)

آیاتِ کریمہ اور احادیثِ متبرّکہ سے تبلیغ کی اہمیت و تاکید جس قدر ظاہر ہوتی ہے اس کو آپ حضرات معلوم کر چکے ہیں۔ حضرات ائمۂ مجتہدین وعلمائے ربّانیین نے اس باب میں آیات واحادیث اور دلائلِ شرعیہ سے جو مسائل واحکام درج فرمائے ہیں ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل ایک اہم بات ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ ہر وہ کام جس کے لیے کوئی طریقہ اللہ تبارک وتعالیٰ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اس کی پوری پابندی بہت ہی ضروری ہے، ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق ہوتا ہے۔ مثلاً روزہ عید، بقرعید کے روز کوئی رکھنے لگے تو بجائے ثواب کے مستحقِ عذاب ہوگا، کہ ان ایّام میں روزہ حرام ہے۔ اسی طرح نماز سورج کے طلوع کے وقت یا زوال کے وقت باعثِ عذاب ہے۔ اور جس طرح پندونصیحت زبان سے خطبہ کے وقت (جو تبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں داخل ہے) ممنوع اور باعثِ گناہ ہے اسی طرح خطبہ کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی آنے پر زبان سے درود شریف پڑھنا اور کسی خاص دعا پر آمین کہنا یا درمیانِ خطبہ میں دعا مانگنا یہ سب باتیں منع اور گناہ ہیں حالاں کہ خطبے کے علاوہ باعثِ اجر وثواب ہیں (یہ مسائل شامی وفتاویٰ عالمگیری میں موجود ہیں)۔

فائدہ: احکامِ ذیل میں صرف ترجمے پر اکتفا کو مناسب خیال کیا گیا ہے کہ زیادہ طویل نہ ہو، البتہ ہر مسئلے پر حوالہ دے دیا جائے گا تاکہ جن حضرات کو شبہ ہو وہ رجوع کر کے

اطمینان حاصل کرلیں۔ اشعۃ اللمعات و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان وبحر الرائق وتفسیرِ مدارک وتفسیر بیان القرآن وغیرہ کتبِ معتبرہ اس وقت میرے پیشِ نظر ہیں عموماً ایک ہی حوالے پر اکتفا کیا جائے گا اگرچہ متعدّد کتب میں مذکور ہو۔

مسئلہ نمبر ۱

بُری بات سے روکنا اور اچھی بات کی تلقین کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ اگر کسی بستی میں کوئی بھی یہ کام نہیں کرتا ہے تو سب لوگ فرض کے ترک کے وبال میں گرفتار ہوں گے، اگر کچھ لوگ کام کررہے ہیں اور وہاں کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو سب کے ذمے سے فرض ساقط ہوجاوے گا۔ اور نصیحت والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔[۱۹۵]

مسئلہ نمبر ۲

اگر ایسی صورت ہے کہ سوائے کسی خاص شخص کے بُری بات سے کوئی اور نہیں روک سکتا ہے یا اچھی بات کی تلقین نہیں کرسکتا ہے تو پھر اس خاص شخص پر اصلاح فرضِ عین ہوجاتی ہے۔ جیسے وہ شخص کہ کسی بُرائی کو وہی جانتا ہے اور وہی قدرتِ اصلاح رکھتا ہے۔ کسی کی زوجہ کسی کوتاہی میں مبتلا ہو، اس کا بچہ یا جو اس کے تابع ہوں مثل مرید وشاگرد کے۔[۱۹۶]

مسئلہ نمبر ۳

واجبات میں تبلیغ واجب اور مستحبات میں مستحب ہے۔[۱۹۷]

مسئلہ نمبر ۴

نصیحت کے فرض ہونے کی دو شرطیں ہیں: اوّل یہ کہ قبولیت کا یقین ہو۔ دوسرے

۱۹۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/ ۳۲۳ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ
۱۹۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/ ۳۲۶، ۳۲۷ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ
۱۹۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/ ۳۲۵ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ

یہ کہ ضرر سے امن ہو۔ جب یہ دونوں باتیں ہوں گی تو نصیحت فرض ہو گی ورنہ نہیں۔[۱۹۸]

مسئلہ نمبر ۵

دونوں باتیں جہاں نہ ہوں وہاں نصیحت فرض نہیں بلکہ بعض حالات میں حرام ہے۔[۱۹۹]

مسئلہ نمبر ۶

جہاں ایسا منکر ہو جہاں ضرر سے امن بھی نہیں اور قبولیت کا یقین بھی نہیں ایسے مجمع میں جانا منع ہے تاکہ اس منکر سے الگ رہے اور بلا ضرورتِ شدیدہ اختلاط سے بچتا رہے۔ اور ایسے شہر سے ہجرت ضروری نہیں، البتہ اگر بستی کے قیام میں منکرات سے بچاؤ کی صورت نہ ہو تو بشرطِ قدرت ہجرت وہاں سے واجب ہے۔[۲۰۰]

مسئلہ نمبر ۷

اگر ظنِّ غالب ہے کہ نصیحت کرنے سے گالیاں دیں گے یا تہمت لگائیں گے تو نصیحت نہ کرنا مستحب ہے۔[۲۰۱]

مسئلہ نمبر ۸

اگر ظنِّ غالب ہے کہ نصیحت کرنے سے مارے پیٹیں گے اور اس پر ناصح صبر نہ کر سکے گا بلکہ آپس میں مار پیٹ و جھگڑے کی نوبت آوے گی تو بھی نصیحت کا ترک مستحب ہے۔[۲۰۲]

---

۱۹۸ مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۶/۹ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ

۱۹۹ اتحاف

۲۰۰ إتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن: ۳۴۲/۳، باب ما جاء فی صفۃ یوم القیامۃ، موقع رسالۃ الاسلام

۲۰۱ الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعۃ الکبریٰ الاھیریۃ، مصر

۲۰۲ الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعۃ الکبریٰ الاھیریۃ، مصر

مسئلہ نمبر ۹

اگر ظنِّ غالب ہے کہ نصیحت سے ماریں گے پیٹیں گے اور ناصح صبر کی طاقت رکھتا ہے اور یہ کہ کسی سے شکوہ و شکایت نہ کرے گا تو نصیحت مستحب ہے۔ اور ایسا شخص مجاہد ہے۔[۲۰۳]

مسئلہ نمبر ۱۰

اگر ظنِّ غالب ہے کہ لوگ اس کی بات قبول نہ کریں گے لیکن نہ ماریں پیٹیں گے اور نہ گالی دیں گے تو ایسی صورت میں نصیحت مستحب ہے۔[۲۰۴]

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی واجب ہے۔ صاحبِ اتحاف نے وجوب کے قول کو اظہر کہا ہے۔ یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ احتیاط صاحبِ اتحاف کی ترجیح میں ہے، لہٰذا اپنا عمل حضراتِ ناصحین اس پر رکھیں کہ ایسے مواقع میں نصیحت کر دیا کریں، اور اگر کوئی ایسے مواقع میں سکوت کرے تو اس سے بدگمان نہ ہوں اور نہ اس پر اعتراض کریں۔ ممکن ہے کہ وہ عدمِ وجوب کے قول پر عامل ہوں۔

مسئلہ نمبر ۱۱

اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نصیحت کرنے میں اور حق بات کہنے میں اندیشۂ قتل ہے اور اس نے نصیحت کی اور قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہوگا۔[۲۰۵]

مسئلہ نمبر ۱۲

جس پر نصیحت فرض تھی اور اس نے مبتلائے منکر کو نصیحت کر دی مگر اُس

---

۲۰۳ الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۳، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الكبرٰی الاهيرية، مصر

۲۰۴ الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۳، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الكبرٰی الاهيرية، مصر

۲۰۵ الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۳، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الكبرٰی الاهيرية، مصر

نے قبول نہ کیا تو اب اس کے بعد اس پر نصیحت کرنا فرض نہیں۔[۲۰٦]

مسئلہ نمبر ۱۳

کوئی شخص مثلاً زید کسی معصیت میں خود مبتلا ہے اور اسی معصیت میں کوئی اور شخص بھی مبتلا ہے بشرطِ قدرت زید کے ذمّے نصیحت کرنا فرض ہے[۲۰۷] زید کے ذمّے دو کام ضروری تھے: ایک نصیحت۔ دوسرے عمل۔ ایک میں کوتاہی سے دوسرا ساقط نہ ہوگا، البتہ بدعملی کی سزا بھگتنا ہوگی۔ دیکھیے حدیث نمبر ا و ۲ بابِ سوم، آیت نمبر ۴ بابِ اوّل۔

مسئلہ نمبر ۱۴

سوال: کسی شخص مثلاً زید نے دیکھا کہ کوئی شخص مثلاً بکر کوئی بُرا کام کررہا ہے تو کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ اس کے والد (یا نگران و سرپرست و حاکم) کو اس کی اطلاع کرے؟ اس کے جواب میں حضراتِ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر یہ گمان غالب ہے کہ اس کے والد (نگران و سرپرست و حاکم) اس منکر سے روکنے کی قدرت رکھتا ہے تو اطلاع کرنا مناسب ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم زوجین و حاکم و رعایا کے بارے میں ہے۔[۲۰۸]

مسئلہ نمبر ۱۵

حضرت حنفیہ ابو القاسم سے سوال کیا گیا: مثلاً زید نے دیکھا کہ ایک شخص چوری کررہا ہے تو آیا چوری کی اطلاع کرنا مالکِ مال سے ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ دیا کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ چور مجھ پر ظلم کرے گا تو اطلاع ضروری نہیں ورنہ اطلاع کرے۔[۲۰۹]

---

۲۰٦ مرقاۃ المفاتیح: ۳۳۲/۹ (۵۱۴۲)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ

۲۰۷ الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، مصر

۲۰۸ الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، مصر

۲۰۹ الفتاوی الھندیۃ: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، مصر

مسئلہ نمبر ۱۶

اگر والد کسی کام کا حکم دینا چاہے بیٹے کو اور اندیشہ ہے کہ وہ نہ مانے گا تو ترغیب کے عنوان سے کہے، مثلاً یہ کہ بیٹا! مناسب ہوگا کہ یہ کرو، تاکہ نافرمانی سے اُس کی آخرت کا نقصان نہ ہو۔[۲۱۰]

فائدہ: اس سے اجنبی حضرات کی فہمایش میں بڑی احتیاط کی تاکید نکلتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مبتلائے منکر کو نصیحت ایسے طور پر ہو کہ اس کو مضرتِ دینی نہ پہنچے۔ اس کی تشریح آدابِ تبلیغ میں آوے گی۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ

مسئلہ نمبر ۱۷

جو اُمورِ مفروضہ یا ممنوعہ مشہور و معروف ہیں ان میں نکیر کا حق سب کو ہے، اور جو امور دقیق ہیں ان میں علماء کو نکیر کا حق ہے عوام کو حق نہیں جب تک پورے حدود معلوم نہ کرلیں، اور علماء کو حقِّ نکیر کلی طور پر ان اُمور میں ہے جو اتفاقی ہیں نہ کہ اُن اُمور میں جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہیں۔[۲۱۱]

مسئلہ نمبر ۱۸

عوام مسلمین کو علمائے کاملین پر نکیر میں سبقت نہ چاہیے۔[۲۱۲]

فائدہ: بلکہ کسی کے عمل میں کوئی خلجان ہو تو کسی محقق شخص سے رجوع کرنا چاہیے، بلکہ پہلے ان عام صاحب سے رجوع کریں۔ بسا اوقات عامۂ مسلمین کو صحیح علم نہ ہونے سے اشکال پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آج کل عام حالت یہی ہے۔

---

[۲۱۰] الفتاوی الهندیة: ۵/۳۵۳، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الکبرٰی الامیریة، مصر

[۲۱۱] مرقاة المفاتیح: ۹/۳۲۷(۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیة

[۲۱۲] الفتاوی الهندیة: ۵/۳۵۳، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الکبرٰی الامیریة، مصر

مسئلہ نمبر ۱۹

مبتلائے منکر سے مخالطت و مودّت کا ترک چاہیے الّا بضرورتِ شدیدہ۔[۲۱۳]

مسئلہ نمبر ۲۰

جو شخص بوجہ عدمِ قدرت یا مفسدہ کے اندیشے سے نصیحت نہ کرے اور ایسے منکر کو بُرا سمجھتا ہے تو وہ نجات پانے والے مؤمنین سے ہے۔[۲۱۴]

فائدہ: بعض میں بظاہر قدرت بھی محسوس ہوتی ہے مگر پھر نکیر نہیں کی جاتی ہے مبتلائے منکر کی مصلحتِ دینی کی وجہ سے جس کی توضیح و شرح بابِ چہارم کی حدیث نمبر ۲ و ۳ میں ملاحظہ ہو۔ اس لیے اعتراض میں جلدی نہ کرنا چاہیے۔

دوسرا باب (تبلیغ کی فضیلت میں)

اس باب میں تبرکاً واستدلالاً چند آیات اور احادیث نقل کی جاویں گی اور اُن کی نقل سے پہلے چند اُمور بطورِ تمہید کے عرض کیے جاتے ہیں جن سے آیات و احادیث کے مطلب سمجھنے میں اعانت ہو گی۔

امرِ اوّل

بعض چیزیں ضروریاتِ دنیویہ میں ایسی ہوتی ہیں کہ دیکھنے میں کم قیمت، مقدار میں قلیل، وزن میں ہلکی پھلکی، آسانی سے ملنے والی مگر اپنی خاصیت و اثرات کے لحاظ سے بڑی منافع و مضرات کا باعث ہوتی ہیں۔ مثلاً: دیا سلائی ہے کہ کسی گھر میں نہ ہو تو اندھیرا رہے، سردی میں چائے و آگ سے محرومی رہے، کھانا نہ پک سکے وغیر ذالک۔ ایک دیا سلائی بڑے سے بڑے شہر کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہے، یہ مضرات ہیں۔ فائدہ دیکھیے کہ ایک دیا سلائی سے ایک شہر روشن ہو جاتا ہے، چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہے۔ اسی

۲۱۳؎ بیان القرآن، پارہ نمبر: ۴، رکوع نمبر: ۲ - واشعة اللمعات

۲۱۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۲۴ (۵۱۳۷)، باب الامر بالمعروف، دار الکتب العلمیۃ

طرح دینی اعمال میں بھی بعضے اعمال بہت سہل بہت مختصر مگر ان کی منفعت مضرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ دیکھیے ترکِ تبلیغ واجب کے چھوڑنے سے (جو بہت سہل کام ہے) قبولیتِ دعا سے محرومی ہو جاتی ہے (جو ہر قسم کی خیر و بھلائی کا باعث ہے) اور طرح طرح کے عذاب و مصائب میں گرفتار ہوتی ہے۔ اور سنیے ایک ایٹم بم کتنی مضرّات کا باعث ہے، اور ایک دفعہ کا کلمۂ طیبہ پڑھنا کفر جیسی مہلک مضر شئ کے مضرات سے بچا دیتا ہے خواہ ہزارہا سال کا کفر ہو۔ اسی طرح ارتداد سے (دینِ اسلام سے پھر جانا) خواہ حضور کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہو خواہ ملائکہ کا، خواہ جنت کا انکار ہو خواہ جہنم کا، غرض کہ کسی ضروری قطعی عقیدے کے انکار سے سارے اعمالِ صالحہ حبط و ضایع ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیجیے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا کہ اعمالِ دنیویہ ہوں یا دینیہ ان کے خواص بڑی منفعت یا مضرت کا باعث ہوتے ہیں تو اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اعمال کے متعلق زجر و اجر، سزا و عطا، ثواب و عذاب ان ہی اعمال کا درجہ ظاہر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ کسی امر پر سزا کی وعید ہے تو اس سزا سے اس عمل کی قباحت و خرابی کے درجے کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح اس پر کسی انعام و عطا کے وعدے سے اس کی خوبی و عمدگی کا پتا چلتا ہے۔ یہیں سے اس بات کی (جو بہت سے ناواقف حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں عمل پر اتنی بڑی سزا یا فلاں کام پر اتنا بڑا اجر ہماری سمجھ میں نہیں آتا) کچھ غلطی ظاہر ہو گئی کہ وہ اعمال کے اثرات و خاصیات سے واقف نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ قیاس کرتے ہیں دنیوی جزا و سزا کو اخروی جزا و سزا پر جو قیاس صحیح نہیں کہ یہاں کے حکّام و منعم کے جملہ اشیاء محدود اور دوسرے کی عطا ہیں بخلاف اخروی نعم کے، کہ وہ غیر محدود اور مشیتِ الٰہی پر موقوف ہیں اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی روکنے والا نہیں۔

امرِ دوم

ہر چیز کے اثرات و خواص ظاہر ہونے کے لیے کسی مانع کا نہ ہونا بھی شرط ہے۔ مثلاً: دیا سلائی کی خاصیت جلانا و روشنی کرنا ہے، یہ خاصیت اس شرط پر ظاہر ہو گی کہ بھیگی ہوئی نہ ہو ورنہ یہ اثر ظاہر نہ ہو گا۔ اسی طرح اعمالِ دینیہ کے خواص و تاثیرات کا

حال ہے کہ ان پر جن انعامات یا عذاب کا تذکرہ ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو، اگر کسی اثر و خاصیت کا جس کے ظہور کا تذکرہ و وعدہ ہو اور اثر محسوس نہ ہو تو وہاں کوئی مانع ضرور ہوتا ہے جس کا علم نہ ہونے سے خلجان رونما ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اثر ہوتا ہے مگر محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ آیتِ ششم کے تحت میں تفصیلی عرض کیا جاچکا ہے اس کو ملاحظہ کرلیا جائے۔ بہرحال جب کسی نصِ قرآن یا حدیث شریف میں ایسی بات کا تذکرہ ہو جس کا نفع یا ضرر محسوس نہ ہو اس کے ماننے میں تردد نہ ہونا چاہیے اور محض اپنی فہم و عقل پر مدار نہ رکھنا چاہیے اور اگر کسی بات میں خلجان ہو تو کسی محقق عالم سے رجوع کرنا چاہیے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

اس باب میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل: آیات کے بیان میں

پہلی آیت

تبلیغ سے اچھی کوئی اور بات ہے ہی نہیں:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ
صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ[۲۱۵]

اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور (اظہارِ اطاعت کے لیے) کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ (یعنی بندگی کو فخر سمجھے متکبرین کی طرح عار نہ کرے)

فائدہ: جس کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرمادیں اس کے عالی مرتبہ ہونے کا

۲۱۵؎ حٰمٓ السجدۃ:۳۳

اندازہ کون کر سکتا ہے! ہمارا کام یہ ہے کہ ایسا بننے کی کوشش کریں۔ (اس کے لیے ملاحظہ ہو اشرف النظام، اشرف الخطاب)

دوسری آیت

امر بالمعروف و نہی عن المنکر و عملِ صالح سببِ رحمت ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ[۲۱۶]

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا (جس کی تفصیل "وعداللہ" میں عن قریب آتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے (جزائے تام دے سکتا ہے) حکمت والا ہے (جزائے مناسب دیتا ہے، اب اس رحمت کا بیان ہوتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور نفیس مکانوں کا (وعدہ کر رکھا ہے) جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (جو اہلِ جنت سے ہمیشہ ہمیشہ رہے گی ان) سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کسے حاجت و طلب نہیں؟ ان آیات میں رحمت حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے، جس کا خلاصہ اوپر درج ہے، جس کے لیے بس ہمت کی ضرورت ہے۔ ہمت کیجیے اور رحمت لیجیے۔

۲۱۶؎ التوبۃ:۷۱

دوسری فصل: احادیث کے بیان میں

پہلی حدیث

جو شخص اچھا طریقہ ڈال جائے گا اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا اور جو بُرا ڈالے گا اس کو ہمیشہ گناہ ہو گا:

عَنْ جَرِيْرٍ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهَا وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ [۲۱۷]

حضورِ اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ بنا جائے گا اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور ان کا ثواب بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں سے کچھ کم کیا جائے، اور جو شخص اسلام میں کوئی بُرا طریقہ بنا جائے گا اس پر اس کا بھی گناہ ہو گا اور ان کا گناہ بھی جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں سے کچھ کم کیا جائے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کسی کی سعی و کوشش سے نمازی بن گیا تو جتنا اجر و ثواب نمازی کو ملے گا اتنا ہر روز اس کوشش کرنے والے کو ملتا رہے گا۔ اسی طرح اور نیک اعمال کو قیاس کر لیجیے۔

فائدہ: امرِ اوّل و دوم کو مکرّر ملاحظہ کر لیجیے۔

دوسری حدیث

دین کا کام کرنے والے کی برکت سے اعزہ کو بھی رزق ملتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ اِخْوَانٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

۲۱۷ صحیح مسلم: ۱/۳۲۷، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ او کلمۃ طیبۃ وانہا حجاب من النار، ایچ ایم سعید

اَحَدُھُمَا یَحْتَرِفُ وَالْاٰخَرُ یَلْزَمُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَتَعَلَّمُ مِنْہُ، فَشَکَی الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّکَ بِہٖ تُرْزَقُ[۲۱۸]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک تو کوئی پیشہ کرتا تھا اور دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا اور دین سیکھتا تھا، پیشہ والے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم بھی اسی کی وجہ سے رزق دیے جاتے ہو۔

فائدہ: اس کی توضیح ایک مثال سے عرض کرتا ہوں: ایک فوجی سپاہی جس کے بھائی کو اس کے طفیل میں ٹھیکہ مل گیا، فوجی حلقے کے کام کا جس سے ہزار روپیہ کی آمدنی ہونے لگی۔ یہ فوجی سپاہی کا بھائی فوجی سپاہی کے اہل و عیال کی دیکھ بھال بھی کرتا رہتا تھا۔ اس کے بھائی نے فوجی افسر سے شکایت کی کہ یہ میرا بھائی گھر کی دیکھ بھال نہیں کرتا ہے متفرق بوجھ اٹھانے پڑتے ہیں تو اس کا افسر بھی کہے گا کہ میاں! تم کو جو کچھ مل رہا ہے یہ سب اس سپاہی کے طفیل میں ہے، اس لیے کہ تم اس کے عزیزوں میں سے ہو لہٰذا تم اس کے رہینِ منّت ہو۔ اسی طرح جن لوگوں کے اعزہ دین میں مشغول ہوں اور ان کو وسعتِ مالی ہو تو اپنے اعزہ کی خدمت اور ان کے اہل و عیال کے ضروریات کا انتظام کرنا چاہیے کہ اس نعمت کا شکر یہی ہے، اور اس کو دینی عزیز کا طفیل سمجھیں۔ آج کل ہم لوگ اس راز سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسے لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ ہماری غلطی ہے۔

تیسری حدیث

جو شخص دین بتانے یا پوچھنے کے لیے جاتا ہے اس کو پورے حج کا ثواب ملتا ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَفَعَہٗ قَالَ: مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اَنْ یَّتَعَلَّمَ خَیْرًا اَوْ یُعَلِّمَہٗ کَانَ لَہٗ اَجْرُ حَاجٍّ تَامًّا حَجُّہٗ[۲۱۹]

---

۲۱۸ جامع الترمذی: ۲/۶۰، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ایچ ایم سعید

۲۱۹ المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/۱۱۱ (۷۴۷۳)، خالد بن معدان عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاھرۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص صرف نیکی سیکھنے یا سکھانے کے لیے مسجد جائے گا اس کو ایک ایسے حاجی کا ثواب ملے گا جس کا حج پورا ہو (یعنی مقبول ہو ناقص نہ ہو)۔

فائدہ: اس کے لیے امرِ اوّل و دوم ملاحظہ کرلیں۔ اور اس بڑی فضیلت سے محرومی بڑی سعادت سے محرومی ہے۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ جو لوگ مالی وسعت نہیں رکھتے کہ حج و عمرہ کرسکیں وہ ان مراتب کو تبلیغ سے حاصل کرسکتے ہیں۔ کتنا فضل ہے۔ بجز اس کے کیا عرض کیا جائے۔

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

چوتھی حدیث

اللہ کی راہ میں جو غبار لگے گا آگ میں نہ جاوے گا:

عَنْ اَبِیْ عَبَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَفَعَہٗ: مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسُّہُ النَّارُ[۲۲۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستے میں کسی بندے کے پیر غبار آلود ہوں اور ان کو آگ چھولے ایسا نہیں ہوگا۔

فائدہ: اللہ کی راہ میں دینی تعلیم، تبلیغ، جہاد، کسی حاجت مند کی امداد کرنے میں چلنا سب داخل ہے۔

پانچویں حدیث

راہِ خدا میں صَرف کرنے کا ثواب سات سو گنا ہے:

عَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِکٍ رَفَعَہٗ: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِسَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ[۲۲۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے

۲۲۰؎ صحیح البخاری: ۱/۳۹۴ (۲۸۲۴)، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، المکتبۃ المظھریۃ

۲۲۱؎ جامع الترمذی: ۱/۲۹۲، باب ما جاء فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، ایج ایم سعید

اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سات سو گنا ثواب اس کے بدلے میں لکھتے ہیں۔

فائدہ: پانچویں حدیث ملاحظہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنی آمدنی سے کس قدر حصہ صَرف کرتے ہیں۔ اگر معمول نہیں ہے تو آیندہ معمول مقرر کیجیے اور اس کا طریق ''اشرف النظام'' کے جزو گھریلو اصلاح میں ملاحظہ کیجیے۔

چھٹی حدیث

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی برکات کو حاصل کرنے کا طریق:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَرْفُوْعًا: نَضَّرَ اللہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی لَہٗ مِنْ سَامِعٍ[۲۲۲]

سرسبز و شاداب رکھے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو جس نے (بواسطہ یا بلاواسطہ) ہم سے کوئی بات سنی پھر اس کو پہنچادیا جس طرح کہ اس نے سنا تھا، (اس پہنچانے پر اتنا بڑا انعام اس لیے رکھا گیا ہے کہ) بہت سے سُننے والے حضرات سے وہ حضرات زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں جن کی طرف بات پہنچائی گئی ہے (اور وہ اس سے احکام کے استنباط کی استعداد رکھتے ہیں)۔

فائدہ: اس حدیث سے فہمِ حدیث والوں کی بھی فضیلت ظاہر ہوگئی۔ ایسے حضرات کو فقہا کہتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں بہت بڑی نعمت (یعنی دعائے سرورِ عالم) کے حصول کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ وہ اتنا سہل ہے کہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ دین کی کوئی سی بات بھی پہنچائے وہ حسبِ سعی اس دعا کے برکات سے نفع حاصل کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ساتویں حدیث

عالم کا درجہ و مرتبہ اور قیامت میں حضور سرورِ عالم کی سفارش و گواہی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

۲۲۲؎ جامع الترمذی: ۲/۹۴، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ایچ ایم سعید

وَسَلَّمَ مَاحَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ اِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ کَانَ فَقِیْهًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِیْهًا وَّکُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا وَّشَهِیْدًا"[۲۲۳]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس علم کی کیا حد ہے جس سے اس کو درجۂ علماء مل جاوے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت کے لیے ان کے دینی اُمور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں عالم (بناکر) اٹھائے گا اور (مزید یہ کہ) میں اس کے لیے سفارش کرنے والا اور گواہ بنوں گا۔

فائدہ: حفاظت کرنے میں خود یاد کرنا، ان کی اشاعت کرنا، دوسروں کو سنانا سب آگیا ہے۔ اسی حدیث کی بناء پر علمائے کرام نے چہل حدیثیں مرتب کی ہیں۔ اس ناکارہ نے بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے "اشرف الکلام" کے نام سے حال میں ایک چہل حدیث مرتب کی ہے جس کا ذکر بابِ چہارم میں ملے گا ان شاءاللہ تعالیٰ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کا انتظام فرمادیں۔ بہت اہم اور ضروری مضامین اس میں جمع کیے گئے ہیں۔

تیسری فصل: محققین علماء و مشائخ کے ارشادات میں

چوں کہ اس وقت اختصار مطلوب ہے صرف بتلانے کے لیے کہ محققین علماء و مشائخ کو اس کا کتنا اہتمام رہا ہے اس لیے صرف دو ارشادات پر اکتفا کی جاتی ہے: ایک ارشاد حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّدِ الف ثانی نوراللہ مرقدہٗ کا ہے، اور دوسرا حکیم الامت مجدّدِ ملّت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کا وَکَفٰی بِهِمَا قُدْوَةً

پہلا ارشاد حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا

ترویجِ علمِ دین کے سلسلے میں ایک کوڑی خرچ کرنے کا اجر لاکھوں روپیہ خرچ

۲۲۳؎ شعب الایمان للبیہقی: ۲۴۱/۳ (۱۵۹۷)، باب فی فضل العلم شرف مقدارہ، مکتبۃ الرشد

کرنے کے برابر ہے۔ ”سب سے بڑی نیکی شریعتِ اسلامیہ کی ترویج اور شریعت کے کسی حکم کازندہ کرنا ہے، خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ شعائرِ اسلام مٹتے چلے جارہے ہوں دین کے ایک مسئلے کو رواج دینا اور اس کی تبلیغ کرنا کروڑ ہا روپیہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے افضل واعلیٰ ہے، اور مسائلِ شرعیہ کو رواج دینے کی نیت سے ایک کوڑی خرچ کرنا لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری نیت سے خرچ کیے جاویں۔“ (مکتوباتِ حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ دفترِ اوّل، حصۂ دوم، ص:۲۱)

دوسرا ارشاد حضرت حکیم الامت مجدّدِ ملّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا

تبلیغ و وعظ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اسی کا مقدمہ ہے۔

اصل طریقہ تعلیمِ دین کا جس کے واسطے حضراتِ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے یہی وعظ و ارشاد ہے کہ جس کے ذریعے سے تبلیغِ دین فرماتے تھے باقی درس و تالیف وغیرہ تو اس کے تابع ہے، کیوں کہ سلف میں بوجہ اہتمامِ حفظ و تدیّن صرف زبانی روایت و خطباتِ عامّہ پر قناعت اور وثوق کیا جاتا تھا بعد میں حفظِ علوم کے لیے درس و تالیف کی ضرورت ہوئی، پھر اس حفظ سے ظاہر ہے کہ مقصودِ دینی تبلیغ و خطابِ زبانی ہے جس کی قسمِ عام کو وعظ کہا جاتا ہے۔ پس مقصود بالذات اس تمام تر اشتغال بالدرس والتالیف سے وعظ ہی ٹھہرا۔ الخ۔ بس مقصود بالذات کی اماتت کتنی بڑی خطا ہے۔[۲۲۴]

فائدہ: جس کام کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہوں اس کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہے۔

---

[۲۲۴] حقوق العلم:۵۸

تیسرا باب

تبلیغ کے آداب کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے میں کچھ نہ کچھ خواص و فوائد رکھے ہیں (جس کی تشریح دوسرے باب کے امرِ اوّل میں آچکی ہے) اور وہ اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں جب کہ اس شے کو اس کے آداب و قواعد کے ساتھ صحیح طور سے استعمال کیا جاوے، ورنہ کبھی بالکل فوائد و خواص ظاہر نہیں ہوتے ہیں اور کبھی ان کے پورے فوائد و آثار۔ اس لیے ہر شے کے متعلق جو صحیح طریق اس کے فوائد حاصل کرنے کا ہو اس کا علم حاصل کرنا پھر اس کے موافق معاملہ کرنا بہت اہم ہے، ورنہ خسرانِ دینی و دنیوی کا سخت اندیشہ رہتا ہے۔ یہی معاملہ معاملاتِ دینیہ میں بھی ضروری ہے۔

اس باب میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل آیات کے بیان میں

اس میں چند آیات بیان کی جاتی ہیں ان سے اندازہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی شفقت بندوں پر کتنی ہے کہ تبلیغ کی تاکید و اہمیت ہی پر اکتفانہ فرمایا بلکہ اس کے طریق کو بھی خوب تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے۔ اُن کی اہمیت کے ظاہر کرنے کو چند آیات تبرکاً نقل کی جاتی ہیں۔

پہلی آیت

آدابِ تبلیغ، احکامِ رخصت و عزیمت در انتقام

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ

بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ [۲۲۵]

ترجمہ مع تفسیر: آپ اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف (لوگوں کو) علم کی باتوں (کے ذریعے سے جن سے مقصود اثباتِ مدّعا ہوتا ہے) اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے (جن سے مقصود ترغیب و ترہیب و ترقیقِ قلب ہوتا ہے) بلایئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے (کہ جس میں شدت و خشونت نہ ہو) بحث کیجیے (بس اتنا کام آپ کا ہے۔ پھر آپ اس تحقیق میں نہ پڑیے کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا کیوں کہ یہ کام خدا کا ہے پس) آپ کا رب خوب جانتا ہے، اس شخص کو بھی جو اس کے رستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور (اگر کبھی کفّار جدالِ علمی کی حد سے گزر کر جدالِ عملی تک پہنچ جاویں اور ید یا لسان سے ایذا پہنچاویں اس میں آپ کو مع آپ کے تابعین کے بدلہ لینا بھی جائز ہے کہ رخصت ہے اور صبر کرنا بھی جائز ہے کہ عزیمت ہے پس) اگر (شقِ اوّل اختیار کرو یعنی) بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے (کہ اس سے زیادہ مت کرو) اور اگر (شقِ ثانی اختیار کرو یعنی ان کی ایذاؤں پر) صبر کرو تو وہ (صبر کرنا) صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے (کہ مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی، اور آخرت میں موجبِ اجرِ عظیم ہے) اور (ہر چند کہ صبر کرنا عموماً سب کے لیے عزیمت ہے لیکن خصوصاً آپ کے لیے بوجہ اعظمیتِ شان کے اوروں سے زیادہ عزیمت ہے اس لیے آپ کو خصوصیت کے ساتھ حکم ہے کہ) آپ صبر کیجیے اور (چوں کہ) آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق (خاص) سے ہے (اس لیے آپ تسلی کرلیں کہ صبر میں آپ کو دشواری نہ ہوگی) اور ان (لوگوں کی مخالفت) پر غم نہ کیجیے اور جو کچھ یہ (مخالفت میں) تدبیریں کیا کریں ان سے

۲۲۵؎ النحل: ۱۲۵-۱۲۸

تنگدل نہ ہوجیے (اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہو گا کیوں کہ آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ موصوف ہیں اور) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی ان کا ممدّ و معاون ہوتا ہے) جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس آیت کی تفسیر میں بہت اہم علمی مضامین پر حضرت مجدّدِ اعظم نے تنبیہ فرمائی ہے اس لیے اس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:

فائدہ: حکمت اور موعظتِ حسنہ اور جدال کی تفسیر سے خود ان میں تغایر معلوم ہو گیا، اور یہ تفسیر اسلم و اقرب الی العربیہ ہے بہ نسبت اس کے کہ ان الفاظ کو برہان و خطابت و جدلِ اصطلاحی پر محمول کیا جاوے جیسا کبیر میں ہے۔ اس میں علاوہ تکلّف کے ایک کمی یہ ہے کہ حکمت اور موعظت اور جدال کے مخاطب الگ الگ قسم کے لوگ ہوں گے۔ حالاں کہ ذوقِ سیاق سے یہ بعید معلوم ہوتا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اصل حکمت میں دلائلِ قطعیہ ہیں جن کو برہان کہتے ہیں اور ظاہراً قرآن میں بکثرت دلائلِ خطابیہ عادیہ وظنیہ کا استعمال کیا گیا ہے۔ سو اصل یہ ہے کہ ایسے کسی مدعا پر ظنّی استدلال نہیں کیا گیا جس پر دلیلِ برہانی قائم نہ ہو بلکہ وہ سب دعوے برہانی ہیں، لیکن برعایتِ فہمِ مخاطبین اور ان کی تسہیل کے لیے عنواناتِ مالوفہ اختیار کیے گئے ہیں۔ پس اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ قرآن نے استقراء وغیرہ کو حجت سمجھا ہے اور اس بنا پر اہلِ قرآن خصم کے ایسے استدلالات پر بے تکلّف کلام کرنے کا حق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ کوئی برہانی دلیل پیش نہ کریں۔ خوب سمجھ لو اور **الا باللہ** کے ترجمہ میں توفیق کو خاص کے ساتھ اس لیے مقید کیا گیا کہ بدون توفیقِ الٰہی کے تو کوئی شخص بھی صبر بلکہ کوئی عمل نیک نہیں کر سکتا پھر آپ کی اس میں کیا تخصیص ہے، اس قید سے وجۂ تخصیص معلوم ہو گئی یعنی توفیق کے مراتب مختلف ہیں۔ نفسِ توفیق تو مشترک ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور زائد عنایت ہوتی ہے اور وہ اُن کے اعمال میں مؤثر ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری آیت

تبلیغ میں یادِ الٰہی سے غفلت نہ چاہیے۔ اور تبلیغ میں نرم باتیں کرنے سے اثر ہوتا ہے:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی[۲۲۶]

ترجمہ مع تفسیر: میں نے تم کو اپنے (نبی بنانے کے) لیے منتخب کیا (سواب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات کے اصل دو معجزے ہیں: عصا و ید بیضاء اور ہر ایک میں وجوہاتِ اعجاز متعدد ہیں) لے کر (جس موقع کے لیے حکم ہوتا ہے) جاؤ اور میری یادگاری میں (خواہ خلوت میں خواہ تبلیغ کے وقت) سُستی مت کرنا (اب موقع جانے کا بتلایا جاتا ہے کہ) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے۔ پھر (اس کے پاس جاکر) اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (رغبت سے) نصیحت قبول کرلے یا (عذابِ الٰہی سے) ڈر جاوے (اور اس سے مان جاوے)۔

تیسری آیت

کسی کے پیچھے مت پڑو

فَذَکِّرْ ٭ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ﴿۲۲﴾[۲۲۷]

ترجمہ مع تفسیر: (اور جب یہ لوگ باوجود قیامِ دلائل کے غور نہیں کرتے) تو آپ (بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ) صرف نصیحت کردیا کیجیے۔ (کیوں کہ) آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں)۔

چوتھی آیت

تبلیغ میں نفعِ موہوم پر نفعِ مظنون و متیقن کو مقدم رکھنا چاہیے اور طالبِ نفع کی تقدیم اعراض ولاپروائی کرنے والے پر اہم ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ﴿۲﴾ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰۤی ﴿۳﴾

۲۲۶؎ طٰه:۴۱-۴۴

۲۲۷؎ الغاشیة:۲۱،۲۲

اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾ وَ مَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ﴿۸﴾ وَ هُوَ یَخْشٰی ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ﴿۱۰﴾ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ[۲۲۸]

پیغمبر چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا، سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ اُس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ہر گز ایسا نہ کیجیے۔ قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے۔

فائدہ: چوں کہ اس کی تفسیر بہت سے اہم مضامین پر مشتمل ہے اس لیے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شانِ نزول یہ ہے:

(شانِ نزول ان آیات کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض رؤسائے مشرکین کو سمجھا رہے تھے کہ اتنے میں عبد اللہ ابنِ امِ مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے اور کچھ پوچھا یہ قطع کلام آپ کو ناگوار ہوا اور آپ نے ان کی طرف التفات نہیں کیا اور بعض روایات میں بعضوں کے نام بھی آئے ہیں۔ ابوجہل بن ہشام و عتبہ بن ربیعہ و ابی بن خلف و امیہ ابنِ خلف و شیبہ اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بجبیں ہوئے جب اس مجلس سے اُٹھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر جانے لگے آثار وحی کے نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓی الخ نازل ہوئیں اس کے بعد جب وہ آپ کے پاس آتے آپ بڑی خاطر کرتے۔ هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ كُلُّهَا فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ غرض واقعۂ مذکورہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا (یہاں تو غائب کے صیغے سے فرمایا اور یہ

۲۲۸؎ عبس: ۱-۱۲

غایت تکرم و استحیاء متکلم کا اور غایت کرامت مخاطب کی ہے رو در رو اس امر کی نسبت نہیں فرمائی) اور (آگے خطاب کا صیغہ بطورِ التفات کے اس لیے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو اور مضمون بھی سابق سے اہون ہے پس ارشاد ہوتا ہے کہ) آپ کو کیا خبر شاید وہ (نابینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا (اقل درجہ کسی خاص امر میں نصیحت قبول کرتا) سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا (مطلب یہ کہ اس کی پوری اصلاح ہوئی بہر حال نفع ہی ہوتا اور ہر چند کہ 'ذکری' مقدم ہے تذکر پر مگر نفعِ ذکری مؤخر ہے 'تذکر' یعنی قبولِ موعظت سے، اس لیے کلمۂ فا داخل ہوا اور لعل مبالغہ کے لیے فرمایا اس صحابی کی حالت سے اگر ظن تزکی یا تذکر بھی ہوتا تب بھی اس سے بے توجہی نہ چاہیے تھی چہ جائیکہ نفع متیقن ہو اور اعمیٰ سے تعبیر کرنا اشارہ ہے مقتضی توجہ عطوفت کی طرف) تو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالاں کہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے (وصف استغنا سے آپ کو اس سے تنفیر دلانا ہے) اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے۔ منشاء اس اجتہاد کا یہ تھا کہ یہ امر تو متیقن اور ثابت ہے کہ اہم مقدم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی اشدیت کو موجبِ اہمیت سمجھا جیسے دو بیماروں میں ایک کو ہیضہ اور دوسرے کو زکام ہے تو صاحبِ ہیضہ کا علاج مقدم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے، اشتدادِ مرض اس وقت موجبِ اہمیت ہے جب مریض علاج کا مخالف نہ ہو ورنہ طالبِ علاج ہونا موجبِ اقدمیت ہوگا گو مرض خفیف ہو۔ آگے ان مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ آیندہ) ہرگز ایسا نہ کیجیے (کیوں کہ) قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اُس کی تبلیغ ہے) سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے (اور جو قبول نہ کرے وہ جانے، آپ کا کوئی ضرر نہیں۔ پھر آپ اس قدر اہتمام کیوں فرماتے ہیں)۔ (بیان القرآن)

پانچویں آیت

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا[۲۲۹]

ترجمہ مع تفسیر: عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب اور برکت) نہیں ہوتی، ہاں! مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی، یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل وانتظام کے لیے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں، یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں، کیوں کہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے ان کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب اور برکت ہے) اور جو شخص یہ کام کرے گا (یعنی ان اعمال کی ترغیب دے گا) حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے (نہ کہ ریاست و شہرت کی غرض سے) سو ہم اس کو عن قریب اجرِ عظیم عطا فرماویں گے (یعنی آخرت میں، لیکن ان خائنوں کے تو ایسے مشورے ہیں نہیں اس لیے پسندیدہ نہیں)۔ [۲۳۰]

فائدہ: اس آیت میں اخلاص کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔ اخلاص کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کام کرنا ہے۔ اگر اخلاص نہیں تو اعمال کی روح نہیں۔ اعمال بے جان اور غیر مقبول ہو جاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اخلاص کے متعلق ایک خاص تحقیق حدیثِ چہارم میں ملاحظہ کیجیے۔

چھٹی آیت

تبلیغ کے ساتھ ساتھ عبادتِ لازمی کا بھی اہتمام چاہیے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ[۲۳۱]

۲۲۹؎ النسآء: ۱۱۴

۲۳۰؎ بیان القرآن: ۱/۱۵۵، النسآء (۱۱۴)، ایچ ایم سعید

۲۳۱؎ الم نشرح: ۷، ۸

ترجمہ مع تفسیر: آپ جب (تبلیغِ احکام سے کہ عبادت متعدیۃ النفع ہے) فارغ ہوجایا کریں تو (دوسری عبادات متعلق بذاتِ خاص میں) محنت کیا کیجیے (مراد کثرتِ عبادت وریاضت ہے، کہ آپ کی شان کے بھی مناسب ہے) اور جو کچھ مانگنا ہو اس میں اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔[۲۳۲]

فائدہ: جو لوگ دوسروں کی اصلاح کی فکر میں رہ کر اپنی اصلاح و تکمیل سے غفلت برتتے ہیں اس آیت سے اُن کی غلطی ظاہر ہوگئی، تبلیغ کا نفع اتنا ہی زیادہ ہوگا جتنی اپنی اصلاح کی فکر زیادہ ہوگی بشرطیکہ مخاطبین میں عناد نہ ہو، کما قال العارف الرومی۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ برنگ

دوسری: فصل احادیث کے بیان میں

تبرکاً چند احادیث نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ ہو مضمون۔

پہلی حدیث

تبلیغ کرنے کے واسطے پورا متقی بن جانے کا انتظار نہ کیا جاوے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللہِ لَانَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰی نَعْمَلَ بِہٖ وَلَانَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ حَتّٰی نَجْتَنِبَہٗ کُلَّہٗ فَقَالَ: بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَّمْ تَعْمَلُوْا بِہٖ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَاِنْ لَّمْ تَجْتَنِبُوْہُ کُلَّہٗ[۲۳۳]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نیک کاموں کو نہ کہا کریں جب تک خود عمل نہ کرلیں اور نہ بُرے کاموں سے روکا کریں جب تک خود ان سے نہ بچیں؟ فرمایا: (نہیں) بلکہ نیک کاموں کو کہا کرو اگرچہ خود نہ کرسکے ہو اور بُرے کاموں سے روکا کرو اگرچہ خود ان سب سے نہ رک سکے ہو۔

فائدہ: بعض لوگ کسی مبتلائے منکر کی کسی بات کی فہمایش پر اعتراض کردیا کرتے ہیں

۲۳۲؎ بیان القراٰن: ۲/۱۰۵، الانشراح، ایچ ایم سعید

۲۳۳؎ الروضۃ الدانی الی المعجم الصغیر للطبرانی: ۲/۱۷۵، ۱۷۶ (۹۸۱)، باب المیم من اسمہ محمد، المکتبۃ الاسلامی

کہ میاں! پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کو کہو سنو، اور یہ کہاں درست ہے کہ خود عمل نہ کرو اور دوسروں کو نصیحت کرو۔ سو اس حدیث سے معترضین کی غلطی ظاہر ہوگئی کہ ایسا نہیں ہے کہ جو عمل نہ کرے اس کو حقِ نصیحت نہیں ہے بعض لوگ ایسے موقع پر آیتِ ذیل پڑھ دیتے ہیں: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ...الخ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بے عمل کے لیے دوسرے کو نصیحت کرنا درست نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر و ترجمہ آیتِ بالا) زجرِ عالم بے عمل۔ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کاموں کو (نیک کام سے مراد ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا) اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالاں کہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی (یعنی توریت کی اور اس میں جابجا ایسے عالم بے عمل کی توہین مذکور ہیں جو تلاوت کے وقت تمہاری نظر سے گزرتی ہیں تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ہم ان مذمتوں کے مصداق بنتے جاتے ہیں)۔

فائدہ: اس سے یہ نہیں نکلا کہ بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں بلکہ یہ نکلتا ہے کہ بے عمل بننا جائز نہیں۔ اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے (تفسیر بیان القرآن) البتہ بے عمل عالم و واعظ کے لیے سزائے دردناک ہے۔ ملاحظہ ہو دوسری حدیث۔

دوسری حدیث

تبلیغ کرنے والوں کو خود بھی عمل کرنا چاہیے ورنہ شدید عذاب کا اندیشہ ہے:

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُبِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرُّحٰى فَيَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ! مَالَكَ اَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُوْلُ بَلٰى كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ [۲۳۴]

[۲۳۴] صحيح البخاری: ۱/۴۶۲ (۳۲۶۸)، باب صفة النار، المكتبة المظهرية

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ ان کو لیے ہوئے ایسا گھومے گا جیسا گدھا خراس میں گھومتا ہے، اہلِ دوزخ اس کے پاس اکٹھا ہوں گے کہیں گے: اے شخص! تجھ کو کیا ہوا؟ کیا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتا تھا؟ کہے گا: ہاں ہاں! میں نیک کاموں کو کہا تو کرتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا، گناہوں اور بُرائیوں سے روکا تو کرتا تھا اور خود مبتلا ہوتا تھا۔

فائدہ: دین کا علم رکھنے والے اس حدیث کے مضمون کو بار بار پڑھیں اور اس حدیث کے مضمون کو بھی یاد رکھیں جو کتاب الرؤیا مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک ایسے شخص کو دکھلایا گیا جو لیٹا ہوا ہے اور اس کے سراہنے ایک شخص بڑا پتھر لیے کھڑا ہے جو زور سے اس لیٹنے والے شخص کے سر پر مارتا ہے جس سے اس کا سر چکنا چور ہو جاتا ہے اور پتھر دور چلا جاتا ہے پھر جب وہ مارنے والا پتھر اُٹھا کر لاتا ہے تو اس درمیان میں اس کا سر پھر درست ہو جاتا ہے، وہ پتھر مارنے والا پھر یہی معاملہ کرتا ہے جس سے اس لیٹنے والے شخص کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر بتلایا گیا کہ یہ لیٹنے والا شخص بے عمل عالم ہے۔ یہ اس کی بے عملی کی سزا ملتی رہے گی قیامت تک۔[۲۳۵]

تنبیہ

عالم سے مراد وہ شخص ہے جس کو دین کی بات کا علم ہے اور پھر عمل نہیں کرتا ہے، نہ کہ اصطلاحی عالم یعنی عربی دان اور کسی مدرسے کا فارغ التحصیل۔ علم پر عمل نہ کرنے کی کتنی بڑی سزا ہے! کیا اس سزا کا تحمل کسی سے ہو سکتا ہے؟

فائدہ: جو لوگ ضروریاتِ دینی کا علم نہیں رکھتے یہ بھی جرمِ شدید ہے۔ قانون کا نہ جاننا اور اس پر عمل نہ کرنا یہ بھی باعثِ سزا ہے۔ البتہ جاننے والے بے عمل کی سزا زیادہ ہے۔

چو کسبِ علم کردی در عمل کوش
کہ علمے بے عمل زہریست بے نوش

---

۲۳۵ صحیح البخاری: ۱۸۵/۱ (۱۳۸۹)، باب (بلا عنوان)، المکتبۃ المظہریۃ

فائدہ: جب بے عملی کی مضرت ظاہر ہوگئی تو اپنی اصلاح کی تکمیل (اس کا تفصیلی طریق "اشرف النصائح" یا "اشرف الاصلاح" میں ملاحظہ کریں۔) کی فکر ہمیشہ رکھیں۔

کما قال العارف الرومی ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمِ آخر دمِ فارغ مباش

اس کا طریق اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت سے یہ بیان فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے: اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [۲۳۶] یعنی کاملین کے ساتھ ہو جاؤ۔ اسی کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں ؎

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

تیسری حدیث

دینی خدمات کرنے والوں کو اہلِ دنیا سے دنیوی منافع حاصل کرنے کے لیے تعلقات بڑھانا حد درجہ خطرناک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ سَیَتَفَقَّھُوْنَ فِی الدِّیْنِ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَقُوْلُوْنَ نَاْتِی الْاُمَرَاءَ فَنُصِیْبُ مِنْ دُنْیَاھُمْ وَنَعْتَزِلُھُمْ بِدِیْنِنَا وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ کَمَا لَا یُجْتَنٰی مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْکُ کَذٰلِکَ لَا یُجْتَنٰی مِنْ قُرْبِھِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ کَاَنَّہٗ یَعْنِی الْخَطَایَا [۲۳۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امّت کے بہت سے لوگ علمِ دین حاصل کریں گے اور قرآن شریف پڑھیں گے (اس کے بعد) پھر (اپنے دل میں) کہیں گے کہ

۲۳۶۔ التوبۃ: ۱۱۹

۲۳۷۔ سنن ابن ماجۃ: ۱۱۹ (۲۵۵)، باب الوصایا بطلب العلم، المکتبۃ الرحمانیۃ

اب (حکام) اہلِ دنیا کے پاس چلیں تاکہ ان کی دنیوی حالت سے کچھ ہم بھی فائدہ اٹھاویں اور (اس صورت میں مضراتِ دینی کا جو اندیشہ ان کے اختلاط سے ہے اس کے دفعیہ کے لیے یہ خیال کریں گے کہ) ان کی مضرت سے بچنے کے لیے ہمارے لیے اپنی معلوماتِ دینیہ کافی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کا یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ جس طرح کانٹے دار درخت سے اتصال اور قرب کانٹوں کی مضرت سے نہیں بچاتا ہے اسی طرح ان اہلِ دنیا سے اختلاط خطایا سے نہیں بچاسکتا۔

فائدہ: اگر امراء طالب ہو کر ان کے پاس حاضر ہوں یا کسی ضرورت سے خود ان کو مدعو کریں تو اس معاہدے کے بعد کہ ہم آزادی سے جو چاہیں گے کہہ سکیں گے اور یہ کہ ہم کو نذرانہ وغیرہ نہ دیا جائے اگر ان سے مخالطت کریں تو یہ مخالطت دین ہے، ورنہ اگر علماء اس طرح بھی ان سے نہ ملیں تو ان کو دین کیوں کر پہنچے؟ مگر اس طرح کا اختلاط یہ ضروری علی الکفایہ ہے۔ اس کے لیے ایسا ہی شخص زیبا ہے جو قوی القلب، غنی النفس ہو، ورنہ ضعیف کے لیے اسلم یہی ہے کہ امراء سے بالکل نہ ملے۔ تبلیغ حق کے لیے دوسرے لوگ کافی ہیں، یا علماء کے رسائل و کتب بس ہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ امراء سے اجتناب اختیار کرنے کے وقت ان کو حقیر اور اپنے کو مقدس نہ سمجھے بلکہ اُن کو مبتلائے بلیّاتِ دنیا و جہل سمجھ کر ان پر ترحم کرے، ان کے لیے دعا کرے، اور اپنے کو ضعفِ دین کا مریض سمجھ کر اجتناب کو ایسا سمجھے جیسا مریض ضعیف الطبع کو جس میں تاثر کا مادّہ غالب ہو دوسرے مرض کے مریض سے بچاتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اس مبتلائے مرض پر غصہ بھی نہیں کرتے بلکہ اس پر بھی رحم کھاتے ہیں اور اپنے کو بھی بوجہ ضعف عن المرض اس سے بچاتے ہیں اسی طرح ان دنیا دار امراء پر بھی رحم کھانا چاہیے کہ ایسے اسبابِ جہل و عصیان میں مبتلا ہیں کہ اگر ہم اس میں مبتلا ہوتے تو ہم بھی ایسے ہی ہوتے۔ پس اپنی عافیت پر خدائے تعالیٰ کا شکر کرے ناز نہ کرے اور ان کے لیے دعا کرے۔ البتہ اگر کوئی شخص حق سے عناد اور اہلِ حق سے بغض اور تکبر کرے اس سے بغض کرنا واجب اور عبادت ہے اور بغض فی اللہ یہی ہے۔ (حقوق العلم باختصار)

چوتھی حدیث

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ الْحَيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيْرٌ أَوْ مَأْمُوْرٌ أَوْ مُخْتَالٌ[۲۳۸]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں نصیحت کرتا ہے کوئی مگر یہ کہ حاکم ہو یا حاکم کی طرف سے مامور ہو یا بڑائی کا طالب ہو۔

فائدہ: حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں ممانعت ہے وعظ کی بغیر حاکم کی اجازت کے، کیوں کہ حاکم مصالحِ رعیت کو زیادہ سمجھتا ہے۔ اگر وہ خود یہ کام نہ کر سکے گا تو کسی اہل کو مقرر کر دے گا جس میں حسب ذیل اوصاف کی رعایت رکھے گا کہ علم، تقویٰ، دیانت و امانت، ترکِ طمع، حسنِ عقیدت سے آراستہ ہو اور جہل و فسق و خیانت و بدعت سے دور ہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ اصلاحِ نفس کے لیے شیخ بننا یا وعظ کہنا بغیر اجازتِ مشائخ و کاملین کے درست نہیں ہے۔

فائدہ: حضرت مجدّدِ اعظم فرماتے ہیں: حدیثِ بالا سے محققین و محقین واعظین پر شبہ نہ کیا جائے کہ یہ نہ امیر ہیں نہ مامور من الامیر پس یہ بھی مختال ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ عام اہلِ ایمان کی رغبت و التجا بجائے امر من الامیر کے ہے کیوں کہ امیر کی امارت بھی اسی اتفاق پر مبنی ہے[۲۳۹]

پانچویں حدیث

علمِ دین کو مقابلہ اور بحث و مباحثہ اور لوگوں میں بڑائی کے خیال سے حاصل کرنے کی سزا جہنم ہے۔

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

---

۲۳۸ سنن ابی داؤد: ۲/۱۵۹، ۱۶۰، باب القصص، ایچ ایم سعید

۲۳۹ حقوق العلم: ۵۲

طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْلِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْيَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ"[۲۴۰]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص علمِ دین حاصل کرتا ہے اس لیے کہ مقابلہ کرے علماء کا یا مباحثہ کرے جہلاء سے یا یہ کہ لوگ میری تعظیم وتکریم کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

فائدہ: ان تینوں باتوں پر علمِ دین کی تحصیل پر جس طرح یہ وعید ہے اسی طرح دین کی اشاعت کرنے والے بھی مستحق ہیں۔ خوب غور کرلیجیے اور اپنی حالت کی جانچ کرتے رہنا ضروری ہے کہ ہماری نیت اس گشت کرنے، باہر نکلنے، لوگوں کو وعظ سنانے سے کیا ہے؟ صحیح نیت کے لیے بھی کاملین سے تعلق ضروری ہے ورنہ تصحیحِ تام اور کامل کا حصول دشوار ہوتا ہے۔

چھٹی حدیث

اہلِ بدعت کی تعظیم وتکریم کرنا اسلام کو ڈھادینے میں امداد کرنا ہے:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ"[۲۴۱]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھادینے میں اعانت کی۔

فائدہ: اہلِ بدعت کو وعظ کے لیے بلانا، ان کو دینی جلسوں کا صدر بنانا، علمائے حقانی کے ساتھ ان کو مدعو کرنا، علمائے حقانی کے وعظ کے قبل یا بعد ان کا وعظ کہلانا، اہلِ بدعت کے جلسے میں علمائے حقانی کی شرکت کرنا، ان کو امامِ مسجد تجویز کرنا، کسی مقتدائے دین کا ان کو مہمان بنانا یا ان کی مدح کرنا، تبلیغ کی خدمت ان کے سپرد کرنا، کسی عہدۂ تبلیغ پر ان کو مامور کرنا یہ سب تعظیم میں داخل ہے۔ کما لا یخفٰی

۲۴۰؎ جامع الترمذی: ۲/۹۴، باب ما جاء فی من یطلب بعلمه الدنیا، ایچ ایم سعید

۲۴۱؎ شعب الایمان للبیهقی: ۱۲/۵۷(۹۰۱۸)، باب فی مباعدة الکفار والمفسدین والغلظة علیهم، مکتبة الرشد

ساتویں حدیث

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلٰثًا حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ[۲۴۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے بات فرماتے تو اکثر اوقات تین دفعہ اس کلمہ کو دہراتے یہاں تک کہ لوگ خوب سمجھ لیتے۔

آٹھویں حدیث

وعظ و نصیحت کرنے میں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ لوگ تنگ نہ ہو جاویں۔

عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ: کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ قَالَ: اَمَا اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ، وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِھَا مَخَافَۃَ السَّامَۃِ عَلَیْنَا- متفق علیہ[۲۴۳]

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میری تمنا تھی کہ آپ ہر روز وعظ و نصیحت سناتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے مانع یہ ہے کہ کہیں تم لوگ تنگ نہ ہو جاؤ میں وعظ میں خیال رکھتا ہوں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اُکتانے نہ لگیں۔

فائدہ: دینی کتب سنانے والوں اور وعظ کہنے والوں کو اس بات کا بڑا اہتمام چاہیے ورنہ لوگ پھر ایسے اجتماع و مجمع میں آنا بھی بند کر دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سامعین کے تحمل کی رعایت بہت ضروری ہے۔

۲۴۲؎ صحیح البخاری: ۲۰/۱ (۹۶)، باب من أعاد الحدیث ثلاثا لیفھم، المکتبۃ المظھریۃ

۲۴۳؎ صحیح البخاری: ۱۶/۱ (۷۲)، باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، المکتبۃ المظھریۃ

نویں حدیث

مخفی عیب کی اصلاح ایسے طور سے کرنا چاہیے کہ رسوائی اپنے بھائی کی نہ ہو:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ فَاِنْ رَاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ [۲۴۴]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اگر اپنے اس بھائی میں کوئی گندی بات دیکھے تو اس سے اس طرح دور کردے جیسے آئینہ داغ دھبہ چہرے کا اس طرح صاف کرتا ہے کہ صرف عیب والے پر تو ظاہر کردیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا، اسی طرح اس شخص کو چاہیے کہ اس کے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے فضیحت نہ کرے۔ (حیوٰۃ المسلمین)

فائدہ: بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اس کی پروا نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہورہی ہے۔ حالاں کہ مسلم کی آبرو ایک عظیم الشان اور رفیع شئے ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے۔ (فضائلِ تبلیغ مؤلفہ استاذنا المحترم حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

تیسری فصل

دیگر آدابِ تبلیغ کے بیان میں مع خلاصہ آدابِ مذکورہ کے۔ آدابِ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے:

۱) اپنے مدعا کو دلیل سے ثابت کرنا۔

۲) رغبت دلانے اور ڈرانے کا مضمون بیان کرنا۔ خلاصۂ ترغیب وترہیب۔

۳) نرمی سے بات کرنا۔

۴) بصورتِ نزاع وجدال سکوت کرنا۔

۵) تکالیف پر صبر کرنا۔

---

۲۴۴ جامع الترمذی: ۱۴/۲، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، ایچ ایم سعید

۶) تبلیغ کے وقت و بعد ذکرِ الٰہی کا اہتمام۔

۷) کسی کے پیچھے نہ پڑنا۔

۸) جس کا نفع مظنون و متیقن ہو اس کو مقدم رکھنا۔

۹) طالب کو غیر طالب پر ترجیح دینا۔

۱۰) اخلاص کا اہتمام۔ (جس کی نشانی یہ ہے کہ اگر کوئی اسی کام کو دوسرے طریق پر جو جائز ہو، کرنے لگے تو خوشی ہو کہ ہمارا کام بٹا لیا، اور اگر گرانی ہو اور ناگواری ہو کہ یہ کام کیوں کر رہا ہے تو نشانی ہے اخلاص نہ ہونے کی، بلکہ اس حالت سے پتا چلتا ہے کہ ہم دنیا کی خاطر کام کر رہے ہیں یہ حالت قابلِ اصلاح ہے۔ یہ وہ بیماری ہے کہ اعمالِ صالحہ کو قابلِ قبول نہیں رکھتی۔ دیکھیے ریا کا بیان ''تبلیغِ دین'' میں)

۱۱) عمل کرنے کا اہتمام۔ (عمل نہ کرنے سے اثر مطلوب تبلیغ سے نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کے مذاق و تمسخر کا ذریعہ بنتا ہے آیندہ کے لیے اعتبار کھو دیتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بے عمل کے لیے تبلیغ و فہمایش منع نہیں ہے یعنی ناجائز نہیں ہے، جنہوں نے منع کیا ہے وہ مصلحتِ بالا کی وجہ سے خوب سمجھ لیں)

۱۲) اہلِ دنیا سے زیادہ تعلقات نہ بڑھانا۔

۱۳) خدمتِ تبلیغ و وعظ میں اشتغال بعد مشورۂ کامل مع اطلاعِ حالات۔

۱۴) ایسے معاملات سے بچنا کہ جن سے اہلِ بدعت کی تعظیم ہو۔ اس معاملے اور اس سے قبل والے معاملے میں بہت سے مبلغین وواعظ سستی کرتے ہیں۔

۱۵) بات خوب واضح طور پر کہنا کہ غلط فہمی نہ ہو۔

۱۶) لوگوں کے اکتا جانے کا خیال رکھنا۔

۱۷) شخصی مخفی عیب کی فہمایش خفیہ کرنا، البتہ جو منکر علانیہ ہو اس پر نکیر بھی علانیہ کرنے میں مضایقہ نہیں۔ یہ وہ آداب ہیں جو آیات و احادیث مذکورۂ بالا سے صراحتاً ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور آداب بھی اکابر کے کلام سے ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۸) منکر پر اوّلاً نرمی سے فہمایش پھر سخت کلامی کا درجہ ہے، مگر گالی سے بچے، اس کے

بعد اگر نہ مانے اور قدرت ہو تو اس قدرت کو کام میں لائے[۲۴۵] ورنہ اعراض کرے اور دعا۔ (اصلاحِ انقلاب)

۱۹) مستحبات میں مطلقاً نرمی ہے۔ اس میں سختی حدود سے تجاوز ہے۔

۲۰) اسی طرح جو اپنا تابع نہیں ہے اس پر بھی سختی مناسب نہیں۔ (حقوق العلم)

۲۱) دین سکھانے یا وعظ کہنے کے وقت اپنے کو مثل اُس مہتر اور چمار کے سمجھنا جو سرکاری حکم کا اعلان کرتا ہے اور جن کو فہمایش کررہا ہے ان کو اپنے سے افضل و برتر سمجھنا۔

۲۲) فہمایش و تبلیغ کے بعد عمل کا انتظار نہ کرنا، بلکہ اپنے کو مثل ڈاکیہ کے خیال کرنا جس کا کام سلیقے سے پیغام پہنچانا ہے۔

۲۳) اپنی بات منوانے کی فکر نہ کرنا۔

۲۴) لوگوں کے نفع و اثر قبول نہ کرنے میں زیادہ رنجیدہ نہ ہونا کہ یہ ترکِ نصیحت اور یاس کا سبب بن جاتا ہے۔ معمولی رنج میں مضایقہ نہیں بلکہ مقتضائے شفقت ہے۔

نَبَّہَ عَلَیْہِ الْمُجَدِّدُ الْاَعْظَمُ اَلشَّیْخُ التَّھَانْوِیُّ نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ۔

۲۵) تبلیغ یا خدمتِ دین کا اصل ثمرہ نجاتِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سمجھے اور اس کے اثر و نفع کو مقصود نہ جانے، اگر کسی جگہ نفع محسوس نہ ہو یا کم ہو تو اس سے بددل نہ ہو کیوں کہ اپنا کام سعی و کوشش کرنا ہے دوسروں کا ماننا اپنے اختیار میں نہیں، اور غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑنا اپنے کو تشویش میں ڈالنا ہے۔ اجر و ثواب محض اس سعی و کوشش پر ہے جو اخلاص سے ہو۔ اس بات میں جتنی پختگی ہوگی اتنی ہی سعی و کوشش میں مضبوطی و دوام ہوگا۔ (اشرف النصائح)

۲۶) تبلیغ و وعظ کے وقت اور اس کے قبل و بعد یہ خیال رکھا کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ اس نے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی جس میں خود میری فلاح و بھلائی ہے، ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ اس خدمت کو انجام دیتا۔ اس بات کو اتنا

۲۴۵؎ الفتاوی الھندیة:۵/۳۵۲، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الکبریٰ الاھیریة، مصر

سوچے کہ دین سکھانے کے وقت یہ بات ذہن میں محفوظ رہے۔

۲۷) تبلیغ ووعظ و نصیحت کے وقت اور قبل و بعد اس دعا کا اہتمام رکھے: ''اے اللہ! اس وعظ و نصیحت و تبلیغ میں ریا، عُجب و تکبر اور ہر قسم کے شر سے مجھے اور سامعین کو محفوظ فرما اور اس کی خیر سے مجھے اور سامعین کو نفع اٹھانے والا فرما۔''

۲۸) یہ خوب ذہن نشین کرلیا جاوے کہ نظامِ سنت کے علاوہ کوئی نظام تبلیغ وغیرہ مقصود نہیں، لہٰذا اس کو مقصود سمجھنا (جو اس میں مشغول نہ ہو اس کو تبلیغ کرنے والا نہ سمجھنا) یہ صریح حدود سے تجاوز اور بدعت ہے۔ البتہ اگر کسی نظام میں اُصول و حدودِ دین کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ قابلِ اصلاح ہے، اس نظام کے منتظمین کو اصلاح طلب اُمور سے مطلع کرنا عملِ خیر ہے۔ اگر کسی دوسرے نظام میں کوئی دینی خرابی نہ ہو پھر بھی اس سے انقباض ہو گرانی ہو کہ یہ کام کیوں جاری ہوا، یہ بھی حدود سے تجاوز ہے، اور نشانی ہے عدم اخلاص کی، ایسوں کو اپنی اصلاح کا اہتمام ضروری ہے۔ اور آج کل یہ مرض بہت عام ہے الّاماشاء اللہ۔ ہاں! یہ ضروری نہیں کہ اس نظام میں شریک ہو۔ جس نظام سے جس کو مناسبت ہو اس کو اختیار کرے اس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۹) وعظ و تبلیغ و نصیحت سے قبل صحیح علم اس بات کا ضرور حاصل کرلینا چاہیے۔ جس کا ذریعہ محققین علما کی کتب یا ان سے زبانی دریافت کرنا ہے ورنہ غلط بات کی اشاعت کے گناہ کا اندیشہ ہے۔

۳۰) اگر تنہائی میں فہمایش سے منکرات کا مبتلا نہ مانے اور وہ اس کی اصلاح نہ کرلے اور اس کی مضرت عام تک پہنچنے والی ہو تو اس بات کی بُرائی عام خطاب سے مجمع میں ظاہر کرنا چاہیے۔ تاکہ لوگ اس مضرت سے واقف ہوجاویں اور کسی کے عمل و فعل سے دھوکے میں نہ پڑیں، البتہ خطابِ خاص سے عام مجمع میں نہ کہے۔

۳۱) تبلیغ کے آداب سے آراستگی کا بڑا اہتمام رکھے ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق ہے۔

۳۲) تبلیغ کے حدود، فرض، واجب، مستحب، ممنوع کو معلوم کرے تاکہ تبلیغ میں حدود سے تجاوز نہ ہو۔

تنبیہ

نمبر (۲۹) سے (۳۲) تک کا بڑا اہتمام مطلوب ہے ورنہ بجائے منافع کے مضرات رونما ہوتی ہیں۔ چناں چہ بہت سی جگہیں اس ناکارہ کے علم میں ایسی ہیں جہاں تبلیغ کرنے والوں کے حدود کی رعایت نہ کرنے سے بہت فتنے پیدا ہوگئے، حتیٰ کہ بعض جگہ تبلیغ کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔ اسی وجہ سے حضرت مجدّدِ اعظم حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس پر ''اصلاحِ انقلاب'' میں تنبیہ فرمائی تھی، حضرت والا کے الفاظ بعینہٖ نقل کیے جاتے ہیں: ''البتہ عام احتساب یہ خاص ہے علماء کے ساتھ اور عوام کی تصدّی اس کے لیے اکثر موجبِ فتنہ وعداوت ہو جاتی ہے نیز عوام اکثر احتساب کے حدود بھی نہیں جانتے اس لیے غلو فی الدین کی نوبت آجاتی ہے۔ نیز اکثر عوام نفس کو مہذب کیے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کے احتساب میں بکثرت نفسانیت ہوتی ہے، اسی معنیٰ کے افادے کے لیے بعض مفسرین نے وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ میں مِنۡ کو تبعیضیہ کیا ہے الخ''۔

حضرت مجدّدِ اعظم کی اس عبارت سے ایک شبہ بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت والا نے عوامی تبلیغ کی مضرت بیان فرمائی ہے اس کے ساتھ ساتھ ''تفہیم المسلمین'' میں اس کی ترغیب بھی آئی ہے۔ جس میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ سو اس کے متعلق ''اشرف النصائح'' کے مقدمہ میں جواب عرض کیا جاچکا ہے اس کو بعینہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''تبلیغِ عام کی اہمیت کا حاصل یہ ہے کہ صرف علما پر یہ بار نہ رکھا جاوے بلکہ غیر علما بھی اس میں شریک ہوں اور اس طور پر شریک ہوں کہ عوامی تبلیغ کی مضرتوں سے حفاظت بھی رہے۔ جس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کے حدود اور آداب کا علم حاصل کرلیا جائے اور ان حدود کے ساتھ کام کیا جائے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز، روزہ، حج کی اہمیت معلوم ہونے پر ان کو شروع کرنے سے قبل اس کے حدود، آداب اور

مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے'' چناں چہ حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان حدود کو ''اصلاحِ انقلاب''، '' آدابِ تبلیغ''، ''الدعوۃ الی اللہ'' وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے اور ان حدود کی رعایت کی تاکید کی ہے۔ چناں چہ آدابِ تبلیغ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

''ہم تو یہ جانتے ہیں کہ خدا و رسول کا یہ حکم ہے اور نصوص کے اندر امر بالمعروف کا حکم موجود ہے اور اس کے نہ کرنے پر نکیر بس اس کو کرو الخ۔ البتہ شرائط اور احکام کے ساتھ کرو، اندھا دھند مت کرو۔ فقہا نے اس کے قوانین و ضوابط مدوّن کردیے ہیں ان کو سیکھو۔ علما سے پوچھو وہ تم کو راستہ بتلائیں گے الخ''۔

تنبیہ

یہاں تک وہ آداب بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق زیادہ خطابِ خاص سے ہے جس کو تبلیغ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہا جاتا ہے اور ضمناً وعظ کے آداب بھی آگئے ہیں۔ بعض اُمور وہ ہیں جو واعظین کے لیے قابلِ اہتمام اور قابلِ ترک ہیں ان کو الگ بیان کیا جاتا ہے: واعظین کے لیے قابلِ اہتمام اُمور میں رسالۂ ''تفہیم المسلمین'' میں حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی ہدایات تحریر فرمائی ہیں وہاں ملاحظہ فرمائی جاویں۔ بوجہ اندیشۂ تطویل بیان نقل نہیں کیا گیا۔ رسالہ ''دعوۃ الداعی'' رسالہ ''تعلیم المسلمین'' شایع ہوچکا ہے۔ البتہ بعض وہ اُمور جو خاص طور سے قابلِ ترک ہیں وہ بھی حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''حقوق العلم'' سے نقل کیے جاتے ہیں:

۱) وعظ کہنے کو خلافِ شانِ علم سمجھنا یہ خطائے عظیم ہے۔

۲) وعظ کہہ کر نذرانہ لینا یا پہلے سے ٹھہرالینا، جس کا ایک اثر یہ ہے کہ اس وعظ کا کسی پر اثر نہیں ہوتا۔ دوسرا اثر یہ ہے کہ واعظ اظہارِ حق سے بخوفِ فوت و نقصانِ مال رکتا ہے۔ اور تنخواہ لے کر وعظ کہنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ اسی باب کی دوسری فصل میں اس کا کچھ مبسوط بیان ہوا ہے۔

۳) وعظ میں غیر ضروری مضامین یا مضرِّ عوام مضامین مثل دقائقِ تصوف و مسائلِ غریبہ بیان کرنا۔

۴) مغلق تقریر وعظ میں کرنا۔

۵) کسی خاص شخص پر وعظ میں تعریض کرنا جس سے فتنے کا باب مفتوح ہوتا ہے۔

۶) وعظ میں کسی کی فرمایش کے تابع بن جانا **ونحو ذالك الخ**[۲۴۶]

تتمہ

خدمتِ دین جس طرح وعظ و تبلیغ سے ہوتی ہے اسی طرح تصنیف و تالیف سے، اسی طرح افتاء و تدریس سے۔ ان میں بھی حدود کی رعایت ضروری ہے ورنہ بجائے منافع کے مضار پیدا ہوتی ہیں۔ ان پر تفصیلی کلام حضرت مجدّدِ اعظم نوراللہ مرقدہٗ نے رسالہ ”حقوق العلم“ میں فرمایا ہے ان کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔ البتہ حدودِ تبلیغ کے سلسلے میں یہ بات بھی ہے کہ جن کو تبلیغ کی جاوے اور جو تبلیغ کرنے والے ہیں وہ اپنے اپنے منصب کی مراعات رکھیں تو مفاسد و فتن کی اصلاح جلد ہو۔ چناں چہ ان حقوق کو بھی حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اس لیے ان کو نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلاصہ ہے آدابِ مذکورہ کا:

ان باہمی تعلقات کے بیان میں جو اہلِ دنیا اور اہلِ علم میں ہونے چاہئیں مختصر ان کا یہ ہے کہ

۱) دنیادار علماء کو اپنا مخدوم سمجھیں۔

۲) ان کا ادب اور تعظیم کریں۔

۳) وہ جو کام دین کا کر رہے ہیں جس میں مال کی ضرورت ہو بدون ان کی استدعا کے اس میں اعانت کریں۔

۴) جو بات ان سے پوچھیں ادب سے پوچھیں۔

۵) دلائل دریافت نہ کریں۔

۶) اگر کوئی شبہ رہے معاندانہ سوال نہ کریں مستفیدانہ پوچھیں۔

۲۴۶؎ حقوق العلم: ۵۸

۷) اگر ان سے کوئی لغزش ہو جاوے تو اُن کی مذمت نہ کریں آخر وہ بشر ہیں ان سے بھی خطا ہوتی ہے وہ اس حال میں بھی تمہارے نفع اور ہدایت کے لیے کافی ہیں تم اُن کے اقوال پر عمل کرو۔ افعال کو مت دیکھو۔

۸) تمہارا شبہ ایک عالم سے حل نہ ہو دوسرے سے حل کرو اور ایک کا قول دوسرے کے روبرو مت نقل کرو۔

اور عالم کو چاہیے کہ

۱) دنیاداروں کو اپنا برابر کا بھائی سمجھیں۔

۲) ان سے تعظیم و خدمت کے متوقع نہ ہوں۔

۳) اگر بلا توقع کچھ کر دیں تو یوں سمجھیں کہ علم اور دین کی خدمت تو ہمارے ذمہ تھی ان ہی نے احسان کیا کہ ہماری اعانت کی، اس میں قیل و قال نہ کریں جیسے بعض کی عادت ہے کہ کہیں تقررِ تنخواہ پر تکرار ہے، کہیں ترقی تنخواہ کا تقاضا ہے، کہیں نذرانہ پر بحث ہے۔

۴) اگر ان سے کچھ بے تمیزی ہو جائے صبر کریں۔ بدمزاجی نہ کریں یہ سمجھ لیں کہ جب ان کو ہمارے برابر علم نہیں تو ہمارے برابر تمیز کیسے ہو گی۔

۵) اگر کسی کو قولاً یا فعلاً شرع سے متجاوز دیکھیں جس پر حکومت اور قدرت نہ ہو اس پر تشدد نہ کریں، نرمی اور دلجوئی سے بہت اصلاح ہوتی ہے۔

۶) اگر عامی کوئی حق بات کہے قبول کرنے سے عار نہ کریں۔

۷) اگر کسی مسئلے میں اپنی غلطی ظاہر ہو اعلان کر دیں۔

(حقوق العلم)

تتمہ ثانیہ

بابِ ہٰذا کے اختتام کے بعد استادِ محترم حضرت مولانا محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی جامع العلوم کانپور کا گرامی نامہ احقر کے بعض استفسارات کے جواب میں

موصول ہوا، جس میں تبلیغ کے متعلق بہت سی نافع باتیں درج تھیں، ان کو بطورِ تتمہ اضافہ کرنا مناسب معلوم ہوا۔ عنوانات اس ناکارہ نے تجویز کیے ہیں۔ نیز اسباب عدم قبول و علاج میں اس ناکارہ نے جزوی توضیح و اضافہ اپنی فہم کے موافق کیا ہے اس لیے اس کے متعلق عرض ہے۔

وَاِنْ كَانَ خَرْقًا فَاَدْرِكْهُ بِفَضْلَةٍ
مِنَ الْعِلْمِ وَلْيُصْلِحْهُ مَنْ جَادَ مَقْوَلًا

فوائدِ تبلیغ

تبلیغ کے ثمرات مختلف ہیں، مثلاً اپنے اندر استحکام کہ جن اُمور کو دوسروں کو سامنے پیش کرتا ہے ان پر خود عمل میں پختگی اور كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[۲۴۷] وغیرہ وعیدات کا استحضار، اس راہ میں جو مشقتیں پیش آئیں ان کے برداشت کی ہمت، اور اس کے ذریعے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خدام کی مساعی کی قدر و منزلت ہے۔ بے راہ لوگوں کی ناقدریٔ دین کا صحیح اندازہ اور اس پر ان کے حقوق کی ادائیگی کا عزم، عُجب و کبر کا علاج، ترکِ تنعم، عوام کی ناقدری اور عدمِ سماع کے وقت اپنی بے بسی کے ذریعے سے اعتماد و توکل علی اللہ، اسبابِ ظاہری کی عدم مساعدت کے مشاہدات سے ان پر عدمِ اعتماد۔ عمومات (آیات و اخبار دالہ پر وجوب امر و نہی) پر عمل وغیرہ وغیرہ کما لا یخفی علٰی اھل العلم والفھم بتوفیق اللّٰہ تعالٰی

اسباب عدم قبول مع علاج

اگر کسی جگہ عدمِ قبول ظاہر ہو تو یاس کی کوئی وجہ نہیں، عدمِ قبول کے اسباب پر غور کرکے کام کرنا چاہیے۔ عامۃً عدمِ قبول کے سبب تین ہیں:

اوّل۔ صحیح علم نہ ہونا۔ جس کی تین صورتیں ہیں: پہلی صورت: علم ہی نہ ہونا۔

---

[۲۴۷] الصف: ۳

دوسری صورت: علم ہونا مگر ادھورا اور ناقص ہونا۔ تیسری صورت: غلط علم ہونا یہ سب سے زیادہ مضرت رساں ہے۔ ان سب صورتوں کا علاج صحیح علم سے آگاہ کرنے کی سعی ہے۔ اس کے طریقوں کی تفصیل ''اشرف الاصلاح'' میں ملاحظہ کی جائے۔

دوسرا سبب کسل ہے۔ اس کا علاج وعدہ اور وعید کے مضامین سنانا، اتباعِ احکام کے منافعِ دینی و دنیوی و ترکِ اتباعِ مضرت سمجھانا، اکابر کے واقعات و حکایات کے مطالعے کی ترغیب و تاکید، اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام، ذکر اللہ کی کثرت کی تلقین کرنا اس کا تفصیلی علاج ''اشرف النصائح'' میں ملاحظہ کیجیے۔

تیسرا سبب عناد ہے۔ یہ عموماً حسد، کبر، عجب، حُبّ جاہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی علمِ صحیح نہ ہونے، اور کبھی کسل سے۔ اس کا علاج بہت اہم ہے۔ ایسی کتب جن میں ان بُرے اخلاق کی مذمت و علاج درج ہو ان کے مطالعے کی طرف معاندین کے احباب کے ذریعے متوجہ کرنا، یا ڈاک کے ذریعے اہلِ حق کی تعلیمات ان کے پاس ایسے طور سے ارسال کرنا کہ مطالعہ کر سکیں۔ کلمات و تعلیماتِ اہلِ حق سنانا بلا ان کے نام لیے، جب ان تعلیمات سے ان کو مناسبت ہو جاوے تو بتلانا کہ یہ فلاں اکابر کی تعلیمات ہیں۔

تنبیہ

جہاں عناد کے ساتھ اور اُمور بھی جمع ہوں وہاں اُن کا علاج بھی کیا جاوے۔ غرض کہ جیسے حالات ہوں ویسی مساعی۔ اور ان تمام مساعی میں آداب و حدود کی پوری واقفیت بہت ضروری ہے۔

تبلیغ کرنے والوں کے لیے بعض اہم ہدایات

جس خالقِ قلب کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات ہے وہ عناد کو بھی نکال سکتا ہے۔ ایک شخص اعمالِ اہلِ جہنم کرتا ہے حتیٰ کہ ایک بالشت کا فرق رہ جاتا ہے مگر تقدیر غالب آتی ہے تو اعمالِ اہلِ جنت کر کے جنتی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کیا معلوم ہے کہ کس کا عناد کب ختم ہو جاوے، پس مایوس ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ اور کسی کے متعلق یہ طے کر لینا

بھی آسان نہیں کہ اس میں عناد ہے، اس کے لیے بڑے تجربہ اور گہری بصیرت درکار ہے۔ نیز اگر ایک شخص میں عناد ہو تو اس کو تبلیغ کرنے میں دوسروں کی منفعت بہر حال ہے، کہ دوسرے کام کرنے والوں اور دیکھنے والوں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور امر و نہی کی حقانیت دلوں میں مستحکم ہوتی ہے۔ اس سب کے علاوہ قبول وعدمِ قبول کی ذمہ داری مبلغ پر بالکل نہیں، بلکہ اس تصور سے خالی ہو کر تبلیغ کی ضرورت ہے۔ نیت یہ رکھے کہ اس راہ میں جتنی زیادہ سے زیادہ مخلوق تک کلمۂ خیر پہنچاؤں گا اسی قدر اللہ پاک کی خوشنودی حاصل ہو گی۔ اور ہر ہر مصیبت پر بے شمار اجر و عطا کے وعدے ہیں وہ سب صادق ہیں۔ اور یہی مقصود ہیں۔ تاہم اگر اس کے ساتھ قبول کی دولت بھی مل جاوے تو نفعِ آجل کے ساتھ نفعِ عاجل بھی حاصل ہو جاوے گا، مگر مقصودِ اصلی نفعِ آجل ہونا چاہیے جو کہ بہر حال حاصل ہے۔ یہاں اگر مخلوق قبول نہ کرے تو خالق کی قبولیت کا وعدہ بالکل سچا ہے البتہ ایک چیز بہت ہی قابلِ رعایت ہے، وہ ہر کلمۂ حق کا پیش کرنا۔ اسی طرح اور ایسی جگہ نہ ہو جس سے اہلِ ایمان کی نظروں میں خود کلمۂ حق کا استخفاف پیدا ہو اور وہ بہ نظرِ استحقار دیکھنے لگیں اس لیے حسنِ اسلوب اور موقع شناسی از حد ضروری ہے۔ نهاية الامل ممن رغب فی صحة العقيدة والعمل، اتحاف بالسادات المتقین، شرح احیاء علوم الدین وغیرہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ارکان اور تفصیلات موجود ہیں۔

فائدہ: اس تتمہ کے مناسب حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض قطعات نقل کیے جاتے ہیں۔

ثمرات کی ہوس نہ ہونا چاہیے

ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یوں ہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ دریوں ہی کھٹکھٹائے جا

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

فائدہ نہ معلوم ہونے پر بھی کام نہ چھوڑیے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

رکاوٹیں ہمارے اندر ہیں راہ میں نہیں

تجھ کو جو چلنا طریقِ عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہرو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

سعی مطلوب ہے نتیجے کی فکر نہ کی جاوے

کیا نتیجہ ہوگا کیوں کر ہوگا یہ اوہام چھوڑ
کام کر اور جس کا ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ

اجر لے ناکام ہو کر بھی نہ رب کا کام چھوڑ
وقت میں جد وجہد کر راحت و آرام چھوڑ

باقی تفصیل ''تعلیماتِ اشرفیہ'' منظوم میں ملاحظہ کریں۔

تتمۂ ثالثہ

تتمۂ ثانیہ کی تحریر کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ یاد آیا کہ ''تلخیصاتِ عشر'' میں حضرت مجدّدِ اعظم حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے امراضِ روحانی اور ان کے اسبابِ معالجہ کو بیان فرمایا ہے اس کا ترجمہ بھی شامل کردیا

جاوے تاکہ اصلاحی مساعی کرنے والوں کو ان امراض کے علاج میں سہولت و آسانی ہو۔ چناں چہ حضرتِ اقدس نوّر اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

آفات

یعنی نقصان پہنچانے والی اشیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک آفاتِ ظاہری۔ دوسری آفاتِ باطنی۔ آفاتِ ظاہری میں سے ایک ”افلاس“ ہے جس میں زیادہ طبقہ امتِ مسلمہ کا مبتلا ہے۔ اس کا سبب علومِ دینی و دنیوی کی کمی اور حرفت و صنعت سے عار اور لذّات میں انہماک اور نام آوری و شہرت کی طلب اور فضول خرچی ہے۔ دوسری و تیسری و چوتھی آفت ”آپس کا اختلاف و جھگڑا، ایک دوسرے پر حسد کرنا اور عداوت“ کا ہونا ہے، اس کا سبب لالچ و طمع اور کبر ہے۔ پانچویں آفت ”بارش کی کمی“ ہے، اس کا سبب زکوٰۃ اور صدقاتِ ضروریہ کا ادا نہ کرنا ہے۔ چھٹی آفت ”سخت قسم کے امراض کا ظہور اور ان کا پھیلنا ہے، مثلاً: طاعون و وبائی امراض“ اور سبب ان کا زنا کی کثرت اور رات کو برتنوں کو نہ ڈھکنا اور خورد و نوش میں مختلف اغذیہ مختلف اوقات میں بے اعتدالی سے کھانا پینا۔ ساتویں آفت ”ظالمین کے ظلم میں گرفتاری“ ہے، اس کا سبب احکامِ ربّ العالمین کی مخالفت ہے۔ علاج ان سب صورتوں کا اسباب کا ازالہ ہے، جس کا خلاصہ علم و عمل کا اہتمام ہے۔ ان کا مفصل طریق ”اشرف الاصلاح“ میں مذکور ہے۔

آفاتِ باطنی

آفاتِ باطنی میں سے ایک ”جہل“ کا عموم ہے، اور اس کا سبب دنیا میں انہماک اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا اور علماء سے الگ رہنا ہے۔ یعنی ان کی مجالس، مواعظ میں شرکت نہ کرنا۔ علاج اس کا یہ ہے کہ دنیا کے فنا کا استحضار اور علمائے باعمل کی صحبت کا اہتمام۔

فائدہ: تفصیلی طریق اس کا ”اشرف الاصلاح“ و ”اصلاحِ انقلاب“ میں ملاحظہ فرمایا جاوے۔

دوسری آفت ”بُرے اخلاق میں مبتلا ہونا“ مثلاً: حسد، کبر، ریا، غضب، تعجیل،

حرص اور طولِ امل وغیر ذالک۔ علاج کتبِ اخلاق مثلاً: تبلیغِ دین، تعلیم الدین اور آخر حصہ ابواب خطبات الاحکام، حیات المسلمین، تربیۃ السالک اور صالحین کی سیرت کا مطالعہ اور مصلحین کاملین کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے اصلاحی تعلق رکھنا ہے۔

فائدہ: اس کی اہمیت وتشریح "قصد السبیل"، "اشرف النصائح"، "اشرف الاصلاح" میں ملاحظہ کیجیے۔

تیسری آفت "عوام کا دلائل اور دقیق مسائل جو ان کی سمجھ سے خارج ہوں اور جن کا تعلق عمل سے نہ ہو، پوچھنا ہے" اس کا سبب ادب کی کمی اور عمل سے جی چرانا ہے۔ اس کا علاج ان کی غلطی پر تنبیہ اور ان کو ایسے سوالات کا جواب نہ دینا ہے۔

چوتھی آفت "جاہل صوفیوں کے بارے میں غلط عقیدے رکھنا" اس کا سبب جہل ہے۔ اور علاج علمِ صحیح سے آگاہ کرنا ہے (یہ غلطی بہت سے مفاسد کا باعث ہے۔ اس کا طریق اوپر مذکور ہو چکا ہے)۔

پانچویں آفت "طلبہ کا غلو کرنا فلسفہ ومنطق وغیرہ میں" سبب اس کا علم کی غرض وغایت سے ناواقفیت ہے۔ علاج غرضِ صحیح کی تلقین کرنا ہے۔

فائدہ: ایسے طلبہ عموماً دوسری آفت میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اُن کو اس کے علاج کی تلقین بھی کرنا۔

خلاصہ

تمام آفاتِ ظاہریہ وباطنیہ کا سبب اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حاضری وپیشی وجواب دہی سے غفلت ہے، اس کا علاج مراقبہ ہے اور ان سب اُمور کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر رونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے طلبِ عفو ودعائے مغفرت وخلاصی از فتن ومصائب کرنا اور اس پر مداومت کرنا۔

فائدہ: اس جگہ مراقبہ کی مختصر تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے، یعنی موت سے قبل اور بعد کے پیش آنے والے معاملات کو کسی مقرر وقت پر سوچنا، جس کی تشریح "اشرف الاصلاح" میں کی گئی ہے۔ اور رسالہ تسہیل "شوقِ وطن" اور "علاماتِ قیامت"

کا مطالعہ کرنا اور "مراقبۂ موت" مؤلفۂ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کو بار بار دیکھنا۔ جس کے چند اشعار برائے تذکیر و عبرت نقل کیے جاتے ہیں۔

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ
بہرِ سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کُوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے
تا بکے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے
ختم ہر فرد و بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
نفس اور شیطان ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل
آ نہ جائے دین و ایماں میں خلل
باز آ ہاں باز آ اے بد عمل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہے یہ لطف و عیش و دنیا چند روز
ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز

دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز
اب تو کرلے کارِ عقبیٰ چند روز
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم
سانس ہے اِک رہرو ملکِ عدم
دفعتًہ اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
گرتا ہے دنیا پہ تو پروانہ وار
گو تجھے چلنا پڑے انجام کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار
کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
حیف دنیا کا تو ہو پروانہ تو
اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بے گانہ تو
اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تتمۂ رابعہ

رسالۂ ہٰذا کی تکمیل کے بعد ’’دررِ منضود‘‘ دیکھ رہا تھا، اس میں نصیحت و تبلیغ کے بارے میں ایک عہد ملا جو بابِ ہٰذا کے لیے بہت مناسب تھا اس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ دررِ منضود میں وہ اُمور مذکور ہیں جن پر قطب الارشاد والتکوین امام عبدالوہاب شعرانی کے مشائخ نے عہد لیا ہے جس سے ان اُمور کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کتاب قابلِ دید ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مطالعے کی تاکید فرمائی ہے۔ وہ عہد نقل کیا جاتا ہے ’’ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں کو جب وہ اپنے شہر میں دوسروں کی نصیحت کے درپے ہوں سیاست (اور تدبیر) کے طریقے بتلادیں۔ کیوں کہ بہت سے نصیحت کرنے والے بغیر سیاست (و تدبیر) کے نصیحت کرتے ہیں تو اس سے شہر میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں جو اس گناہ سے بھی اشد ہوتے ہیں جس میں انہوں نے کسی کو نصیحت کی تھی۔ میں نے ایک دفعہ مسجد کے دربان کو دیکھا کہ وہ ایک شخص سے جو مسجد میں اپنے جوتوں کے نیچے کا حصہ دوسرے سے بدون ملائے ہوئے الگ الگ کرکے داخل ہوا تھا، کہہ رہا ہے کہ او یہودی! اور نصرانی! او کتّے! او خدا سے نہ ڈرنے والے! اپنے جوتوں کو باہم ملالے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ والی کی عدالت میں مقدمہ کی نوبت پہنچی اور اہلِ محلّہ کی دو پارٹیاں ہوگئیں (ایک تو نواب کی طرف دوسری مسجد میں آنے والے کی طرف) اور باہم سب میں خصومت ہوگئی اور والی کی عدالت میں سب کے سب پہنچے اور بہت سا مالی نقصان برداشت کرنا پڑا اور سارے محلّے والوں میں عداوت کھڑی ہوگئی اور میں ان کے درمیان صلح کرانے سے عاجز ہوگیا حتیٰ کہ شعبان کی پندرھویں رات میں بھی صلح نہ کراسکا (حالاں کہ اس رات میں سب کو خصومت و عداوت سے توبہ کرکے ضرور صلح کرلینا چاہیے کیوں کہ اس رات میں سب گناہ گاروں کی مغفرت ہوجاتی ہے، بجز مشرکین کے اور باہم خصومت رکھنے والوں کے) پس معلوم ہوا کہ جو شخص بدون تدبیر کے نصیحت کرے گا وہ اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرے گا۔ اور اگر جامع مسجد کا دربان یوں کہتا: اے بھائی! اپنے جوتوں کو

باہم ملالویوں کھلا ہوا لے کر مسجد میں نہ جاؤ تاکہ مسجد میں کچھ ناپاکی نہ گر پڑے، تو دوسرا شخص اس کی بات ضرور مان لیتا اور کہتا کہ جزاک اللہ خیرا۔ اور یقیناً وہ اپنے جوتے باہم ملا لیتا۔"

شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نصیحت کرنے کی شرط یہ ہے کہ نصیحت [۲۴۸] سے پہلے ایسی تمہید اٹھائی جائے جس سے دوسرا شخص خود بخود اُس کام کے چھوڑنے یا کرنے پر آمادہ ہو جائے جس کے لیے تم نصیحت کرنا چاہتے ہو۔ اور یاد رکھو بسا اوقات ایسا شخص جو بدون سیاست و تدبیر کے نصیحت کرتا ہے نصیحت کے بعد اپنے فعل پر نادم ہونا پڑتا ہے اور جب دوسرا شخص جسے نصیحت کی تھی اس کو ایذا دیتا ہے اس وقت یوں کہتا ہے کہ میں ہی ظالم اور قصوروار تھا کہ میں نے اس کو نصیحت کی۔ اب یہ شخص نصیحت کو جو شرعاً واجب ہے، ظلم قرار دیتا ہے حالاں کہ اس کو نصیحت کی وجہ سے ایذا نہیں پہنچی بلکہ طریقِ سیاست سے ناواقف ہونے کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔ خوب سمجھ لو یہ نفیس علم ہے۔

چوتھا باب

ان متفرق اُمور میں جن کا تعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے چوں کہ صحیح اور پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے بہت غلطیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں جیسا کہ اکثر عوام میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جب ان کو کچھ دین کی معلومات ہوتی ہیں اور دین کے کام میں لگتے ہیں تو علماء و مشایخِ کاملین کے معمولات پر اعتراض میں سبقت کرنے لگتے ہیں، کسی پر الزام ہوتا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے، کسی پر یہ اعتراض ہے کہ مستحبات پر بھی گرفت ہے، کسی پر یہ طعن ہے کہ روک ٹوک نہیں کرتے، کسی پر یہ اتّہام ہے کہ اُن کے یہاں بڑی سختی ہے کہ ہر چیز پر روک ٹوک ہے غرضیکہ اسی قسم کے اعتراض کر کے اپنے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں حتیٰ کہ بعض پڑھے لکھے حضرات کو بھی علمائے باعمل پر اعتراض کرتے دیکھا ان سب کا منشا وہی حدود کی ناواقفیت جس کی وجہ صحیح اور کامل علم نہ ہونا ہے حالاں کہ ان حضرات کا عمل سنت کے

---

[۲۴۸] حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی ہر شخص کو نصیحت و امر بالمعروف کی اجازت نہیں دیتے۔ خانقاہ میں سب کو منع کر رکھا تھا کہ کوئی کسی کو نصیحت نہ کرے بلکہ جس کو نصیحت کرنا ہو وہ ہم سے کہہ دے ہم خود اس کو نصیحت کر دیں گے۔ البتہ جن پر یہ اعتماد ہے کہ وہ تدبیر سے نصیحت کریں گے وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

موافق ہوتا ہے۔ اور ان کی مسامحت و نرمی اور سختی و گرفت سب بر محل ہوتی ہے۔ چناں چہ اس قسم کے معاملات کے متعلق مناسب معلوم ہوا کہ چند حدیثیں "التکشف" سے بعینہٖ نقل کر دی جاویں۔ ان کے مضامین سے ان شاء اللہ تعالیٰ حدود کا علم ہو گا۔ جس کی وجہ سے علمائے با عمل اور مشائخِ کاملین کے طریقِ عمل کی قدر و منزلت دل میں پیدا ہو گی۔ نیز جو لوگ حدود سے بلاواقف ہوئے تبلیغ کرنے لگتے ہیں موقع و محل کو نہیں دیکھتے ان کی غلطی و کوتاہی بھی ظاہر ہو جاوے گی۔ اوّلاً "التکشف" سے چند حدیثیں نقل کی جاویں گی جن کا تعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے پھر اور حدیثیں نقل ہوں گی جو بہت سی اغلاط کی رافع ہیں جن میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔ پھر اس کے بعد کچھ اکابر کے ارشادات متعلق تبلیغ مزید معلومات و بصیرت کے لیے نقل کیے جاویں گے۔ نیز ان میں تنبیہ بھی ہے مختلف اغلاط و کوتاہیوں پر۔

پہلی حدیث

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِي الدِّيْنِ اِنِ احْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ اَغْنٰى نَفْسَهٗ اَخْرَجَهٗ رَزِيْنٌ[۲۴۹]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے اگر کوئی اس کے پاس (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہنچادے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے تو بھی وہ اپنے آپ کو بے پروا کر کے رکھے۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

فائدہ: عادت عدمِ تصدّی یعنی "در پے کسے نہ شدن" جماعتِ صوفیا کے اکثر کا مسلک نصیحت کے باب میں یہ ہے کہ زیادہ کسی کے پیچھے نہیں پڑتے۔ ایک دو بار کہہ کر اپنا حق ادا کر دیا، اگر مان لیا بہتر ورنہ اپنے شغل میں لگتے ہیں۔ **اغنی نفسہ** اپنی عموم سے

---

[۲۴۹] جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۲۲۹/۹ (۲۳۶۸)، الفصل الخامس فی فضل العلماء، مکتبۃ الحلوانی

اس عادت کا ماخذ ہے۔ اور دوسری جزئی اس کی یہ بھی ہے کہ اپنی دنیوی حاجت ان کے سامنے پیش نہیں کرتا مگر بقرینۂ مقارنت استغناء جزئی اوّل اقرب ہے۔

دوسری حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَاتَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ یَلْبَثْ اَنْ بَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَسْرَعَ اِلَیْهِ النَّاسُ فَنَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اِنَّمَا بُعِثْتُمْ (بضم) مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ صُبُّوْا عَلَیْهِ سِجْلًا مِنْ مَّاءٍ اَوْقَالَ ذَنُوْبًا مِنْ مَّاءٍ اخرجه الخمسة الا مسلما-وهٰذا لفظ ابی داؤد والترمذی[۲۵۰]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اس نے دو رکعت پڑھی پھر دعا کی کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور (اس رحمت میں) ہم دونوں کے ساتھ کسی کو شریک مت کر (وہ یہ سمجھا کہ شاید رحمت محدود ہوگی اور اگر اور لوگ بھی شریک ہوں گے تو ہمارا حصہ گھٹ جائے گا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بھلے مانس!) تو نے ایک غیر محدود چیز کو (بزعم خود) محدود کر دیا۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف (روکنے کے لیے) دوڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ تم آسانی کرنے کو آئے ہو سختی کرنے نہیں آئے، اس پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو۔ روایت کیا اس کو بخاری ومالک وابوداؤد وترمذی ونسائی نے تیسیر ص ۲۷۸ ب۔

فائدہ: خُلق، رفق بر اقوال و افعالِ جاہلاں اکثر بزرگوں کی عادت ہے کہ جہلا کی

---

۲۵۰ جامع الترمذی: ۳۸/۱، باب ما جاء فی البول یصیب الارض، ایچ ایم سعید

حرکات پر تشدد نہیں کرتے بلکہ نرمی اور تحمل سے پیش آتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات کم فہموں کو مُداہنت کا شبہ ہو جاتا ہے۔ سو اس حدیث سے ایسے اُمور میں غایتِ نرمی اور ضبط کا اثبات ہوتا ہے اور مداہنت وہ ہے جس میں اپنی کوئی دنیوی غرض ہو۔ اور جہاں مصلحتِ دینیہ ہو وہ محمود ہے۔

تیسری حدیث

عَنْ وَهْبٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيْفٍ إِذَا بَايَعَتْ، قَالَ اِشْتَرَطَتْ اَنْ لَّا صَدَقَةَ عَلَيْهَا وَلَا جِهَادًا، وَاَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَيُصَدِّقُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ اِذَا اَسْلَمُوْا-- اخرجه ابوداؤد[۲۵۱]

وہب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبیلۂ بنی ثقیف کا قصہ ان کی بیعت کے وقت کا دریافت کیا، اُنہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ ان کے ذمہ یعنی ہمارے ذمہ زکوۃ اور جہاد نہ ہوگا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ یہ لوگ زکوۃ بھی دیا کریں گے اور جہاد بھی کیا کریں گے جب اسلام لے آویں گے (یعنی اس وقت ان سے قیل و قال جواب و سوال کی ضرورت نہیں، جس طرح یہ کہیں اسی طرح ان کی بیعت قبول کرلی جاوے پھر آپ ہی اسلام اور علم اور صحبت کی برکت سے درست ہو جاویں گے)۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تیسیر ص ۲۴۲۔

فائدہ: عادتِ تسامح فی الضروریات

احیاناً بعض دفعہ بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے پاس آنے جانے والوں کے ساتھ اور بالخصوص جن سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور کبھی اپنے متعلقین کے ساتھ بھی بعض قبائح پر چشم پوشی و خاموشی کر جاتے ہیں، اور اسی حالت میں ان کو اورادواذکار کی تلقین بھی کر دیتے ہیں، ترکِ قبائح کا انتظار نہیں کرتے۔ اس سے عوام کو شبہ مداہنت کا

۲۵۱؎ سنن ابی داؤد: ۲/۲۷، باب ما جاء فی خبر طائف، ایچ ایم سعید

ہو جاتا ہے۔ اور راز اس میں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرتِ خداداد سے سمجھ جاتے ہیں کہ جس خیر کی ان کو تعلیم کی گئی ہے یہی توبہ عن الشرک کے لیے رفتہ رفتہ کافی ہو جاوے گی۔ کبھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ تشدد کیا جاوے گا یہ اس خیر سے بھی باز رہیں گے اور اصل اسلام یا عزمِ توبہ ہی سے متوحّش ہو جاویں گے تو یہ خیر ہو جاوے غنیمت ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً ترکِ معصیت پر قدرت ان کی ضعیف ہے۔ بتدریج اس کی استعداد پیدا ہو جائے گی۔ یہ حدیث بزرگوں کے اس طرزِ عمل کی واضح اصل ہے۔

چوتھی حدیث

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ حِيْنَ خَطَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اَنَّ بَنِيْ هِشَامِ ابْنَ الْمُغِيْرَةِ اِسْتَاْذَنُوْنِيْ اَنْ يَّنْكِحُوْا ابْنَتَهُمْ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَلَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ اِلَّا اَنْ يُّرِيْدَ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَنْ يُّطَلِّقَ ابْنَتِيْ وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، وَاِنَّمَا هِيَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ، يُرِيْبُنِيْ مَا يُرِيْبُهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا يُؤْذِيْهَا اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِيُّ[۲۵۲]

مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دخترِ ابوجہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اس کی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علی ابنِ ابی طالب سے نکاح کر دیں سو میں کبھی اجازت نہ دوں گا پھر دوبارہ اور سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہ دوں گا، ہاں! اگر ابنِ ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دے دیں اور ان کی دختر سے نکاح کر لیں تو ایسا کریں۔ فاطمہ میرا لختِ جگر ہے، جس بات سے اس کو بے چینی ہو گی مجھ کو بھی ہو گی اور جس بات سے اس کو اذیت ہو گی مجھ کو بھی ہو گی۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی نے۔

---

۲۵۲ جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، باب ما جاء فی فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا، ایچ ایم سعید

فائدہ: عادتِ غضب پر بعض مباحاتِ خلافِ وضع

یہ نکاح مباح اور حلال تھا۔ چناں چہ قواعدِ شرعیہ سے بھی ظاہر ہے اور خود بعض روایات میں آپ کا صریح ارشاد بھی اس کے متعلق آیا ہے، مگر باوجود اس کے بمصالحِ مذکورہ حدیث آپ کو یہ نکاح ناگوار ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امرِ مباح سے اظہارِ ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جائے تو یہ تحریم حلال نہیں۔ بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوا ہے۔

پانچویں حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُوْشَكُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتْبَعُھَا بِھَا شَعْفَ الْجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ اخرجه البخاری ومالك وابوداؤدوالنسائی[۲۵۳]

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لیے لیے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں (جب کہ وہ خشک ہو جاویں) پھرے گا۔ اپنے دین کو لیے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مالک و ابو داؤد و نسائی نے۔ (تیسیر، ص:۳۸۳)

فائدہ: عادتِ عزلت بمصلحت

بعض بزرگوں نے اپنی خاص حالت کے اقتضا سے گوشہ اختیار کیا ہے، اس حدیث سے اس کا اذن بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے جب کہ اختلاط میں ضررِ دین کا اندیشہ ہو۔

---

۲۵۳ صحیح البخاری: ۷/۱ (۱۹)، باب من الدین الفرار من الفتن، المکتبة المظهرية

فائدہ: مسئلہ عدمِ تنافی بین الکمال و اسباب المعاش

بکریوں کا اسبابِ معاش ہونا ظاہر ہے۔ پس حدیث کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے۔ بعض عوام ان میں تنافی سمجھتے ہیں۔

چھٹی حدیث

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَاَیْتَنِی الْبَارِحَۃَ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِكَ لَقَدْ اُعْطِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاؤُدَ۔ اَخْرَجَہُ الشَّیْخَانُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَزَادَ فِیْ رِوَایَۃِ الطَّبْرَانِیِّ عَنْ مُسْلِمٍ: لَوْ عَلِمْتُ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّكَ تَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِیْ لَحَبَّرْتُہٗ لَكَ تَحْبِیْرًا[۲۵۴]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھ کو گزشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا، واقع میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطا ہوا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔ اور طبرانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! واللہ! اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپ کے خاطر اس کو خوب ہی بناتا اور سنوارتا۔ (تیسیر۔ ص:۳۵۸)

فائدہ: مسئلہ ریا نبودن تحسینِ عمل برائے تطییبِ قلوبِ صلحاء

بزرگوں کا دل خوش کرنے کے لیے اگر کوئی طاعت یا خدمت اچھی طرح کی جاوے کہ مخلّٰی بالطبع ہو کر اس طرح نہ کرتا تو ظاہر میں اس میں شبہ ریا کا معلوم ہوتا ہے مگر چوں کہ تطییبِ قلبِ اہل اللہ بلکہ مطلق مسلم خود عبادت ہے تو اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ

۲۵۴؎ الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم: ۱/۳۱۴(۴۷۳)، دار ابن حزم

ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کر رہا ہے، اس لیے ہرگز یہ ریا نہیں ہے۔ حدیث میں اس کے استحسان پر صاف دلالت ہے۔ اس نادان کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمایش سے جو قرآن عمدہ طرح پڑھنے کی عادت ہے شاید یہ اچھا نہ ہو۔ الحمد للہ! کہ اس حدیث کا سرِ دقیق جس کی ابھی تقریر کی گئی ہے، قلب میں فائض ہوا یہ شبہ بالکل دفع ہوگیا۔ پھر اس حدیث سے اس کی اور تائید ہوگئی۔ اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبلانِ الٰہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے، بلکہ ان کی طلبِ رضا مثل طلبِ رضائے حق تعالیٰ کے ہے جب کہ دونوں میں تعارض نہ ہو، اور راز اس میں یہی ہے کہ اس کی رضا کو رضائے حق کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ پس مطلوب بالذات طلبِ رضائے حق ہی ہے۔ لِاَنَّ السَّعْیَ فِی الطَّرِیْقِ سَعْیٌ فِی الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَقْصُوْدِ

ساتویں حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: لَقِیَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ طَرِیْقِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ، فَقَالَ ھُوَ اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اٰمَنْتُ بِاللہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ، مَاذَا تَرٰی، قَالَ: اَرٰی عَرْشًا عَلَی الْبَحْرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسٍ عَلَی الْبَحْرِ رواہ مسلم[۲۵۵]

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنِ صیَّاد سے (کہ من جملہ دجّالین کے ایک دجّال تھا) مدینہ کے کسی رستے میں ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں

۲۵۵؎ صحیح مسلم: ۲/ ۳۹۷، باب ذکر ابن صیاد، ایچ ایم سعید

پر ایمان لاتا ہوں (پس جو رسول نہیں اس کی رسالت کی شہادت نہیں دیتا۔ مگر آپ نے دفعِ فتنہ کی مصلحت سے مبہماً فرمایا) اچھا یہ بتلا کہ تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ کہنے لگا: ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ کو شیطان کا تخت پانی پر نظر آتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

فائدہ: عادتِ توریہ در خوفِ فتنہ

بعض بزرگ کسی حاکم یا کسی جاہل کے فساد سے بچنے کے لیے بعض باتیں مبہم فرمادیتے ہیں جس سے بعض ظاہر پرستوں کو شبہ اخفائے حق کا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی مصلحت معتدبہ عند الشرع سے ہو تو وہ بالکل اس حدیث کے موافق ہے۔

فائدہ: اصلاح عدمِ غرور بکشف وعدمِ اعتدادِ کشف خلافِ شرع

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ باطل کو بھی کشف ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر کشف مقبول و محمود نہیں۔ چناں چہ عرشِ ابلیس کے انکشاف کو معرضِ مذہب میں فرمایا گیا۔ پس جو لوگ کشف کو علامت ولایت کی سمجھتے ہیں یا ہر کشف پر اعتماد کرتے ہیں ان کو یہ حدیث دیکھ کر دونوں امر کی اصلاح واجب ہے۔

آٹھویں حدیث

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَفِیْہِ قَالَ: اِنَّ عَدُوَّ اللہِ اِبْلِیْسَ جَاءَ بِشِہَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِیَجْعَلَہٗ فِیْ وَجْہِیْ--الحدیث-رواہ مسلم[۲۵۶]

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دشمنِ خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔

۲۵۶؎ صحیح مسلم: ۲۰۵/۱، باب جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰۃ والتعوذ منہ، ایچ ایم سعید

روایت کیا اس کو مسلم نے۔(اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔)

فائدہ: متفرقات۔ تنبیہِ اکابر بر عدم الامن من الشیطان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اس کو شیطان سے بے فکر نہ ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈال دے۔ اس خبیث کی جرأت دیکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی تک پہنچنے کا اس کو حوصلہ ہوا۔ مگر چوں کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں کرا سکتا اس لیے اسے اضرارِ جسمانی ہی کی ہوس ہوئی۔

نویں حدیث

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمٍ شَدِیْدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ فَکَانَ النَّاسُ یَمْشُوْنَ خَلْفَهٗ فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَّ ذٰلِكَ فِیْ نَفْسِهٖ فَجَلَسَ حَتّٰی قَدَّمَهُمْ اَمَامَهٗ لِئَلَّا یَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْکِبَرِ--- رواہ ابنُ ماجة[۲۵۸]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گزرا پس آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تاکہ کوئی اثر بڑائی کا آپ کے قلب میں نہ واقع ہو جائے۔ روایت کیا اس کو ابنِ ماجہ نے رحمۃ مہداۃ ص ۲۵۶۔

فائدہ: متفرقات۔ فکرِ اصلاح اکابر را

اور اسی حدیث کے اس مضمون پر اصل رسالے کو ختم کرتا ہوں، کیوں کہ خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہے، تاکہ رسالہ جن علوم و اعمال کو متضمن ہے یہ تخویف

۲۵۸ سنن ابن ماجة: ۱۱۸ (۲۴۵)، باب من کرہ ان یوطأ عقباہ، المکتبة الرحمانية

ان کی موافقت و امتثال کے لیے بیدار کر دے۔ نیز اس میں تاسّی و اقتدا قرآنِ مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت اس کی یہ ہے مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ پس عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کاملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں، اور ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعمِ کمال کے بعد اپنی نگرانیٔ حال سے بے فکر ہو جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اکابر کو فارغ ہو کر بیٹھنا نہ چاہیے۔ مثل مبتدی کے اہتمام و اصلاحِ اعمال اور اندیشۂ تغیرِ حال میں لگا رہنا چاہیے اور اسی میں خیریت ہے۔ قال اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ [۲۵۸] وَلَنِعۡمَ مَا قِیۡلَ۔

غافل مرو کہ مرکبِ مردانِ مردرا
در سنگلاخِ بادیہ پے ہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

❖❖❖❖

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قرب ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہو گئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اخترؔ

۲۵۸؎ التوبۃ:۱۱۹

مجالسِ ابرار (حصّۂ دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

احقر مؤلفِ رسالۂ ہٰذا محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ۱۶ برس کے بعد احقر کو ۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو اپنے اکابر و احباب کی خدمت میں حاضری کے لیے ہندوستان کے سفر کی توفیق ہوئی۔ حضرت مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی صحبت و معیتِ مبارکہ ایک ماہ مسلسل ہردوئی میں اور اس کے علاوہ بمبئی و حیدرآباد دکن کے اسفار میں حاصل رہی، نیز مختصر مختصر مدت کی صحبت الٰہ آباد اور اعظم گڑھ میں بھی حاصل رہی۔ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم کے ارشادات کو احقر قلم بند کرتا رہا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرتِ اقدس کو اصلاحِ اُمت اور احیائے سنت نیز اصلاحِ منکرات کے لیے عالمی سطح پر عجیب حوصلہ اور توفیق بخشا ہے۔ اور نیز اصلاحِ نفس کے باب میں حق تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو نہایت ہی عظیم ملکہ عطا فرمایا ہے۔

حضرتِ اقدس کے ۱۶۴۔ ارشادات کا ایک مجموعہ مجالسِ ابرار حصّہ اوّل پہلے ہی اکابرِ اُمت کے تقاریظ کے ساتھ طبع ہو گیا ہے، اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ حصّۂ دوم میں بھی حضرتِ اقدس کے ارشادات حُسن و خوبی سے جمع ہو جاویں۔ اور حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول اور نافع فرمائیں، آمین اور جلد طبع ہو جاوے۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۸/ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادات

حضرتِ اقدس مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامتِ برکاتہم

ناظمِ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی، یوپی، ہند

۱۶۵۔ارشاد فرمایا کہ: وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ [۲۵۹] حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: نصیحت کیجیے بے شک نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کو بیان فرماکر حضرت والا نے فرمایا کہ نصیحت بار بار کرتا رہے۔ کبھی بہت دن کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ مولوی شبیر علی صاحب نے اپنے کسی عزیز سے سگریٹ کی عادت چھڑانا چاہا تو اس کو سگریٹ چھوڑنے پر نصیحت فرماتے رہے، سو مرتبہ تک ان کی نصیحت نے موصوف پر اثر ظاہر نہ کیا، جب ایک سو ایک مرتبہ کی تعداد ہوئی تو انہوں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک حکایت ارشاد فرمائی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیت الخلاء میں تھے، دو شخص باہر تھے، ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ میں نے فلاں شخص کو نماز کے لیے متعدد بار کہا اس نے میری نصیحت نہ مانی تو میں نے پھر کہنا چھوڑ دیا۔ دوسرے نے کہا: واہ میاں واہ! وہ تو اپنی بُری بات پر جما رہا اور آپ اپنی اچھی بات پر یعنی نصیحت کرنے پر قائم نہ رہے اور ترک کردیا۔ یہ تو آپ نے اچھا کام نہ کیا کہ کوئی بُرائی نہ چھوڑے اور آپ بھلائی کو چھوڑ دیں۔ آپ کو نصیحت کا کام جاری رکھنا چاہیے تھا۔ حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور اپنے احباب میں اس کا ذکر فرمایا۔

---

[۲۵۹] الذّٰریٰت:۵۵

۱۶۶۔ **ارشاد فرمایا کہ** ایک بار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں فلاں جگہ جایا کرتا ہوں وہاں کے احباب ہدیہ دیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی اس عادت کی بنا پر مجھے انتظار ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ حدیثِ پاک کے حکم کے مطابق جب اِشراف (انتظار) ہو جاوے تو ہدیہ قبول نہ کرنا چاہیے۔ حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! آپ کی برکت سے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی ہے کہ اگر وہ لوگ ہدیہ نہ دیں تو کیا آپ کو گرانی ہو گی۔ فرمایا: نہیں! گرانی تو مطلق نہ ہو گی۔ تو فرمایا: پھر یہ اِشراف نہیں ہے۔ یہ انتظار خیال کے درجے میں ہے۔ اشراف اس انتظار کو کہتے ہیں جس کے نہ ملنے پر تکلیف محسوس ہو۔

۱۶۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں عید کی نماز پڑھائی، خطبۂ عید سے فارغ ہونے کے بعد اعلان فرمایا کہ علماء نے مصافحہ بعد نمازِ عید کو بدعت لکھا ہے۔ فتویٰ دینا تو مفتی حضرات کا کام ہے مگر مجھے کثرتِ مصافحہ سے تکلیف ہوتی ہے (کمزوری کے سبب)۔ پھر میں نے ہردوئی کے بارے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا کہ مجھے کیا عنوان بعد نمازِ عید مصافحہ سے روکنے کے لیے اختیار کرنا چاہیے؟ ارشاد فرمایا کہ آپ کے وہاں بدعت کا لفظ موحش ہو گا، آپ کے یہاں یہ مناسب ہے کہ یہ عمل سنت نہیں ہے۔ یہ عنوان نرم ہے۔ ہر مقام کے مناسب حال عنوان اختیار کیا جاوے۔ بہرحال اپنے بڑوں سے ان معاملات میں مشورہ کرتا رہے۔ نکیر تو کرے مگر تحقیر نہ کرے۔ اور عنوان موحش نہ ہو۔ اور یہ باتیں بدون صحبتِ اکابر و مشائخ خالی علم سے نہیں سمجھ میں آتی ہیں۔ الحمد للہ! کہ بار بار کی روک ٹوک مناسب عنوان سے یہاں جو جاری رہا اب ہردوئی کی عید گاہ میں بھی یہ رواج تقریباً متروک ہو گیا۔

۱۶۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** اگر کسی کار کے انجن میں پیٹرول بھر دیا جائے مگر پیٹرول کی ٹنکی میں سوراخ ہو جس سے پیٹرول سڑکوں پر گرتا رہے تو کچھ دیر چل

کر کار کھڑی ہو جاوے گی، اسی طرح سالک ذکر کے انوار سے اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرتا ہے مگر دل کے نور کی ٹنکی کو شیطان اور نفس آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کے گناہ سے خالی کر دیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رُک جاتی ہے۔ پس ہر گناہ کی عادت سے سچی توبہ ضروری ہے۔ بالخصوص بد نظری اور گندے خیالات اور بد گمانی اور غیبت سے کہ اس زمانے میں ان معاصی میں بہت کثرت سے ابتلا ہے۔ اپنے شیخ و مرشد سے سب حالات کہہ کر مشورہ کرتا رہے اور عمل کرتا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ راستہ ضرور طے ہو جاوے گا۔

احقر مرتّب عرض کرتا ہے کہ گرتا ہوا پھر سنبھلتا ہوا راستہ چلتا رہے تو بھی راستہ طے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا گر کر پڑا ہی رہنے والا محرومِ منزل ہوتا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

ایک بڑے عالم جو ایک مشہور ادارے کے شیخ الحدیث بھی تھے، حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت طبیعت میں کچھ گرانی سی محسوس ہوتی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید میرے اندر اخلاص کی کمی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاص تو ہے مگر بشاشت نہیں ہے، اور بشاشت اور اخلاص میں تلازم نہیں۔ جی نہ چاہنے سے اعمال کا اَجر دگنا ہو جاتا ہے۔

۱۶۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** کسی مصلح اور مرشد کی داروگیر اور سختی کرنے پر اُسے چھوڑ کر دوسرے شیخ کے یہاں بھاگنا دراصل اخلاص کے منافی ہے، اور محض حظِّ نفس ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ طبیب نے دوائے تلخ تجویز کی اور مریض میٹھی دوا کے لیے اسے ترک کر دے۔

۱۷۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** مولوی شبیر علی صاحب ایک مرتبہ حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی مشورے کے لیے گئے، پھر جب اپنے دفتر میں آگئے تو

حضرت ان کے دفتر میں تشریف لائے اور فرمایا: میاں شبیر علی! میرا فلاں کام ہے۔ تو مولوی شبیر علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے پاس تو ابھی گیا تھا، وہیں فرمادیتے۔ تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ والا نے فرمایا کہ پھر میرے پاس تمہیں آنے میں فکر ہو جاتی کہ بڑے ابّا کوئی کام نہ بتادیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بے فکری سے آپ کا آنا جانا ہو۔

کسے را با کسے کارے نباشد
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

۱۷۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر جمعہ کے دن انتقال ہو اور کفن و دفن کا انتظام قبل جمعہ ہو سکتا ہو تو نمازِ جمعہ کا انتظار اس خیال سے کہ نمازِ جنازہ میں شرکاء کی تعداد زیادہ ہو جاوے جائز نہیں۔

۱۷۲۔ **ارشاد فرمایا کہ** اجتماعی دُعاؤں میں جیسا کہ ہر فرض نماز کے بعد مساجد میں ہوتی ہیں تو ہر شخص صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ ہر ایک کو شامل کر کے یوں دُعا کرے کہ یا اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو علمِ نافع عطا فرما، ہم میں سے ہر ایک کو عمل مقبول و رزقِ واسع عطا فرما، اور ہم میں سے ہر ایک کی پریشانی دور فرما، اور ہم میں سے ہر ایک کی ہر جائز حاجت پوری فرما تو مسجد میں مثلاً سو نمازی ہیں تو ہر ایک کو سو آدمیوں کی دُعائیں مل جائیں گی۔

اس کے فوائد اور بھی ہیں کہ ہر شخص دوسرے کو اپنے لیے دُعا گو سمجھے گا جس سے اس کی محبت پیدا ہوگی اور حسد کا علاج بھی ہو جاوے گا۔ مدارس میں اور مساجد میں اس طرزِ دُعا کو جاری کرنا چاہیے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اکابر کی برکت سے میرے قلب میں یہ طریقہ القاء فرمایا ہے۔ مدارس کے احباب صرف اپنے مدرسے کے لیے دعا نہ کریں۔ بلکہ یوں دعا کریں کہ اے اللہ! جملہ مدارسِ دینیہ کی نصرت فرما، اور جملہ خدّامِ دینی کو صحت و قوت اور اخلاص عطا فرما۔ اس دعا کی برکت سے جملہ خدّامِ دین اور خدّامِ مدارس میں رابطہ اور محبت کا تعلق قائم ہو گا۔ حسد اور مقابلہ بازی سے حفاظت ہو گی۔ ہر خادمِ دین اور خادمِ مدرسہ کو چاہیے کہ وہ دوسرے خدّامِ دین کو اپنا رفیق

سمجھے فریق نہ سمجھے۔ جیسے ریل کا محکمہ ٹکٹ دینے والا اور گارڈ اور ٹی ٹی اور سگنل دکھانے والا سب ایک دوسرے کو ریلوے کا ملازم سمجھ کر آپس میں اپنے کو ایک دوسرے کا رفیق اور مددگار سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کا لحاظ اور مراعات رکھتے ہیں۔ حسد کی بیماری آپس میں تقابل اور تفاضل سے پیدا ہوتی ہے۔ پس خدّامِ دینی اور احبابِ مدارس کو اپنے اپنے کاموں کا تعارف تو کروانا چاہیے لیکن تفاضل اور تقابل نہ کرانا چاہیے کہ اس سے دوسرے دینی خدام کی تحقیر ہوتی ہے جو منافرت کا سبب بنتی ہے اور پھر آپس میں حسد کی بیماری لگ جاتی ہے۔

۱۷۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** کسی چیز کا نافع ہونا اس کے کافی ہونے کی دلیل نہیں۔ پس کسی جماعت کا اپنے طریقۂ خدمتِ دینی کے متعلق یہ کہنا کہ بس صرف یہی طریقہ نافع ہے حد سے تجاوز اور جہل و نادانی ہے۔ اکابر اور مقبولین اور بزرگانِ دین سے کہیں بھی اس قسم کی باتیں ثابت نہیں۔ یہ باتیں کم علم اور غیر صحبت یافتہ نادان لوگ کرتے ہیں۔

جس طرح تزکیۂ نفس کے لیے اہلِ خانقاہ کی خدمات نافع تو ہیں لیکن کافی نہیں کہہ سکتے، اور قرآنِ پاک کی تعلیم قواعد کی رعایت سے ہو اس کے لیے قرآنِ پاک کے مدارس کی بھی ضرورت ہے، پس کوئی شعبہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ کا مظہر ہے، کوئی شعبہ يُزَكِّيْهِمْ[۲۶۰] کا مظہر ہے۔ علمِ دین کی درسگاہیں بھی ضروری ہیں کیوں کہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ[۲۶۱] کا حکم قرآن نے بیان فرمایا ہے اور جب مَآ اُنْزِلَ کا علم ہی نہ ہوگا تو کس چیز کی تبلیغ ہوگی! مثلاً وضو کی سنتیں ہیں پہلے خود سیکھے گا تب تو دوسروں کو سکھائے گا۔

۱۷۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** آج کل علمِ صحیح نہ ہونے سے بہت سے لوگ نمازِ وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تمام نمازیں کھڑے ہو کر پڑھیں حتیٰ کہ تراویح کی بیس رکعات کھڑے ہو کر پڑھ لیں تو وتر کے بعد دو رکعت کیوں بیٹھ کر پڑھتے ہیں جب کہ بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب آدھا ملتا ہے۔ معلوم ہوا

۲۶۰؎ البقرة:۱۲۹
۲۶۱؎ المائدة: ٦٧

کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل کو بیٹھ کر پڑھنے کا ایک رواج چل پڑا ہے اور ہر شخص دیکھا دیکھی نقل کرتا ہے۔ کسی عالم سے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ جس کا انجام یہ ہے کہ پورے ثواب سے محروم ہو کر آدھے ثواب پر خوش ہیں۔ یہ علمِ صحیح نہ حاصل کرنے کا انجام ہے۔

۱۷۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** ہمارے یہاں نورانی قاعدے میں بارہ مرتبہ امتحان ہوتا ہے۔ ایک تختی جب تک سو فیصد خوب یاد نہ ہو جاوے اور امتحان میں پاس نہ ہو جاوے آگے ترقی نہیں دی جاتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں تجوید کا مقام ہمارے یہاں الحمدللہ! معیاری ہے۔ نیز حفظِ قرآن کی پختگی اس طرح ہوتی ہے کہ بعض بچوں کا پندرہ رمضان کو ختم ہوا اور انہوں نے تراویح میں پورا قرآن سنا دیا۔

۱۷۶۔ **ارشاد فرمایا کہ** اگر طلباء کسی جلسے میں قرآنِ مجید غلط پڑھیں تو ان کو اسی وقت ٹوک دینا چاہیے۔ محض مدرسے کی سبکی یا بچوں کی توہین کے خوف سے احکم الحاکمین کا کلام غلط پڑھنے پر خاموش رہنا کیسے جائز ہو گا؟

۱۷۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** آج کل جھگڑا اور فساد کی جڑ حُبِّ جاہ ہے۔ ہر شخص بڑا بننے کی کوشش میں ہے۔ امام بننے میں تو جھگڑا ہوتا ہے مگر مقتدی بننے میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ جھگڑا امامت میں ہے۔

۱۷۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** اذان کے وقت تلاوت اور ذکر روک دے۔ جب سنت پر عمل کرے گا تو قلب میں نور پیدا ہو گا۔ پھر نورِ قلب سے تلاوت کرے گا تو خوب نور پیدا ہو گا۔

۱۷۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** مؤذن ایسا ہو جو امامت بھی کر سکے۔ ایک مقام پر مؤذن نے بہت عمدہ نماز پڑھائی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مؤذن ہیں۔ میں نے تنخواہ معلوم کی تو بتایا پونے چار سو روپیہ، اور امام کی تنخواہ گیارہ سو روپیہ۔ بہت خوشی ہوئی۔ آج ہر کام میں اس کام کا ماہر تلاش کیا جاتا ہے مگر قرآن پڑھانے کے لیے اور اذان دینے کے لیے اور امامت کے لیے سستا تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ دین کی بے وقعتی نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۸۰۔ ارشاد فرمایا کہ اہلِ بدعات کی اصلاح کے لیے ایک نافع صورت یہ ہے کہ سنتوں کی خوب ترویج کی جاوے۔ مدرسہ اور مسجد میں ایک ایک سنت روز بتائی جاوے۔ اور بالخصوص مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی سنتوں پر عملی مشق کرائی جائے۔ اور کسی قدر آواز سے مسجد میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ خود پڑھیں اور بچوں سے پڑھوائیں۔ اسی طرح نکلتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ[۲۶۲] پڑھیں۔ طلباء سے اور نمازیوں سے پڑھوائیں تو اہلِ بدعات کا یہ غلط خیال کہ ہم لوگ صلوٰۃ وسلام کے منکر یا تارک ہیں دور ہو جاوے گا۔ اور بِسْمِ اللّٰهِ ودرود شریف کا مسجد میں داخل ہونے اور نکلتے وقت پڑھنے کا ثبوت مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ اسی طرح ہر روز مساجد میں ایک ایک لفظ کے معنٰی بتایئے سورۂ فاتحہ، درود شریف اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ اس طرح سے نماز اور اذان میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے ان کا ترجمہ سب کو یاد ہو جاوے گا۔ اور بچوں کو یا بڑوں کو ایک سنت جو سکھائی جاوے اس کو پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر سکھائیں۔ اس طرح سنت کا نور مسجدوں سے گھروں تک پھیل جاوے گا۔

۱۸۱۔ ارشاد فرمایا کہ ہر سنت میں تین شانیں ہیں: سنت کا طریقہ اجمل، اسہل، اکمل ہوتا ہے۔ مثلاً: ہاتھ دھو کر کھانا یہ اجمل ہے کہ صفائی سے جمال پیدا ہوتا ہے، اپنے سامنے سے کھانا اسہل ہوتا ہے، اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا اکمل ہوتا ہے کیوں کہ کمال نعمت کا یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو بھی یاد رکھیں۔

۱۸۲۔ ارشاد فرمایا کہ ایک نفعِ لازم ہے اور ایک نفعِ متعدی ہے۔ ہمارے اکابر نفعِ متعدی کو ترجیح دیتے ہیں۔ چناں چہ ہمارے مدرسے کے ایک استاد قاری۔۔۔۔ صاحب جو آج کل مدینہ شریف میں ہیں وہاں کے لوگ ان کو مستقلاً

۲۶۲ صحیح البخاری: ۶۱/۱ (۴۲۷)، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ، المکتبۃ المظہریۃ

قیام کے لیے روک رہے ہیں لیکن جب انہوں نے شیخ الحدیث صاحب سے (جو ان کے شیخ و مرشد ہیں) مشورہ لیا تو فرمایا کہ ہندوستان واپس جاکر ہردوئی میں کام کرو، میں تو بوڑھا ہوچکا ہوں دین کی خدمت کے قابل نہ رہا اس لیے میری اور بات ہے۔ مجھے بھی پاکستان بلایا جارہا تھا اور ایک رئیس تمام طلباء کو ہوائی جہاز سے بلانے پر خواہش مند تھے اور زمین دینے کو بھی تیار تھے لیکن حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری نے فرمایا کہ نہیں! آپ یہاں ہی رہ کر دین کا کام کریں۔ اور مولانا محمد شفیع بجنوری رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے صاحبِ کشف تھے، ان کو یہ کشف ہوا کہ میں ہندوستان ہی میں دین کا کام کروں۔

پھر نفعِ متعدی کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک جگہ تو نفع یقینی ہے دوسری جگہ نفع موہوم اور مظنون۔ تو یقینی نفع کو ترجیح دی جاوے گی۔ مگر یہ تقدیم اور ترجیح کا مسئلہ ہے، نہ کہ نفعِ متعدی میں اس قدر مشغول ہوجاوے کہ نفعِ لازم کا خیال ہی نہ رہے۔ خدّامِ دین کے لیے توجہ الی اللہ، استغفار اور ذکر کا التزام بھی ضروری ہے۔ اس سے ان کی تعلیم میں برکت ہوگی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ دو ماؤں میں ایک وہ جو تندرست ہے اور اچھی غذا کھاتی ہے دوسری ماں وہ ہے جو بیمار ہے اور کمزور ہے اور اچھی غذاؤں سے محروم ہے تو اس کے بچے بھی کمزور ہوں گے اور پہلی والی کے بچے بھی تندرست وطاقتور ہوں گے، کیوں کہ اس کے دودھ زیادہ ہوگا۔

۱۸۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** دینی خُدّام کو اپنے اکابر کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ بھی رہنا چاہیے۔ جیسے خوردہ فروش کہ بڑے کارخانے سے مال لیتے ہیں پھر دوسروں کو سپلائی کرتے ہیں۔ ایک طرف سے لے دوسری طرف دے۔ اس طرح نفس میں بڑائی بھی نہیں آنے پاتی۔ ورنہ مسندِ مشیخت پر جم کر بیٹھ رہنے سے پھر شیطان دماغ خراب کردیتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھ لیا وہ مستقل بدذات ہوگیا۔

۱۸۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** تبلیغی جماعت کی بنیاد جب ایک عالمِ ربّانی کے ہاتھ سے

ہوئی تو مدرسے کا احسان اور اس کے وجود کو ضروری تسلیم کرنا ہوگا۔ اسی طرح انہوں نے ایک بزرگ سے تزکیۂ نفس کرایا تو خانقاہ کا احسان اور اس کا وجود بھی ضروری تسلیم کرنا ہوگا۔ اگر کسی غیر عالم سے اس جماعت کی بنیاد پڑی ہوتی تو اب تک کتنی گمراہی پھیلی ہوتی! پس دین کے تین شعبے ہیں: تعلیم، تزکیہ، تبلیغ۔ ہر ایک شعبے والوں کو ایک دوسرے کا معاون اور رفیق سمجھنا چاہیے۔ جیسے ڈاکخانے کے محکمے میں کوئی مہر لگارہا ہے، کوئی رجسٹری اور خطوط تقسیم کررہا ہے، کوئی پارسل کررہا ہے وغیرہ۔

۱۸۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** شاہ زادوں کو گھڑی بنانا اور ہوائی جہاز بنانا نہیں سکھایا جاتا، ان کو آدابِ سلطنت اور آدابِ خسروانہ سکھائے جاتے ہیں۔ پس جن حضرات کی پوری توجہ حق تعالیٰ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہے وہ شاہ زادے ہیں۔ ان کا کام فنون سیکھنا نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر سرکاری آدمی کو تجارت کی اجازت دے دی جائے تو پھر سرکاری کام کے قابل یہ شخص نہ رہے گا۔ اگرچہ تجارت کا نفع صرف ایک دن کا اس کی سال بھر کی تنخواہوں کے مجموعے سے بھی بڑھ جاوے۔ پس تجربے سے یہی معلوم ہوا کہ دین کی تعلیم کے ساتھ اگر دنیا کی تعلیم بھی دی گئی تو آدمی دین کا نہیں رہتا، دنیا ہی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ پس مخدوم کا کام الگ ہے خادم کا کام الگ ہے۔ اگر مخدوم بھی خادم کا کام کرنے لگے تو مخدوم کا کام کون کرے گا! اگر اسٹیشن ماسٹر کنٹرولر سگنل نہ دے تو گارڈ اور ڈرائیور کچھ نہیں کرسکتے، مگر عام لوگ ریل چلانے میں گارڈ اور ڈرائیور ہی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کیوں کہ بظاہر یہ نظر آتے ہیں اور کنٹرولر اندر ہوتا ہے نظر نہیں آتا۔ نیز تجربہ ہے کہ اگر اخلاص سے دین کی خدمت میں لگا رہے تو دنیاوی کاموں میں حق تعالیٰ غیب سے مدد فرماتے ہیں اور تھوڑی روزی میں بڑی برکت دیتے ہیں، اور سکونِ قلب اور فراغِ قلب کی جو نعمت ہے وہ الگ ایک بڑا انعام ملتا ہے جو ہفت اقلیم کی سلطنت سے بھی افضل ہے۔

۱۸۶۔ **ارشاد فرمایا کہ** رات کی رانی خوشبو دیتی ہے مگر بولتی نہیں ہے اور قریب والوں کا دماغ معطّر کرتی رہتی ہے، اسی طرح شیخ کا سکوت بھی نافع سمجھے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنا ہر حال میں نافع ہے۔

۱۸۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** حدیثِ پاک میں ہے کہ تم کو موت نہ آئے گی یہاں تک کہ اپنا رزق مکمل طور پر نہ کھالوگے۔[۲۶۳] معلوم ہوا کہ رزق خود تلاش کرتا ہے اپنے کھانے والوں کو۔ چناں چہ دیکھیے چھپکلی کے پاس پر نہیں ہیں لیکن پروانے خود اُڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

۱۸۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** ترمذی شریف کی روایت ہے کہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس صبح و شام تین تین بار پڑھ لیں تو حق تعالیٰ سب بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔[۲۶۴] گھر کے بچوں کو بھی یاد کرا دینا چاہیے۔

۱۸۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** سیمنٹ کی سڑک پر کچے مکانات گر جاویں تو سڑک پر بہت کافی مٹی جمع ہو جانے سے وہ کچی سڑک معلوم ہونے لگے، اب کوئی کہے کہ اس کچی سڑک کے نیچے پختہ سڑک سیمنٹ والی ہے تو کچھ لوگ مخالفت کریں گے کہ ہم تو باپ دادا سے اسی طرح کچی سڑک دیکھتے آرہے ہیں اور کچھ لوگ موافق ہوں گے کہ یہ صحیح بات ہے، پھر جب کھدائی ہوگی اور مٹی صاف کر دی جاوے گی تب سیمنٹ کی صاف سڑک نظر آنے لگے گی۔ پس مجدّد کا یہی کام ہے۔ جب سنّت کی سڑک پر بدعات اور رسومات کی مٹی جم جاتی ہے تو اس کی کھدائی ضروری ہے اس کے بعد ہی سنّت کی سڑک ملتی ہے۔

۱۹۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری جنازے کی نماز مسجدِ نبوی کے اندر نہ ہو باہر پڑی جاوے، کیوں کہ حنفیہ کے نزدیک مسجد کے اندر جنازے کی نماز مکروہ ہے۔ یہ بزرگ جنت البقیع

۲۶۳؎ شعب الایمان: ۲/۶۷ (۱۱۸۵)، باب التوکل باللہ عزوجل والتسلیم لامرہ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

۲۶۴؎ مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۱۸۸، کتاب فضائل القراٰن، المکتبۃ القدیمیۃ

میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب مدفون ہیں۔

۱۹۱۔ارشاد فرمایا کہ سنت کے معنیٰ کامل عمل اور صحیح عمل ہے۔

۱۹۲۔ارشاد فرمایا کہ جب رزق میں تنگی ہو تو اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور گھر والوں کے اعمال پر نظر ڈالے کہ حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی تو نہیں ہو رہی ہے۔

۱۹۳۔ارشاد فرمایا کہ دینی فضیلت کے ساتھ دنیوی فضیلت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اوّلیت میں ہے کہ بعض وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض یہودیوں سے قرض لینا پڑا۔ آج کل اگر کوئی صالح دیندار قرض لیتا ہے تو لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ دیندار ہو کر قرض مانگتے ہیں۔

۱۹۴۔ارشاد فرمایا کہ کھانے کے وقت جن باتوں کا تذکرہ نہ کیا جاوے ان کی فہرست یہ ہے: (۱) بیماری کا ذکر (۲) موت کا ذکر (۳) کسی فکر و تشویش کی بات (۴) علمی دقیق باتیں (۵) سلام نہ کرے (۶) کھانے میں عیب نہ نکالے۔

۱۹۵۔ارشاد فرمایا کہ صحت اور تقویٰ کی نعمت حاصل ہو تو یہ مال داری سے افضل ہے۔ صِحَّةٌ لِّمَنِ اتَّقٰی خَیْرٌ مِّنَ الْغِنٰی[۲۶۵]

۱۹۶۔ارشاد فرمایا کہ مشقت مقاصد میں مطلوب ہے مگر ذرائع اور وسائل میں مقصود نہیں، کہ سایہ ہوتے ہوئے دھوپ میں وضو کرے اور ثواب کی توقع رکھے، یہ نادانی ہے۔ اسی طرح بس کے ہوتے ہوئے مدینہ شریف کا سفر اونٹ سے کرے اپنے کو تکلیف پہنچا کر، تو ایسا عمل کرنا ذرائع میں مطلوب نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

ترکِ دنیا کر نہ ہر لذت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطاں لاکھ درپے ہوں مگر
تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

۲۶۵؎ سنن ابن ماجۃ: ۲/۲۷۲(۲۱۴۱)، باب الحث علی المکاسب، المکتبۃ المظہریۃ

۱۹۷۔ارشاد فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ دس ہیں، جن کا نام میں نے مظلمات رکھا ہے، کیوں کہ ان سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اخلاقِ حمیدہ بھی دس ہیں، ان کا نام میں نے منوّارت رکھا ہے، کیوں کہ ان سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ان باتوں کو میں نے اپنے طلباء کو زبانی یاد کرادیا ہے۔

اخلاقِ رذیلہ یعنی مظلمات دس یہ ہیں:(۱)زیادہ کھانے کی ہوس (۲)زیادہ بولنے کی ہوس اور دُھن (۳) بیجا غصّہ کرنا(۴)حسد کرنا(۵)بخل کرنا اور مال کی محبت (۶)شہرت اور جاہ کی محبت (۷)دنیا کی محبت (۸) تکبر کرنا جس کی حقیقت حدیثِ پاک میں لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول نہ کرنا ہے[۲۶۶] (۹) عجب یعنی اپنے کو ٹھیک سمجھنا اپنے کو بَڑھیا اور اچھا سمجھنا اور اپنے کو اصلاح کا محتاج نہ سمجھنا یہ آثار و علاماتِ عجب ہیں، نیکی کرتے رہنا اور ڈرتے رہنا یہ اللہ والوں کی علامت ہے، اور نیکی پر اکڑنا اور ناز کرنا بے وقوفی ہے۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کا پورا پورا مزاج شناس نہیں ہوتا اور اپنے مہمان کو بوقتِ رخصت کہتا ہے کہ معاف کیجیے گا اگر کوئی بات آپ کی منشا اور مزاج کے خلاف مجھ سے سرزد ہوئی ہو تو پھر بندہ ہو کر کیسے دعویٰ کرسکتا ہے کہ اُس نے حق تعالیٰ کی مزاج شناسی حاصل کرلی۔ (۱۰) ریا یعنی دکھاوا، مگر ریا یعنی دکھاوا نیت دکھانے سے ہوتا ہے یہ خود سے نہیں چپک جاتی۔ بعض لوگ وسوسۂ ریا کو ریا سمجھ کر بلاوجہ پریشان رہتے ہیں، پس اکابر اور مشائخ سے مشورہ کرلیا کرے۔

بنا بہ صاحب نظرے گوہرے خودرا
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیقِ خرے چند

اخلاق حمیدہ دس ہیں۔ یعنی منوّرات، دل میں نور پیدا کرنے والی باتیں:

(۱)توبہ (۲)اخلاق و صدق (۳)خوفِ الٰہی (۴)محبتِ الٰہی (۵)صبر (۶)شکر (۷)زہد (دنیا سے بے رغبتی اگرچہ مال دار ہو۔ پس دنیا سے بے رغبت مال دار زاہد

---

[۲۶۶] صحیح مسلم:۱/۶۵ باب تحریم الکبر و بیانہ، ایچ ایم سعید

ہے اور مفلس دنیا کا عاشق دنیا دار ہے)(۸)توکل یعنی حق تعالیٰ پر بھروسہ کرنا، لیکن تدابیر کو ترک نہ کرے تدبیر کرے، مگر بھروسہ تدبیر پر نہ کرے کیوں کہ تدبیر کا کامیاب کرنا حق تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ پس تدبیر کرکے حق تعالیٰ سے کامیابی کی دعا کرتا رہے۔(۹)رضا بر قضا یعنی اللہ کی طرف سے جو اُمور پیش آتے ہیں بیماری، تنگ دستی وغیرہ تو نہ دل سے حق تعالیٰ پر اعتراض کرے نہ زبان سے، یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ حاکم ہیں، حکیم ہیں، ولی ناصر ہیں، اسی میں خیر ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو یوں فرمایا ہے۔

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

(۱۰)وطنِ اصلی کی فکر یعنی آخرت کی تیاری۔

قبر میں میت اترنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

۱۹۸۔ارشاد فرمایا کہ مسلمان تین قسم کے ہیں: (۱) فاسق (۲) صالح (۳) مصلح۔ جیسے مریض، تندرست، طبیب۔ پس جس طرح مریض سے اور تندرست سے صحت کے لیے رجوع نہیں کرتے بلکہ طبیب کے پاس جاتے ہیں اسی طرح فاسق اور صالح سے نفس کی اصلاح نہ ہوگی مصلح تلاش کیا جاوے جو صالح بھی ہو اور اصلاح کے فن سے واقف بھی ہو، اور مشایخ و اکابرِ وقت اس کے مصلح ہونے کی تصدیق کرتے ہوں۔

۱۹۹۔ارشاد فرمایا کہ وضو کی چودہ سنتوں کو ترتیب وار میں نے طلباء کو زبانی یاد کرادیا ہے:(۱)نیت کرنا(۲)بسم اللہ پڑھنا(۳)دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا(۴) مسواک کرنا(۵)کلی کرنا(۶)ناک میں پانی ڈالنا(۷)داڑھی کا خِلال کرنا(۸)ہاتھ

پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا(۹)ہر عضو کو تین بار دھونا(۱۰)ایک بار تمام سر کا مسح کرنا(۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا(۱۲)ترتیب سے وضو کرنا(۱۳)پے در پے کرنا یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا عضو دھولے۔

۲۰۰۔ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے طلباء کو کھانے پینے کی ۱۵ سنتیں بھی زبانی یاد کرادیں اور ان کی کاپیوں میں نوٹ بھی کرادیں:(۱)دستر خوان بچھانا(۲)دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا(۳)بسم اللہ پڑھنا(۴)اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا(۵)اپنے سامنے سے کھانا(۶) تین انگلیوں سے کھانا(۷)پلیٹ یا پیالے کو انگلیوں سے خوب چاٹ لینا(۸)اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالینا(۹) کھانے میں کوئی عیب نہ نکالنا(۱۰)ٹیک لگا کر نہ کھانا(۱۱) کھانے کے بعد کی دعا پڑھنا(۱۲)پہلے دستر خوان اٹھا کر پھر اٹھنا(۱۳)دستر خوان اٹھانے کی دعا پڑھنا(۱۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھونا(۱۵)ہاتھ دھو کر پھر کلی کرنا۔

۲۰۱۔ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے طلباء کو پچاس گناہوں کی فہرست بھی زبانی یاد کرائی ہیں،اور جلسوں میں ہم طلباء سے ترتیب وار وضو کی اور کھانے پینے کی اور گناہوں کی اس فہرست کو سنتے بھی ہیں جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدرسے سے عوام کو حُسنِ ظن ہوتا ہے اور اپنے بچوں کی ترقیات سے خوش ہوتے ہیں۔ پچاس گناہوں کی فہرست یہ ہے:

(۱)حقارت سے کسی پر ہنسنا (۲)طعن کرنا (۳)کسی کو بُرے لقب سے پکارنا (۴)بدگمانی کرنا(۵) کسی کا عیب تلاش کرنا(۶)غیبت کرنا(۷) کسی کو بلا وجہ بُرا بھلا کہنا (۸)چغلی کھانا (۹) تہمت لگانا(۱۰)دھوکا دینا (۱۱)عار دلانا (۱۲)کسی کے نقصان پر خوش ہونا (۱۳) تکبر کرنا(۱۴)فخر کرنا(۱۵)ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا(۱۶)کسی کے مال کا نقصان کرنا(۱۷)کسی کی آبرو کو صدمہ پہنچانا(۱۸)چھوٹوں پر رحم نہ کرنا(۱۹)بڑوں کی عزت نہ کرنا(۲۰)بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا(۲۱)کسی دنیاوی رنج سے بولنا(تین دن سے

زیادہ) چھوڑ دینا (۲۲) کسی جاندار کی تصویر بنانا (۲۳) کسی کی زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا (۲۴) کسی ہٹّے کٹّے کا بھیک مانگنا (۲۵) داڑھی منڈانا یا یک مشت سے کم کٹانا (۲۶) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا (۲۷) مَردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننا (۲۸) عورتوں کو مَردوں کا سا لباس پہننا (۲۹) بدکاری کرنا (۳۰) چوری کرنا (۳۱) ڈاکہ مارنا (۳۲) جھوٹی گواہی دینا (۳۳) یتیموں کا مال کھانا (۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو دُکھ دینا یعنی ستانا (۳۵) بے خطا جان کو قتل کرنا (۳۶) جھوٹی قسم کھانا (۳۷) رشوت لینا (۳۸) رشوت دینا (۳۹) رشوت کے معاملے میں پڑنا (۴۰) شراب پینا (۴۱) جوا کھیلنا (۴۲) ظلم کرنا (۴۳) کسی کا مال بغیر پوچھے لے لینا (۴۴) سود لینا (۴۵) سود دینا (۴۶) سود لکھنا (۴۷) سود کا گواہ بننا (۴۸) جھوٹ بولنا (۴۹) امانت میں خیانت کرنا (۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔

نوٹ: احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرا ایک عزیز ہردوئی کے مدرسے میں حضرت والا کے پاس صرف ایک ہی ماہ رہا تھا کہ اس کو ان پچاس گناہوں کو ترتیب وار یاد کرادیا گیا تھا۔ پھر جب وہ الٰہ آباد آیا تو دو مسجدوں میں اس طالبِ علم سے یہ فہرست سنائی گئی، ایک مسجد میں خود حضرتِ اقدس کی موجودگی میں سنایا اور دوسری مسجد میں احقر کے مشورے سے سنایا۔ ایک صاحب صبح بعد نمازِ فجر احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے، ایم۔ اے پاس تھے، کسی دفتر میں سرکاری ملازم تھے۔ فرمایا: رات اس طالبِ علم نے پچاس گناہوں کی جو فہرست سُنائی تھی مجھے بھی لکھوا دیجیے۔ میں نے اُن طالبِ علم سے کہا کہ بھائی! ان کو تم لکھادو۔ اُس وقت اس طالبِ علم کو یہ احساس ہوا کہ مجھے مدرسہ ہردوئی میں کیا ملا۔ ان تعلیمات سے طلباء کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے اور احساسِ کمتری نہیں رہتی، اور امتِ مسلمہ کو ان سے نفع فوری شروع ہو جاتا ہے، اور دوسرے طلباء کو شوق بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی یاد کرلیں۔ نیز ماں باپ کو بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں کو اسی طرح دینی تعلیم دلائیں۔

۲۰۲۔ **ارشاد فرمایا کہ** ایک کپڑا فروش تاجر کو بدنگاہی کی شدید بیماری تھی، انہوں نے اپنی اصلاح کا مشورہ لیا، میں نے ہر بدنگاہی پر پانچ روپیہ جرمانہ مقرر کیا

اور لکھا کہ ہر دس دن پر تعداد بد نگاہی اور جرمانہ کی رقم ہر دوئی بھیجیے۔ یہ جرمانہ خود مساکین کو نہ دیں بلکہ مجھے وکیل بنادیں، میں مساکین کو صدقہ کروں گا۔ دس دن کے بعد خط آیا کہ میری یومیہ آمدنی تقریباً ۵۰ روپیہ ہے اگر میں نے ۱۰ مرتبہ بد نگاہی کرلی تو سارا نفع تو جرمانے میں چلا جاوے گا۔ میں اور میرے بچے کیا کھائیں گے۔ بس خوب ہمت سے کام لیا، اور دس دن ہو گئے کہ ایک بد نگاہی بھی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مرض سے اس تدبیر کی برکت سے شفادے دی۔

۲۰۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** ایک صاحب کو غصے کی بیماری تھی، مجھے اپنا حال لکھا، میں نے لکھا کہ بہشتی زیور کے ساتویں حصے میں غصے کا جو علاج مذکور ہے آپ اس کے ہر نمبر پر عمل کریں اور بوقتِ غصہ جتنے نمبروں پر عمل نہ ہو، ہر نمبر پر دو روپیہ جرمانہ اپنے نفس پر کریں اور خود نہ صَرف کریں، مجھے وکیل بنائیں یہاں بھیج دیں، خود صَرف کرنے میں بھی نفس کو کچھ حظ اور خوشی ہوتی ہے، اور علاجاً نفس کو پوری مشقت میں مبتلا کرنا ہے۔ چناں چہ اس تدبیر سے ان کو بہت نفع ہوا۔

۲۰۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** اپنی عورتوں کو دینی باتیں سنانے کا بھی نظم ضروری ہے۔ دنیا بھر کی باتیں ان سے کی جاویں اور دین کی باتوں سے ان کو محروم کیا جاوے یہ سخت حق تلفی ہے۔ عورتوں سے جو راحتیں ملتی ہیں جب وہ بیمار ہو جاتی ہیں تب ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ ان کا بہت خیال کرنا چاہیے۔ یہ بہت قابلِ رحم ہوتی ہیں۔ ہمارے گھروں میں مقید ہیں۔ مرد کا دل گھبر اوے تو نجانے کتنے انسانوں سے یہ دل بہلا سکتے ہیں مگر یہ بیچاریاں صرف اپنے شوہر ہی سے دل بہلا سکتی ہیں۔ مَردوں کی دینی خدمات بھی ان کی خدمات کا صدقہ ہے کہ ان کی وجہ سے گھر کے انتظام اور کھانے پینے کے اُمور سے بے فکری ہوتی ہے، مرد دفتر گیا تو اس کے سر پر پنکھا چل رہا ہے اور یہ چولہے کے سامنے ہوتی ہیں۔ مستورات کثرت سے ذکر سبحان اللہ۔ الحمدللہ۔ اللہ اکبر کرتی رہیں اس کا اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ بچوں کے قلوب ذکر سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

۲۰۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** مختلف مساجد میں خود جاوے اور دین کی باتیں خواہ دس

منٹ کی ہوں سنادیوے۔ اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔ اہلِ علم کو اس کا انتظار نہ کرنا چاہیے کہ جب وعظ کے لیے بلایا جاوے تب ہی جاویں۔ اور اگر کام مسلسل ہو، نظام سے ہو تو بہت ہی برکت ہوتی ہے۔ ماموراتِ میں نماز کی پابندی، اسلامی وضع قطع کا اہتمام، پردۂ شرعی، قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام صحتِ حروف کے ساتھ بار بار بیان کرے۔ عورتوں کے لباس اور زبان کی حفاظت پر خاص طور پر بیان کرے۔

۲۰۶۔ **ارشاد فرمایا کہ** عورتوں کے مجمع میں عورتوں کے بارے میں یہ عنوان نامناسب ہے کہ عورتوں کے اندر یہ عیب ہوتا ہے بلکہ خطاب عام رکھا جاوے۔ عورتوں اور مردوں کو یکساں خطاب کیا جاوے تاکہ اُن پر طعنہ اور تنقید لازم نہ آئے۔ اور صالحات عورتوں کے حالات وواقعات سے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔

۲۰۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** دنیاوی ڈاکٹر تو جسمانی مریضوں کو مایوس بھی کردیا کرتے ہیں مگر اہل اللہ کے پاس ہر روحانی بیماری کا علاج ہے، اور وہ کبھی نااُمید نہیں کرتے۔

۲۰۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** جو اعراب متبوع پر ہوتا ہے وہی اعراب تابع پر بھی ہوتا ہے۔ پس علومِ قرآن اور حدیث تو متبوع ہیں اور صَرف و نحو ادب و منطق و فلسفہ تابع ہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان علوم پر بھی اجر ملے گا۔ اگرچہ یہ مقصود نہیں مگر ذرائعِ مقصود تو ہیں۔

۲۰۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** جب صورت شکل میں کسی غیر کی اتباع کی جاتی ہے تو اس کی دووجوہات ہیں: محبت یا عظمت۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صورت (داڑھی شرعی) نہ بنانا علامت ہے کہ محبت یا عظمت غیر قوموں کی دلوں پر چھاگئی ہے ؎

اتباعِ غیر مسلم سے بس اب بےزار ہو
آشنائے یار ہو بے گانۂ اغیار ہو

۲۱۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** طلاقِ جبری واقع ہوجانے پر ایک صاحب کو اشکال تھا۔ میں نے کہا کہ اگر ظالم ہو تو صحیح ہے؟ کہنے لگے: ہاں۔ تو میں نے کہا کہ پھر نفسِ مسئلہ صحیح ہے البتہ اس کا استعمال صحیح ہونا چاہیے۔

۲۱۱۔ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو وضو اور نماز اور کھانے پینے کی سنتوں کا بھی علم نہیں ان کے سامنے کیا حقائق و معارف بیان کیے جائیں، ان کو تو پہلے ضروری علمِ دین سکھایا جاوے۔

۲۱۲۔ارشاد فرمایا کہ الحمد شریف کثرت سے پڑھ کر پانی اور کھانے پر دم کرکے مریضوں کو استعمال کرانا شفا کے لیے مجرّب ہے۔

۲۱۳۔ارشاد فرمایا کہ نماز کو سنت کے مطابق ادا کرے تو قلب میں نور پیدا ہوگا پھر سرور پیدا ہوگا، اور اگر نور پیدا نہ ہو تو سرور کیسے پیدا ہوگا۔

۲۱۴۔ارشاد فرمایا کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ تصریح سے منقول ہے کہ ایک کمرے میں کوئی شخص ذکر کررہا ہے اور دوسرے کمرے میں وعظ ہورہا ہے تو ذکر ملتوی کرکے وعظ میں شرکت کرے۔ بعض لوگ دینی مذاکرے کے وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں حالاں کہ استماع کا حق یہ ہے کہ کان سے بھی سنے اور قلب بھی متوجہ رکھے۔ حضرتِ اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے معلوم کیا کہ ذکرِ کامل کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ زبان سے ذکر کرے اور قلب کو بھی متوجہ رکھے۔

۲۱۵۔ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ اگر تقریر بھی نہ کریں اور بالکل خاموش رہیں تو بھی نفع ہوتا ہے، جیسے رات کی رانی خاموش ہے مگر پاس والوں کے دماغ معطّر ہوتے رہتے ہیں۔ اور عطر خاموش ہے مگر خوشبو پہنچاتا رہتا ہے۔ ٹیوب لائٹ بولتی نہیں روشنی پہنچاتی ہے۔ آفتاب بولتا نہیں سارے عالم کو منور کرتا ہے تو کیا اہل اللہ آفتاب اور ماہتاب سے کم ہیں؟ ان کا نور بھی تمام عالم کو روشن کرتا ہے۔

۲۱۶۔ارشاد فرمایا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید میں عُجب کی بیماری پیدا ہوگئی۔ شیخ نے فراست سے محسوس کرلیا۔ علاج یہ تجویز کیا کہ اخروٹ کی ٹوکری سر پر رکھی اور فرمایا کہ کسی محلّے میں جاکر یہ کہو کہ جو بچہ میرے سر پر ایک دھپ لگائے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا۔ بس لڑکوں کا کیا کہنا تھا دھپ لگانے کا مزہ الگ اور اخروٹ کا لطف الگ۔ تھوڑی دیر میں ٹوکری خالی ہوگئی اور کھوپڑی بھی

عجب سے خالی ہو گئی۔ مال اور جاہ سے آدمی تباہ ہو جاتا ہے اس وقت مرشدِ کامل اور مربی ہی کے فیضان سے سالک محفوظ ہو سکتا ہے۔

۲۱۷۔ارشاد فرمایا کہ ایک مرید نے بعض خلفاء کے خطوط تربیت السالک سے نقل کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنا شروع کر دیا کہ اس طرح ان کو بھی خلافت مل جاوے گی حضرت والا نے ان کے خطوط پڑھ کر فرمایا کہ جانور پالنے والے اپنے بچھڑوں کے دانت سمجھتے ہیں کہ کتنے دانت نکالے ہیں۔

۲۱۸۔ارشاد فرمایا کہ جس طرح نیکی و ثواب کا کام کرنا مطلوب ہے اسی طرح اس کے ثواب کا بقا بھی مطلوب ہے۔ زبان کی حفاظت نہ کرنے سے غیبت کے سبب یا اذیتِ مخلوق کے سبب اس عورت کا کیا حال ہوا جو نماز روزہ اور کثرتِ عبادت کے باوجود بھی فی النّار کے لائق ہوئی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ پس ثواب کو ضایع کرنے والے اسباب سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یعنی گناہوں سے حفاظت کا اہتمام (بالخصوص حقوق العباد کا اہتمام)۔

۲۱۹۔ ارشاد فرمایا کہ کسی بستی کے حالات کا علم قبرستان، مساجد اور مدارس سے ہو سکتا ہے، اگر یہاں اتباعِ سنت کے آثار ہیں تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اہل بستی دیندار اور متبعِ سنت ہیں۔

۲۲۰۔ ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر طلوعِ آفتاب سے چالیس منٹ قبل مناسب ہے۔ تھانہ بھون میں یہی اُصول تھا۔ اور پینتیس منٹ قبل پڑھنا بھی اوسط درجہ ہے، لیکن تیس منٹ سے کم نہ ہونا چاہیے۔

۲۲۱۔ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مراد آباد کی جامع مسجد میں وعظ بیان فرمایا۔ بعد وعظ کوئی بڑے میاں آئے اور بہت غمگین ہوئے۔ کہا: وعظ سے محروم رہا۔ حضرت نے ان کی خاطر پورا وعظ دوبارہ بیان فرمادیا، کیوں کہ یہ شخص مخلص تھا۔

۲۲۲۔ارشاد فرمایا کہ مکاتبتِ شیخ میں سستی کا علاج یہ ہے کہ وقتِ مقررہ سے

یومیہ تاخیر پر آٹھ آنے یا ایک روپیہ جرمانہ اپنے مرشد کو بھیجے۔ ایک صاحب نے اس طرح پندرہ روپے بھیجے۔ اس طرح سے پھر سستی دور ہو جاتی ہے۔

۲۲۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی جگہ امامت کی جہاں کے لوگ عمامہ کو ضروری سمجھتے تھے وہاں عمامہ کے بدون نماز پڑھائی تاکہ عوام کو مسئلہ معلوم ہو جاوے کہ بدون عمامہ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

۲۲۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** حدیث کو بدون فقہ کی روشنی کے سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ چناں چہ ایک محدث صاحب نے جب یہ حدیث دیکھی: **مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ**[۲٦٧] یہ صاحب اس کا ترجمہ لغت سے یہ سمجھے کہ جب استنجا کرے تو وہ وتر پڑھے۔ پس وہ استنجا کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے۔ ایک فقیہ نے کہا کہ نہیں بھائی! مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب استنجا کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے تین یا پانچ۔

۲۲۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** حُسنِ ظن کا حکم دوسروں کے ساتھ ہے اور بدظنی سے بچنا دوسروں سے ہے، مگر معاملہ برعکس ہے کہ اپنے ساتھ حُسنِ ظن اور دوسروں سے بدظنی ہے۔

۲۲٦۔ حضرت والا ہردوئی جب امامت فرماتے تو مقتدیوں کو خطاب اس طرح فرماتے: شانے سے شانے ملالیں۔ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو کرلیں۔ ایڑیوں اور پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ ہوگا تو انگلیاں سیدھی قبلہ رو ہوں گی۔ نیت باندھتے وقت ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رو کانوں کے مقابل رکھیں۔

۲۲۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** آج کل جو خوش آواز ہو اور قرآنِ پاک کے حروف کی صحت سے ادائیگی نہ کرتا ہو اس کو اس شخص سے مقدم رکھتے ہیں جو خوش آواز نہ ہو اور صحتِ حروف کا پابند ہے۔ حالاں کہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے۔

۲۲۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** محاسبہ کے لیے مشائخ کرام نے سونے کا وقت تجویز کیا تھا لیکن اب لوگوں کے دماغ کمزور ہیں، چارپائی پر پڑے اور نیند آئی، اس لیے ہر

۲٦٧۔ سنن ابن ماجة: ۱۳۱/۱ (۴۰۹)، باب المبالغة فی الاستنشاق والاستنثار

نماز کے بعد ہی ایک نماز سے دوسری نماز تک کے اعمال کا محاسبہ کر لیا کرے کہ مجھ سے کیا کیا اچھا عمل ہوا اور کیا کیا بُرا عمل۔ پس اچھے اعمال پر شکر کرے اور بُرے اعمال سے استغفار کرے۔

۲۲۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** پانچ منٹ کا وعظ بھی کافی اور نافع سمجھنا چاہیے، سول سرجن سے وقت چند منٹ کا بھی کافی سمجھتے ہیں، اور انجیکشن میں تو ایک منٹ سے بھی کم لگتا ہے، کوئی یہ نہیں کہتا کہ پانچ منٹ تک سوئی گوشت میں چبھوئے رکھیے۔ تو دین کی باتیں بھی اگر تھوڑی دیر ہوں اس کو بھی مفید اور غنیمت سمجھنا چاہیے۔ آج کل جب تک ایک دو گھنٹے کا بیان نہ ہو اس کو وعظ ہی نہیں سمجھتے۔ جسمانی معالج کی اہمیت ہے روحانی معالج کی اہمیت نہیں۔ ورنہ دین کی ایک بات سُن کر بھی خوش ہو جاتے۔

۲۳۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** تبلیغ سے فارغ ہو کر خلوت میں حق تعالیٰ کی یاد میں لگنا بھی ضروری ہے۔ **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ** کا حکم ہے۔

۲۳۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** خشوع فی الصلوٰۃ کا حاصل قلب کا حق تعالیٰ کی عظمت کے استحضار سے حق تعالیٰ کے سامنے جھک جانا ہے۔ اور اگر جسم کے تمام اعضا جھک گئے اور قلب نہ جھکا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ ایس پی کسی تھانے پر معاینہ کے لیے گیا وہاں چوکیدار اور سپاہی با ادب کھڑے ہیں اور تھانے دار صاحب لاپتا ہیں پس ایسی صورت میں کیا ایس پی خوش ہو گا؟

احقر جامعِ ملفوظات عرض کرتا ہے کہ اس مثال سے یہاں کے احباب اور بعض اہلِ علم کو بہت نفع ہوا۔ دل کے حاضر رکھنے میں یہ مثال بہت نافع ہے۔

۲۳۲۔ **ارشاد فرمایا کہ وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ**[۲۶۸] اے پیغمبر! آپ نصیحت فرماتے رہیں یہ نصیحت کرنا ایمان والوں کے لیے نفع بخش ہے۔ اب چوں کہ واعظ بھی مؤمن ہے اس لیے اس کو بھی نفع ہوتا ہے۔

۲۶۸؎ الذّٰریٰت:۵۵

۲۳۳۔ارشاد فرمایا کہ ہر فتنے کے بانی کو غور سے فکر کیجیے تو یہی معلوم ہو گا کہ یہ کسی بڑے کے زیرِ تربیت نہیں رہا ہے۔ جب آدمی بے لگام ہوتا ہے اور کوئی اس کا مربّی اور بڑا نہیں ہوتا تو بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ جاہ اور مال کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۲۳۴۔ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے اشکال کیا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح کے لیے آنے والوں کو چائے تک بھی نہ پلائی جاتی تھی۔ تو کیا تعجب ہے! جج کے پاس، وکیل کے پاس، ڈاکٹر کے پاس جب آپ جاتے ہیں تو کیا وہ چائے پلاتے ہیں بلکہ فیس بھی دینی پڑتی ہے۔ ان خدامِ دین کا احسان ہے اگر چائے بھی پلاویں اگر رہنے کا انتظام کر دیں۔ ورنہ جسمانی معالج کے یہاں جایئے تو ڈاکٹر فیس اور کمرۂ رہایش کا کرایہ بھی وصول کرتا ہے۔

۲۳۵۔ارشاد فرمایا کہ صالحین کی وردی و لباس میں محبوبیت ہے، جس طرح پوسٹ مین کی وردی میں محبوبیت ہے اور پولیس مین کی وردی میں نہیں۔ پیرس گیا انگریز افسر نے سب کی تلاشی لی اور میں طالبِ علموں کی وضع میں تھا ہماری تلاشی نہ لی، اور ادب سے کہا: تشریف لے جایئے۔

۲۳۶۔ارشاد فرمایا کہ دینی اساتذۂ کرام کا لباس صلحاء کا ضرور ہونا چاہیے تاکہ عوام سے امتیاز ہو۔ پولیس اور پولیس کے افسروں کی وردی میں فرق ہوتا ہے۔ ہمارے ایک ماسٹر صاحب جو عالم نہیں ہیں، ایک عالم صاحب کے ساتھ سفر کر رہے تھے عالم صاحب صلحاء کی وضع و لباس میں نہ تھے، عوام ماسٹر صاحب سے مصافحہ کرتے رہے کیوں کہ یہ صلحاء کی وضع میں تھے اور عالم صاحب کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ ایس پی وردی میں نہ ہو اور پولیس کا سپاہی وردی میں ہو تو کس کی وقعت ہو گی؟

۲۳۷۔ارشاد فرمایا کہ قرآنِ پاک سرکاری کلام ہے۔ اس کی خدمت سرکاری خدمت ہے۔ سرکاری وظیفے سے سرکاری توجہ و اعانت ہوتی ہے۔ دعوۃ الحق کا ساڑھے تین لاکھ سالانہ کا خرچ ہے، حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت آسانی سے انتظام ہو جاتا ہے۔ اور اب تک چار ہزار بچوں سے زائد ناظرہ کر چکے ہیں اور

چار سو بچوں سے زائد حفظ کر چکے۔

۲۳۸۔ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سے مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے دھونے کا حکم نہیں دیا گیا لیکن کھانے کا یہ اکرام کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سنت قرار دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ رزق کا کتنا اکرام ہے۔ اور ہاتھ دھو کر کھانے کے لیے جب بیٹھے تو تولیہ یا کسی رومال سے نہ پونچھے تاکہ یہ ہاتھ دھلنے کے بعد رزق ہی سے لگیں۔ دستر خوان پر جو کھانے کے ذرّات گریں ان کو اٹھا کر کھالے یا چیونٹیوں کے بلوں کے پاس ڈال دے۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لے۔ پلیٹ اور پیالہ بھی کھانے کا صاف کرلیں کہ برکت نہ جانے کس جزء میں ہو۔ جب رزق کی برکت سے انسان محروم کردیا جاتا ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ میری روزی میں برکت نہیں ہوتی۔ تعویذ دیجیے۔

۲۳۹۔ ارشاد فرمایا کہ جس جلسے میں جھنڈیاں لگی ہوں ہمارے اکابر نے اسے نمایش میں شمار کیا، لہٰذا شرکت نہ کرے۔ ضرورت، آسایش اور آرایش تک گنجایش ہے مگر نمایش حرام ہے۔ اسی طرح جلسوں میں تعدُّدِ بلب مثل دیوالی ممنوع ہے۔

۲۴۰۔ارشاد فرمایا کہ ہمارے مدرسے میں بعد نمازِ فجر ہر بچے کو ایک پارہ یاد کرکے آنے کی ہدایت ہے۔ چاند کی جو تاریخ ہوگی وہی پارہ ہر بچہ یاد کرکے آتا ہے۔ اور جس بچے سے چاہتے ہیں کہیں سے بھی اسی پارے میں سے ایک دو رکوع سُن لیتے ہیں۔ اس طرح سے ہر طالبِ علم ایک پارہ خوب پختہ یاد کرکے آتا ہے۔

۲۴۱۔ ارشاد فرمایا کہ منکرات اور بدعات کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! باپ دادا سے یہی رسم دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ اگر سات پشت سے باپ دادا چائے میں مکھی پیتے آرہے ہوں تو کیا آپ پی لیں گے؟ تو طبعی مکروہات کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر احتیاط شرعی مکروہات اور منکرات سے ہونی چاہیے۔

۲۴۲۔**ارشاد فرمایا کہ** شوہر سے تعلقِ خاص عورت کو ہوتا ہے، مگر کیا بھائی بہن اور والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں؟ اسی طرح شیخ کے حقوق تو خاص ہیں مگر دوسرے اکابر و مشائخ اور علمائے کرام کا اکرام و ادب اور ان کی خدمت میں حاضری اور دعا کی درخواست کرنا یا ان کی مہمان نوازی کیا ان کے حقوق میں سے نہیں ہے؟ کیا باپ کے بھائیوں کے حقوق یعنی چچا کا اکرام و ادب نہیں ہوتا؟ ہاں باپ جیسا معاملہ تو نہیں کیا جا سکتا۔ پس اپنے مرشد کے علاوہ اصلاحِ نفس کا تعلق تو نہ رکھے لیکن دوسرے اکابر و بزرگانِ دین کی محبت اور ان کا اکرام نہ کرنا یہ کوئی دینداری کی بات نہیں۔ بجز جہل و نادانی یا غلو کے۔ بعض لوگ مجھے ایسے ملے جو احقر کے وعظ میں شرکت کے لیے آپس میں پوچھنے لگے کہ شریک ہوں یا نہ ہوں حالاں کہ یہ ایک ہی سلسلے کے حضرات تھے۔ بعض لوگ وحدتِ مطلب کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں کہ شیخ کے علاوہ کسی بزرگ سے ملاقات بھی نہ کرے۔ یہ نادانی ہے۔ ہمارے اکابر کے معمولات اور اُصول کے خلاف ہے۔ ہمارے اکابر اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے بزرگانِ دین کی زیارت بھی کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون سے واپسی پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضری دیا کرتے تھے۔

۲۴۳۔**ارشاد فرمایا کہ** آج کل مشائخ اور بزرگوں کو اپنے اپنے گھروں پر برکت کے لیے بلاتے ہیں، اور ان کے پیٹ میں کچھ ڈالنا بھی چاہتے ہیں، خواہ بھوک ہو یا نہ ہو، مگر ان بزرگوں کے سینے میں جو ہے وہ روحانی غذائیں اپنے پیٹ میں اُن سے نہیں مانگتے، حالاں کہ یہ زیادہ اہم اور ضروری تھا کہ اُن سے کچھ لے کر اپنے دل میں بھر لیتے۔ مگر استفادے کی فکر نہیں ہے۔ حالاں کہ ایک مسئلہ سیکھنے کی فضیلت سو رکعات نوافل سے بھی زیادہ ہے۔ میں اسی لیے ایسے لوگوں کی دعوت ہی قبول نہیں کرتا جہاں کم از کم دس منٹ کے وعظ کا بھی سلسلہ نہ قائم کیا جاوے۔ اگر متعدد جگہ جانا ہو اور ہر جگہ چائے کا انتظام ہو تو ہر جگہ دس منٹ کے وعظ کا بھی نظم ہونا چاہیے۔

۲۴۴۔ارشاد فرمایا کہ

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل
تو بے شبہ گھس جائے پتھر کا سِل

مسلسل نکیر و نصیحت سے ان شاء اللہ نفع ضرور ہوتا ہے۔

۲۴۵۔ارشاد فرمایا کہ دُعا میں جہر تعلیماً اور تذکیراً جائز ہے، لیکن جب تعلیم ہو جاوے تو بدون ضرورت جہر مکروہ ہے۔ عالمگیری میں تصریح موجود ہے۔

۲۴۶۔ارشاد فرمایا کہ جو دین کو آگے رکھے گا اور خود کو پیچھے رکھے گا تو کسی خادمِ دین سے تقابل و تفاضل کی صورت اختیار نہ کرے گا صرف تعارف پر اکتفا کرے گا، اور تعارفِ جائز پر اکتفا ہو گا نہ کہ تقابل و تفاضل پر، جو ممنوع ہے۔

۲۴۷۔ارشاد فرمایا کہ (۱) تلاوت کے وقت یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا کلام ہم کو سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو۔ (۲) یہ بھی سوچے کہ ہمارے دل سے زنگ دور ہو رہا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو رہی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کا نور ان حروف کے واسطوں سے میرے قلب میں آرہا ہے۔ (۵) ہر حرف پر دس نیکی مل رہی ہے اور ایک پارے کے حروف کو شمار کرنے سے ایک لاکھ نیکی بنتی ہے، لہٰذا اگر ایک پارہ تلاوت کر لیا تو ایک لاکھ نیکی جمع ہو گئی۔ (۶) تلاوت کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کیا جاوے تو اہل اللہ ہو جاوے گا۔ اہل القرآن کو حدیث میں اہل اللہ کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

۲۴۸۔ارشاد فرمایا کہ اگر درود شریف کم از کم تین سو مرتبہ روز پڑھ لیا جاوے تو بڑی برکتیں حاصل ہوں گی اور بہت نور قلب میں پیدا ہو گا۔ اور ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس نیکی کا ملنا، دس گناہ کا معاف ہونا، دس درجہ بلند ہونا حدیثِ پاک میں موعود ہے۔

۲۴۹۔ارشاد فرمایا کہ کبھی افضل سے نفع نہیں ہوتا اور مفضول سے نفع ہو جاتا ہے۔ جیسے مٹکے سے پانی پینا۔ بعض لوگ کنویں سے براہِ راست استفادہ نہیں کرسکتے۔ حالاں کہ کنواں افضل ہے مٹکے سے۔ بعض وقت روٹی سینکنے کے لیے توا آگ پر رکھتے ہیں اور روٹی کو توے پر گرم کرکے سنکائی کرتے ہیں براہِ راست آگ پر روٹی رکھیں تو جل جاوے پس توے کی گرمی اگرچہ آگ سے کمزور اور مفضول اور کمتر ہے لیکن نافعیت اسی مفضول اور کمتر ہی سے ہے پس مشائخِ کبار سے استفادہ مشکل ہو تو ان کے خدّام سے بھی عار نہ ہونا چاہیے۔

۲۵۰۔ ارشاد فرمایا کہ عصا کا استعمال بوقتِ خطبۂ جمعہ سنتِ غیر مؤکدہ ہے، پس کبھی استعمال کرلے اور کبھی ترک کردے، تاکہ غیر ضروری کو ضروری نہ سمجھا جاوے۔

۲۵۱۔ارشاد فرمایا کہ ایصالِ ثواب کے لیے لوگ منی آڈر کرتے ہیں۔ یہ منی آڈر ہم واپس کردیتے ہیں۔ کیوں کہ دُعا اور ایصالِ ثواب میں فرق نہیں۔ نہ دعا پر اجرت جائز نہ ایصالِ ثواب پر جائز، جب منی آڈر واپس کیا جاتا ہے تو رسید پر لکھ دیا جاتا ہے کہ ایصالِ ثواب کردیا جائے گا یہاں اجرت نہیں لی جاتی۔

۲۵۲۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ”حسن العزیز“ ص ۱۴۴ پر یہ ملفوظ رقم ہے کہ مرشد کی بُرائی کرنے والے سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ بس یہ کہہ دے کہ میں تم سے دور ہوتا ہوں، کیوں کہ میں مرشد کی بُرائی نہیں سن سکتا۔

۲۵۳۔ارشاد فرمایا کہ اگر چندہ نہ مانگے تو رسید کی ضرورت نہیں۔ چناں چہ اشرف المدارس ہردوئی میں چندہ نہیں کیا جاتا اور نہ رسید دی جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ٹکٹ کوئی لینے جارہا ہو اور کوئی کہے کہ ہمارا بھی ٹکٹ لیتے آیئے اور پیسہ دے کر رسید مانگے، تو وہ کہے گا آپ کا ٹکٹ بھی لاؤں اور رسید بھی دوں خود جاکر لایئے۔ پس علمائے دین کا احسان ہے کہ وہ آپ کے صدقات کو صحیح مصارف پر لگاکر آپ کو ذمہ داریوں سے فارغ کردیتے ہیں۔

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رند وہ پھر کیوں ادھر آئے

۲۵۴۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کھانے کے بعد جو دُعا پڑھی جاتی ہے اس میں وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ بھی ہے، تو کھانے کے شکر کے ساتھ اسلام پر شکر کا کیا ربط ہے؟ تو بات یہ ہے کہ جس نعمت کا تسلسل ہوتا ہے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جیسے صحت۔ برعکس کھانے میں کہ بھوک لگتی ہے پھر حاجت تازہ ہو جاتی ہے تو یہ شریعت کا احسان ہے کہ ایمان کی نعمت کا احساس جو تسلسل کے سبب بعض وقت نہیں رہتا، کھانے کی حسّی نعمت کے ساتھ باطنی اور معنوی نعمت ایمان اور اسلام کی طرف بھی متوجہ کرا دیا، اور نعمت کے شکر پر زیادتیٔ نعمت کا وعدہ ہے پس حسّی نعمت (کھانے کی) اور معنوی نعمت (ایمان و اسلام) دونوں میں اس شکر کے سبب اس دُعا سے ترقی ہو گی۔

۲۵۵۔ارشاد فرمایا کہ حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد "حُسن العزیز" میں منقول ہے کہ ذکر میں دردِ محبت پیدا کرنے کے لیے مثنوی مولانا روم اور دیوانِ حافظ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

۲۵۶۔ارشاد فرمایا کہ اشعار پڑھنا اور مزاح کرنا اگر تقلیل کے ساتھ ہو اور اعمالِ سنت کا اہتمام ہو تو باعثِ انشراح ہونے سے اعمال میں مفید ہے، لیکن اس کی حیثیت چٹنی اور نمک کی ہے، اگر چٹنی زیادہ کھالے تو پھر پیچش ہونے لگتی ہے، یا نمک کی زیادتی سے پھر کھانا بے مزہ ہو جاتا ہے۔

۲۵۷۔ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ ایک شخص پل پر سے جھانک رہا تھا کہ گر گیا۔ حضرت نے دُعا کی کہ اے اللہ! اس کو روک لیجیے۔ دعا قبول ہو گئی اور وہ دریا اور پل کے درمیان معلق ہو گیا۔ پھر رسّہ لٹکا کر لوگوں نے کھینچ لیا۔

۲۵۸۔ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے محدّث عالم نے بیت اللہ کا طواف کرتے

ہوئے رکنِ یمانی کا استلام کرلیا جب ان کو توجہ دلائی گئی تو فرمایا کہ مجھ سے سہو ہو گیا۔ میں نے رکنِ یمانی کو حجرِ اسود سمجھ لیا تھا (اژدہام و ہجوم سے نظر نہیں آیا) تو گزارش کر دینے سے اکابر کو توجہ ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ عمل کو کتاب سے ملایئے اور کتاب کو افرادِ ماہرین سے سمجھیے۔ اکابر کے عمل کو حجت اور دلیل نہ بنایئے۔ بعض وقت ان کو بشری لوازم مثلاً نسیان و سہو طاری ہو سکتا ہے یا بشری کمزوری مانع ہو سکتی ہے۔ یا کسی مشغولی کے سبب توجہ یک طرف کو ہو جاتی ہے اور دوسری طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

۲۵۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** ایک ہمارے محترم بزرگ عالمِ کبیر مدینہ منورہ میں کھانا اس طرح تناول فرمارہے تھے کہ خود اونچے گدّے پر تھے اور کھانا نیچے رکھا گیا تھا۔ احقر نے ان کی توجہ اس طرف کرائی تو جلدی سے خود بھی نیچے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ہمیں بتادینا چاہیے تھا ہم کو تو علم ہی نہ تھا کہ کھانا اس طرح رکھا گیا ہے۔

۲۶۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** آج کل وعظ اور دعوت کو جمع کیا جارہا ہے، اس رواج و رسم کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ اس میں حسب ذیل مفاسد ہیں: (۱) اہلِ خانہ کھانے اور چائے کی فکر میں وعظ سننے نہیں پاتے، اور اگر سنتے بھی ہیں تو گھر والوں کا دل آنے والوں کی تعداد اور اپنے کھانے کی مقدار میں توازن اور تناسب کی ضرب اور تقسیم میں مشغول رہتا ہے۔ (۲) جو خاندان کے لوگ غریب ہیں ان کی ہمت وعظ کہلانے کی نہ ہو گی کیوں کہ وہ اس رسمِ دعوت سے گھبرائیں گے کہ وعظ کے لیے اتنا روپیہ کہاں سے لائیں، اور اگر قرض لے کر دعوت کا انتظام کریں تو یہ اور مصیبت کا سبب ہے۔ (۳) علماء کی بے وقعتی بھی ہے۔ عوام یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ بدون لقمۂ تر مولویوں کے قدم کہاں اٹھتے ہیں۔ حالاں کہ مولوی کے صدقے میں بہت سے لوگ مال اڑائیں گے لیکن بدنام بے چارہ مولوی ہو گا۔

۲۶۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** مدارس کے طلباء سے احقر حسب ذیل گزارش کیا کرتا ہے: (۱) طلبائے کرام آپس میں ایک دوسرے کی دعوت نہ کیا کریں اس میں

تعلیمی خلل اور نقصان کے علاوہ ذلت بھی ہے۔ چناں چہ مشاہدہ کیا گیا کہ دعوتوں کی زیر باری سے طلباء کو اپنی بحر الرائق فروخت کرنی پڑی اور اپنا بستر تک کسی دوکاندار کے یہاں رہن رکھنا پڑا۔ (۲) اساتذۂ کرام کی سختی اور ڈانٹ کو نعمت سمجھیں۔ مشہور ہے کہ جورِ استاد بہ از جورِ پدر (ترجمہ: استاد کی سختی بہتر ہے باپ کی سختی سے) (۳) باوضو رہنے کا اہتمام کیا جائے۔ بالخصوص مطالعہ باوضو کیا جائے۔ علامہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات میں سترہ بار وضو کیا کیوں کہ دستوں کی وجہ سے وضو ٹوٹتا جاتا تھا۔ لیکن مطالعہ بدون وضو گوارا نہ کیا۔ (۴) مطالعہ اپنے ذمہ لازم کرلیں۔ مطالعہ کا حاصل تمییز المعلوم من المجهول ہے۔ یعنی اگر سب نہ سمجھ میں آوے تو نہ گھبرایئے، کم از کم اتنا تو نفع ہو گا کہ معلوم ہو جاوے گا کہ اتنا حصہ سبق کا سمجھ میں آگیا اور اتنا سمجھ میں نہ آیا۔ پھر استاد سے سبق پڑھتے وقت مجہول بھی معلوم ہو جاوے گا۔ مطالعے میں بڑی برکت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ (۵) استاد کا خوب ادب کرے۔ استاد کا دل اگر مکدر کر دیا پھر ایسے شاگرد کو سبق سمجھ میں نہ آئے گا۔ عقل سے برکت اُٹھ جاوے گی۔ (۶) اپنے کمروں کے سامنے اور احاطۂ مدرسے میں کاغذ کے ٹکڑوں کو اٹھالیا کریں۔ کاغذ آلۂ علم ہے۔ اس کا ادب ضروری ہے۔ نظافت وصفائی بھی دین میں مطلوب ہے۔ (۷) چارپائی، بستر اور ظروف قاعدے سے رکھیے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ[۲۶۹] ہر چیز میں اعتدال اور جمال مطلوب ہے۔ (۸) تکبیرِ اولیٰ سے نماز کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ایک رئیس اذان سن کر ترازو اٹھائے ہوئے تھے، فوراً رکھ دیا اور گاہک سے کہہ دیا بعد نماز تولوں گا۔ مسجد گئے۔ اور اسی وقت ایک دوکان پر ایک مولوی صاحب اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے، نماز جماعت سے نہ ادا کی۔ ان کی وقعت اس دوکاندار کے قلب سے نکل گئی۔ حالاں کہ اس نے خود بھی نماز جماعت سے نہیں ادا کی تھی، لیکن اس نے کہا کہ ہم تو عامی ہیں یہ تو عالم ہیں۔ کچھ خاص اعمال ایسے ہیں جن سے عوام الناس طلباء اور علماء سے جلد بدگمان

۲۶۹؎ سبا: ۱۱

ہو جاتے ہیں۔(۹) بال ہپّی جیسے نہ ہوں۔(۱۰) پائجامے ٹخنے سے نیچے نہ ہوں۔ (۱۱) طلبائے کرام کا اصلی نام طالب العلم والعمل تھا پھر تخفیف کر کے طالبِ علم رہ گیا۔ علم کا مقصد عمل ہے۔(۱۲) اذان سنتے ہی مسجد میں جائیے۔ اور مسجد میں باتیں ہرگز نہ کریں، درود شریف پڑھتے رہیں، اعتکاف کی نیت کرلیں۔(۱۳) اذکارِ مسنونہ کو زبانی یاد کریں اور اپنے اپنے وقت پر ان دعاؤں کو پڑھ لیا کریں۔

۲۶۲۔ ارشاد فرمایا کہ اور مدارس کے اساتذۂ کرام سے حسب ذیل گزارش کیا کرتا ہوں: (۱) قاعدے کی تعلیم میں حروف کی صحت کا اہتمام کیا جاوے۔ جو نئے بچے کہیں سے بگڑے ہوئے آویں ان کو ہمزہ اور عین کا فرق سمجھائیے اس کے بعد چھوٹی ہا اور بڑی حا کا فرق۔ پھر کاف اور قاف کا فرق سمجھائیے۔ پھر اسی طرح صاد اور سین اور ذال اور زا اور ظا اور ضاد کا فرق سمجھایا جاوے اور خوب مشق کرائی جاوے۔(۲) قاعدے میں امتحان ہر تختی پر ہو۔ مثلاً تختی نمبر ا اور اس پر بچے کا نام لکھ دیا جاوے۔ پھر اسی تختی میں امتحان ہو، اور امتحان استاد کے علاوہ کسی دوسرے سے دلایا جاوے۔ پھر جب دوسری تختی شروع ہو تو پھر امتحان ہو۔ جب تک سو فیصد بچہ اس تختی میں پاس نہ ہو جاوے آگے نہ بڑھنے دیں۔ اس طرح قاعدہ میں ۱۲ تختی ہیں تو ۱۲ مرتبہ امتحانات لیے جائیں گے۔ اور ہر تختی کے امتحان میں جو غلطی ہو اس کو ایک دفتی پر لکھ کر بچے کو دے دیا جائے تا کہ بچہ اس کو اپنے استاد کے پاس لے کر جایا کرے اور استاد اس غلطی کو درست کرانے کا اہتمام کرے۔(۳) اس کے بعد اللہ کا لفظ مشق کرائیں کہ کس جگہ باریک اور کہاں موٹا پڑھیں گے۔ اسی طرح ایک ایک قاعدے کی مشق کرائیں۔(۴) جو بچہ حفظ کے لیے آئے تو آموختہ کو اصل قرار دیں۔(۵) حافظ ہونے پر اپنی نگرانی میں پہلے ایک بار مدرسے کے اندر پوری محراب سن کر پھر دوسری جگہ اجازت سنانے کی دی جاوے۔(۶) استاد کا تقرر جب کریں تو تنہائی میں ان کا بھی امتحان کرلیا جاوے، کہ حروف کی ادائیگی اور قواعدِ تجوید کا کس قدر علم ہے۔(۷) داخلے کے وقت معلوم کرلیں کہ سیّد تو نہیں ہے، تا کہ مصرفِ زکوٰۃ کا استعمال سیّد پر نہ کیا جاوے۔

(۸) تنخواہ کا معیار حاجت پر ہونا چاہیے۔ مدرّسینِ قرآن کی تنخواہ صَرف و نحو کے مدرّسین سے کم نہ ہونا چاہیے۔ صَرف و نحو آلۂ مقصود ہے اور قرآنِ پاک مقصود ہے۔(۹) کوئی بچہ بیمار ہو تو اس کا وظیفہ بڑھادینا چاہیے اور بہتر سے بہتر علاج کا انتظام ہو جیسے کہ اپنے بچے کا علاج کراتے ہیں، اور ان کے لیے دعائے صحت بھی کریں۔ اور ان کی مزاج پُرسی کرتا رہے۔(۱۰) طلبائے کرام کو مجاہد فی سبیل اللہ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جاوے۔ وزیر کا بچہ، پیر کا بچہ، فقیر کا بچہ سب کا برابر خیال رکھا جاوے۔ (۱۱) ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہو تو دل میں عظمت ہو، تحقیر اور تذلیل نہ ہو۔(۱۲) کوشش کی جاوے کہ سو فیصد بچے کامیاب ہوں ایک بچہ بھی فیل نہ ہو۔(۱۳) معاینہ کا مقصد صرف تعریف نہ ہو بلکہ اصلاح ہو۔(۱۴) معاینہ میں مدارس کے باورچی خانے (مطبخ) بیت الخلاء بھی دیکھنا چاہیے کہ صفائی ہے یا نہیں۔ اسی طرح کھانے کے وقت اگر قطار لگتی ہو تو طلباء کو کھڑے ہونے میں آپس میں اتنا فصل ہو کہ کوئی آدمی گزرنا چاہے تو نکل جائے، بالکل متصل ہو کر نہ کھڑے ہوں، اور شور و غل بھی نہ ہو۔(۱۵) مہتمم صاحب سفر پر جاویں یا کسی ضرورت سے بھی تو کوئی نائب مہتمم مدرسے میں نگران ہو تا کہ طلباء پر نگہداشت رکھیں اور آنے والوں مہمانوں سے ملاقات کریں اور ضروری باتوں کا جواب دیں۔(۱۶) تعمیرات میں ضرورت کو مقدم رکھیں، پلاسٹر کی فکر نہ کریں، زیب و زینت کو درجۂ ثانوی دیں اور تعلیم کی عمدگی کو درجۂ اوّل دیں۔ خواہ کھڑکی دروازہ کتنا ہی دیر سے لگائے جائیں۔ (۱۷) مسجد میں لاؤڈ اسپیکر سے اذان اندرونِ مسجد نہ ہو، اس کو مسجد سے خارج کمرے میں نصب کریں۔ اور نماز لاؤڈ اسپیکر سے نہ ادا کی جائے، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے لیکن فی نفسہٖ استعمال اس آلے کا ناجائز ہے۔ تبلیغی اجتماعات سے سبق حاصل کیا جاوے کہ بعض مقامات پر ۶ لاکھ اجتماع ہوا مگر اذان اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر نہ استعمال کیا گیا۔(۱۸) اسی طرح مسجد میں پینٹ سے احتیاط کیا جاوے البتہ بدون بدبو والا پینٹ جو ذرا قیمتی ملتا ہے استعمال ہو تو مضایقہ نہیں۔ اس پینٹ کا نام پلاسٹک

پینٹ ہے مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کا بال نہ ہو، کیوں کہ جتنے اچھے برش ہوتے ہیں اس میں خنزیر کے بال ہوتے ہیں، اس لیے کیا ضروری ہے کہ پینٹ کیا جائے۔(۱۹) مسجد کے منبر پر بدون حائل قرآن شریف نہ رکھے جاویں۔ (۲۰) مسجد کے اندر اُجرت لے کر تعلیم دینا جائز نہیں۔ اس لیے مدرسے کی تعمیر کا اہتمام مقدم ہے خواہ چٹائی سے ہو۔

۲۶۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** حدیثِ پاک میں **اَسۡئَلُکَ حُبَّکَ** کے بعد **حُبَّ مَنۡ یُّحِبُّکَ**[۲۷۰] کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ اہل اللہ کی محبت بھی مطلوب ہے، کیوں کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں مستقل مطلوب ہوتے ہیں۔

۲۶۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک گھنٹہ قبل سے نماز کی تیاری کرنا شروع کر دیتے تھے۔

۲۶۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** مریضوں کی صحت کے لیے کم از کم گیارہ بار الحمد للہ شریف پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائے۔ اور کثرت سے یہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرکے پانی پر پلاتے رہیں۔ جس قدر زیادہ تعداد الحمد شریف کی ہوگی اثر بڑھتا جاوے گا۔ مریضوں کو اس عمل سے بہت جلد حق تعالیٰ کی رحمت سے شفا ہوتی ہے۔ اس کا نام سورۂ شفا بھی ہے۔

۲۶۶۔ **ارشاد فرمایا کہ** ذکر کا نفع جب ہوتا ہے کہ کثیر بھی ہو اور تسلسل بھی ہو، جیسے پیاس لگی ہو اور کوئی ایک چمچہ پلا دے تو کیا پیاس کو تسکین ہوگی؟ اسی طرح اگر ایک مرتبہ خوب سیر ہو کر پلا دیا جاوے اور پھر پانی نہ پلایا جاوے تو کیا وہ عمر بھر کے لیے کافی ہے؟ پس معلوم ہوا ذکر کثیر ہو اور اس کا تسلسل بھی ہو۔ اور ذکر کی تعداد کی کثرت کسی اہل اللہ سے یعنی اپنے دینی مشیر سے تجویز کرالے۔

۲۶۷۔ **ارشاد فرمایا کہ** اگر کسی فوجی سے کوئی کہے کہ بھائی! کھانے کمانے کی بھی

۲۷۰؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

فکر میں لگو۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ ہم کو سرکاری خزانے سے ملے گا۔ اسی طرح جو دین کے خدام ہیں ان کو حق تعالیٰ شانہٗ کے سرکاری خزانے سے روزی ملتی ہے، اخلاص اور جاں بازی اور توکل شرط ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھیے کیسی روزی ملتی ہے۔

۲۶۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ریلوے کراسنگ پر گردن نکال کر دوسری ریل کی طرف نہ دیکھتے تھے کہ مبادا زنانہ ڈبّے میں کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔ بجلی کے تار ننگے ہوں اور ان میں بجلی پاور ہاؤس سے بند ہو پھر بھی احتیاط کرتے ہیں کہ بجلی آتے کتنی دیر لگتی ہے۔ بیس سال کا ڈرائیور بھی ذرا غفلت کرتا ہے تو ایکسیڈنٹ کر دیتا ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے حکم ہے: اِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ... الخ[۲۷۱] جب ازواجِ مطہرات سے بہ ضرورت کوئی بات کرنی ہو تو پردے کے باہر سے بات کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی! اچانک نظر کے بعد دوسری نظر مت کرنا۔[۲۷۲] ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نظر عورتوں پر پڑ جاتی ہے۔ پس حکم ہوا: فَاَمَرَنِیۡ اَنۡ اَصۡرِفَ بَصَرِیۡ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حکم ہوا کہ میں اپنی آنکھیں اس طرف سے ہٹالوں۔[۲۷۳] مشکوٰۃ شریف میں حدیث منقول ہے کہ جہاں ایک مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع ہوتا ہے تیسرا شیطان وہاں پہنچ جاتا ہے۔[۲۷۴]

شوہر کے حقیقی بھائی سے پردے کے لیے دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو موت ہے[۲۷۵] یعنی اس سے تو نہایت ہی احتیاط ضروری ہے (کیوں کہ گھر میں آمد و رفت اس کی زیادہ ہوتی ہے، اس لیے یہ محلِّ فتنہ کے اعتبار سے زیادہ خطرناک ہے)۔

۲۷۱؎ الاحزاب: ۵۳

۲۷۲؎ سنن ابی داؤد: ۲۹۲/۱، باب ما یؤمر بہ من غض البصر، ایج ایم سعید

۲۷۳؎ صحیح مسلم: ۲۱۲/۲، باب نظر الفجاءۃ، ایج ایم سعید

۲۷۴؎ جامع الترمذی: ۲۲۱/۱، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغینات، ایج ایم سعید

۲۷۵؎ جامع الترمذی: ۲۲۰/۱، کتاب الرضاع، باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات، ایج ایم سعید

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے مولانا سعید احمد صاحب جب ۱۲ سال کے ہوگئے تو فرمایا کہ سعید احمد! تم بارہ سال کے ہوگئے، بتاؤ ممانی محرم ہے یا نامحرم؟ پس اسی وقت سے پردہ شروع کردیا حالاں کہ مولانا سعید احمد صاحب جب ڈھائی سال کے تھے اس وقت ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اسی وقت سے ممانی نے پرورش کی تھی۔

مجھ سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا پردے کا حکم قرآن و حدیث میں موجود ہے؟ میں نے کہا کہ ارے بھائی! قرآن و حدیث تو بڑی چیز ہے خود فطرتِ سلیمہ کا تقاضا بھی پردۂ شرعی کا حکم دیتا ہے۔ بہت تعجب سے پوچھا: وہ کیسے؟ میں نے کہا: روٹی کی حفاظت چوہے بلی سے کرتے ہیں۔ چیل کے خوف سے گوشت چھپا کر لاتے ہیں۔ تنخواہ پاتے ہیں تو نوٹوں کو جیب کتروں کے خوف سے چھپا کر لاتے ہیں۔ حالاں کہ روٹی، گوشت اور نوٹ میں خود ان کے اچکنے والوں کے پاس کھنچ جانے کی صلاحیت نہیں ہے برعکس عورت کے اچکنے والے بھی ہیں اور ان میں خود ان کی طرف کھنچ جانے کا مادّہ بھی ہے۔ نیز روٹی اور گوشت اور نوٹ اچکنے والوں سے واپس مل جانے کے بعد بھی قابلِ استعمال ہے برعکس عورت اغوا ہونے کے بعد خاندان بھر کی گردن نیچا کردیتی ہے اور کوئی شریف انسان اس کو نکاح کے لیے قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ مَردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حکم ہے کہ نامحرم مَردوں سے نگاہ نیچی کرلیں۔

۲۶۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** ڈاکٹر شہزادے کو جب انجیکشن لگاتا ہے تو اپنے کو شہزادے سے افضل نہیں سمجھتا۔ اسی طرح دین کی بات سنانے والے کو سامعین سے اپنے کو افضل نہ سمجھنا چاہیے۔ ماہرِ فن کو اکمل سمجھنا جائز مگر افضل سمجھنا حرام ہے، کیوں کہ فضیلت کا مدار قبولیت عند اللہ پر ہے۔ جو دنیا میں نہیں معلوم ہوسکتی۔ ہر مؤمن کی قلب میں عظمت ہو۔ کسی عالم اور شیخِ کامل کے لیے بھی جائز نہیں کہ کسی گناہ گار مسلمان کو حقیر سمجھے ۔ باپ کے اوپر چھوٹا بچہ اگر پیشاب کردے تو کپڑا باپ کا ناپاک سمجھا جائے گا لیکن باپ کی عظمت میں کمی نہ ہوگی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی پر داروگیر کرتا ہوں تو خود سے اس کو افضل سمجھتا ہوں۔ اسی طرح میں بھی اپنی ماں بہنوں کو اور آپ

لوگوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں مگر خدائے تعالیٰ کا حکم سنا رہا ہوں۔

۲۷۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلامِ پاک کے چار حق ہیں: (۱) عظمت (۲) محبت (۳) تلاوت مع الصحت (۴) احکام کی متابعت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حروفِ قرآن کو غلط پڑھنا یعنی جیسے صاد کو سین پڑھنا یہ لحنِ جلی کہلاتا ہے جو حرام ہے۔ تھانہ بھون میں بعض محدثین کو بھی نورانی قاعدہ پڑھنا پڑا۔ مکان کے رنگ و روغن کی فکر ہے تاکہ جمال پیدا ہو لیکن قرآنِ پاک کے جمال کی فکر کیوں نہیں؟ تھانہ بھون میں جمال القرآن کی تعلیم کا سالکین کے لیے اہتمام تھا۔ جہاں ضروریاتِ دین کا اہتمام نہ ہو تو پھر وہاں معارف و دقائقِ تصوف ان کو کیا نفع دے سکتا ہے؟

۲۷۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں ہے، اس پر اکابر علمائے ہند و پاک کا اتفاق ہے۔ البتہ اگر اس پر نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی، لیکن استعمال کا گناہ بھی ہو گا۔ بڑے بڑے اجتماع میں **مُکَبِّر** کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔

۲۷۲۔ **ارشاد فرمایا کہ** میں مسافر ہوں، امامت سے قبل دو چار منٹ دینی باتیں ہو جائیں تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ہو کہ نماز امام مسافر سے پڑھانے کے سبب میری جماعت چلی گئی۔

۲۷۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** اظہارِ حق انبیاء علیہم السلام پر فرض ہے ہر حال میں خواہ جان بھی چلی جائے۔ لیکن علماء کے لیے گنجایش ہے کہ اگر قتل کا خطرہ ہو تو سکوت جائز ہے۔ لیکن اظہارِ حق افضل ہے۔

۲۷۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سہ دری میں حضرت والا کے لیے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قالین بچھا دی۔ حضرت نے اُٹھوا دی۔ پھر ارشاد فرمایا: اس سے آنے والوں پر ہیبت ہوتی ہے۔ میں اپنے احباب کو بے تکلف رکھنا پسند کرتا ہوں تاکہ ہر عامی بے تکلّف دینی استفادہ کر سکے۔

۲۷۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** بزرگوں کی بیماری عوام کے عقائد کی اصلاح کا سبب بنتی ہے

تاکہ عقیدت میں غُلو نہ ہو۔ بیماری دیکھ کر ان کی عاجزی اور عبدیت کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

۲۷۶۔ارشاد فرمایا کہ جس پر مقدمہ دائر ہو وہ یَا حَفِیْظُ کثرت سے پڑھے اور جو خود کسی پر مقدمہ دائر کرے تو یَا لَطِیْفُ کی کثرت کرے۔

۲۷۷۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دینی مدارس میں انگریزی داخل کرنے سے سخت ضرر کا مشاہدہ ہوا۔ دنیا غالب ہو جاتی ہے دین کے خدام بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔

۲۷۸۔ارشاد فرمایا کہ بدعت کا گندا پانی نکالنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سنتوں کی خوب اشاعت کی جائے جب سنت کے صاف پانی کا بہاؤ آئے گا گندا پانی خود بخود ختم ہو جائے گا۔

۲۷۹۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو حضرت خواجہ صاحب من و عن حضرت کے الفاظ کے ساتھ سناتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے خلفاء کے اجتماع میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی میرِ مجلس ہوا کرتے تھے۔

۲۸۰۔ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی بہن کو دینے سے اگر بیوی کو ناراضگی ہوتی ہو تو بیوی پر ظاہر نہ کرے چھپا کر دینا چاہیے، اور یوں کہہ دے کہ کسی کارِ خیر میں اتنی رقم خرچ کی۔ اس طرح کام بھی چلتا ہے اور بیوی کی دلجوئی بھی رہتی ہے۔

۲۸۱۔ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کلکٹر کو ناراض کرکے تحصیل دار کو نہیں راضی کرتا۔ لیکن ہم لوگوں کا کیا حال ہے کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے حق تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔ حالاں کہ چھوٹوں کو راضی کرنے کے لیے بڑوں کو ناراض کرنا سب کے نزدیک بے عقلی ہے۔

۲۸۲۔ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ختمِ بخاری شریف کے دن طلباء نے اجتماعی طور پر مٹھائی تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی۔ تو فرمایا: ایک تھیلی لاؤ اس کے اندر جو دینا ہو ہاتھ اندر کرکے دے دے،

تاکہ زیادہ دینے والے کو فخر نہ ہو اور کم دینے والے یا نہ دینے والے کی سُبکی نہ ہو، اس طرح اخلاص کے ساتھ یہ کام ہو گا۔

۲۸۳۔ارشاد فرمایا کہ تعلیمِ حفظِ قرآنِ بدون اجرت بھی مساجد میں نامناسب ہے چہ جائیکہ اجرت کے ساتھ۔ یہ تو ناجائز ہے۔ تعجب ہے کہ بعض مرکزی ادارے بھی احتیاط نہیں کرتے۔ پھر ان ہی سے عوام بھی نقل کرنے لگتے ہیں۔

۲۸۴۔ارشاد فرمایا کہ استاد جب بچے کا امتحان لیتا ہے تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی کامیابی اور محنت و قابلیت دوسروں کو بھی معلوم ہو جاوے، ورنہ استاد تو اپنے شاگردوں کی قابلیت بدون امتحان کے جانتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ اپنے خواص عباد کے تمام خصوصی حالات سے باخبر ہیں لیکن امتحان کے ذریعے ان کا مقام دوسروں پر ظاہر فرمادیتے ہیں۔

۲۸۵۔ارشاد فرمایا کہ چائے میں شکر ذرا بھی کم ہو گوارا نہیں۔ اسی طرح کھانے میں نمک ذرا بھی کم ہو تو گوارا نہیں لیکن دین کے اندر ہر کمی کو گوارا کر لیا جاتا ہے۔ یہ بات قابلِ عبرت ہے۔

۲۸۶۔ارشاد فرمایا کہ استاد اگر دیندار ہو تو اس سے انگریزی پڑھنے والے بھی منور اور دیندار ہوں گے، اور اگر معلم بددین ہو تو اس سے قرآن اور حدیث پڑھنے والے بھی بددین پیدا ہوں گے۔

۲۸۷۔ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے لیکن مولانا کی برکت سے شاگرد تہجد گزار ہونے لگے۔

۲۸۸۔ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی تکلیف پہنچی تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یُذْهِبِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہماری سماعت اور بصارت نہیں سلب فرمائی۔ کیا ان حضرات کی دینی فہم تھی!

۲۸۹۔ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

جب کوئی پریشانی آئے تو اپنے اعمال کو سوچے کہ ہمارے اعمال تو زیادہ پریشانی اور مصائب کے لائق ہیں لیکن الحمدللہ ! کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے سستے چھوٹے۔

۲۹۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** سانپ جس عضو کو بھی کاٹتا ہے آدمی مر جاتا ہے، کیوں کہ اس عضو سے پھر تمام بدن میں زہر پھیل جاتا ہے، اسی طرح گناہ کا زہر ہے جس عضو سے بھی معصیت کی جاوے گی اس کا زہر تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔

۲۹۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** ایک شخص نے سوال کیا کہ شادی میں کیا مرد مہندی لگا سکتا ہے ؟ میں نے جواب دیا کہ مرد عورتوں کا زیور بھی پہن سکتا ہے ؟ کہا: نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ جس طرح زیور عورتوں کے لیے خاص ہے اسی طرح مہندی عورتوں کے لیے خاص ہے۔

۲۹۲۔ **ارشاد فرمایا کہ** حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر اپنے ڈیکس پر لگا رکھا تھا ؎

کثرتِ ذکر و قلتِ تبیاں
وقتِ ہیجانِ طبع کفِّ لساں

۲۹۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** پانی نرم ہے لیکن اپنی صحبت سے لوہے کو زنگ آلود کر کے اس کی صورت اور سیرت خراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح بُری صحبت انسان کے اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔

۲۹۴۔ **ارشاد فرمایا کہ** نیت بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سوئی لگاتا ہے اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اس کو فیس بھی دیتے ہیں اور کوئی دشمن اتنی ہی بڑی سوئی چبھو دے تو اس سے لڑتے ہیں۔ پس اس مثال کو سمجھنے کے بعد حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت پر نظر رکھنے سے تمام تکالیف کا تحمل آسان ہو جاتا ہے۔

۲۹۵۔ **ارشاد فرمایا کہ** علامہ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن پر بلّی سو گئی۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ قینچی منگائی، دامن کاٹ کر نماز کے لیے چل دیے۔ واپس آئے تو بلّی سو کر اُٹھ چکی تھی پھر دامن کا پیوند لگا لیا۔

۲۹۶۔ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے شکر خریدا دوکان پر سے چیونٹی بھی اُسی پڑیا پر آگئی، واپس گئے۔ دوکان پر اس کو پہنچادیا کہ اپنے رفیقوں سے جدائی میں تکلیف نہ ہو۔

۲۹۷۔ارشاد فرمایا کہ گُم شدہ چیز یا جانور یا انسان کی واپسی کے لیے یہ وظیفہ مجرب ہے۔ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو عطا فرمایا: دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر پھر سورۂ اخلاص پانچ مرتبہ مع سورۂ فاتحہ اوّل آخر درود شریف پڑھے پھر یاحیّ یاقیوم پانچ سو مرتبہ پڑھے اور دُعا کرے۔

۲۹۸۔ارشاد فرمایا کہ وعظ کے بعد مصافحہ اگر رخصت کا ہے تو صحیح ہے اور اگر وعظ کا مصافحہ ہے تو خلافِ سنت ہے جس طرح نماز کے بعد مصافحہ خلافِ سنت ہے۔ لہٰذا مصافحہ کرنے والوں کو آگاہ کر دیا جاوے کہ یہ مصافحہ ملاقات کا ہے۔

۲۹۹۔ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب پینے والوں پر حد جاری فرمائی۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حد نہ جاری ہوئی تھی۔ پس اسی طرح اس زمانے میں میری سختی اور محاسبہ کے بدون کام مشکل تھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کام برکت سے چلتا تھا۔

۳۰۰۔ارشاد فرمایا کہ اگر مجلس میں تاخیر ہو تو ذکر یا تلاوت میں لگ جائے فضول گوئی میں نہ لگے۔

۳۰۱۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بُرا لکھنے والا لکھنا چھوڑ دے تو یہ کبھی اچھا لکھنے والا نہ بنے گا۔ پس ہر عملِ ناقص عملِ کامل کی بنیاد ہے۔ جو کچھ ہو سکے اُصول کے موافق عمل شروع کر دے جی لگنے نہ لگنے کی پروانہ کرے۔

۳۰۲۔ارشاد فرمایا کہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر وعظ ہو رہا ہے اور کوئی ذکر کر رہا ہے یا تلاوت کر رہا ہے تو اسے ذکر و تلاوت ملتوی کر کے وعظ میں

شریک ہونا چاہیے۔

۳۰۳۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کوئی رقم کسی سے لے تو دوبارہ گن لے مگر اس نیت سے کہ کہیں شاید زیادہ نہ دے دیے ہوں کیوں کہ کم دینے کا گمان کرنا بد گمانی ہے۔

۳۰۴۔ارشاد فرمایا کہ علامہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب آدمی کچھ ذکر و طاعت میں لگتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں شیطان سے خلاصی پا گیا، مگر یہ خیال غلط ہے۔ جب غافل اور فاسق تھا اور نیکیوں سے خالی تھا تو شیطان کو اس کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی اب آئے گا کہ اس کی صلاحیت میں ترقی ہو رہی ہے۔ جب مال زیادہ ہوتا ہے تب ہی تو اس کے پاس چور آتا ہے۔ ایک رافضی نے ایک سنّی سے کہا کہ جتنے فتنے دعوائے نبوت وغیرہ کے اُٹھتے ہیں سنیوں میں ہوتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ شیعوں کو تو شیطان نے اپنی راہ میں اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اس لیے ان سے مطمئن ہے اور سنّیوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے کہ ان کو بھی گمراہ کر دوں۔

۳۰۵۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چلتے پھرتے ذکر و تسبیح میں لگے رہے، خالی وقت میں تسبیح ہاتھ میں رکھیے اس سے ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے۔

۳۰٦۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ برکت کے معنیٰ کثیر النفع ہے۔ جو شے کثیر النفع ہو اس کو مبارک کہہ سکتے ہیں۔

۳۰۷۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم کو گناہ اس طرح لذیذ معلوم ہوتے ہیں جس طرح سانپ کے کاٹے کو نیم کی پتی لذیذ معلوم ہوتی ہے، لیکن جب زہر کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو پھر نیم کی پتی تلخ معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کی محبت اور آخرت سے بے فکری کا زہر ہر گناہ کو لذیذ کر دیتا ہے۔

۳۰۸۔ارشاد فرمایا کہ جب تک میت کو غسل نہ دیا جائے اس کے پاس قرآنِ

پاک کی تلاوت نہ کی جائے۔

۳۰۹۔ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دو کام کرلو تو میں ذمہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا:(۱) گناہوں سے حفاظت (۲) کم بولنا اور ذکر کے لیے خلوت کا اہتمام۔ اور دو چیزوں سے بہت بچے: عورتوں سے اور اَمردوں سے (لڑکوں سے)۔

۳۱۰۔ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کے ساتھ سوءِ ظن رکھے اور دوسروں کے ساتھ حسنِ ظن رکھے، مگر معاملہ آج برعکس ہے کہ اپنے ساتھ حُسنِ ظن اور دوسرے کے ساتھ سوءِ ظن رکھتے ہیں۔

۳۱۱۔ ہر شخص اپنی قیمت خود ہی لگالیتا ہے اور اپنی حیثیت سے زیادہ لگالیتا ہے پھر جب اس کے خلاف لوگوں سے اپنے ساتھ معاملہ پاتا ہے تو شکوہ اور غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۳۱۲۔ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کو والا نامہ تحریر فرمایا: آج کل اہلِ علم حضرات میں بھی تین باتوں کا اہتمام نہیں پارہا ہوں اِلّاماشاء اللہ! آپ بھی ان کا خیال فرمائیں بالخصوص طلبائے کرام کے اندر نگرانی فرمائیں:

۱)اذان کا جواب دینے کا اہتمام نہ رہا۔

۲)نیت کے وقت ہتھیلی اور انگلیوں کو قبلہ رُو نہیں رکھتے۔

۳)ہاتھوں کو ناف کے نیچے نہیں باندھتے۔

۳۱۳۔ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے بچوں کو اسمائے حسنیٰ یاد کرانا شروع کرادیا ہے اور اس کے معانی کو بھی یاد کرایا ہے اب تک ۷۵ اسماء کو یاد کرلیا ہے اس سے حق تعالیٰ کی عظمت و معرفت پیدا ہوگی۔ اور جو حاجت پیش ہوگی اس نام کے واسطے سے دعا کی توفیق ہوگی۔

۳۱۴۔ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنا دل ذکر کے نور سے منوّر کرے پھر دین کی خدمت میں لگے۔

دل میں لگا کے ان کی لَو کر دے جہاں میں نشرِ ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

۳۱۵۔ ارشادفرمایا کہ صبر کا حاصل عدمِ اعتراض ہے۔ اگر نہ دل میں اعتراض ہو نہ زبان سے ظاہر ہو تو صدمۂ طبعی کے باوجود یہ شخص صابر ہے۔ جب کوئی نعمت اللہ تعالیٰ چھین لیں تو یہ تصور کریں کہ کتنی نعمتیں عطا بھی فرمائی ہیں۔ لِلّٰہِ مَآاَخَذَ وَلِلّٰہِ مَآاَعْطٰی ایک نعمت جانے کا اگر غم ہے تو ننانوے نعمتوں کا شکر بھی ادا کرے۔

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے
بے تسلی بھی تسلی چاہیے
ہے جلالی گو جمالی نہ سہی
کیا ہے جیسی ہو تجلی چاہیے

صدمے سے بے اختیار رونا آجائے کوئی حرج نہیں۔ مصنوعی گریہ اور مرثیہ خوانی ناجائز ہے۔

۳۱۶۔ارشادفرمایاکہ عقل ایسی ضعیف چیز ہے کہ وہم سے بھی مغلوب ہو جاتی ہے۔ مثلاً: مردہ بے ضرر ہے کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے پاس سونے سے انسان ڈرتا ہے، کتنا ہی اطمینان دلایا جائے لیکن سو نہیں سکتا اس کے باوجود بعض انسان اپنی عقل کو خدا بنالیتا ہے۔

بولے کہ اُس خدا پہ جو آتا نہیں نظر
ہے عقل سے بعید کہ ایمان لائیے
میں نے کہا بجا ہے یہ فرمان آپ کا
لیکن ذرا وہ عقل بھی ہم کو دکھائیے

ہر شے کو اس کے علامات سے پہچان لیتے ہیں۔

تغیراتِ جہاں سے خدا کو دیکھ لیا
اُڑی جو خاک تو ہم نے ہوا کو دیکھ لیا

۳۱۷۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کافر نے مجھ سے پوچھا کہ ہم آپ کو اپنے مندر میں آنے کے اجازت دیتے ہیں آپ لوگ ہم کو کعبہ شریف کیوں نہیں جانے دیتے؟ میں نے کہا: مسجد میں آپ بھی آسکتے ہیں مگر کعبہ شریف شاہی حرم ہے۔ آپ بادشاہ کے محلِ سرا میں بدون اجازت نہیں جاسکتے۔ جو شخص بادشاہ کو نہ تسلیم کرے اس کو تو اس کے ملک میں داخلہ بھی نہیں ملتا۔

۳۱۸۔ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں سے نظر ہماری نہیں جھکتی۔ میں نے کہا: اچھا اگر اس کا بھائی یا باپ بھی ہو تو کیا ہوگا؟ کہا: اس وقت تو جھک جائے گی۔ فرمایا: پھر بھائی اور باپ کے خوف سے نظر جھک جائے اور خدائے تعالیٰ کے خوف سے نہ جھکے؟

۳۱۹۔ ارشاد فرمایا کہ۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادے کے لیے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

شیخ کو خط لکھنے میں سستی کا علاج جرمانہ ہے، ایک دن مقرر کرلے پھر کاہلی سے ناغہ ہو تو ہر دن پر مالی جرمانہ بہت مفید ہے۔ ایک دو روپیہ حسبِ حیثیت خیرات کردے۔ بعض لوگوں نے بیس روپیہ تک جرمانہ ادا کیا۔

۳۲۰۔ ارشاد فرمایا کہ ضرورت، آسایش، آرایش جائز ہے۔ نمایش حرام ہے۔ نمایش کی نحوست ایسی ہے جیسے کوئی پہلوان اچھی اچھی غذائیں کھالے اور

سنکھیا بھی کھالے۔ پس اس طرح نیت کی خرابی سے شہید، عالم، سخی کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کر دیا جاوے گا۔

۳۲۱۔ارشاد فرمایا کہ علاج سے نفع ہوتا ہے اور اگر علاج نہ کرے تو ڈاکٹر بھی بیمار ہی رہے گا۔ اسی طرح ریا، غصہ، تکبر عالم بننے سے نہیں جاتا بلکہ اور بڑھ جاتا ہے خاندانی تکبر تو پہلے ہی سے تھا اور علم کا نشہ اور آگیا۔ اور اگر عبادت کرنے لگے تو یہ مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ بیماری تو علاج ہی سے جاتی ہے، علم اور عبادت سے نہیں جاتی۔

۳۲۲۔ارشاد فرمایا کہ مسجد کے اندر دارالاقامہ اور مدرسہ جائز نہیں۔ اس لیے مسجد خواہ چھپر ہی کی ہو پہلے مدرسہ بنانا چاہیے۔ حدودِ مدرسے میں کاغذ کے ٹکڑے نہ پڑے رہیں۔ اکرامِ علم کے خلاف ہے۔ قرآنِ پاک کے اوراقِ بوسیدہ کے لیے بڑا تھیلا رہے، جب جمع ہو کر بھر جاوے دفن کرادیں۔

۳۲۳۔ارشاد فرمایا کہ جہاں انتقال ہو وہاں دفن کیا جاوے اور جلد دفن کیا جاوے۔ رونمائی وغیرہ کی رسم کے لیے تاخیر جائز نہیں بالخصوص دینی مراکز میں اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ عمل کو کتاب سے ملائیں، بعض وقت اکابر سے بھی تسامح ہو سکتا ہے۔

۳۲۴۔ارشاد فرمایا کہ بمبئی میں دعوۃ الحق کی شاخ ہے، وہاں کے حضرات نے مسجد کی دو منزلہ عمارت میں تعلیمِ قرآن شروع کر دیا۔ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے معاینہ کیا، اس کی نقل مجھے بھیجی گئی کہ آپ تو مسجد میں مدرسے کو منع کرتے ہیں اور یہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں نے مقامی احباب کو لکھا کہ اگر اتنے دن تک کے اندر مدرسہ مسجد سے الگ نہ کیا گیا تو مدرسہ بند کر دیا جاوے گا۔

۳۲۵۔ارشاد فرمایا کہ بچیوں کی آستین پوری ہو اور دوپٹا اتنا موٹا ہو کہ بالوں کی سیاہی نظر نہ آئے اگر باریک ہو تو دوہرا کر کے اوڑھیں۔

۳۲۶۔ارشاد فرمایا کہ جو وقت چائے میں صَرف ہو گا وہ مدرسے کے معاینے

میں صَرف ہو۔ بوقتِ واپسی کچھ پھل ہدیہ پیش کیا گیا تو قبول فرمایا اور مزاحاً فرمایا کہ اب ان احباب کی دل شکنی نہیں ہوگی اور نہ ہمارے ساتھیوں کی بطن شکنی ہوگی۔

۳۲۷۔ ایک دینی ادارے میں معاینے کے بعد فرمایا: (۱) اذان مسجد میں ہوئی حالاں کہ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ کتبِ فقہ میں مصرح ہے۔ (۲) کلماتِ اذان جلدی جلدی کہے گئے، اتنا فصل نہ ہوا کہ اذان کا جواب دیا جاسکے۔ (۳) اذان کی ادائیگی بھی غلط تھی۔ اللہ کو مد طبعی سے زیادہ کھینچا جب کہ نکیر موجود ہے۔ (۴) ”منیۃ الساجد فی آداب المساجد“ کو بار بار پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ بعض جگہ تعلیمِ قرآن مساجد میں ہورہی ہے اور دارالاقامہ میں بھی۔ یہ کیسے جائز ہوگا! (۵) کھانے کی قطار میں آپس میں جسم ملنا نہ چاہیے، اتنا فاصلہ ہو کہ درمیان سے ایک آدمی گزر سکے۔ قطار میں ایک دوسرے پر ایثار سے کام لیں۔ (۶) کمرے میں اور کمروں کے سامنے صفائی کا خیال ہو۔ بالخصوص آلۂ علم یعنی کاغذ کا اِکرام ہو۔ اس کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پڑے نہ ہو۔ (۷) روٹی کے ٹکڑوں کو اٹھالیا جاوے۔ اکرامِ خبز پر صریح حدیث وارد ہے۔ اَکْرِمُوا الْخُبْزَ وَاِنَّ کَرَامَۃَ الْخُبْزِ اَنْ لَّا یُنْتَظَرَ بِہٖ[۲۷۶] روٹی کے ٹکڑے ادھر اُدھر پڑے رہنے سے رزق کی برکت چلی جاتی ہے۔ (۸) اپنا کام خود کرنا سنت ہے تو صفائی کون کرے گا؟ (۹) بال ہپی کی طرح بڑے بڑے نہ ہوں۔ (۱۰) دورے کے طالبِ علموں کو طویل سورتیں یاد نہیں۔ کیا نمازِ فجر میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھائیں گے؟ (۱۱) بعض طلبا نے قرآن کو صحتِ حروف سے نہیں پڑھا۔ کافیہ اور مرقات کی عبارت تو صحیح پڑھیں اور قرآنِ پاک غلط پڑھیں۔ کتاب اللہ کی عظمت نہیں ہے۔ (۱۲) اہلِ مال نے تو خوب کام کیا اور مسجد خوب شاندار ہے مگر آپ حضرات طلبائے کرام کا معاشرہ قابلِ افسوس ہے۔ چار پائیوں پر بستر نہ تو صاف ہیں نہ قاعدے سے بچھے ہیں، کھانے کے برتن بھی بے قاعدہ اور گندے۔ (۱۳) بعض طلباء کے مونچھوں کے وسط میں بال صاف ہیں۔ دریافت

۲۷۶۔ مستدرك علی الصحیحین للحاکم: ۱۳۶/۴ (۷۱۴۵)، کتاب الأطعمة، دار الکتب العلمیة، بیروت

کرنے سے معلوم ہوا کہ قینچی سے درمیان میں بالوں کو صاف کرنے کا فیشن ہے۔ مونچھوں کو برابر سے کاٹنا چاہیے۔ درمیان میں مکھی کے برابر جگہ کیوں چھوڑدی؟ کیا مکھی بیٹھنے کے لیے یہ جگہ خالی ہے؟(۱۴) طلباء کو مسجد میں داخلے کی سنتوں میں صرف دو سنتیں یاد ہیں۔(۱۵) مسجد کے داخل حصے اور خارج حصے میں فرش یکساں ہونے سے پتا نہیں چلتا کہ کہاں سے مسجد شروع ہے؟ پھر دخول اور خروج کی دُعائیں کس طرح پڑھیں گے؟ کوئی مابہ الفرق علامت ہونی چاہیے۔ (۱۶) مصافحہ وعظ کا نہیں ثابت ہے، البتہ یہ رخصت ہونے کا مصافحہ ہے اس کے لیے قطار بنالیں اور داہنے طرف سے شروع کریں بائیں طرف سے نکلتے جائیں۔ بوڑھے اور بچوں کو ترجیح دی جاوے۔ اگر سب بے ترتیبی سے سامنے آجاویں گے تو پھر کسی کو کس طرح ترجیح دی جاوے گی۔(۱۷) مدرسے کا دفتر اور دارالحدیث سے مسجد گزر گاہ بنی ہوئی ہے۔ اس کا دروازہ الگ ہونا چاہیے۔(۱۸) مسجد میں بدبودار پینٹ ناجائز ہے۔(۱۹) طلباء نے کار کو روک لیا ازدحام سے، تو فرمایا کہ مہمان کو جانے کے لیے راستہ دیجیے۔ مہمان کی درخواست قبول کرلیا کرتے ہیں۔

۳۲۸۔ **ارشاد فرمایا کہ** سنگین مقدمے میں جو پھنس گیا ہو وہ شخص **یَا حَلِیۡمُ یَا عَلِیۡمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیۡمُ** ایک لاکھ اکیاون ہزار صاف کپڑے پہن کر عطر لگا کر پڑھے۔ نہ وقت کی قید نہ عمر کی قید، نہ مرد اور نہ عورت کی قید۔ ایک جوڑا کپڑا اس کے لیے الگ رکھے۔ یہ عمل برائے سنگین مقدمہ مجرب ہے۔

۳۲۹۔ **ارشاد فرمایا کہ** جو سالک جذب سے واصل ہوجاتا ہے وہ دوسروں کی راہ بری نہیں کرسکتا۔ جو قدم بہ قدم منزل بہ منزل سفر کرتے ہیں وہ دوسروں کی راہ نمائی کرسکتے ہیں۔ اور اگر بے ہوش کو عرفات کے میدان میں لے جائیں تو حاجی ہوجاوے گا مگر دوسرے عازمینِ حج کی راہ بری نہیں کرسکتا۔

۳۳۰۔ **ارشاد فرمایا کہ** صحت کی دُعا کرتے رہنا چاہیے لیکن جب بیماری آجائے تو اس کو بھی اپنے لیے خیر سمجھے۔ گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ اور عاجزی و تواضع پیدا

ہوتی ہے۔ اور تکوینی طور پر ڈاکٹر کی روزی، ٹیکسی والوں کی روزی، تیمار داروں کو ثواب اور دواخانوں کا نفع اور نجانے کیا کیا حکمتیں ہیں۔ بالخصوص جب مقتدائے دین اور مشائخ بیمار ہوتے ہیں تو وہ ضعفاء اور کم ہمت جو دین کے کنویں تک نہیں جاسکتے ہیں تو بیماری کی راہ سے کنواں وہاں تک پہنچادیا جاتا ہے۔ میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ مولانا جب بیمار ہوکر علاج کے لیے بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی کے کتنے لوگوں کو دینی نفع ہوا اور کتنے ڈاکٹروں کی اصلاح ہوئی۔

۳۳۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** جب بڑھاپے میں بھول بڑھ جاوے تو نماز کی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ جب رکوع اور سجدے میں اتنا شبہ قوی ہو جاوے کہ رکوع نہ کرنے پر قسم کھاسکے تو رکوع دوبارہ کرلے۔

احقر مؤلف عفی عنہ عرض کرتا ہے: اسی طرح ایمان کے بارے میں جن لوگوں کو وسوسہ تنگ کرتا ہے کہ خدا ہے یا نہیں، جنت، دوزخ اور قیامت عذابِ قبر وغیرہ میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے پس اس سے ایمان کو کچھ نقصان نہیں بلکہ عینِ ایمان کی علامت ہے، کیوں کہ دولت ایمان کی نہ ہوتی تو شیطان وہاں چوری کے لیے نہ پہنچتا۔ جس طرح وضو کرنے کے بعد محض شبہ اور وسوسوں سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ وضو ٹوٹنے کا اتنا یقین ہو کہ اس پر خدا کی قسم کھاسکے۔ تو بے شک وضو ٹوٹ جانا ثابت ہوگا۔

۳۳۲۔ **ارشاد فرمایا کہ** توکّل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسبابِ ضروریہ اختیار کرکے نظر اسباب پر نہ رکھے، ان کو مؤثر نہ سمجھے، بلکہ حق تعالیٰ ہی پر نظر رکھے کہ ہمارا کام حق تعالیٰ ہی سے ہوگا۔ جب اسباب نہ ہوں تو پھر مسبّب پر نظر آسان ہے۔ کمال یہ ہے کہ اسباب ہوتے ہوئے اسباب پر نظر نہ کرنا اور مسبّب پر نظر رکھنا۔

۳۳۳۔ **ارشاد فرمایا کہ** دنیا کا سفر مشکل ہے آخرت کا آسان ہے۔ یہاں کے سفر کے لیے ٹکٹ کے بعد ریزرویشن اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، اور آخرت کے سفر کے لیے ایمان جو جنت کا ٹکٹ وہ بھی اختیار میں دے دیا اور ریزرویشن بھی اختیار

میں دے دیا وہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ہے، جیسی استقامت ہوگی اسی درجے کا جنت میں مقام ملے گا۔ اور مرنے سے پہلے ہی ریزولیشن کی بشارت اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

ترجمہ: نہ اندیشہ کرو آخرت کے ہولناک حالات کا اور نہ غم کرو دنیا کے چھوٹنے کا اور بشارت تم کو اس جنت کی دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۳۳۴۔ارشاد فرمایا کہ اگر بیماری طویل بھی ہو تب بھی الحمد شریف کی کثرت سے تلاوت کر کے پانی پر دم کر کے پلانا بہت مفید ہے۔

۳۳۵۔ارشاد فرمایا کہ جس طرح اہل اللہ کی محبت مطلوب ہے اسی طرح ان کی خفگی سے بھی بچنا مطلوب ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی تکلیف دیتا ہے تو اس کو کچھ ڈانٹ ڈپٹ لیتا ہوں، کیوں کہ میرا تجربہ ہے کہ اس کو اگر معاف کردوں تو بھی کوئی بلا اس پر نازل ہو جاتی ہے۔

۳۳۶۔ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حجازِ مقدس میں ایک جگہ ساتھ ہوا۔ مولانا زیادہ عمر کے بزرگ ہیں اس کے باوجود مجھے فرمایا کہ تم اوپر چارپائی پر لیٹو ہم نیچے لیٹیں گے۔ چوں کہ چارپائی ایک ہی تھی۔ حضرت کا حکم سمجھ کر اوپر لیٹ گیا۔ لیکن میں نے احباب سے عرض کیا کہ اچھا بھائی! آپ لوگ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ موتی دریا میں نیچے ہوتا ہے اور بُلبُلہ اُوپر ہوتا ہے۔ اور ترازو کا وزنی پلڑا نیچے ہوتا ہے اور ہلکا پلڑا اوپر ہوتا ہے۔

۳۳۷۔ارشاد فرمایا کہ سنتوں کو خوب پھیلانا چاہیے۔ ایک دو سنت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں۔ سنتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود فنا ہونے لگے گی۔ ایک انگریزی اسکول کے لڑکے کو ایک سنت ہر روز سکھائی گئیں، جب بیس سنتیں یاد ہو گئیں تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی پوچھا کہ بالوں کی سنت کیا ہے۔ بس ہپّی بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق

ہو گئی۔ اتباعِ سنت کی برکت عجیب ہے۔ ''گلزارِ سنت ''اور ''تعلیم الدین'' سے ایک ایک سنت روز یاد کرائی جائے اور طلبا اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرلیں۔

۳۳۸۔ارشاد فرمایا کہ گھڑی کا مقصد تھا کہ صفِ اوّل میں نماز ادا کریں، تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو، مگر آج کل گھڑی کا مقصد برعکس ہو گیا ہے یعنی کاہلی اور تاخیر کا سبب بن گئی ہے۔ گھڑی اس نیت سے دیکھتے ہیں کہ ابھی جماعت میں کتنے منٹ باقی ہیں۔اور حُجرے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔

۳۳۹۔ارشاد فرمایا کہ جوتے پر پالش کی، چہرے پر مالش کی، مکان پر پلاسٹر کی ضرورت ہے۔ ہر جگہ جمال مطلوب ہے، مگر قرآنِ پاک کے جمال اور صحت سے پڑھنے کی فکر نہیں۔

۳۴۰۔ارشاد فرمایا کہ ایک ادارے میں حاضری ہوئی۔''شرح تہذیب'' اور ''مقامات'' یاد ہے مگر کھانے پینے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔

۳۴۱۔ارشاد فرمایا کہ جہاں سنتوں کو خوب پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی۔ اور ان کی سمجھ میں آگیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہر سنت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔

۳۴۲۔ ارشاد فرمایا کہ غیبت کرنا مردہ بھائی کا گوشت کھانا کیوں ہے؟ کیوں کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے وہ غائب ہونے کے سبب اپنے الزام کے عدمِ دفاع میں مثلِ مردہ ہے۔

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت فیوضہم کے چند مواعظِ حسنہ کے اقتباسات

وعظ نمبر ۱

وعظ بہ مقام مسجد بیت المکرم، بعد نمازِ فجر (لاہور)، مطابق ۴؍ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۴۱﴾[۲۷۷]

ارشاد فرمایا کہ ان آیات کے اندر حق تعالیٰ شانہٗ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں: ایک چیز تو مطلوب ہے دوسری مہروب ہے۔ اگر کسی مسلمان سے پوچھا جاوے کہ کیا جنت میں جانا چاہتے ہو؟ تو ہر ایک کہے گا: بے شک ہم کو جنت مطلوب ہے، اور اگر کسی سے معلوم کیا جاوے کہ کیا جہنم میں جانا چاہتے ہو؟ تو ہر شخص جواب دے گا: نہیں خدا بچائے۔

اب جنت کا راستہ اور جہنم کا راستہ سن لیجیے۔ جو جس راستے پر چلے گا وہاں ہی پہنچ جاوے گا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: سرکشی اور نافرمانی کا راستہ جہنم کا ہے۔ فرعون کا تذکرہ سورۂ نازعات پ ۳۰ میں ہے، فرعون کو سات سو سال کی زندگی دی گئی۔ چار سو سال تک اس کو دردِ سر بھی نہ ہوا۔ نعمت کی قدر کے بجائے سرکشی میں مبتلا ہو گیا۔ سرکشی کے بھی درجے ہیں۔ اوّل نمبر کا سرکش باغی کہلاتا ہے جو حکومت ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور دوم نمبر کا سرکش وہ ہے جو حکومت کو تسلیم کرتا ہے مگر احکام کو بجا نہیں لاتا۔ باغی کی سزا، سزائے موت یا حبسِ دوام ہے۔ درجۂ دوم والا بھی باغی کے ساتھ کچھ دن رہے گا پھر سزا پاکر مدتِ سزا گزار کر مطیعین کے ساتھ آجائے گا۔ اور حکومت

---

[۲۷۷] النّٰزعٰت: ۳۷-۴۱

کے وفادار کو پنشن دائمی ملتی ہے۔ نیک لوگ کہاں رہیں گے اور بُرے لوگ کہاں رہیں۔ دونوں کا کیا مقام ہے اور ان کا نام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ [۲۷۸]

نیک لوگ جنت میں اور فاجر سرکش لوگ جہنم میں ہوں گے۔

طغیان اور سرکشی کا سبب کیا ہوتا ہے؟ حیاتِ دنیا کی حد سے زیادہ محبت، کہ آخرت پر ترجیح دینے لگے۔ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ ہے۔ اگرچہ جہنم تو صرف باغیوں کے لیے ہے۔ جن کو کافر اور مشرک کہا جاتا ہے۔ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ [۲۷۹] مگر کچھ دن کے لیے گناہ گار مسلمان بھی داخل کیے جائیں گے جو بدون توبہ مر جائیں گے۔

درمیانِ وعظ ایک صاحب ذکر کررہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ذکر کو ملتوی کردیجیے۔ جب دنیا کی ضرورت سے ذکر کو ملتوی کردیتے ہیں جس کو طبعی حاجت کہتے ہیں تو شرعی حاجت یعنی وعظ سننے کے لیے کیوں ملتوی نہیں کرتے؟

دنیا کو ترجیح دینا آخرت پر کس طرح ہوتا ہے اس کی کچھ مثالیں بیان کرتا ہوں تاکہ سمجھ میں آجاوے۔ مثلاً عورت نامحرم سامنے آئی، بدنگاہی کرلی۔ خدا کا خوف نہ کیا۔ قانون شکنی کردی۔ دوسری مثال نماز کا وقت ہوگیا پڑا سورہا ہے۔ تیسری مثال آمدنی حلال قلیل تھی دوسروں کا عیش دیکھ کر لالچ آئی، رشوت لینا شروع کردی۔ حرام آمدنی سے نہ ڈرا۔ لاٹری اور معمّہ اور سٹّہ اور سود و جوا کا ارتکاب کیا۔ ہر حکم عدولی کرنے والا نافرمانی کرنے والا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والا ہے اور یہی جہنم کا راستہ ہے۔ یعنی سرکشی کا۔ اور جس کا سبب دنیا کی شرعی حد سے زیادہ محبت کرنا ہے۔ اور جنت کا راستہ کیا ہے؟ بُری خواہش پیدا ہوئی اس کو دبادیا وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی قیامت کے دن حق تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کا خوف ہوا اور نفس کی خواہش کو دبادیا بس یہی جنت کا راستہ ہے۔

۲۷۸؎ الانفطار:۱۳-۱۴

۲۷۹؎ البقرۃ:۲۴

وقتی طور پر نفس کو دبانا آسان ہے مگر دائمی طور پر نفس کو دبانا باطنی خشیت اور تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں، اور خوف و خشیت اہلِ خشیت اور اہلِ خوف کی صحبت سے ملتی ہے۔ مگر بعض لوگوں کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر ہم اللہ والوں کے پاس جائیں گے تو ہم کو ناجائز دنیا اور گناہ کے لطف چھوڑنے پڑیں گے۔ تو میرے دوستو! چھوڑنا نہیں پڑے گا خود چھوڑ دو گے۔ پڑنا تو بادلِ ناخواستہ ہوتا ہے۔ خود دل چاہے گا سب گناہ چھوڑنے کو۔ اللہ تعالیٰ نے حیدر آباد میں اس کی ایک مثال میرے قلب میں عطا فرمائی ہے، وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص پانچ ہزار روپے رشوت لے کر جارہا ہے راستے میں اس کا ایک دوست موٹر سائیکل سے دوڑ کر آیا اور کان میں کہا کہ ان نوٹوں کے بعض پر دستخط ہیں تم کو پھانسنے کے لیے ایسا کیا گیا۔ پولیس تمہاری تلاش میں تعاقب کر رہی ہے۔ یہ شخص اسی وقت تمام نوٹوں کو خوشی خوشی پھینک دے گا یا نہیں؟ یا وہاں دستخط والے نوٹوں کو تلاش کرے گا؟ اس وقت اس شخص کو پھینکنا پڑے گا یا خوشی خوشی پھینکے گا؟ اور ان نوٹوں کو پھینک کر غم محسوس کرے گا؟ اس وقت یہ خوشی ان نوٹوں کی جدائی سے کیوں ہو رہی ہے؟ سزا کے یقین اور خوف سے۔ پس جہنم کا خوف اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کا خوف جب اللہ والوں کے پاس آنے جانے سے پیدا ہو گا تو سب ناجائز کاموں سے خود ہی بھاگو گے اور خوشی خوشی چھوڑو گے۔

ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ریلوے کے ملازم آیا کرتے تھے۔ ان کی تنخواہ تین سو تھی اور گھر کا خرچہ ایک ہزار روپیہ ماہانہ تھا، سات سو روپے رشوت لیا کرتے تھے۔ جب حضرت مولانا کی صحبت سے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوا اور جہنم کی سزا کا دل میں یقین آیا اپنی بیوی سے مشورہ کیا اور کہا: دوزخ میں ہمارا کیا حال ہو گا۔ ہماری سب نیکیاں تو یہ لوگ اپنے حقوق کے بدلے میں لیں گے جن سے رشوت لے رہا ہوں۔ یہ مرغی اور مٹھائی کس کام آوے گی؟ بس مکان بدل دیا۔ چھوٹا مکان لیا۔ سادگی اختیار کی اور رشوت سے توبہ کی۔ اب صرف دو سو روپے میں گزر اوقات شروع کی اور سو روپیہ ہر ماہ رشوت جن لوگوں سے لیا تھا ان کو ادا کرنا شروع کیا۔ پھر یہ شخص بہت بڑے ولی اللہ ہو گئے اور مولانا کے خلیفہ

ہوئے اور بڑے ہی سکون اور لطف کی زندگی حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ عزت۔

آپ لوگ اس وقت سخت سردی کے باوجود مسجد میں کیوں آئے جب کہ کتنے لوگ گھروں میں سورہے ہیں، خوف اور فکرِ آخرت ہی تو یہاں لائی۔ پس ہر آدمی اپنے نفس کو دبانے کی مشق کرے۔ اور اس کی قوت یعنی نفس کو دبانے کی اہل اللہ کی صحبت سے ملے گی۔ رمضان میں روزہ رکھے ہوئے آپ پانی نہیں پیتے کھانا نہیں کھاتے حالاں کہ سب کچھ گھر میں موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ قاعدے سے اگر رکھ لیا جاوے تو آدمی متقی بن جاتا ہے، کیوں کہ نفس کو دبانے کی مشق ہوجاتی ہے۔ پہاڑوں پر جانے سے تقویٰ اور خوف نہیں ملتا، یہ نعمت تو اہلِ خوف کی صحبت سے اور ان کے حالات کے پڑھنے سے ملے گی۔ موت کا مراقبہ اور قیامت کے حالات کے مطالعے سے یہی خوف پیدا ہوتا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیامت نامہ مطالعے میں رکھیے۔ دیکھیے لیموں کا نام لیا اور منہ میں پانی آیا تو اللہ والوں کے حالات سننے سے اور ان کی صحبتوں میں جانے سے کیوں اثر نہ ہوگا؟ بعض وقت سیب الماری میں ہے ڈاکٹر نے مریض کو سیب کی اجازت دی ہے۔ مریض سیب کو دیکھ بھی رہا ہے چاہتا ہے کہ سیب کھالوں مگر الماری تک جانے کی طاقت نہیں۔ ڈاکٹر سے علاج کرایا طاقت آگئی، سیب تک جاکر سیب اٹھایا۔ یہی حال بالکل اعمالِ صالحہ کا ہے۔ بعض وقت علم ہوتا ہے اور یقین بھی ہوتا ہے مگر کمزوری روح میں ہوتی ہے اللہ والوں کے پاس حاضری دی جاوے ان کے علاج سے روحانی کمزوری چلی جاوے گی۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ہر صالح عمل کی قوت محسوس کریں گے۔ پھر آپ کا یہ عالم ہوگا۔

تصور سے دلدار کے ماسوا کے
ہٹاتا خیالات ہر ماسوا کے
چلے جا چلے جا بڑھے جا بڑھے جا
تجھے لاکھ روکیں یہ جھونکے ہوا کے

بس حق تعالیٰ شانہٗ کی فرماں برداری کرنے سے اور نافرمانی سے بچنے سے جنت کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اب دعا کر لیجیے حق تعالیٰ شانہٗ عمل کی توفیق بخشیں، آمین۔

وعظ نمبر ۲

ملقّب بہ صبر و تسلیم و عبدیت

ارشاد فرمایا کہ۔

طفل می لرزد ز نیشِ احتجام
مادرِ مشفق ازاں غم شاد کام

بچہ روتا ہے آپریشن کے وقت اور ماں خوش ہوتی ہے کہ میرے بچے کی بیماری کا سب دُکھ درد ختم ہو رہا ہے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی مصیبت آئے تو سمجھو کہ سستے چھوٹے، کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں آئی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے میاں ہمارے جونپور کے سفر میں ساتھ تھے، ان کا ایک لوٹا گم ہو گیا۔ میں نے اُن کی پریشانی دیکھ کر عرض کیا: میں ایک بات بتاؤں؟ وہ یہ کہ شکر ادا کیجیے کہ اس سے اہم کوئی چیز نہیں گم ہوئی۔ کہنے لگے: بے شک۔ ہمارے ساتھ مقدمے کے کاغذات تھے اور میں مقدمے کی تاریخ میں پیشی کے لیے جا رہا ہوں۔ اگر یہ کاغذات گم ہو جاتے تو کیا ہوتا۔ اور کہنے لگے: آپ کے اس مضمون سے مجھے بڑی تسلی ہوئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دانت ٹوٹ گیا، فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُذْهِبِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جس نے ہماری سننے کی اور دیکھنے کی قوت نہیں سلب کی۔ حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی [۲۸۰]

جب کوئی چیز لی جائے تو یہ سوچے کہ عطا کی فہرست کتنی لمبی ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے، ان کے پیر میں زخم تھا۔ فرمایا: شکر کرو۔ کہا: کس بات کا شکر کروں؟ فرمایا: اس بات پر شکر کرو کہ یہ زخم جو پیر میں ہے پیٹ میں نہیں ہے، آنکھ میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ربّ العالمین، رحمٰن، رحیم، مالک، ناصر، ولی، کریم، قادر، حاکم، حکیم کا مراقبہ کرے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کو اپنے مدرسے کے بچوں کو بھی یاد کرادیا ہے۔ ان اسماء کا مراقبہ رکھے تو کبھی پریشانی نہ ہو۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے

بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

حضرت رومی نے اس کو فرمایا ہے؎

چوں کہ قبض آید تو در وے بسط بیں
تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

اگر تمہارے اوپر قبض آئے تو اس میں بھی بسط دیکھو اور خوش رہو ہر حال میں پیشانی پر شکن بھی نہ آئے۔

حضرت خواجہ صاحب اسی کو فرماتے ہیں؎

۲۸۰؎ صحیح البخاری: ۱/۱۷۱ (۱۲۸۵)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظھریۃ

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے
بے تسلّی بھی تسلّی چاہیے
ہے جلالی تو جمالی گو نہیں
کیا ہے جیسی ہو تجلّی چاہیے

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ مؤمن کی شان عجیب ہے ناموافق حالات میں صبر سے اور موافق حالات میں شکر سے حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا و قرب حاصل کرتا ہے۔

قدم مجذوب کے رکتے نہیں بڑھتے ہی جاتے ہیں
رفیق اک اک جدا منزل بہ منزل ہوتا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوئی ناشکری سے گر گیا اور کوئی بے صبری سے گر گیا۔ ناشکری سے نعمت چھین لی جاتی ہے۔ جس طرح حکومت کا بڑا افسر ہو اگر ڈیوٹی انجام نہ دے معطل ہوگا اور بنگلہ، کار سب چھین لیا جاوے گا۔ اور شکر پر ترقی کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر کروگے ہم تمہیں زیادہ عطا کریں گے۔

انسان میں کبھی ناز نہ پیدا ہونا چاہیے ہمیشہ نیاز کا راستہ رکھے۔ کسی سے ضابطے کا تعلق ہو اور رابطے کا تعلق بھی ہو تو ضابطے کے تعلق کو اگر بھول جاوے اور صرف رابطے کا تعلق یاد رکھے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے چھوٹے بچے کا ناز دیکھ کر بڑا لڑکا بھی باپ کے ساتھ اسی طرح حرکت کرنے لگے۔ ایک بزرگ تھے۔ قحط پڑا کچھ غلام خوش طبعی کررہے تھے۔ پوچھا: تم لوگ کیوں ہنس رہے ہو جب کہ قحط سے مخلوق پریشان ہے؟ کہنے لگے: ہم لوگ عمید آقا کے غلام ہیں، وہ ہم سب کا کفیل ہے۔ ان بزرگ کو ناز ہوا اور سخت بے تمیزی کا کلمہ منہ سے نکل گیا اور اب آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: ”آقا شدن از عمید بیاموز۔“ ان کے علاج کے لیے حق تعالیٰ نے ان کو ایک دن دکھایا کہ ان ہی غلاموں کو درختوں پر لٹا کر عمید آقا بینت سے پٹائی کررہا ہے اور وہ سب غلام کہہ رہے تھے: ہم سے غلطی ہوئی اے آقا! ہم کو معاف کردیجیے۔ یہ منظر دیکھ رہے تھے

کہ آسمان سے آواز آئی: ”بندہ شدن از بندگانِ عمید بیاموز“

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ناز را چہرہ بباید ہمچو ورد
چو نداری گردِ بد خوئی مگرد

ناز کے لیے چہرہ بھی گلاب سا ہونا ضروری ہے اور جب ایسا نہ ہو تو بد خوائی کے قریب بھی نہ ہونا چاہیے۔

عیب باشد چشمِ نابینا و ناز
زشت باشد روئے نازیبا و ناز

نابینا آنکھوں کو کھلا رکھنا اور بھی عیب ہے۔ اور خراب چہرے والے کو ناز و انداز دکھانا اور بھی بُرا ہوتا ہے۔

بعض استاد ایسے ہوتے ہیں کہ ملازمت سے قبل اُن سے دوستی کا تعلق ہوتا ہے اب مہتمم سے وہی برتاؤ پہلے والا چاہتے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے۔ اب اُن کو ضابطے کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح بعض سے بے تکلّفی اور دوستی کا تعلق ہوتا ہے پھر وہ بیعت کا اور اصلاح کا تعلق کرلیتے ہیں اب اس کے بعد ان کو یاری اور دوستی کا تصور نہ ہونا چاہیے، البتہ اگر شیخ عنایت و لطف سے حقِّ رابطہ کا اظہار فرمائے اس کا احسان ہے (غلامی ہے یہ دوستانہ نہیں ہے۔ جامع)

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو بہ یک زخمے گریزانی ز عشق
تو نمی دانی بجز نامے ز عشق
گر بہ ہر زخمے تو پُر کینہ شوی
پس چرا بے صیقل آئینہ شوی

اگر تو ایک ڈانٹ یا سختی سے شیخ سے بھاگنے لگا تو عشق کا صرف نام جانتا تھا تجھے تو عشق کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ اگر ہر زخم سے تو دل میں گرانی اور کینہ لائے گا تو بے صیقل اور رگڑے کھائے کیسے آئینۂ جمالِ حق بنے گا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

اے خدا! ہم کو بھی اپنے اولیا کی ناز برداری کی توفیق عطا فرما، آمین۔ اور اپنی راہ کا ادبِ کامل عطا فرمائیں، آمین۔ اور اے ناظرینِ کرام! اس مرتّب کے لیے بھی دُعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ اپنی معرفت و محبت و خشیت کا اور استقامت اور حسنِ خاتمہ اور جنت میں رفاقتِ صلحاء کی نعمت اختر کو بھی عطا فرمائیں، آمین۔ پس ناظرینِ کرام اگر آمین فرمادیں تو بڑا احسان و کرم ہوگا وَیَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ قَالَ اٰمِیْنًا اور اللہ تعالیٰ آمین والوں پر رحمت نازل فرمائیں، آمین۔

بیان نمبر ۳

بعد نمازِ عشاء، بر مکان جناب غلام سرور صاحب (لاہور)

اہلِ علم و اہلِ خیر کا خصوصی اجتماع

(مؤرخہ ۵ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ)

ارشاد فرمایا کہ دین کے تین اہم شعبے ہیں: تعلیم، تبلیغ، تزکیہ۔ جن کے ذرائع کا نام مدارس، مساجد، خانقاہیں ہیں۔ مدارس اور مساجد کے خدّام کی تنخواہوں کے سلسلے میں غور کرنا ہے، اور وہ یہ کہ ان کی تنخواہیں معقول ہونی چاہئیں۔ جب تنخواہ معقول ہوگی تو آدمی بھی معقول ملیں گے۔ انحطاطِ اُمت کے رسالے میں اس کی تفصیل موجود ہے جو مع شرح مجالسِ ابرار میں شایع ہوچکا ہے۔ بالغین کے لیے پہلا مدرسہ مساجد ہیں اور بچوں کے لیے مدارس ہیں۔ اور جو لوگ مساجد میں نہیں آتے ان کے

لیے تبلیغی نظام ہے۔ مساجد اور مدارس میں ایک منٹ کا مدرسہ صبح، ایک منٹ کا مدرسہ شام کا اس طرح شروع کیا جاوے کہ صرف ایک سنت صبح بتادی جاوے تو تیس دن میں تیس سنتیں یاد ہو جاویں گی اور تعب بھی نہ ہو گا۔ آج ہم ہر چیز بَڑھیا اور عمدہ پسند کرتے ہیں، دوکان بڑھیا ہو، مکان بڑھیا ہو، اور پان بھی بڑھیا ہو، اور نان بھی بڑھیا ہو، تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیوں کہ انسان خود اشرف المخلوقات ہے۔ اگر ہر چیز اسے اشرف اور اعلیٰ پسند ہو تو یہ اس کی فطری خواہش ہے، لیکن یہ انسان اپنے لیے تو اشرف اور بڑھیا چیز پسند کرے مگر اپنے مالک اور خالق کے کاموں میں بھی اس کو یہی تقاضا ہونا چاہیے کہ اس کا وضو بھی بَڑھیا ہو۔ اور نماز بھی بَڑھیا ہو، مگر وضو اور نماز کب بَڑھیا ہو گی؟ جب سنت کے مطابق ہو گی، نماز میں چھ فرائض ہیں، اٹھارہ واجبات ہیں، اور اکیاون سنتیں ہیں، مگر آج سو آدمیوں میں ایک آدمی کی بھی نماز سنت کے مطابق نظر نہیں آتی۔ اگر ایک سنت روز بتائی جاوے تو اکیاون دن میں نماز کی اکیاون سنتیں یاد ہو جاویں گی، وضو کی تیرہ سنتیں تیرہ دن میں یاد ہو جاویں گی، اور اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں کی سنتیں یاد کرائی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب وضو اور نماز کی سنتوں کا اہتمام نہیں تو ختنہ اور عقیقہ اور کھانے پینے کی سنتیں کون یاد کرے گا۔ اور جب ہماری زندگی سنتوں سے محروم ہوتی جاوے گی تو خاندان اور برادری کی غلط رسم ورواج یا پھر شہر کی یا صوبے کی یا ملک کی راہ ورسم آجاویں گی۔ جب اصلی گھی گھر میں نہ ہو گا تو لامحالہ ڈالڈا کھانا پڑے گا۔ اور جب سنتوں کو سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کا اہتمام ہو گا تو غلط رسم ورواج خود ہی دور ہونے لگیں گے۔ جس طرح بارش کا پانی جب برستا ہے تو نالے اور نالیاں گندے پانی سے خود بخود صاف ہو جاتی ہیں۔ دین آسان ہے۔ مساجد میں ایک سنت روز سکھائے، چند ماہ میں اس طرح نمازیوں کو کتنی سنتوں کا علم ہو جاوے گا، اور ہر نمازی اپنے گھر جاکر عورتوں اور بچوں کو سکھائے۔ اور اسی طرح مدرسے میں جن طلباء کو ہر روز ایک سنت سکھائی جاوے وہ گھر جاکر اپنے بھائی اور بہنوں اور ماں باپ کو سکھائیں، اس طرح سنت کے انوار مساجد اور مدارس سے گھر گھر پھیل جاویں گے۔ اور جب سنتیں

پہنچیں گی تو بُری عادتیں خود بخود دور ہوتی جاویں گی۔

اسی طرح برسوں ہو جاتے ہیں لوگوں کو درود شریف اور الحمد شریف کے معنیٰ نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور اَعُوْذُ بِاللهِ، بِسْمِ اللهِ کے معنیٰ نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا بھی یہی نظام ہے کہ ایک منٹ کا مدرسہ بعد نمازِ عصر یا ایک منٹ کا مدرسہ بعد نمازِ فجر قائم کیا جاوے اور ایک لفظ کے معنیٰ کو ایک دن بتایا جاوے مثلاً ایک دن اَعُوْذُ کا معنیٰ، دوسرے دن بِاللهِ کا معنیٰ، تیسرے دن مِنَ الشَّيْطٰنِ کا معنیٰ چوتھے دن الرَّجِيْمِ کا معنیٰ یاد کرایا جاوے اس طرح اَن پڑھ آدمی کو بھی ترجمہ آسانی سے یاد ہو جاوے گا۔ دین آسان ہے۔ ان تجاویز پر جہاں بھی عمل کیا گیا بڑی کامیابیاں نظر آ رہی ہیں اور گھر والے بھی بڑے خوش ہیں۔ اور جن بعض احباب کو ہمارے اکابر سے حُسنِ ظن نہ تھا سنتوں کی تعلیم سے اُن کی رائے بدل گئی اور حُسنِ ظن پیدا ہو گیا۔ مسجد میں سنت کے مطابق جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ بسم اللہ پڑھے اور درود شریف پڑھے اور داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ[۲۸۱] کی دعا پڑھے اور نفلی اعتکاف کی نیت کرے تو پانچ سنتیں ادا ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں احباب کو حُسنِ ظن اپنے اکابر سے نہ ہو وہاں بسم اللہ اور درود شریف زور سے پڑھ کر مسجد میں داہنا قدم رکھے۔ اس کا لازمی اثر یہ ہو گا کہ ان کی بدگمانی حُسنِ ظن سے بدل جاوے گی اور غلط پروپیگنڈہ کرنے والوں کی زبان خود بخود رک جاوے گی کہ عوام کے مشاہدے کو کیسے غلط ثابت کر سکیں گے۔

اسی طرح مجھے آج افسوس ہے کہ اذانیں اور تکبیریں کہیں اُصولِ فقہ پر صحیح نہ ملیں۔ نہ کراچی میں، نہ لاہور میں، نہ حیدر آباد میں۔ اس کا سبب بھی غفلت کے ساتھ سَستے مؤذنوں کا تقرر ہے۔ آنکھ میں تکلیف ہو گی تو آنکھ کے ماہر ڈاکٹر کو دکھائیں گے لیکن اذان دینے والے کو جب مقرر کریں گے کم تنخواہ کا تلاش کریں گے۔ کسی ماہرِ فن سے تجویز کرانا چاہیے، خود مؤذن یا مدرّس نہ مقرر کرے اور معقول تنخواہ دی جاوے۔

۲۸۱؎ صحیح البخاری: ۱/۶۱ (۴۲۷)، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ، المکتبۃ المظھریۃ

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد

گوہرے طفلے بہ قرصِ ناں دہد

مؤذنین کی تربیت کا خاص نظام بنایا جائے۔ ہمارے یہاں مؤذنین کو تربیت دی جاتی ہے اور دو ماہ، تین ماہ تصحیحِ قرآنِ پاک اور اذان کی صحت کے لیے ان کا معقول وظیفہ بھی دیتے ہیں اس کے بغیر اصلاح کیسے ہوگی؟ ''کافیہ'' منطق پڑھانے والوں کی تنخواہوں سے ہم قرآنِ پاک کے مدرّسین کو زیادہ تنخواہ دیتے ہیں، اور تنخواہ کا مدار قابلیت نہیں، کیوں کہ علم کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے۔ اس کی بنیاد حاجت پر رکھی ہے۔ علماء کی تنخواہوں سے زیادہ ہمارے یہاں حفظ کے مدرّسین کی تنخواہیں ہیں بلکہ نورانی قاعدہ پڑھانے والوں کی ہے کیوں کہ عالم کے مثلاً دو بچے ہیں اور حفظ کرانے والے استاد کے سات بچے ہیں تو زیادہ تنخواہ کی ضرورت ظاہر ہے۔

اسی طرح دینی مدارس کے طلباء کا امتحان قرآن کی تلاوت مع الصحت میں ہونا چاہیے۔ جب فارغین طلبا عوام کی امامت کرتے ہیں اور قرآنِ پاک کو تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں تو بے حد بدنامی ہوتی ہے کہ یہ کس مدرسے کے فارغ ہیں ان کو کس نے سند دے دی؟ کم از کم آخر کے دو پارے حفظ بھی ان کو کرادیا جاوے تاکہ سنت کے مطابق طویل سورتیں بھی پڑھ سکیں۔

ایک فارغ التحصیل ہمارے یہاں آئے، ہم نے ان کا امتحان نورانی قاعدہ میں لیا، بہت خفا ہوئے۔ میں نے کہا: آپ کی سند میں نورانی قاعدہ تو نہیں لکھا ہے۔ پھر ایک بچے کو بلایا اور اس سے قرآنِ پاک پڑھوایا پھر اس کو درسگاہ بھیجا اور مولانا سے دریافت کیا کہ اس بچے نے کیسا پڑھا؟ کہنے لگے: مجھ سے اچھا پڑھا۔ میں نے کہا: اگر اس کا آپ کو امام بنادیا جاوے تو یہ بچہ آپ کی تلاوت کے متعلق کیسا فیصلہ کرے گا اور اس کے دل میں آپ کی کیا وقعت ہوگی؟ آج کل اذان دینا گھٹیا عمل سمجھا جاتا ہے۔ اگر علماء اور معزز لوگ اذان دینے لگیں تو پھر یہ عمل گھٹیا نہیں سمجھا جاوے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر خلافت کا کام میرے ذمے نہ ہوتا تو میں مؤذنی کے فرائض ادا کرتا۔

میں نے اپنے یہاں مدرّسین کا اجتماع کیا اور اس میں علماء کی تعداد انیس تھی۔ ایک ماہ تک یہ اجتماع رہا، میں نے ان ہی انیس علماء سے باری باری اذانیں دلائیں اور اقامت بھی۔ اس طرح ان کی اذان و اقامت کی اصلاح بھی مقصود تھی۔ نیز تاکہ اذان دینے کو لوگ گھٹیا نہ سمجھیں۔

اگر دینی خدّام کو معقول تنخواہیں دی جائیں تو یہ ٹیوشن کے چکر میں کیوں رہیں؟ اور پھر ان کا یہ وقت جو بچے گا اس سے تبلیغ اور امامت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ حفظ کے استاد کے پاس پندرہ سے بیس بچوں سے زائد نہیں ہونا چاہیے۔ سو فیصد کامیاب ہونا مطلوب ہے۔ ایک بچہ بھی فیل کیوں ہو؟ ہر شخص کے بتیس دانت ہیں تو کوئی ایک دانت کا ٹوٹنا گوارا کرے گا؟ سو فیصد بچوں کے کامیاب ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کمزور بچے ہوں ان پر توجہ زیادہ کی جائے۔ ہمارے یہاں گیارہ صوبوں کے بچے پڑھتے ہیں اس کے علاوہ افریقا، لندن، موزنبیق اور پاکستان سے پڑھ کر وہاں تصحیح کے لیے پہنچ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ معیاری صحت و تجوید سے قرآنِ پاک کی تعلیم ہوتی ہے۔ آج کل رواج یہ ہے کہ قرآن پاک کے پانچ سو چالیس رکوع میں سے صرف چند رکوع مشق کر لیتے ہیں اور قاری صاحب ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ پورا قرآنِ پاک صحیح ہونا چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض بڑے بڑے قاری حضرات جب سرّی نماز پڑھتے ہیں تو رعایتِ تجوید نہیں کرتے نہ مد نہ اخفا، صحتِ قرآن اور تجوید کیا صرف نمازِ جہری کا حق ہے یا قرآنِ پاک کا حق ہے؟

ایک مدرسے میں "کافیہ" کے درجے میں عمدہ دریاں تھیں اور قرآنِ پاک کے درجے میں ٹوٹی چٹائیاں تھیں دل کو اتنا صدمہ ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ قرآنِ پاک کی عظمت نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ شاہی خاندان والے طلباء ہیں، ان کو اہل القرآن اہل اللہ کہا گیا۔ ہمارے یہاں نئی دریاں پہلے قرآنِ پاک کے درسگاہوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ پھر پرانی ہو کر عربی و فارسی کے درسگاہوں میں پہنچتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام

ہے، اس کی عظمت کا استحضار اور اہتمام کی برکت ہے کہ مجھے کبھی مالی ابتلا نہیں پیش آتی حالاں کہ تقریباً پانچ لاکھ سالانہ کا خرچ ہے اور تقریباً ستر مکاتب ہیں۔ اور جو طالبِ علم بیمار ہوتا ہے اُس کا علاج بھی شاہی ہوتا ہے۔ دل کھول کر اس کے علاج میں صَرف کیا جاتا ہے۔ یہ مجاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ طلباء ہمارے لیے ذریعۂ معاش بھی ہیں اور ذریعۂ معاد بھی ہیں۔ صدقۂ جاریہ کا باعث بھی یہی بنتے ہیں۔ مدرّسین اور منتظمین دونوں کا نفع ان ہی سے ہے۔ جو طالبِ علم دین سیکھنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے جب تک گھر واپس نہیں آتا مجاہد ہوتا ہے۔ اذان اور قرآنِ پاک کی صحت کے سلسلے میں یہ باتیں گزارش کی گئیں۔ اور ایک مشورہ عرض کرتا ہوں کہ ہر مؤذن کے ساتھ ایک خادم بھی ہو۔ آپ حضرات کو ان ہی باتوں کے لیے تکلیف دی گئی۔ جب خدّامِ دین کی تنخواہیں معقول اور بہتر ہوں گی تو قوم اپنے بچوں کو دین سکھانے کے لیے حوصلے سے دے گی، اگرچہ نیت بھی صحیح نہ ہو، لیکن بعد میں نیت بھی صحیح ہو جاوے گی۔

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

دارالاقامہ کے طلباء کو سو فیصد تکبیرِ اولیٰ کا عادی بنانا چاہیے۔ طالبِ علم ہو کر مسبوق کیوں ہو۔ جو استاد بچوں کی نماز اور سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کی مشق کا نگران ہوتا ہے اور مسبوق ہونے پر باز پُرس کرتا ہے ان کو اس نگرانی کا وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

اب دعا کرلیجیے حق تعالیٰ توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی کراچی آمد

محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

ایئرپورٹ پر احباب کو دیکھ کر فرمایا کہ یہی حال عالمِ برزخ کا ہے۔ جب روح نکلتی ہے اور پہلے سے گئے ہوئے اکابر سے تعلقات ہوتے ہیں تو وہ سب استقبال کے لیے عالمِ برزخ کے ایئرپورٹ پر موجود ہوتے ہیں، اور جیسے مجھے آپ حضرات سے مل کر فرحت اور مسرت ہو رہی ہے اسی طرح جانے والے کو اور وہاں کے حضرات کو مسرت ہوتی ہے۔

قاری شریف صاحب کے یہاں ناشتے پر فرمایا کہ دستر خوان کی سنت میں ایک خاص حکمت یہ بھی ہے کہ کھانے کے ذرّات کو محفوظ کرلیا جاتا ہے جس طرح ہیرے کے ذرّات کو محفوظ کرلیا کرتے ہیں۔ بعد ناشتہ دستر خوان کو کیاری میں جھاڑا گیا تو فرمایا کہ پیاری چیز کو کیاری میں ڈالنا بہت مناسب تھا۔

ایئرپورٹ سے جب بذریعۂ کار بستی میں داخل ہو رہے تھے تو حضرتِ والا نے بستی میں داخل ہونے کی دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا وَارْزُقْنَا جِنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا [۲۸۲]

اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیے برکت عطا فرما اور اس بستی کے انعاماتِ رزق ہم کو عطا فرما اور ہم کو اس بستی کے لوگوں میں محبوب فرما اور بستی کے صالحین کو ہمارے دل میں محبوب فرما۔

ارشاد فرمایا کہ اپنے لیے اس دعا میں صالحین کی محبت مانگی گئی، کیوں کہ فاسقین کی محبت سے ان کے اخلاق و اعمال کی محبت کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور اپنی محبت

۲۸۲؎ المعجم الاوسط للطبرانی: ۵/۸۸ (۴۷۵۵)، من اسمه عبد الرحمٰن، دار الحرمین، القاهرة

صالحین اور فاسقین سب کے دلوں میں مانگی گئی۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے پر فرمایا کہ یہاں بھی غذا کے ذرّات کی قدر و حفاظت کی گئی، کہ نہ معلوم برکت کس حصے میں ہے۔ نیز اپنا احتیاج ظاہر کیا گیا۔

ارشادفرمایاکہ مختصر نصیحت بھی نفع سے خالی نہیں۔ کسی نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ مجھے کچھ نصیحت کر دیجیے مگر مختصر نصیحت ہو۔ فرمایا۔

اِعْمَلْ لِلدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْھَا

وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَۃِ بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِیْھَا

دنیا کے لیے عمل کر جس قدر کہ اس میں قیام کرنا ہے اور آخرت کی تیاری کر جس قدر کہ وہاں قیام کرنا ہے۔

۸؍ محرم الحرام ۱۳۹۹؁ھ

بوقتِ عیادتِ حضرت مولانا عبد الواحد صاحب اور مرزا اقبال بیگ صاحب

ارشاد فرمایا کہ مریض کے پاس جب جاوے تو اس دعا کو سات مرتبہ پڑھے۔ پھر خود پڑھنا شروع فرمایا اور احباب بھی ساتھ ساتھ پڑھنے لگے:

اَسْئَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ[۲۸۳]

حدیث شریف میں ہے کہ اس کی برکت سے جلد شفا ہو جاتی ہے۔

ارشادفرمایاکہ مریض سے درخواست کرے کہ آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔

ارشادفرمایاکہ عیادت کرنے کے لیے جو صبح جاتا ہے شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اگر شام کو جاوے تو صبح تک اتنے ہی فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔[۲۸۴]

۲۸۳؎ سنن ابی داؤد: ۲/۸۶، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ایچ ایم سعید

۲۸۴؎ شعب الایمان للبیھقی: ۱/۴۹۳ (۹۰۲۴)، قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

مرزا اقبال بیگ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے بڑی زحمت فرمائی۔ حضرت والا نے فرمایا: یہ زحمت نہیں ہے کیوں کہ ہم رحمت لینے آئے ہیں یعنی فرشتوں کی دُعا اور آپ کی دُعا لینے آئے ہیں۔ پھر چلتے وقت مرزا اقبال بیگ نے فرمایا: بہت بہت شکریہ۔ حضرت والا نے فرمایا آپ کی عیادت تو ہمارے فرائض میں سے تھی۔ اور پھر دُعائے صحت فرمائی۔

ارشاد فرمایا کہ مرض کی حالت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، خطائیں معاف ہوتی ہیں اور دل کی غفلت توجہ الی اللہ سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے پاس جب تشریف لے جاتے تو فرماتے: طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ[۲۸۵] یعنی پاک ہو رہے ہو خطاؤں سے ان شاء اللہ۔

مجلسِ ارشاد بہ معیتِ چند احباب

۸؍ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

ارشاد فرمایا کہ جو آدمی بیڑی پیتا ہے یا سگریٹ پیتا ہے تو طلب کے وقت ذرا موقع ملا تو اپنے خلاف ماحول سے دور جا کر پی لیتا ہے اور بعض بے تہذیب تو اسی مجلس میں پینا شروع کر دیتے ہیں، تو ہم لوگ ذکر اللہ اور نیک کام میں کیوں ماحول سے ڈرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ داعی الی اللہ ماحول کے اثرات سے متاثر نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ہم ناقص ہیں مگر ہم کو حکم دیا گیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ[۲۸۶] کا ارشاد ہم کو تقویت دے رہا ہے، جب کام میں لگیں گے کمال حق تعالیٰ عطا فرماویں گے، جس طرح بیج ہم بوتے ہیں مگر پھل حق تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ[۲۸۷] کوشش تم کرو پیدا ہم کریں گے۔

---

[۲۸۵] صحیح البخاری: ۱/۵۱۱ (۳۶۳۲)، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، المکتبۃ المظھریۃ

[۲۸۶] محمد: ۷

[۲۸۷] الواقعۃ: ۶۳، ۶۴

ارشاد فرمایا کہ ایک غیر مسلم نے کہا کہ ہماری عبادت گاہوں میں ہر مذہب کا آدمی آسکتا ہے مگر آپ لوگ کعبہ شریف میں داخل ہونے سے ہم کو کیوں منع کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ وزیر اعظم کے احاطے میں باغی داخل ہو سکتا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا کہ تم ہر مسجد میں جاسکتے ہو مگر حرم شاہی یعنی کعبۃ اللہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہاں تو مسلمان کے داخلے کے لیے بھی حالتِ احرام کی قید لگی ہوئی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسمِ بہار میں پتھر تو سرسبز نہیں ہوتا اس لیے تکبر کی راہ چھوڑ دو، خاک ہو جاؤ تاکہ رنگ رنگ کے پھول پیدا ہوں یعنی عاجزی وانکساری اور تواضع اختیار کرو تاکہ اہل اللہ کی صحبت کا اثر تمہارے اندر نفوذ کر سکے۔ اور اخلاقِ حمیدہ اور اعمالِ صالحہ کے پھل تمہارے اندر پیدا ہو سکیں۔

ارشاد فرمایا کہ نیت درست کرنے سے مٹی سونا بن جاتی ہے۔ جس طرح کوڑا خانہ کسی گھر میں ہو اور وہ حرمِ کعبہ میں داخل کر دیا جاوے پس حرم میں داخل ہونے سے ایک رکعت نماز پر ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملنے لگا۔

احقر جامع عرض کرتا ہے: یہی حال گناہ گار بندوں کا ہے۔ جب اصلاح اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے ہو جاتی ہے تو ان کے دلوں کے کوڑے خانے حرم بن جاتے ہیں اور تجلیاتِ الٰہیہ کے مورد ہو جاتے ہیں۔ اب ان کی قیمت بڑھ گئی، اب ان کے ماضی کے کردار سے ان کو طعنہ دینا حرام ہو گا۔ احقر کے دو اشعار اسی کی خوب ترجمانی کرتے ہیں۔ اس میں میر کا لفظ اپنے ایک سید دوست کا لقب احقر نے دیا ہوا ہے ؎

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے

مت کرے تحقیر کوئی میر کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مسئلہ جاننے کا ثواب سو رکعات نفل کا ہے۔ اس کی حقیقت اس وقت سمجھ میں آئی جب طوافِ زیارت کیے بدون کوئی اپنے ملک واپس آجاوے تو اس کی بیوی اس پر حلال نہ ہوگی جب تک دوبارہ کعبۃ اللہ جاکر طوافِ زیارت کی قضا نہ کرلے، اور تاخیرِ طوافِ زیارت کا دم الگ دینا پڑے گا۔

۹ر محرم الحرام ۱۳۹۹؁ھ احقر مرتب کے گھر پر بعد نمازِ عصر

اَمَّا بَعۡدُ! ۔ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۳۸﴾
فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ هِیَ الۡمَاۡوٰی

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح آخرت پر دی بے شک اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ارشاد فرمایا کہ طغیان کا لفظ فرعون کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جو بھی سرکشی کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ طغیان اور سرکشی کا مادّہ دل میں مخفی ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور گناہوں اور نافرمانیوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ طغیان کی تفسیر دوسری آیت سے ہورہی ہے یعنی جو دنیوی زندگی کی عارضی لذت کی خاطر آخرت کو پسِ پشت ڈال دے۔ اسی طرح آگے ارشاد ہے:

وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَی النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰی ﴿۴۰﴾
فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ هِیَ الۡمَاۡوٰی[۲۸۸]

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (بروزِ محشر) ڈرے اور نفس کی خواہش کو دبالے اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

خوف دل میں مخفی ہوتا ہے اور اس کا ظہور نفس کی بُری خواہش کے دبالینے

۲۸۸؎ النّٰزعٰت: ۳۷-۳۹

سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص اپنے نفس کی بُری خواہش کو نہ دبائے اور اس پر عمل کرلے اس کے دل میں خوفِ کامل نہیں ہے۔ اور خوف اہلِ خوف کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

لطف دنیا کے ہیں گے دن کے لیے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے
یہ کیا اے دل تو پھر بس یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیے تنکے لیے

عشرتِ دنیائے فانی ہیچ ہے
پیشِ عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے
چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

ارشاد فرمایاکہ مولانا عبدالواحد صاحب مہتمم جامعہ حمادیہ ڈرگ کالونی جو حکیم صاحب کے سمدھی ہیں ان کا آپریشن ہوا اور پتّہ نکال دیا گیا۔ اسی طرح شیخ کامل خطرناک باطنی بیماری کا آپریشن کردیتے ہیں۔ ڈاکٹر تو بے ہوش کرکے آپریشن کردیتے ہیں اور یہ روحانی معالجین اللہ والے محبت کا انجیکشن لگادیتے ہیں پھر کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ؎

لطف تن چرنے کا زکریا علیہ السلام سے پوچھ
سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ علیہ السلام سے پوچھ
سر کے رکھ دینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل علیہ السلام سے کیا لطف ہے

(اہل اللہ کی جوتیاں اٹھانے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے وہ موتی ملتے ہیں جو سلاطین کے تاجوں سے نہیں مل سکتے۔ جامع)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ کیمیا تاثیر پر کسی کا شعر ہے۔

کرامت ہے یہ تیری تیرے رندوں کی مرے ساقی
جہاں رکھ دیں قدم اپنا وہی میخانہ بن جائے

ارشاد فرمایا کہ صحبت کی نافعیت موقوف ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کا تسلسل رہے۔ جس طرح کثرتِ ذکر اللہ مطلوب ہے اسی طرح صحبتِ اہل اللہ کی کثرت بھی مطلوب ہے۔ یعنی ان کی صحبتوں میں آنا جانا کثرت سے ہوتا رہے۔ تسلسل اور کثرت دونوں ضروری ہیں۔

حدیثِ پاک میں ہے اے اللہ! میں آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں، پھر یہ ہے کہ اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت بھی مانگتا ہوں، اور پھر یہ ہے کہ اور ان اعمال کی محبت عطا فرما دیجیے جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ[۲۸۹]

اس حدیث سے تین باتیں مطلوب ہونا ثابت ہوئیں: (۱) محبتِ حق (۲) محبتِ اہل اللہ (۳) محبتِ اعمالِ صالحہ۔ اور محبتِ اہل اللہ محبتِ حق اور محبتِ اعمالِ صالحہ کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ نئے ڈرائیوروں سے جس طرح تصادم ہوجاتا ہے اسی طرح پرانے ڈرائیوروں سے بھی جب ان کے اندر عُجب اور ناز اور غفلت کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے تصادم (ایکسیڈنٹ) ہوجاتا ہے۔ بدپرہیزی سے بڑے بڑے صحت مند پہلوان تباہ ہوجاتے ہیں۔ محمد علی کلے اگر سنکھیا کھالے تو کیا پہلوانی باقی رہے گی؟ یہی حال نئے اور پرانے سالکین کا ہے۔ اگر پُرانے سالکین بھی اپنی نگرانی سے غفلت کریں

۲۸۹؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

گے گر جائیں گے (کوئی تو جاہ میں گر گئے اور کوئی چاہ میں گر گئے۔ یعنی کوئی تکبر میں برباد ہو گئے، کوئی بد نگاہی اور شہوت و عشقِ مجازی میں تباہ ہو گئے۔ جامع) یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کی تو شیخ کی زندگی ہی میں اور بعض لوگوں کی حالت بعد وفاتِ شیخ خراب ہو گئی۔ حالات میں تغیر ہو جاتا ہے غفلت کے سبب۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ جب ریل کا سفر کرتا ہوں اور دو ریل کی کراسنگ ہوتی ہے تو میں ڈبے سے باہر نہیں دیکھتا، کیوں کہ ممکن ہے کہ دوسری ریل کے کسی ڈبے سے کوئی عورت جھانک رہی ہو اور میری نظر اس پر پڑ جاوے گو اچانک نظر معاف ہے، مگر مجھے اپنے نفس پر بھروسا نہیں کہ اس اچانک نظر کو میں ضرور ہٹا لوں گا۔

نفس کا مار سخت جاں دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے اُدھر ڈسا نہیں

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشائخ کے لیے بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے حالات میں کسی بڑے سے مشورہ کرتے رہیں، مستقل بالذات نہ سمجھیں ورنہ مستقل بدذات ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے، اور اگر بڑے نہ ملیں تو چھوٹوں ہی سے مشورہ کر لیا کریں، اس معاملے میں عار نہ محسوس کریں کہ لوگ کیا کہیں گے، اپنے رب سے کام رکھیں۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیٔ جانا نہ چاہیے

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشیں ہوتی

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تسبیح و ذکر کی پُر کیف بہاروں کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

دم رُکا سمجھو جو دم بھر کو بھی یہ ساغر رُکا
میرا دورِ زندگی ہے یہ جو دورِ جام ہے
میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں یہ گلکاریاں ہیں

مگر یہ نعمتیں کیسے حاصل ہوں گی۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حُسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

بیڑی اور سگریٹ والے تو پینے سے نہیں شرماتے، جہاں موقع پاتے ہیں وہیں بیڑی پینا شروع کر دیتے ہیں آپ ذکر و تسبیح سے کیوں شرماتے ہیں؟ احقر جامع عرض کرتا ہے پھر مغرب کی اذان شروع ہوگئی، لوگ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ لوگ باتیں نہ کریں اذان کا جواب دیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ تلاوت کرتے وقت اگر اذان ہونے لگے تو اذان کا جواب دوں یا تلاوت جاری رکھوں؟ تحریر فرمایا کہ تلاوت کو ملتوی کر کے اذان کا جواب دیں پھر تلاوت شروع کر دیں۔ سنت کی اتباع سے پھر تلاوت میں زیادہ نور ان شاء اللہ تعالیٰ محسوس ہوگا۔

احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ فرض و سنتوں کے بعد مسجد سے متصل دروازے پر کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے اگرچہ یہ لوگ خارجِ مسجد تھے مگر ان کی باتوں سے نمازیوں کو خلل ہو رہا تھا تو فرمایا کہ جو لوگ مسجد کے قریب باتیں کر رہے ہیں ان کو چاہیے کہ اتنی دور جا کر باتیں کریں کہ ان کی آواز مسجد کے اندر نمازیوں کو مخل نہ ہو۔ جب نمازیوں کی تشویش کے سبب بلند آواز سے تلاوت کرنا منع ہے تو یہ بات چیت کیسے جائز ہوگی؟

بعد نمازِ مغرب ایک صاحب نے کہا کہ ہماری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ہے، بعض لوگ سحر کا شبہ بتاتے ہیں۔ فرمایا: آپ حسب ذیل کام کریں:

۱) سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس تین، تین بار پڑھ کر صبح شام اپنے اوپر دم کریں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ اس کی برکت سے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

۲) یَاسَلَامُ ۱۳۱ بار اوّل آخر درود شریف ۳، ۳ بار پڑھ کر جہاں تکلیف ہو ہر نماز کے بعد دم کرلیں۔

ارشاد فرمایاکہ صالحین کی وضع قطع کی نقل میں بھی بہت برکت ہے۔ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضع قطع بنائی، یہ مشابہت ان کی ہدایت کا سبب بن گئی۔ حق تعالیٰ کا فضل ہوگیا سب کو ایمان عطا ہوگیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متشبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو، کیوں کہ صوفیوں کے لباس کی نقل دلیل ہے کہ اس کے دل میں صوفیوں کی یا محبت یا عظمت ہے۔ ہمیشہ نقل کا سبب دو ہوتے ہیں: یا تو جس کی نقل کرتا ہے اس کی محبت ہوگی یا اس کی عظمت ہوگی۔ پس جو لوگ صالحین کی وضع قطع ترک کرکے اہلِ مغرب کی وضع قطع کی نقل کرتے ہیں یا تو ان کے دلوں میں ان کی محبت ہے یا عظمت ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَاتَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا[۲۹۰] ظالموں کی طرف میلان نہ ہونا چاہیے۔

لباس صلحاء کا اختیار کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہے گا۔ ایک شخص آزاد طبع تھا، جب مرنے لگا تو اپنے گھر والوں سے کہا: میری داڑھی پر آٹا چھڑک دو۔ جب قبر میں سوال ہوا کہ یہ آٹا کیوں چھڑک رکھا ہے؟ جواب دیا کہ سنا ہے آپ بوڑھوں پر رحم فرمادیتے ہیں، تو بوڑھا نہیں مرا ہوں مگر بوڑھوں کی شکل آٹا چھڑک کر بنالایا ہوں۔ اسی پر رحم فرمادیا۔

---

[۲۹۰] ھود: ۱۱۳

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بہا نمی جوید

علاج نظرِ بد مجرّب

ارشاد فرمایا کہ نظر بد کا علاج مجرب ہے، جس پر نظر لگی ہو سات سرخ مرچوں پر وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ سے اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ [۲۹۱] تک ۷ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ یا الگ الگ مرچ پر ایک ایک بار پڑھ کر دم کریں پھر ایک ایک مرچ کو اس کے جسم سے یعنی سر سے پیر تک دونوں طرف لگا کر آگ میں جلادیں، اگر دھانس آنے لگے تو سمجھ لیجیے کہ نظر اتر گئی اور اگر دھانس نہ آوے تو دوبارہ یہی عمل کیا جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ فسادِ خون ہو تو جلد پر خالی مرہم کافی نہیں اندر سے خون کی صفائی کا اہتمام بھی ہو، اسی طرح دل میں بیماری ہو تکبر یا شہوت کی تو ظاہری اعمال سے یہ بیماری نہ جاوے گی جب تک دل میں خوف نہ پیدا ہو۔ مراقبۂ موت و مراقبۂ قبر و دوزخ و قیامت کا بار بار اہتمام ہو تو کام بنتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہر شخص جو حق تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار ہے وہ ذاکر ہے کُلُّ مُطِیۡعِ اللّٰہِ فَھُوَ ذَاکِرٌ صرف زبانی ذکر کا نام ذکر نہیں ہے، گناہ نہ کرنا بھی ذکر ہے۔ ہر گناہ کانٹا ہے۔ کانٹا چبھے گا تو بے چینی کیوں نہ دل میں پیدا ہوگی۔ اگر صرف زبان سے ذکر ہے مگر آنکھ بدنگاہی میں مبتلا ہے تو زبان کے ذکر کے ساتھ آنکھ نافرمان بھی ہے، بلکہ اکثر اعضا نافرمانی میں مبتلا ہوتے ہیں اور زبان سے ذکر بھی ہو رہا ہے تو دل میں کیسے چین پیدا ہوگا؟ ذکر کے خلاف اس کے اضداد کی تعداد تو زیادہ ہے۔ ہر عضو کو فرماں بردار بنائیں پھر زبان کے ذکر سے دیکھیے کیسے انوار پیدا ہوتے ہیں اور کیا سکون ملتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں سکون کی وہ دولت ہے کہ اگر

[۲۹۱] القلم: ۵۱

بادشاہوں کو معلوم ہو جاوے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑھائی کر دیں۔ لیکن یہ دولت تو اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنے سے ملتی ہے۔ یعنی ان کی وہ صحبت جو اطلاعِ حالات اور اتباعِ تجویزات کے ساتھ ہو طالب کے دل کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی بہار کو فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

مجلس ۱۲؍ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان جو عمل کرتا ہے وہ ان سات قسموں کے اندر ہوتے ہیں: فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ، مستحب، مباح، مکروہِ تحریمی، حرام۔ اسی طرح آدمی بھی ۲ قسم کے ہوتے ہیں: عامی یا عالم۔ پھر ہر ایک کی تین قسمیں ہیں: عامی عاصی، عامی صالح، عامی مصلح۔ اسی طرح عالمِ عاصی، عالمِ صالح، عالمِ مصلح۔

پس اصلاح کے لیے عالم عاصی محتاج ہو گا عامی مصلح کا۔ اس مثال سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ بعض علماء نے اپنا مرشد غیر عالم تجویز کیا۔ جیسے عالم اگر قاری نہیں ہے تو قراءت سیکھنے میں قاری کا محتاج ہو گا مگر قاری صاحب مسائل میں ہمیشہ عالم صاحب کے محتاج رہیں گے۔

ان اقسامِ مذکور میں جو عالم مصلح ہوتا ہے وہ جامع ہوتا ہے اور محقّق ہوتا ہے۔

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ارشاد فرمایا کہ معاصی سے نفرت واجب اور عاصی سے نفرت حرام۔ اگر باپ کے اوپر بچے نے پیشاب کر دیا تو باپ کے کپڑوں اور بدن کو ناپاک سمجھو گے لیکن کیا باپ کو حقیر سمجھو گے یا باپ سے نفرت ہو گی؟ یہی مثال گناہ گار کی ہے گناہوں سے نفرت کیجیے مگر گناہ گار کو حقیر نہ جانیے۔ ایک عابد اوپر رہتا تھا، عبادت کا ناز تھا، نیچے اس

کا گناہ گار بھائی رہتا تھا، ایک دن اس گناہ گار بھائی کا ارادہ ہوا کہ چلو اپنے بھائی کے ہاتھ پر توبہ کرلوں اور اوپر عابد بھائی نے ارادہ کیا چلو جس طرح نیچے والا گناہ گار بھائی گناہ سے مزہ لے رہا ہے میں بھی کچھ لے لوں، نیچے والا اوپر کو چلا اوپر والا نیچے کو چلا دونوں اچانک گر کر مر گئے۔ بتایئے کہ دونوں کا خاتمہ کیسا ہوا؟ فیصلہ کرلیجیے۔

ارشاد فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے پہلے زمانے میں کیسا ذوق تھا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص دمشق سے مدینہ شریف حاضر ہوا، صرف **التحیات** سیکھنے کے لیے کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے **التحیات** پڑھا کرتے تھے ویسی **التحیات** سکھا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اس جذبے سے رونے لگے اور فرمایا: اللہ اکبر! کیا طلب ہے۔ جنتی کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بیعت ہو کر اپنے حالات کی اطلاع مرشد کو نہ کرے اور نہ اصلاح کرائے تو اس بیعت سے کیا فائدہ۔ یہ تو وعدہ خلافی ہے۔

ایک صاحب کی بیوی کو فالج گرا ہوا ہے، انہوں نے تبلیغ میں جانے کا مسئلہ معلوم کیا تو فرمایا: حال غالب نہ ہونا چاہیے، حال کو تابع اعمال کے رکھے۔ اہلیہ کو یا ماں باپ کو بیمار چھوڑ کر تبلیغ میں نہ جائے، اگرچہ کوئی اور خدمت کر سکتا ہو، مگر شوہر سے جو تقویت بیوی کو ہوتی ہے وہ دوسروں سے نہیں ہوتی، اسی طرح ماں باپ کو اولاد سے جو تقویت ہوتی ہے وہ دوسرے خدّام سے نہیں ہو سکتی۔ اسی موقع پر بزرگوں کا یہ ارشاد ہے ۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

بقر عید کی نو تاریخ کو عرفات کے میدان میں تمام حاجی صاحبان جمع ہیں اور کوئی صاحبِ حال جذبۂ عشقِ الٰہی سے سرشار جا کر کعبہ کا طواف کریں اور عرفات نہ آویں تو ان کا حج بھی نہ ہوگا اور بجائے قربِ الٰہی کے اور دوری میں مبتلا ہو گئے۔ کیوں کہ اس دن تو کعبہ والا محبوب عرفات کے جنگل میں ہے، ان کی خاص تجلیاتِ قرب و رضا حدودِ عرفات کے اندر ہیں۔ جہاں بھی شاہ خیمہ لگا لے انعام وہیں ملے گا۔ پس بیوی یا ماں باپ

کی بیماری میں اللہ تعالیٰ ان ہی کے پاس مل جائیں گے، ان کی خدمات میں لگا رہے اور ان کے قریب رہتے ہوئے جو کچھ دین کی خدمات کر سکتا ہو کرتا رہے۔

ارشاد فرمایا کہ بیماری کی دو قسمیں ہیں: اصلی اور عارضی۔ جیسے قبض سے دردِ سر ہو تو اصلی بیماری قبض ہے اور دردِ سر عارضی ہے، اسی طرح قلب کی غفلت اور خرابی اور سختی اصلی بیماری ہے پھر اس کی خرابی سے اعمال میں خرابی عارضی بیماری ہے۔ پس اصلی بیماری کا علاج کرنا چاہیے یعنی دل کا علاج اللہ والوں سے کرانا چاہیے پھر دل کی درستی سے اعمال اور اخلاق کی درستی خود بخود ہونے لگتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری محدّث تھے، ایک اشکال ہوا کتابوں سے حل نہ ہوا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! زکوٰۃ ادا کرنے میں انشراحِ قلبی نہیں ہوتا تو نفس کی ناگواری کے ساتھ بدون انشراح یہ ادائیگی خلافِ اخلاص معلوم ہوتی ہے۔ جواب ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اگر نفس پر آرے بھی چلیں تو بھی اخلاص کے خلاف نہیں بلکہ ایسی حالت میں اجر زیادہ ہے، آپ وقت پر زکوٰۃ ادا کر دیا کریں بشاشت ہو یا نہ ہو۔ بشاشت اور اخلاص میں تلازم نہیں۔ اخلاص ہوتا ہے۔ اخلاص کے لیے بشاشت لازم نہیں۔ بلکہ بدون بشاشت کی صورت میں دونا اجر ہے۔ مولانا کو جواب سے وجد آگیا۔

ارشاد فرمایا کہ نفسِ اجتماعِ احباب بھی نافع ہے خواہ کوئی دینی مذاکرہ ہو یا نہ ہو صلحاء کا آپس میں ملنا نافع ہے، قلب کے اندر جو صفاتِ حمیدہ ہیں ان کا عکس دوسرے پر پڑتا ہے۔ رات کی رانی خاموش ہے مگر اپنی خوشبو سے معطّر کر دیتی ہے۔ بجلی کا بلب خاموش ہے، روشنی پہنچا رہا ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت نفع پہنچاتی ہے خواہ وہ خاموش ہی بیٹھے رہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب نے خط لکھا کہ میرے اندر غصہ بہت ہے، علاج تحریر فرمائیے۔ تحریر فرمایا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب انوار بک ڈپو لکھنؤ کی خدمت میں جا کر کچھ دیر بیٹھ جایا کریں۔ انہوں

نے شام کو ہر روز بیٹھنا شروع کیا۔ مولوی محمد حسن صاحب نے کوئی تقریر نہیں کی نہ کوئی وعظ کہا مگر ان کا غصہ کم ہونے لگا۔ تو بات کیا تھی؟ چوں کہ مولانا میں حلم اور ضبط کا مادّہ بہت تھا اس باطنی صفت کا عکس اور فیض ان کے باطن پر آہستہ آہستہ اثر کرنے لگا۔ اس لیے گزارش کیا کرتا ہوں کہ دینی احباب کو آپس میں ملنے جلنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ آج کل تاخیرِ جنازہ کی بیماری اُمّت میں عام ہورہی ہے۔ جذباتِ محبت و عقیدت میں اہلِ علم حضرات کے ماحول میں بھی یہ مسئلہ نظر انداز ہوجاتا ہے۔ کہیں تو جنازے کو منتقل کرنے کی غلطی ہوتی ہے اور کہیں رونمائی میں تاخیر کی جاتی ہے حالاں کہ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ دُوْنَ الْخَبَبِ کا حکم ہے، جنازے کو جلد دفن کرنے کا حکم ہے اس میں دو حکمت ہے: اگر نیک ہے تو اپنے عیش و آرام کی جگہ جلد پہنچ جاوے اور اگر بد ہے تو اس کو اپنے کندھوں پر دیر تک کیوں رکھا جاوے۔ اس مسئلے کی فقہاء نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر جمعہ سے قبل تدفین ممکن ہے تو جمعہ کا انتظار کرنا جائز نہیں، تھوڑے آدمی سنت اور رضائے حق کے مطابق نجات اور مغفرت کے لیے کافی ہیں برعکس کثیر تعداد جو خلافِ سنت اور خلافِ رضائے حق ہو یہ کچھ مفید نہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ مسافرت کی موت سے شہادت کا درجہ ملتا ہے پھر جنازے کو وطن لانے کی کیا ضرورت ہے؟ بے اصولی اور قانون شکنی جب اہلِ علم کی جانب سے ہونے لگے گی تو عوام کو کون سمجھا سکتا ہے۔ بعض اہلِ علم ایسے وقت اکابر کا عمل پیش کرتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا فقہ کی یہ سب کتابیں عمل کے لیے نہیں لکھی گئیں ہیں؟ عمل کو کتاب سے ملایئے نہ کہ اشخاص سے، البتہ کتاب کو اشخاص سے سمجھیے۔

جن اکابر کے ساتھ ایسا معاملہ کوئی پیش آچکا ہے وہ پسماندگان کے معاملات ہیں۔ کہیں جذبات، کہیں غلبۂ عقیدت، کہیں خاموشی، کہ شاید وہ کہیں گے شاید وہ کہیں گے۔ بروقت نکیر کرنی چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض اکابر کی رونمائی میں تاخیر کی خبر مجھے ایک صاحب نے ہردوئی پہنچائی۔ میں نے ان سے کہا: اس منکر پر کسی نے نکیر بھی کی؟ تو وہ خاموش

ہو گئے۔ ایک اہلِ علم بلکہ اہلِ فتویٰ و اہلِ فقہ کی حق پرستی سے بڑا دل خوش ہوا جب انہوں نے کہا: مجھے نہایت ندامت ہے کہ ہم نے اس منکر پر اعلان کے ساتھ نکیر کیوں نہ کی اور استغفار کرتا رہتا ہوں۔

پھر گزارش کرتا ہوں کہ کسی شہر سے جنازے کو منتقل ہرگز ہرگز نہ کیا جاوے اور نہ رونمائی وغیرہ کی رسم کی جاوے، نہ جمعہ کا انتظار کیا جاوے، نہ کسی رشتہ دار کا انتظار کیا جاوے، جس قدر جلد ممکن ہو سکے نمازِ جنازہ اور تدفین میں جلدی کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کی برکت سے قلیل تعداد بھی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ انتقال سے کفن پہنانے تک جس قدر لوگوں کو چاہیں جمع کر لیں، اس کے بعد پھر تاخیر کی گنجائش نہیں۔ ماشاءاللہ مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر خوب ہمّت سے عمل کیا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تیار تھا اور شرکتِ جنازہ کے لیے اسپیشل ٹرین سہارنپور سے چل پڑی تھی، بہت بڑی تعداد معتقدین اور خواص متعلقین کی، حاضری میں زیادہ تاخیر نہ ہوتی، کیوں کہ سہارنپور سے تھانہ بھون کی مسافت زیادہ نہیں، مگر مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ کا حکم دیا، اور سختی سے اعلان کیا کہ قانونِ شریعت کا احترام کیا جائے گا، ہرگز اب تاخیر نہ ہونی چاہیے۔ چناں چہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اسپیشل ٹرین کا انتظار نہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے ہر قانون پر اہتمام سے توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔

ارشاد فرمایا کہ جب دین شکنی اور دل شکنی کا تقابل ہو تو دین کو مقدم رکھا جاوے اور سب مصالح کو قانونِ شریعت کے احترام و عظمت پر مثلِ مصالحہ پیس دینا چاہیے۔ ایسے مواقع پر جذبات پر شریعت کو ترجیح دینی چاہیے۔ مخلوق کی چہ میگوئیاں اور طعن کی ہرگز پروانہ کرنی چاہیے۔

ما نمی خواہیم ننگ و نام را
گر چہ بدنامی است نزدِ عاقلاں

(ضروری نوٹ) احقر مرتب محمد اختر عفا اللہ عنہ موجودہ غلط رسم ورواج کے سبب اپنے ذمہ اس وصیت کو واجب سمجھتا ہے کہ اپنے پسماندگان اور احباب کو یہ وصیت کردوں کہ میرا جہاں بھی انتقال ہوجاوے وہیں پر دفن کرکے حق تعالیٰ کی مغفرت و رحمتِ واسعہ کے سپرد کردیا جاوے۔ اور ہرگز وطن نہ لایا جاوے، رونمائی ہرگز نہ کی جاوے۔

مضمون بالا کو جب لکھ چکا تو حضرت مفتی رشید احمد صاحب سے اس مضمون کی اشاعت کے لیے مشورہ کیا۔ تو فرمایا: ضرور شایع کیا جاوے۔ نیز فرمایا کہ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے جو ذکر میرا کیا ہے وہ مبہم ہے میرا نام شایع کردیا جاوے تاکہ جو کوتاہی مجھ سے علانیہ ہوئی ہے اور اس کی توبہ بھی علانیہ مجھ پر واجب ہے اس اشاعت سے میرا واجب ادا ہوجاوے گا یعنی رونمائی پر نکیر نہ کرنے کا واقعی مجھے غم ہے جس کا ذکر میں نے خود حضرت سے کیا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ نقل کی برکت اصل تک پہنچادیتی ہے۔ ڈرائیور کی نقل کرتے کرتے آدمی ڈرائیور ہوجاتا ہے۔ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وضع قطع اور لباس کی نقل کی تھی، نقل کی برکت سے سیرت بھی بدل دی گئی اور سب کو ایمان عطا کردیا گیا۔ اور سب کے سب کافر سے صحابی ہوگئے۔

اسی طرح شیطان کی نقل سے شیطان کی سیرت بھی آجاتی ہے۔ مثلاً: شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ ہرگز ہرگز کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھاوے۔ اس قدر اہتمام سے منع فرمایا جو نہایت ہی بلیغ انداز ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ فاسقین کی نقل سے سخت پرہیز کرنی چاہیے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ جس کی نقل کی جاتی ہے اس کی یا محبت یا عظمت دل میں ہوتی ہے پھر اس کی عادتیں اندر آنے لگتی ہیں۔ دل میں جس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اعمال اس عظمت و محبت پر شہادت پیش کرتے ہیں۔ چناں چہ انگریز کو دیکھیے بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں ان کے اندر شیطان کی خود بینی تکبر اور بڑوں پر اعتراض کا مادّہ ہوتا ہے۔ اور جو لوگ پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکاتے ہیں چوں کہ یہ متکبرین کی وضع ہے اس لیے اس کی نقل

کرنے والوں میں تکبر اور اپنے بڑوں پر اعتراض، بدگمانی وغیرہ کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا لنگی کو یا کرتا و قمیص و عبا کو لٹکانے سے منع فرمایا۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ بعض اہلِ علم نے بعض روایت کی تکبر کی قید سے اس کو قید احترازی سمجھ کر یہ سمجھ گئے کہ اگر تکبر سے نہ ہو تو درست ہے۔ یہ ان کو سخت علمی دھوکا شیطان نے دیا ہے۔ علمائے محققین فرماتے ہیں کہ تکبر یہاں قیدِ واقعی ہے، جو بھی لٹکاتا ہے ٹخنے کے نیچے وہ تکبر ہی سے لٹکاتا ہے (البتہ وہ بیمار جن کا پیٹ آگے نکل آتا ہے)۔ اس کی ایک نظیر قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: **وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ**[۲۹۲] تنگ دستی کے خوف سے اپنے بچوں کو مت قتل کرو۔ تو کیا مال داروں کو قتلِ اولاد جائز ہو جاوے گا؟ بلکہ یہاں وہی قید واقعی ہے، کہ جو بھی قتل کرتا تھا بخوفِ تنگ دستی کرتا تھا۔)

ارشاد فرمایا کہ جب تورات پر عمل نہ کرنے والوں کو قرآنِ پاک میں گدھا قرار دیا گیا تو قرآنِ پاک جو تورات سے افضل ہے اس کے علم رکھنے کے بعد بے عمل ہونے والا کیا مستحقِ وعید نہ ہو گا؟

ارشاد فرمایا کہ جو آدمی خام ہوتا ہے وہی اہلِ دولت کے ہاتھ فروخت ہو جاتا ہے۔ یا خوفِ مخلوق سے یا طمعِ مال سے اپنا دینی رنگ اور مذاق اور اُصولِ شریعت کو توڑ دیتا ہے۔ اس کی ایک عجیب مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، صُراحی خام میں پانی ڈالیے وہ مٹی گھل کر اپنا وجود بھی غائب پائے گی اور اگر آگ میں پکا دی جاوے تو پختہ صراحی کا پانی صراحی کے وجود کو نہیں مٹا سکتا بلکہ صراحی اس کو اپنے فیض سے ٹھنڈا کرے گی۔ یہی حال اس عالمِ ربّانی کا ہے جو بزرگوں کی صحبت میں پختہ ہو جاتے ہیں پھر مخلوق سے اختلاط اشاعتِ دین کے لیے ان کو مضر نہیں ہوتا، نہ جاہ نہ مال نہ شہرت کوئی فتنہ ان کو خراب نہیں کرتا۔

استقامت کی نعمت ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ہر وقت صاحبِ نسبت ہونے کے سبب حق تعالیٰ پر نظر ہوتی ہے کہ قبر میں صرف رضائے حق کام آوے گی،

۲۹۲؎ الاسراء:۳۱

نہ جاہ نہ شہرت نہ ہجومِ خلق یعنی معتقدین کا مجمع وہاں کام نہ آوے گا ؎

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

پس صراحی کی مثال سے خام سالک اور پختہ سالک کے حالات خوب سمجھ میں آسکتے ہیں۔ خام سالک دوسروں سے متاثر ہو جاتا ہے اور پختہ سالک دوسروں کو متاثر کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ سے بغض و عناد اور ان کو ایذا دینا دنیا ہی میں اکثر ذلیل کرتا ہے ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات
با دردکشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی، اذان کی غلطیاں سن کر سخت رنج ہوا۔ میں نے وعظ میں صرف یہ گزارش کر دی کہ اذان صحیح نہیں ہے اذان کی اصلاح ہونی چاہیے۔ بعد میں کمیٹی کے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ صاحب! وہ کیا غلطیاں ہوئیں ہیں ذرا ہم کو بتادیجیے۔ میں نے کہا: بہت اچھا سنیے: ۱) اللہ کو اتنا کھینچا جس کا کوئی قاعدہ نہیں۔ شرح وقایہ میں دیکھیے تلحین کو ناجائز لکھا ہے۔ ۲) لَآ اِلٰهَ میں اِلٰهَ کو دو مد کے برابر کھینچا۔ ۳) رسول میں واؤ کو کھینچا، جس سے مد پیدا ہوا۔

معلوم ہوا کہ مؤذن صاحب کی تنخواہ صرف ساٹھ روپے ہے۔ بتایئے! پھر اتنی معمولی تنخواہ میں بڑھیا مؤذن کیسے مل جاوے گا؟ افسوس کہ اس زمانے میں وکیل بڑھیا ہو، ڈاکٹر بڑھیا ہو، انگریزی پڑھانے کا استاد بڑھیا، مگر مؤذن اور قرآن پڑھانے والا استاد سستا ہو۔ دنیاوی تعلیم کا مدرّس بڑھیا اور اس کی تنخواہ بھی زیادہ اور قرآنِ پاک جو احکم الحاکمین کا کلام ہے اس کے لیے استاد سستا والا۔ اصلی گھی تو زیادہ پیسے سے ملتا ہے اور سستا مال تو ڈالڈا ہی ہوگا۔

ایک جگہ حاضری ہوئی تو اذان اس قدر جلد جلد دی کہ درمیان میں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ اذان کا جواب دیا جاسکے۔

آج کل مسجد کے جسم پر توجہ ہے اور رُوح پر نہیں۔ معلوم کیا کہ مسجد کتنے میں تعمیر ہوئی تو معلوم ہوا دو لاکھ کی تعمیر ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ مسجد تو دو لاکھ کی اور مؤذن ساٹھ روپیہ کا!

ایک مسجد میں تکبیر میں مؤذن صاحب نے اس طرح کہا: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاۃِ اور کسی کو فکر بھی نہیں، اذان اور تکبیر کو غور سے سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک سانس میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، پھر ایک سانس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے، پھر ایک سانس میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے، پھر ایک سانس میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ کہے، اور پھر ایک سانس میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ کہے، پھر ایک سانس میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔

ایک غلطی قرائے کرام یہ کرتے ہیں کہ یہاں بھی تجوید کا قاعدہ جاری کرتے ہیں مثلاً: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ح حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے ہیں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح یعنی پہلے کلمے کے آخری حرف کے اعراب کو ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے کلمے کے آخری حرف پر جزم پڑھتے ہیں حالاں کہ یہاں قراءت کا قاعدہ جاری کرنا ممنوع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَلْاَذَانُ جَزْمٌ وَالْاِقَامَۃُ جَزْمٌ وَالتَّکْبِیْرُ جَزْمٌ اور ایک روایت میں اَلتَّکْبِیْرُ جَزْمٌ وَالتَّسْمِیْعُ جَزْمٌ ہے۔[۲۹۳]

ایک جگہ حاضری ہوئی، مسجد بہت شاندار لیکن امام صاحب نے جب نماز پڑھائی تو بے حد صدمہ ہوا۔ امام صاحب نے سورۂ ناس اس طرح پڑھائی: مِنَ الْجِنَّاتِ

۲۹۳؎ کنز العمال: ۸/۳۵۱، (۲۳۲۱۵) باب فضل الاذان واحکامہ، مؤسسۃ الرسالۃ

وَالنَّاس حروف کی صحت نہایت ضروری ہے۔ اب تو بیعت کرتے وقت احقر عہد لیتا ہے کہ تلاوت مع الصحت کروں گا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "جمال القرآن" کے اندر لَحنِ جلی کو حرام لکھا ہے یعنی اگر صاد کو سین پڑھ دیا یا ذال کو زا پڑھ دیا وغیرہ۔ صرف دو مہینہ اور صرف دس منٹ انسان محنت کرے کسی قاری صاحب کے پاس تو ان شاء اللہ تعالیٰ بقدرِ ضرورت تلاوت صحیح کرسکے گا۔ تھانہ بھون میں بعض بڑے بڑے محدث اور مفسر کو بھی نورانی قاعدہ پڑھنا پڑا۔ آج ہمارے مشائخ کے یہاں بھی اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ خود بھی تلاوت مع الصحت کا اہتمام ہو اور طالبین کو بھی توجہ دلائیں۔ مراقبہ اور استغراق اور وظائف اور حقائق و معارف کے ساتھ ایسے ضروری اُمور کا بھی اہتمام ضروری ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کہ ان کے کلام کی عظمت ہو، اور عظمتِ کلام کا حق ہے کہ صحتِ حروف کے ساتھ تلاوت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بے فکری اور کاہلی اور سستی سے صحیح نہ پڑھنا کس قدر گستاخی ہے اور اندیشہ مؤاخذہ کا ہے۔ تصوف کا ایسا غلبہ کہ شریعت کے مسائل کا اہتمام نہ رہے یہ بہت خطرناک حالت ہے۔ اور اگر مغلوب الحال ہے تو مقتدا بنانا ایسے مغلوب کو جائز نہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

ارشاد فرمایا کہ دُعا نہ قبول ہونے کا سبب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھلائی کا پھیلانا اور بُرائی سے روکنا اُمت میں جاری نہ رہا تو عذابِ عام میں ابتلا ہوگا، اور دُعا بھی قبول نہ ہوگی۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے کہا کہ فلاں شادی میں شرکت سے بڑا صدمہ ہوا، فوٹو کھینچے گئے، اور ریکارڈنگ بھی ہوئی، گانا بجانا اور تصویر کھنچانے کے گناہ میں ہم بھی مبتلا ہوگئے۔ وہاں سے اٹھنے میں خاندان کے لوگوں کا لحاظ اور دباؤ معلوم ہوا۔ میں

نے کہا: اچھا اگر شادی والے ایک خوبصورت پلیٹ میں چاندی کے ورق کے ساتھ مکھی کی چٹنی پیش کرتے تو آپ خاندان کے لحاظ اور دباؤ سے کھالیتے یا نہیں یا اٹھ کر چلے آتے؟ کہنے لگے: اٹھ کر چلا آتا۔ فرمایا کہ پھر حسّی منکر کے ساتھ جو معاملہ ہے کم از کم وہی معاملہ شرعی منکر سے بھی کیجیے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مکھی کی چٹنی تو طبعی منکر بھی ہے طبعی کراہت معلوم ہوتی ہے اور گناہوں سے اس طرح کی طبعی کراہت نہیں معلوم ہوتی۔ میں نے کہا: اچھا سنکھیا اگر کھلائی جاوے کسی شادی میں تو آپ کھالیں گے؟ کیا سنکھیا بھی طبعی منکر ہے؟ طبعی کراہت تو اس سے نہیں ہوتی۔ پس جس طرح یہ عقلی منکر آپ نہیں کھاسکتے اسی طرح گناہ کے ساتھ معاملہ کیجیے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت روشنی ہے، علم ہے، یقین بھی ہے مگر عمل کی قوت نہیں ہوتی، مثلاً: کمرے میں روشنی ہے اور الماری میں سیب نظر آرہا ہے اور اس کے وجود اور نافع ہونے پر یقین بھی ہے، ڈاکٹروں نے اس کو کھانے کے لیے حکم بھی دیا ہوا ہے اور دل بھی چاہتا ہے مگر سیب تک اُٹھ کر جانے کی قوت نہیں ہوتی۔ پھر ڈاکٹر طاقت کا انجیکشن لگاتا ہے اور وٹامن کے کیپسول کھلاتا ہے جب طاقت آجاتی ہے تو خود اٹھ کر الماری تک جاکر سیب کھاتا ہے۔ یہی حال ان اہلِ علم کا ہے کہ علم کی روشنی بھی ہے، یقین بھی ہے، مگر عمل کی قوت نہیں ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں آنے جانے سے کچھ ہی دن میں قوت آنی شروع ہوجاتی ہے اور اعمال میں ترقی شروع ہوجاتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت سردی لگتی ہے، بارش ہورہی ہے، سستی محسوس ہورہی ہے کہ ایک پیالی چائے پی لینے کے بعد مزاج بدل جاتا ہے۔ جب ایک پیالی چائے مزاج بدل دیتی ہے تو اللہ والوں کی صحبت کیا روحانی سستی دور نہیں کرسکتی؟ کیا صالح کی صحبت ایک پیالی چائے سے بھی کم درجہ رکھتی ہے!

ارشاد فرمایا کہ ظاہری اعمال کا فساد اس کے دل کے فساد و خرابی پر دلالت کرتا ہے، دلیل یہ حدیث ہے: اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَتْ کُلُّهٗ[۲۹۴] جب دل صالح ہوجاتا ہے

۲۹۴؎ صحیح البخاری: ۱۳/۱ (۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینه، المکتبة المظهرية

تو تمام اعضا صالح ہو جاتے اور جب دل فاسد ہو جاتا ہے تو تمام اعضا فاسد ہو جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ صالحین سے ملنا جلنا جاری رکھے۔ ایک عام غلطی یہ ہو رہی ہے کہ اللہ والوں سے ملنے جلنے اور تھوڑی دیر کی ملاقات کو نافع نہیں سمجھا جاتا صرف وعظ اور مجلس میں ملفوظات کے سننے پر نفع کو موقوف سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ صرف ملاقات بھی مفید ہے۔ صالحین کے قلب کا عکس حاضرین کے قلب پر پڑتا ہے۔ جو اہلِ ادراک کو صرف ملاقات سے محسوس ہو جاتا ہے۔ ایک نظر اللہ والوں کو دیکھنے سے نفع محسوس ہو جاتا ہے۔ کسی ہاتھ کو مصافحہ کرنے سے ہاتھوں کی سردی گرمی کا احساس نہ ہو تو یہی کہا جاوے گا ہاتھوں پر فالج ہے۔ بے حس ہے۔ بجلی کی روشنی بجلی کا پنکھا نافع ہے مگر ناطق نہیں ہے۔ رات کی رانی نافع ہے، دماغ کو فرحت دیتی ہے مگر بولتی نہیں ہے۔ صالح کی صحبت خاموش بھی نافع ہے۔ ایک مغلوب الغضب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا حال لکھا کہ مجھے غصہ جلد آتا ہے اور تیز آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب (انوار بک ڈپو لکھنؤ) کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھ لیا کریں۔ چند روز یہ جا کر دوکان پر مولوی صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ غصے کی بیماری میں کمی محسوس کرنے لگے۔ تو کیا بات تھی؟ مولانا کے مزاج میں حِلم بہت غالب ہے۔ ان کی خاموش صحبت کا اثر ان پر کس طرح ہوا۔ ان کے قلب کا عکس ان کے دل پر پڑنا شروع ہو گیا اور دل کی کیفیت آہستہ آہستہ بدل گئی۔ حالاں کہ مولوی صاحب نے کوئی وعظ یا تقریر نہیں کیا۔ تو صحبت صالح کی خاموشی کے باوجود نافع ہوتی ہے۔ اس لیے آپس میں ملنے جلنے کا صالحین سے اہتمام ہونا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو بات نا مناسب دیکھو تو اگر وہ لوگ دین کے قدر دان ہیں تو اس وقت مناسب عنوان سے کہہ دیا جاوے اور اگر وہ ناقدر دان ہیں تو تنہائی میں سمجھا دیا جاوے۔ فتویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ تصریح سے مذکور ہے کہ اگر مخاطب کے قبول کرنے کی پوری اُمید ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک جگہ ظاہر کی اصلاح پر بہت تاکید کی تو ایک صاحب نے کہا کہ اگر باطن ٹھیک ہو تو ظاہری وضع قطع یعنی داڑھی وغیرہ کے اوپر سختی کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہا کہ آپ تاجر ہیں، آپ اپنی دوکان کا سائن بورڈ اُلٹ کر لگا دیجیے۔ تو کہنے لگے: لوگ مجھے پاگل کہیں گے اور دماغی توازن کے خراب ہونے پر دلیل قائم کرلیں گے۔ تو میں نے کہا کہ اس وقت اس سائن بورڈ کا باطن تو ٹھیک ہوگا صرف ظاہر خراب ہوگا تو آپ نے کیوں پاگل ہونے اور دماغی توازن کی خرابی کا سرٹیفکیٹ خود ہی دے دیا؟ تو کہنے لگے: مولانا! اب سمجھ میں بات آگئی۔ بعض وقت مثالوں سے بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہر ملک اپنی سرحد کی حفاظت کرتا ہے، اگر ایک گز زمین پر دوسرا پڑوسی ملک قبضہ کرے تو تمام ملک میں حتیٰ کہ مرکز یعنی دارالخلافہ تک ہلچل مچ جاتی ہے۔ دیکھیے یہاں ظاہر کی حفاظت کا کس قدر اہتمام ہے۔ کار کی ٹائر خراب ہے، صرف ظاہر خراب ہے انجن درست ہے کیا کار بےکار نہ ہوجاوے گی؟ ہوائی جہاز کی تمام مشینیں اندر سے بالکل درست ہیں، صرف ٹائر خراب ہے کیا وہ بےکار نہیں ہوجاتا؟ ایک ڈاکٹر ہے اعلیٰ درجہ کی ڈگری ہے مگر آنکھ سے اندھا، کان سے بہرا، زبان سے گونگا ہوگیا اور ہاتھ پر فالج گر گیا تو اس ڈاکٹر کو زندہ ہونے کا سرٹیفکیٹ تو مل سکتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ بےکار ہونے کا بھی سرٹیفکیٹ مل جاوے گا۔ بس آج امت کا یہی حال ہے۔ اُمت نے جب سے ظاہری وضع قطع اور ظاہری اسلامی وردی سے غفلت کی اس کی جو ہیبت غیر مسلمین پر تھی، ختم ہوگئی۔ بیت المقدس نکل گیا اور مصر کی کیا حالت ہوئی۔ بیت المقدس جب حاضری ہوئی تو نماز میں مقامی حضرات کی ایک صف بھی پوری نہ تھی۔

وعدۂ غلبہ ہے مؤمن کے لیے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ الخ[۲۹۵] یہ بہترین اُمت تھی جو تمام کائنات کے لیے بھلائی پھیلانے

۲۹۵؎ اٰل عمرٰن: ۱۱۰

اور بُرائی سے روکنے کے لیے پیدا کی گئی تھی لیکن وہی اُمت آج خود ہی جرائم کی عادی ہو رہی ہے۔

تو نہیں ہے اس جہاں میں منہ چھپانے کے لیے
تو نمونہ بن کے آیا ہے زمانے کے لیے
تو نہیں ہے وقت غفلت میں گنوانے کے لیے
تو ہے دنیا بھر کے سوتوں کو جگانے کے لیے

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی کے مفاسد کو اہلِ فتاویٰ سے پوچھیے۔ ایک عورت نے خط لکھا کہ میری بہن بے پردہ آتی جاتی تھی میرے شوہر کا دل اس پر آگیا ہے مجھے بھنگن کی طرح ذلیل رکھتا ہے، کوئی تعویذ دے دیجیے۔ بعض لوگ دل صاف اور نظر پاک یا نظر صاف دل پاک کا بہانہ کرتے ہیں، ان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل اور ان کی نظر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہنے لگے کہ ارے صاحب! کیا کہنا ہے ان کے دل تو پاک اور نظر بھی پاک تھی۔ میں نے کہا: پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیوں حکم دیا کہ اے علی! پہلی اچانک نظر معاف ہے مگر خبر دار! دوسری نظر مت ڈالنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کی نظر اور آپ لوگوں کا دل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ صاف اور پاک ہے؟

دیکھیے اگر بجلی کا تار ننگا ہو اور پاور ہاؤس سے اس وقت بجلی نہ آرہی ہو تو بھی اس کو عقل مند نہیں چھوتے اور کہتے ہیں کہ ارے بھائی! پاور ہاؤس سے بجلی آنے میں دیر تھوڑا ہی لگتی ہے، بس یہی حال نظر کا ہے۔ ابھی پاک ہے مگر اسی نامحرم سے جس سے نظر ابھی پاک ہے ذرا تنہائی ہوئی ناپاک ہونے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگتی۔ جنہوں نے اپنے نفس پر بھروسا کیا، عمر بھر کا تقویٰ اور دین ذرا سی دیر میں غارت ہو گیا۔ اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

نفس کا اژدہا دلا دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اُس نے اُدھر ڈسا نہیں

ارشاد فرمایا کہ صرف اخلاص قبول نہیں اگر شریعت اور سُنت کے مطابق وہ عمل نہ ہو، اس لیے قانون کا معلوم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں نمازِ عصر کے بعد تنہائی میں گھر کے اندر بیس رکعت نفل پڑھتا ہے اور یہ سمجھ رہا ہے کہ میں خدا سے قریب ہو رہا ہوں لیکن کیا اس کا یہ اخلاص قبول ہو گا اور کیا اس کو قرب ملے گا؟ کیوں کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں اخلاص تو ہے مگر مقبول نہیں۔ کیوں کہ اخلاص کے ساتھ صدق شرط ہے یعنی قانون کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تقویٰ کا حکم دیا اور اس کو آسانی سے حاصل کرنے کی تدبیر یہ فرمائی کہ صادقین کی صحبت میں رہو۔ صادقین کا مفہوم کیا ہے؟ اس کی تفسیر کاملین و مشائخ یعنی بزرگانِ دین سے ہمارے اکابر کرتے ہیں، لیکن الحمد للہ! تلاوت کرتے ہوئے ایک دن ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ صادقین اور متقین دونوں ایک ہی ہیں، یہ دو عنوان تنوّع کا نفع دیتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح بھی ہے کہ تقویٰ کہاں سے ملے گا؟ تقویٰ والوں سے ملے گا۔ کپڑا، کپڑے والوں سے، پھل، پھل والوں سے، بس تقویٰ بھی تقویٰ والوں سے ملے گا۔ وہ آیت جس کی برکت سے یہ مفہوم سمجھ میں آیا، یہ ہے: **لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ** سے شروع کریں اور چند آیات کے بعد ہی ارشاد ہے: **اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ**[۲۹۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صادقین ہی کو متقین فرمایا ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: کچھ سارا کمال اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو، لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں اور کتب پر اور پیغمبروں پر، اور مال دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں، اور نماز کی

۲۹۶؎ البقرۃ:۱۷۷

پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو، اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں، اور وہ لوگ جو مستقل رہنے والے ہوں تنگ دستی میں اور بیماری میں اور قتال میں، یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقین ہیں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ**[۲۹۷] اہلِ علم سے قانون معلوم کرنا چاہیے ورنہ ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ جیسے کہ عصر کے بعد کوئی نوافل پڑھے تو کوئی ثواب نہ ملے گا اور گناہ الگ۔ روزہ تیس رمضان کو ثواب اور عید کے دن رکھنا حرام ہے۔ ایک ہی کام ایک شخص کے لیے جائز دوسرے کے لیے ناجائز ہے۔ بوڑھا آدمی سانس کا مریض ہے کھڑا نہیں ہوسکتا ہے وہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے لیے جائز ہے اور دوسرے آدمی کے لیے جو تندرست ہے اس کے لیے فرض بیٹھ کر پڑھنا ناجائز ہے۔ ایک بزرگ مرغی کھارہے تھے، ایک شخص ان کے پاس آیا، انہوں نے کھانا طاق پر رکھ دیا اور باتیں شروع کردیں جب یہ چلے گئے پھر کھالیا۔ تو جو صاحب آئے تھے ان کو بدگمانی ہوئی کہ ہم کو کھانے میں کیوں نہ پوچھا۔ ایک دوسرے بزرگ سے اس بدگمانی کو انہوں نے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ بزرگوں سے بدگمانی کیسے جائز ہوگی جب کہ عام مسلمانوں سے بدگمانی جائز نہیں! پھر فرمایا کہ کوئی مصلحت ضرور اس میں ہوگی۔ پھر دونوں بزرگوں سے ملاقات ہوئی تو ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے معلوم کیا کہ فلاں صاحب جو آپ کے پاس آئے تھے آپ کے پرانے دوست تھے آپ نے ان کو کھانے پر نہ پوچھا بلکہ طاق پر رکھ دیا۔ فرمایا کہ مجھے کئی دن سے فاقہ تھا اور میں اس وقت اتنی کمزوری محسوس کررہا تھا کہ جان کا خطرہ تھا، مرنے کے قریب تھا اور اس حالت میں مردار مرغی جو حرام ہے سامنے کوڑے خانے پر تھی میں اس کو پکا کر بقدرِ زندگی کھاگیا، آنے والے کے لیے یہ حلال کیسے ہوتی۔ میری جیسی حالت ان کی نہ تھی۔ تو دیکھیے ایک چیز ایک کے لیے حلال دوسرے کے لیے حرام۔ اس لیے علمِ صحیح کی بڑی ضرورت ہے۔ آج

---

[۲۹۷] الانبیاء:۷

کل دیکھا دیکھی اور سُنا سُنی عمل میں اُمت مبتلا ہے۔ مسائل کا علم سیکھنا ضروری ہے۔ ایک مسئلے کا سیکھنا سو رکعت نفل کے برابر ہے۔ یہ بات اس وقت خوب سمجھ میں آئی جب مسئلہ طوافِ زیارت کا آیا کہ جو حاجی طوافِ زیارت کیے بغیر اپنے ملک واپس آجاوے گا اس پر اس کی بیوی حلال نہ ہوگی، جب تک دوبارہ جاکر طوافِ زیارت نہ کرلے گا اس وقت تک میاں بیوی کے تعلقات آپس کے حرام رہیں گے۔

علمائے دین سے یا دینی کتابوں سے علم حاصل کرتا رہے۔ اسٹیشن پر گئے، کئی پلیٹ فارم ہیں، قلی سے دریافت کرتے ہیں کہ ٹرین کس پلیٹ فارم پر آرہی ہے۔ مگر علم کے بعد عمل نہ کرنا اور بھی جرم ہے۔ رات ہے، ٹارچ لے کر چل رہا ہے مگر کتّے پر پاؤں رکھ دیا تو لوگ کیا کہیں گے پاگل ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ علم کی روشنی ہوتے ہوئے علم پر عمل نہیں کرتے۔

ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تین قسم کے لوگوں کا ذکر سورۂ فاتحہ میں فرمایا ہے: ایک وہ لوگ ہیں جنھوں نے صراطِ مستقیم کا علم ہی نہیں حاصل کیا ان کا لقب ضالین ہے۔ یہ من مانی زندگی گزارتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے صراطِ مستقیم معلوم کرلیا مگر اس پر عمل نہ کیا یہ لوگ مغضوب کہلاتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جنھوں نے علم بھی سیدھے راستے کا حاصل کیا اور اس پر عمل بھی کیا یہ لوگ مُنْعَمْ علیہم (انعام والے لوگ) کہلاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سُنے تو درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہ پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے آجائے تو اب نماز اور کلام سب منع ہے[۲۹۸] البتہ امام اگر کوئی بُرائی دیکھے تو منع کرسکتا ہے۔

بعض لوگوں کو اشکال اور اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہم کو درود شریف سے منع کرتے ہیں۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی اذان اس طرح دینا شروع کرے

۲۹۸؎ ردالمحتار: ۳۸/۳، باب الجمعة دار عالم الکتب، ریاض

اَللّٰہُ تَعَالٰی اَکْبَرْ اَللّٰہُ تَعَالٰی اَکْبَرْ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تو اس طرح کی اذان کو منع کیا جائے گا یا نہیں؟ اور اگر وہ کہے کہ واہ صاحب! آپ لوگ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ادب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب سے کیوں روکتے ہیں؟ تو کیا جواب دیا جاوے گا کہ ادب کا مطلب تم نے غلط سمجھا ہے۔ ادب یہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو اس پر عمل کرو اپنی طرف سے ادب کا معیار مت مقرر کرو (ایک بزرگ نے خوب فرمایا کہ حق تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کرنا ان کی مرضی سے سنت ہے اور ان کی محبت کرنا اپنی مرضی سے بدعت ہے۔ از جامع)

اسی طرح جب دینی گفتگو ہو رہی ہو یا دین کا کام کر رہا ہو تو آنے والا السلام علیکم نہ کہے، کیوں کہ یہ شرعی حاجت میں مشغول ہے۔ اسی طرح اگر کھانا کھا رہا ہے تو اس کو بھی سلام مت کرو کہ وہ طبعی حاجت میں مشغول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سلام کے جواب سے اس کے حلق سے لقمہ معدہ میں جانے کے بجائے سانس کی نالی میں چلا جاوے اور اس سے اچانک موت واقع ہو جاوے۔ شریعت کا ہر حکم عینِ رحمت اور عینِ شفقت ہے۔ ایک شخص تیس رمضان کو روزہ رکھتا ہے فرض اور یکم شوال کو رکھتا ہے حرام ہے۔

پس اذان میں اَللّٰہُ اَکْبَرْ کے ساتھ تعالیٰ کا لفظ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ساتھ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا جملہ لگانا اس لیے ناجائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو اذان سکھائی ہے یہ طریقہ اس کے خلاف ہے۔

ارشاد فرمایا کہ آج کل تلحین اذان میں کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر لفظ کو خواہ اس پر مد ہو یا نہ ہو کھینچتے چلے جائیں گے۔ حرم شریف میں بھی بعض لوگ تو صحیح اذان دیتے ہیں اور بعض بغیر مد کے کھینچ دیتے ہیں۔ اگر کسی کا کان اوپر سے کھینچ کر اور بڑھا دیا جاوے تو اس کو کوئی گوارا نہیں کرتا مگر قرآنِ پاک کے حروف کے ساتھ کیا گستاخی کا معاملہ ہے۔ بعض مؤذن سے سُنا انہوں نے رسول اللہ کے واؤ کو خوب کھینچا۔

حالاں کہ یہاں مد کا کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا۔ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے بغض رکھتا ہوں کیوں کہ تم اذان میں تلحین کرتے ہو۔ فقہ کی مشہور کتاب ''شرح وقایہ'' میں بھی تلحین کو مکروہ کہا ہے۔ اور تلحین کا مفہوم کیا ہے؟ اس کو بھی واضح کیا ہے یعنی غیر شرعی مد کرنا۔ قانونِ تجوید کے خلاف محض آواز کو خوبصورت بنانے کے لیے یعنی بدون مد کے کھینچنا اسی کا نام تلحین ہے۔ جیسے کہ اللہ کے لام پر مد کرتے ہیں حالاں کہ یہاں کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا۔ مگر آپ مؤذن صاحبان کے اذان کو غور سے سنیں تو اکثر جگہ آپ کو رسول کے واؤ اور اللہ کے لام میں بھی مد کرتے ہوئے یعنی ان کو کھینچتے ہوئے ملیں گے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ حرمین کے مؤذنین بھی زیادہ لحن کرتے ہیں۔ وہاں چوں کہ کوئی منع نہیں کر سکتا اس لیے جو حضرات ذمہ دار ہیں ان ہی سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ وہاں مجبوری ہے، مگر علم کی کمی سے لوگ وہاں کی اذانوں کو ٹیپ کرلاتے ہیں اور اس کی نقل کرتے ہیں، حالاں کہ علماء سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس میں کہیں لحن تو نہیں ہے، بدون مد کے تو نہیں حروف کو کھینچ دیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اہلِ علم سے بزرگوں کی آخری زندگی کی نقل کریں گے گمراہ ہو جاویں گے اور جو ابتدائی مجاہدات کی زندگی کی نقل کریں گے وہ کامیاب ہو جاویں گے۔ بزرگوں کی ابتدائی زندگی میں محنت و مجاہدے کا نقشہ ہوتا ہے اور آخر میں جب حق تعالیٰ ان کو مخلوق میں محبوب اور مقبول بنادیتے ہیں تو صرف عیش و راحت کے سامان و اسباب ان کے پاس نظر آئیں گے اور ان کی ابتدائی مجاہدات و تکالیف کے زمانے نظر سے اوجھل ہوں گے۔ دیکھنے والا بس اسی عیش کی زندگی کی نقل کرنے لگے گا۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام اعمش کے شاگرد اعرج تھے (اعرج لنگڑے کو کہتے ہیں اور اعمش وہ آنکھ ہے جو سورج کی روشنی دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتی) جب یہ استاد و شاگرد ساتھ چلتے تو لوگ مذاق اڑاتے۔ ایک دن استاد نے شاگرد سے فرمایا کہ میرے ساتھ مت چلا کرو لوگ مذاق اڑا کر گناہ گار ہوتے ہیں۔ شاگرد نے کہا کہ

حضرت! اس میں ہمارا کیا حرج ہے، ہم ماجور ہوں گے اور وہ گناہ گار ہوں گے۔ یعنی ہم کو تو ثواب ملے گا تو ہم نفع میں ہوں گے اور وہ لوگ نقصان میں رہیں گے۔ حضرت امام اعمش نے فرمایا کہ نَسْلَمُ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ نُّؤْجَرُوْا يَاْثَمُوْنَ ترجمہ: ہم ان کے مذاق وطعن سے محفوظ رہیں اور وہ لوگ گناہ سے محفوظ رہیں یہ مجھے زیادہ پسند اور بہتر ہے کہ ہم کو اجر ان کے مذاق پر صبر سے ملے اور وہ لوگ میری اس حرکت سے گناہ میں مبتلا ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ غیر متبعِ سنت جو ہوا پر اُڑنے والا ہے وہ استدراج میں مبتلا ہے اور متبعِ سنت سے افضل نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ وزیرِ اعظم ہوائی جہاز اڑا نہیں سکتا مگر ایک پائلٹ ہوائی جہاز اڑا کر وزیرِ اعظم کو بھی بٹھا کر سفر کرا سکتا ہے۔ تو درجہ کس کا افضل ہے؟

بعض وقت ہوائی جہاز اڑانے والا غیر مسلم ہوتا ہے اور اس ہوائی جہاز پر بیٹھنے والے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ جب کہیں وعظ کے لیے کوئی بلاوے تو اہلِ علم کو شرط کر لینا چاہیے کہ کوئی ہدیہ نقد یا کسی صورت میں ہوگا قبول نہ کریں گے، کیوں کہ معاوضے کی صورت سے بھی بچنا چاہیے۔

اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا[۲۹۹] پر عمل ہونا چاہیے۔ اور اس سے سامعین کو اتباع کی توفیق بھی ہوتی ہے۔ جب اخلاص ہوتا ہے تو اثر بھی ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ شیخ کے لیے صرف اہلِ حق ہونا کافی نہیں بلکہ محقق ہونا شرط ہے۔ فرمایا کہ نواب صاحب ڈھاکہ نے جب حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت نامہ بھیجا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط لگائی کہ مجھے وہاں ہدیہ نہ پیش کیا جاوے۔ دوسرے یہ کہ ہر روز تھوڑی دیر تنہائی میں ملاقات کا موقع دیا جاوے اور میری قیام گاہ ایسی عام جگہ ہو جہاں بے تکلّف غربا و مساکین بھی مل سکتے ہوں۔ نواب صاحب نے سب شرطیں تحریری طور پر قبول کر لیں۔ جب حضرت والا تشریف لے گئے تو

۲۹۹؎ یٰسٓ: ۲۱

انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بچے کی **بسم اللہ** کرائی اور **بسم اللہ** کرا کے ایک طشت پُر تکلف سرپوش سے ڈھکا ہوا پیش کیا جس میں اشرفیاں تھیں، حضرت والا نے اس وقت سب کے سامنے لے لیا، جب تنہائی میں حسبِ وعدہ ملاقات ہوئی تو حضرت والا نے یہ کہہ کر ہدیہ واپس فرمادیا کہ آپ نے شرط کی خلاف ورزی کی ہمارا معاہدہ تھا کہ آپ ہدیہ نہ پیش کریں گے، لیکن ہم نے اس وقت اس وجہ سے لے لیا کہ سب کے سامنے نہ لینے میں آپ کی سبکی ہوتی اور میری عزت ہوتی اور لے لینے میں ہماری سبکی ہوئی اور آپ کی عزت ہوئی، میں نے اپنی سُبکی گوارا کرلی، کیوں کہ آپ اہلِ وجاہت ہیں، یہاں آپ کو وجاہت کی ضرورت بھی ہے اور اب تنہائی ہے اس لیے حسبِ شرط اسے واپس کرتا ہوں۔ نواب صاحب رونے لگے اور کہا کہ آپ نے ہماری دنیا ہمارے ہی پاس چھوڑ دی اور ہم کو دین دے کے جارہے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ وعظ کی ملازمت تو جائز ہے جیسے امامت جائز ہے مگر وعظ پر اُجرت ٹھہرانا اس طرح کہ نمازِ عشاء بعد وعظ کہوں گا اور پانچ سو روپیہ لوں گا یہ حرام ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوگی جیسے کوئی کہے کہ میں نمازِ ظہر پڑھاؤں گا مگر ۲۵ روپیہ لوں گا۔ پس ایک وعظ پر روپیہ طے کرنا جائز نہیں ہے۔ مستقل ملازمت بوجہ حبسِ وقت فقہاء نے جائز فرمایا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دوبارہ نواب صاحب کے یہاں سفر ہوا تو ان کے نمائندے نے کہا کہ آپ کے آنے سے بہت دل خوش ہوا مگر آپ کے شرائط بہت سخت ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا سختی ہے؟ کہنے لگے: آپ کچھ ہدیہ نہیں لیتے۔ فرمایا: لینا سخت ہے یا نہ لینا سخت ہے؟ عرض کیا: محبوب کو کچھ دینے کو دل چاہتا ہے۔ نہ لینے سے ہماری دل شکنی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ کیا دروازے ہی پر بلا کر دینے کو دل چاہتا ہے! منی آرڈر سے بھی تو بھیجا جاسکتا ہے۔ کہنے لگے: کنویں کے پاس پیاسا آتا ہے نہ کہ کنواں جاتا ہے۔ بس حضرت والا کا اس جملے سے رنگ متغیر ہوا اور تیز لہجے میں فرمایا کہ اچھا ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ پیاسے ہیں اور میں کنواں ہوں، کیوں کہ بقدرِ ضرورت دنیا میرے پاس موجود ہے لیکن بقدرِ ضرورت دین آپ

کے پاس نہیں ہے اس لیے آپ ہمارے محتاج ہوئے نہ کہ میں آپ کا محتاج ہوا۔ اور حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ میں اب یہاں نہیں ٹھہرتا۔ واپس جاتا ہوں۔ پھر ایسا مزاج درست ہوا کہ ہر مولوی صاحب کی یہ صاحب قدر کرتے تھے، اور ڈرتے ہوئے ادب سے بات کرتے تھے کہ کہیں یہ مولوی صاحب بھی اس مزاج کے نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ تیرہ سو برس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا اور ان کے ہر روز کے تمام ملفوظات اور معمولات تک کتابوں میں محفوظ ہوگئے اور ان کے انتقال کو اتنے دن ہوگئے مگر آج اگر ان کے اُصول کے خلاف کوئی الزام لگاوے کہ مثلاً مولانا نے وعظ کہہ کر ۵۰۰ روپیہ فلاں جگہ معاوضہ لیا تو آج کوئی بھی اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا، اور مولانا کے مذاق اور اُصول کے جاننے والے ہزاروں کی تعداد میں اس کی مخالفت کریں گے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہیں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی حفاظت کا کیا عالم ہوگا اور آپ کے مذاق اور اُصول کی حفاظت کا کیا عالم ہوگا۔ جب ان کے غلاموں کی یہ شان ہے اور غلام بھی جو تیرہ سو برس کے بعد پیدا ہوتا ہے اور پھر حق تعالیٰ شانہٗ نے جس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اور حدیثِ پاک جس کی شرح و تفسیر ہے، پس جس طرح حق شانہٗ نے الفاظِ کلامِ پاک کی ذمہ داری لی ہے اسی طرح معانی قرآنِ پاک کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی ہے، کیوں کہ اگر شرح گڑبڑ ہوجائے تو متن کی حفاظت کی کیا اہمیت رہ جائے گی (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ علامہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے الفاظِ قرآنِ پاک پر مامور تھے ویسے ہی قرآن کے معنیٰ کی تعلیم پر بھی مامور تھے، ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ تو اس آیت میں جیسا کہ الفاظ کے بیان کرنے کا حکم ہے ویسا ہی معنیٰ کے بیان کا بھی حکم ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عبید الرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ان بزرگوں نے فرمایا جو قرآن کے پڑھنے والے تھے جیسے حضرت عثمان اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور سوا ان کے کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تھے تو آگے نہ بڑھتے تھے یہاں تک

کہ سیکھ نہ لیتے جو کچھ ان میں علم و عمل ہوتا۔ اسی لیے ان بزرگوں کو ایک سورت کے حفظ کرنے میں مدت دراز لگ جاتی۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے آٹھ برس میں صرف ایک سورۂ بقرہ حفظ کی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے معانی وہی معتبر ہیں جو صحابہ نے کیے ہیں۔ اور جو معانی کسی اور نے کیے ان کے خلاف وہ مردود ہیں۔ (تفسیر اتقان)

ماہ محرم ۱۳۹۹ھ

بیان بہ مقام مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

بعد خطبہ حمد و تعوذ و تسمیہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۳۰۰] حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کی دولت کہاں ملے گی صادقین یعنی متقین کی صحبت سے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

تقویٰ اور دل میں خشیت نہ ہو تو علومِ ظاہری سے کچھ نفع نہیں۔ ایسے طلباء اپنے علوم کو تن پروری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جاہ اور مال کے حصول کے لیے اپنا دین اور مسلک سب قربان کر دیتے ہیں۔

علم را بر دل زنی یارے بُوَد
علم را بر تن زنی مارے بُوَد

اگر دل میں علم کا اثر حاصل کر لیا جاوے یعنی حق تعالیٰ کی محبت اور خوف تو یہ علم بہترین یار ہے اور اگر علم کو جسم کے آرام و عیش کے لیے استعمال کیا تو یہی علم سانپ کی طرح ہلاک کرنے والا ہوتا ہے۔ میں اپنے چشم دید مشاہدات ان طلباء اور فارغ التحصیل اہلِ علم کا حال بیان کرتا ہوں تاکہ عبرت ہو اور یہ بدحالی تقویٰ نہ ہونے سے ظاہر ہوئی۔ میں نے

[۳۰۰] التوبۃ:۱۱۹

بعض اہلِ حق اداروں کے فارغینِ اہلِ علم کو غیر اہلِ حق کی مساجد میں امامت کرتے ہوئے پایا اور تمام ان منکرات میں مبتلا پایا جن کو دل میں یہ بُرا اور منکر جانتا تھا۔ تو بات کیا ہے؟ دل میں مال کی محبت اور دنیا کی محبت۔ حق تعالیٰ پر توکل و بھروسا اور اعتماد کی کمی۔ اسی طرح سے بعض اہلِ علم کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ ایک فارغ التحصیل جس نے دس برس علمِ دین حاصل کر کے ایک مشہور اور مستند دینی ادارے سے عالم ہونے کی سند بھی حاصل کر لی لیکن جب اپنے ملک واپس جانے لگے تو بمبئی ایئرپورٹ پر داڑھی منڈا لی اور کوٹ پتلون ٹائی لگا کر چل دیے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ یہ کیا بات ہے؟ علمِ ظاہری بدون تقویٰ کے یہی نتائج ظاہر ہوتے ہیں اور برعکس جن طلباء کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت و خوف پیدا ہو گیا ان کو حافظ ہونے کے بعد والدین کے اصرار کے سبب انگریزی پڑھنے کے لیے یونیورسٹی جانا پڑا مگر وہاں ان کا وہی لباس صالحین کا اور داڑھی شرعی، اور اپنے ماحول سے وہ ذرا بھی مرعوب اور متاثر نہ ہوئے۔ پختہ اور خام میں یہی فرق ہوتا ہے۔ غالب اور مغلوب میں یہی فرق ہوتا ہے۔

عمل کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے: روشنی، علم اور طاقت۔ مثلاً: سیب سامنے ہے دیکھ رہا ہے اور روشنی بھی ہے مگر کمزوری سے اُٹھ کر سیب تک جا نہیں سکتا۔ حالاں کہ کھانے کے لیے بے چین ہے اور صد فیصد اس کو مفید سمجھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان نے بھی حکم دے رکھا ہے کہ سیب کھاؤ، مگر کمزوری سے لیٹا ہوا ہے محروم ہے۔ لیکن ڈاکٹر طاقت کا انجکشن لگاتا ہے اور طاقت کے کیپسول دیتا ہے تو پھر خود اُٹھ کر سیب کھا لیتا ہے۔ یہی حال علم کا ہے۔ علم کی روشنی ہے، راستہ رضائے حق کا معلوم ہے، مگر عمل کی طاقت نہیں ہے۔ پس صالحین متقین کی صحبت سے عمل کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو کاہلوں کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک لیٹا تھا اور اس کے سینے پر ایک بیری کا پھل تھا (کاہل) ایک سوار سے جو اس کے پاس سے گزر رہا تھا، اس سے کہہ رہا تھا کہ اس کو ہمارے منہ میں ڈال دو۔ اس سوار نے کہا کہ اپنے لیٹنے والے دوست سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ تمہارے منہ میں ڈال دے؟ اُس کاہل نے کہا کہ میں

کیوں یہ کام کروں، میرے منہ میں کل کتا پیشاب کر رہا تھا، اس نے ہٹانے کی زحمت نہ کی۔ تو دوستو! آج ہم کو ان باتوں پر ہنسی معلوم ہوتی ہے مگر ہمارا کیا حال ہے کہ دوکاندار اور تاجر تو دور دور سے مساجد میں اوّل میں آکر بیٹھے ہوئے ہیں اور جو مسجد کے پاس مدرسے میں مقیم ہیں ان میں کسی کی بھی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جائے اور مسبوق بن جاوے۔ طلبائے کرام کے لیے یہ غفلت رونے کا مقام ہے۔ ان کو تو سو فیصد تکبیرِ اولیٰ سے نماز پڑھنی چاہیے۔ کوئی عذر یا بیماری سے کبھی فوت ہو تو اور بات ہے۔ اگر طالبِ علمی کے زمانے میں اعمال کا اہتمام نہ ہو گا اور اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو گی تو اسی طالبِ علم کا سا حال ہو گا جو بمبئی ایئرپورٹ پر اپنا بُرا حال کر کے اپنے ملک واپس گیا تھا۔ طلبائے کرام آپس میں معاہدہ کر لیں ایک دوسرے کو نماز باجماعت اور تکبیرِ اولیٰ میں شرکت کے لیے جگا دیا کریں۔ جو تہجد گزار ہو گا اس کی تکبیرِ اولیٰ کیسے فوت ہو سکتی ہے؟ علماء نے لکھا ہے کہ اگر بعد نمازِ عشاء فوراً سو جاوے تو تہجد کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور آنکھ کھل جاوے گی۔ ایک شخص نے لکھا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ میری آنکھ تہجد کے وقت کھل جاتی ہے مگر اٹھا نہیں جاتا کاہلی گھیر لیتی ہے۔ تحریر فرمایا: سانس بند کر لو ایک منٹ میں کاہلی دور ہو جاوے گی۔ اگر تہجد گزاری نصیب نہ ہو تو اس وقت اپنے بستر پر بیٹھ جاوے اور کچھ تسبیح اور استغفار کر لے۔ چند منٹ کیا ایک منٹ بھی **تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ**[۳۰۱] کی دولت بڑی نعمت ہے۔ پہلو تو بستر سے خدا کی یاد میں الگ ہو گا۔ پس اس آیت پر عمل تو ہو گیا۔ یہ نسخہ مگر کاہلوں اور سُست لوگوں کے لیے ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے پھر اُمید ہے کہ آگے ترقی کر کے تہجد بھی پڑھنے لگے گا۔ کیوں کہ مشابہت تہجد گزاروں کی اس نے کی۔ نقل کی برکت سے بھی کام بن جایا کرتا ہے۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

---

[۳۰۱] السجدۃ:۱۶

بہر حال ذکر اور تہجد میں ناغے سے بہت بچے، کیوں کہ ایک وقت ناشتہ نہ ملنے سے بھی تو کمزوری آجاتی ہے پھر ذکر کے ناغے سے رُوح میں کمزوری کیسے نہ آئے گی؟ اور روح کی کمزوری سے پھر نفس غالب آنے لگے اور معاصی سے بچنا مشکل ہو جاوے گا۔ بزرگوں کی شان عجیب ہے کہ ذکر میں ناغہ تو کیا کمی سے بھی ان کو غم ہوتا ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کو فرماتے ہیں۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بُود

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک بزرگ یحییٰ ان کے شاگرد تھے، مدینہ میں اُندلس سے پڑھنے آئے تھے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میاں یحییٰ! جاؤ ہاتھی آیا ہے دیکھ لو کیوں کہ تمہارے اُندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا ہے، دیکھو اہلِ مدینہ شوق سے جوق در جوق دیکھنے کے لیے جارہے ہیں اور بچے خوشی سے شور مچارہے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت! اُندلس سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں، آپ کو دیکھنے آیا ہوں، ہاتھی دیکھنے نہیں آیا ہوں۔ یہ شان تھی طالبِ علم کی۔

بعض عربی مدارس میں جہاں طلباء کی تربیت کا اہتمام کیا گیا وہاں صفِ اوّل میں شہری لوگوں کو جگہ نہیں ملتی۔ اور طلبائے کرام تہجد اور اشراق اور اوّابین اور صفِ اوّل کا اہتمام نہ کریں گے تو کیا تاجر طبقہ اور سرکاری ملازمین کے لیے صرف یہ اعمال ہیں۔ ایک عربی مدرسے میں ایک گاؤں کا آدمی گیا تو وہ اوّابین پڑھ رہا تھا اور دیکھا تو مسجد میں ایک اُستاد ایک طالبِ علم بھی اوّابین پڑھتا نظر نہ آیا۔ البتہ اگر علم کی مشغولی ہو تو ٹھیک ہے۔ مگر آج کل تو اخبار بینی اور گپ شپ کے لیے وقت نکلتا ہے اور نوافل و تلاوت کے لیے علمی مشغولی کو مانع قرار دیا جاتا ہے۔ آج افسوس ہے کہ تاجر کی سنتیں دیر میں پوری ہوتی ہیں اور طالبِ علم کی سنت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ چوں کہ یہ اجتماع صرف علمائے کرام کا ہے اس لیے یہ معروضات نصیحت گزارش کر رہا ہوں تا کہ ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔

حضرت مفتی محمود احسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے راستے میں ایک گاؤں پڑتا تھا، ایک مرتبہ وہاں جب پہنچے تو ساتھ میں ایک بزرگ کے نواسے تھے، مسجد میں بستی والوں سے تعارف کرایا کہ یہ فلاں بزرگ کے نواسے ہیں تو ایک دیہاتی بوڑھے نے کہا کہ اجی! بزرگ کے نواسے ہوا کریں نماز تو خلافِ سنت پڑھی، کہنی زمین پر سجدے میں بچھادی۔ تو بات یہی ہے کہ عوام ہماری نسبت ہمارے بزرگوں کے ساتھ جب تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال بھی ہمارے ٹھیک ہوں ورنہ کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ آج ہمارے مدارس میں ''سبعہ معلّقہ'' یاد کرنا آسان ہے اور ''مقامات'' یاد کرنا آسان ہے مگر نماز اور وضو اور کھانے پینے کی سنتیں یاد نہیں۔ مسجد میں آنے جانے کی سنتیں یاد نہیں۔ پانچ سنت مسجد میں آنے کی ہے اور پانچ سنت مسجد سے نکلنے کی ہے ان سنتوں کو طبع کرادیا گیا ہے۔

ہمارے مدرسے میں ایک طالبِ علم آیا جو بیرون ہند کا تھا۔ بال ہپّی تھے۔ میں نے حکم دیا ان کو منڈادو یا کٹادو۔ اس نے عمل نہ کیا۔ میں نے حکم دیا اگر چار بجے شام تک یہ بال نہ کٹائیں تو ان کا بستر مدرسے سے باہر کردو۔

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رند وہ پھر کیوں ادھر آئے
فرزانہ جسے بننا ہوجائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو وہ بس اِدھر آئے
سو بار ہو منظور جسے اپنا بگڑنا
آئے وہی بس اور بچشم و بہ سر آئے

میں طلباء کو سگریٹ نوشی سے منع کرتا ہوں کہ اسی منہ سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہو اور اسی منہ کو بدبودار بھی کرتے ہو۔ ایک بابو میاں تھے، بیس سال سے سگریٹ نوشی کرتے تھے، میری گزارش سے تابو میاں ہوگئے یعنی ترک کردیا۔

ہر کام کو انجام دینے کے لیے تین باتوں کی ضرورت ہوتی ہے: علمِ صحیح، روشنی، طاقت۔ اور تمام زندگی کا مقصد جنت کا حصول اور جہنم سے نجات ہے۔ علمِ صحیح کی قید اس لیے ہے کہ غلط علم سے عمل ضایع ہو جاتا ہے مثلاً: کوئی شخص فرض عصر کے بعد نوافل پڑھتا رہے تو اخلاص ہے مگر پھر بھی یہ عمل مقبول نہیں ہے، کیوں کہ مسئلہ اور قانون کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ اخلاص بھی شریعت کے مطابق ہی قبول ہوتا ہے۔ روزہ تیس رمضان کا جنت کا راستہ ہے اور یکم شوال کا روزہ جہنم کا راستہ ہے کیوں کہ شوال کو روزہ یعنی عید کے دن حرام ہے۔ تو قانون کو جاننا بہت ضروری ہے۔ آج اکثر صلحاء کے گھروں میں بھی پردۂ شرعی نظر نہیں آتا۔ اشراق و تلاوت اور تہجد اور وظائف کی پابندی تو نہایت اہتمام سے جاری ہے مگر چچی اور ممانی اور پھوپھی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد بہنوں سے اور بھاوج سے پردہ نہیں کرتے ہیں، شوہر کے بھائی سے تو نہایت سخت پردے کا حکم ہے اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت فرمایا ہے۔ علمِ صحیح کے بعد پھر طاقت کی ضرورت ہے۔ طاقتِ روحانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت۔ ان ہی دو چیزوں سے اعمالِ صالحہ کی اور گناہوں سے بچنے کی طاقت آتی ہے۔

ہمارے ایک دوست جو اہلِ علم ہیں، مجھ سے کہنے لگنے کہ ہم قدوری و کنز و شرح وقایہ اور ہدایہ میں جمعہ گاؤں میں پڑھنے کو ناجائز ہونے کا سبق پڑھتے رہے مگر عمل کی توفیق اور طاقت نہ تھی۔ گاؤں والوں اور برادری کے خوف سے پڑھ لیا کرتے تھے بلکہ امامت بھی کراتے تھے۔ ایک عرصۂ دراز کے بعد ہم حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔ اہل اللہ کی صحبت کیمیا تاثیر نے قلب میں طاقت بخشی۔ میں نے گاؤں میں جمعہ پڑھانا چھوڑ دیا اور آٹھ میل دور بڑے قصبے میں جا کر نمازِ جُمعہ ادا کیا کرتا۔ رمضان میں بھی روزہ رکھے ہوئے آٹھ میل چلنے کی توفیق ہو جاتی۔ ایک سال اس طرح گزر ہوا۔ جب اگلے سال عید کا دن آیا تو گاؤں والوں نے ہمارا گھیراؤ کیا اور کہا: مولانا! آپ کو عید اور جمعہ اسی گاؤں میں پڑھانی پڑے گی۔ میں نے کہا: ہر گز نہیں ایسا کروں گا۔ کہنے لگے: اب تک جمعہ اور عیدین یہاں کیوں پڑھاتے رہے؟ کہا: غلطی ہوئی، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ اگرچہ تمام

گاؤں اور برادری ناراض ہو مگر میں اب خدائے تعالیٰ کو ناراض نہ کروں گا۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ خوب فرماتے ہیں ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروانہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضئ جانا نہ چاہیے

پھر یہی ہمارے دوست اب شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں اور شیخ نے اپنا جُبّہ بھی عطا فرمایا۔

جس طالبِ علم کے دل میں خشیت اور محبت اللہ تعالیٰ کی عطا ہو جاتی ہے وہ یونی ورسٹی میں بھی اگر جاتے ہیں تو وہاں بھی صالحین کی وضع قطع میں رہتے ہیں اور اکثریت سے مرعوب اور مغلوب نہیں ہوتے۔ (احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جاتی ہے تو بندہ پوری کائنات میں ہر جگہ غالب رہتا ہے جیسا کہ جناب جگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

مگر محبت حق تعالیٰ کی غالب کب ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے؟ یہ نعمت حق تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی صحبت اور محبت سے نصیب ہوتی ہے بقولِ اکبر الہ آبادی ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

خام یعنی کچی صراحی میں اگر پانی داخل ہوتا ہے تو صراحی گھل کر تباہ ہو جاتی ہے اور پختہ صراحی میں پانی جب داخل ہوتا ہے تو صراحی خود اسے ٹھنڈا کر دیتی ہے یعنی بجائے متاثر ہونے کے مؤثر ہو جاتی ہے۔ غالب اور مغلوب کا، خام اور پختہ کا یہی فرق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور خشیت کا حاصل کرنے کا طریقہ یہی فرمایا ہے: وَكُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور طریقہ یہ ہے کہ صادقین کی صحبت میں رہو۔ صادقین کون ہیں؟

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ [۳۰۲]

ہر صادق متقی ہے اور ہر متقی صادق ہے۔ صادقین کی تفسیر خود قرآنِ پاک سے الحمد للہ! ہوگئی۔ یہ بات ایک دن تلاوت کرتے ہوئے سمجھ میں آئی۔ یہاں تک مضمون ہوا تھا کہ مدرسے میں اذان شروع ہوگئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میرے دوستو! اذان کا جواب دو۔ ایسے وقت میں تو قرآن شریف کی تلاوت روک کر اذان کا جواب دینا چاہیے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے دریافت کیا تھا کہ تلاوت کے وقت اذان کا جواب دوں یا تلاوت جاری رکھوں؟ فرمایا کہ تلاوت روک کر اذان کا جواب دے دیجیے، پھر تلاوت میں زیادہ نور اتباعِ سنت کی برکت سے محسوس ہوگا۔ اذان کے جواب دینے والوں کے جو فضائل منقول ہیں تو اسی صورت میں ملیں گے جب جواب دیا جاوے۔

خشیت اور خوف پر عمل کے آسان ہونے کی ایک مثال حق تعالیٰ نے حیدر آباد میں عطا فرمائی۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے پانچ ہزار روپے رشوت لیے اور خوش خوش گھر جارہا ہے کہ راستے میں اس کا ایک دوست موٹر سائیکل پر آیا اور کان میں بتایا کہ ان کے بعض نوٹوں پر دستخط ہیں اور پولیس تمہارے تعاقب میں ہے آپ کو پھنسانے کے لیے یہ رشوت دی گئی ہے۔ بس وہ شخص ان نوٹوں کو دیکھے گا بھی نہیں کہ کس نوٹ پر دستخط ہیں کس پر نہیں ہیں، جلدی سے کسی گٹر اور گڑھے میں پھینک دے گا اور اس کے پھینکنے میں اس کو کلفت کے بجائے خوشی اور چین محسوس ہوگا۔ بس اسی طرح جب اللہ والوں کی صحبت اور خدمت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور خشیت عطا فرمادیتے ہیں تو ہر گناہ کو آسانی سے چھوڑ دیتا ہے اور اس چھوڑنے میں اس کو کلفت یا حسرت نہیں ہوتی بلکہ چین اور سرور محسوس کرتا ہے۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ایمانِ موروثی اور تقلیدی میں اتنی کمزوری ہوتی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی طاقت نہیں ہوتی لیکن جب اللہ والوں یعنی اہلِ یقین کی صحبتوں سے قلب میں حق تعالیٰ کا نورِ خاص، قربِ خاص،

---

[۳۰۲] البقرۃ:۱۷۷

معیتِ خاصہ کا احساس عطا ہو جاتا ہے تو یہ ایمانِ استدلالی سے بڑھ کر ایمانِ تحقیقی کے درجے میں ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوت سے اعمالِ صالحہ کی اور گناہ سے بچنے کی طاقت آجاتی ہے۔ اس کی ایک عجیب مثال حق تعالیٰ نے قلب میں عطا فرمائی ہے جو ہمارے اکابر ہی کا صدقہ ہے، وہ یہ کہ کسی نہر میں پانی جاری ہو اور خوب پانی لبالب بھرا ہو اور کوئی نہر سے دریافت کرے کہ پانی کے وجود پر دلائل پیش کر، تو کیا جواب دے گی؟ یہی کہے گی: ارے! ہمارے دل سے پوچھو کہ پانی کی ٹھنڈک کیا کر رہا ہے۔ ہم کو دلائل کی ضرورت نہیں۔ ہم تو پانی کے وجود کو اپنے اندر محسوس کر رہے ہیں۔ جاؤ ان نہروں سے دلائل طلب کرو جو پانی سے محروم ہیں اور خاک اڑ ارہی ہیں۔ پس اس نہر کا جو جواب ہے وہی اللہ والے حق تعالیٰ کے وجود پر بیان فرماتے ہیں کہ چند دن صحبتِ کاملین اٹھالو، ذکر و فکر کرلو، چند دن کا مجاہدہ ہے پھر اپنے اندر حق تعالیٰ کی معیتِ خاصہ کو جب محسوس کرلو گے تو بزبانِ حال کہہ اٹھو گے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

پھر اپنا ایمان استدلالی کے بجائے تحقیقی پاؤ گے۔ اور حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کی شرح اپنے قلب میں مشاہدہ کرو گے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بُوَد
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بُوَد

اور شاداں و غزال خواں یہ شعر حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھیں گے اور خوشی سے وجد کریں گے ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

اور مخلوقِ خدا تمہیں دیکھ کر تمہارے قلب کے انوارِ نسبت مع اللہ کے آثار جو تمہارے چہروں سے اور کلام سے نمایاں ہوں گے، مست ہو گی۔

چوں کہ بینی بر لبِ جو سبزہ مست
پس بداں از دو رکیں جا آب ہست
ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال
چوں نزاید از لبش سحر حلال

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نہر کے کنارے سبزہ مست دیکھو تو یقین کرلو کہ اس کے اندر پانی موجود ہے۔ اور جب کسی کے کلام میں تاثیر محسوس کرو تو سمجھ لیجیے کہ یہ سینے میں درد بھرا دل رکھتا ہے جو نورِ ذکر سے منور ہے۔ مجاہدات میں چند دن خونِ تمنا تو پینا پڑے گا مگر حق تعالیٰ اپنی محبت کی دولت سے بہارِ لازوال بھی عطا فرماویں گے۔

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی دولت سے دین کا ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

ہر ضربِ تیشہ ساغرِ کیفِ وصالِ دوست
فرہاد میں جو بات ہے مزدور میں نہیں
(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

از محبت تلخہا شیریں شود
از محبت مسہا زریں شود

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں۔

لطف تن چرنے کا زکریا علیہ السلام سے پوچھ
سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ علیہ السلام سے پوچھ
سر کے رکھ دینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل علیہ السلام سے کیا لطف ہے

مُوحد چہ بر پائے ریزی زرش
چہ فولادِ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس
ہمیں ست بنیادِ توحید وبس

حق تعالیٰ کا تعلقِ خاص جب نصیب ہو جاتا ہے تو قدموں میں اگر سونے کا ذخیرہ ڈال دیا جاوے یا سر پر تلوار ہندی کی رکھ دی جاوے تو نہ تو اہلِ زر سے طمع ہوگی اور نہ اہلِ شمشیر کا خوف ہوگا اور یہی توحید کی بنیاد ہے۔ اب دعا کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشیں، آمین۔

مختصر مجلس مدرسہ قاری شریف صاحب

ارشاد فرمایا کہ جو بچے قرآنِ پاک حفظ کر رہے ہیں یہ شاہی خاندان ہیں۔ اہل القرآن کو اہل اللہ بھی کہا گیا ہے۔ ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اگر تراویح کی مشروعیت کی ایک حکمت بیان کی جاوے تو صحیح ہوگی، کیوں کہ بڑے بڑے سلاطین بھی تراویح کے زمانے میں حافظِ قرآن کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے محدثین اور مفسرین بھی کم عمر حافظِ قرآنِ پاک کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک میں تراویح کو سنتِ مؤکدہ فرما کر اور اس میں پورے قرآنِ پاک کے سننے کی تاکید فرما کر قرآنِ پاک کے حافظوں کی عظمت اور عزت بھی ظاہر فرمادی اور حق تعالیٰ کا وعدہ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۳۰۳] کا بھی ظہور اسی عبادت کے ذریعے پورا ہوتا ہے۔ اگر ہر سال تراویح میں قرآنِ پاک سنانے کی عبادت مشروع نہ ہوتی تو قرآنِ پاک کو محفوظ کر لینے کے بعد محفوظ رکھنا مشکل ہو جاتا۔

ارشاد فرمایا کہ تجوید کا اور صحتِ حروف کا اہتمام ضروری ہے، مگر افسوس! آج

۳۰۳؎ الحجر:۹

کل اچھی آواز کو حروف کی صحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً: کسی مدرسے کا جلسہ ہو گا اور دو لڑکے ہیں، ایک تو حروف کی ادائیگی میں عمدہ ہے اور دوسرا حروف کی ادائیگی میں کمتر ہے مگر آواز میں اس سے بہتر ہے تو اگر مہتمم صاحب نے اچھی آواز والے کو مقدم کیا اور اسی سے پڑھوایا تو امتحان اخلاص کا ہو گیا کہ اِرضائے خالق نہیں ہے اِرضائے خلق ہے۔

ارشاد فرمایاکہ سنت کے مطابق کام کرنے سے ہمارے طبعی حاجات بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ جیسے کہ کھانا پینا، سونا جاگنا، استنجا کرنا یہ انسان کی ضروری حاجتیں ہیں اور طبعی حاجتیں ہیں مگر سنت کے موافق ان کاموں کو انجام دینے سے یہ سب عبادت بن جاتے ہیں۔ جس طرح ڈیوٹی کے اندر ملازم کو کھانے اور استنجا کرنے کے وقت کی بھی تنخواہ ملتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ رزق کا ادب عجیب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ دھونے کو مسنون نہیں کیا گیا لیکن کھانے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہاتھ دھونا مسنون ہے۔ اور ہاتھ دھونے کے بعد تولیہ وغیرہ سے بھی ہاتھوں کو مس نہ کرے۔ رزق کا ادب اس قدر کیوں ہے؟ کیوں کہ رزق جسم کی پرورش کرتا ہے، اور جسم نہ ہو تو عبادت اور تلاوت جو روح کی پرورش کا سامان ہے، کچھ نہیں ہو سکتا۔ وعظ و درس سب اسی پر موقوف ہے۔ کھانے کو نہ ملے تو وعظ، درس، عبادت سب ختم ہو جاوے۔

ارشاد فرمایاکہ حق تعالیٰ کا ارشاد کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا [۳۰۴] طیبات کھاؤ اور اچھے عمل کرو تو اس کا حاصل یہ ہے کہ بڑھیا کھاؤ تو بڑھیا عمل بھی کرو۔ کھانا اچھا کھا کر عمل اچھا نہ کرے بلکہ بُرا عمل کرے تو کس قدر ناشکری ہے۔

ارشاد فرمایاکہ عربی کا فتنہ اور ہے اور اردو کا فتنہ کے معنیٰ اور ہیں۔ عربی میں فتنہ کا معنیٰ ہے اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ فتنے سے امتحان مراد ہے نہ کہ اردو کا فتنہ مراد ہے۔

۳۰۴؎ المؤمنون: ۵۱

بعد نمازِ فجر جامع مسجد گول مارکیٹ کراچی

ارشاد فرمایا کہ اگر امام کی آواز تکبیر کی پہنچ سکتی ہے تو مُکَبِّرْ کی ضرورت نہیں اور اگر ضرورت ہو تو امام سے دور جس صف سے ضرورت ہو وہاں مقرر کرنا چاہیے۔ مساجد میں اذان کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے یہ بھی قابلِ اصلاح ہے۔ لَایُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ کی تصریح موجود ہے۔ مسجد کے باہر کسی حجرے میں اذان دینے کا انتظام کیا جاوے اور اسی حجرے میں آلہ مکبّر الصوت بھی نصب کیا جاوے۔ اذان میں تلحین مکروہ ہے۔ اس کا بھی خیال چاہیے۔ دعا کے بعد زور سے آمین نہ کہنا چاہیے۔ نماز کے اندر تو حنفی بنے رہے اور نماز سے خارج شافعی بن گئے۔ امام دُعا آہستہ آہستہ مانگے اور کوئی آمین زور سے نہ کہے تاکہ مسبوق کی نماز میں خلل نہ واقع ہو۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق کا مفہوم سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایک عجیب مثال دل میں عطا فرمائی، دیکھیے محکمہ پی۔ آئی۔ اے کی گاڑیاں اپنے ملازمین کو دفتروں میں لانے کے لیے گھر گھر جاتی ہیں اور اگر ملازم سورہا ہو تو جگاتے بھی ہیں، مگر یہ سہولت کچھ دن کے مجاہدات کے بعد ملتی ہے، تعلیم کا مجاہدہ، پھر ٹریننگ اور تربیتِ عملی کا مجاہدہ، پھر ملازمت کی کوشش، پھر جب تقرر ہو گیا تو یہ سہولت میسر ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ دن اہل اللہ کے پاس آئے جائے اور ان کے مشورے سے ذکر و فکر اور نفس کی اصلاح کرائے یعنی اسبابِ رضا حاصل کرے اور اضدادِ رضا سے بچے پس پھر نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق کی سواری آنے لگتی ہے۔ اور کسی دن سو گیا تو تہجد کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے جگالیا جاتا ہے اور دل میں تمام اعمالِ صالحہ کی توفیق محسوس ہونے لگتی ہے۔ یعنی سہولت سے سلوک طے ہونے لگتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ دنیا کے خواص کے تعلقات سے دنیا کے کام جس طرح آسانی سے ہو جاتے ہیں اسی طرح آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ خواصِ آخرت اہل اللہ ہیں۔ ضابطے کا راستہ دور کا بھی ہے اور مشکل بھی ہے اور اللہ والوں کے تعلقات سے راستہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ شیخ کامل راستہ جلد طے کرادیتا ہے۔ دنیا کے افسران دنیا

کے خواص ہیں اور آخرت کے خواص اللہ والے کاملین اور مشائخ ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ نظامِ سنت کے علاوہ کوئی نظام مقصود نہیں ہوتا، کسی دوسرے نظام کو درجۂ مقصودیت دے دینا بدعت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک امیر طالبِ علم کا خط آیا کہ مجھے بدنگاہی کا مرض ہے۔ میں نے لکھا کہ ہر بدنگاہی پر پانچ روپیہ صدقہ کرو اور بیس رکعات نوافل پڑھو اور یہ مراقبہ کرو کہ یہ آنکھیں حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت اور کعبہ شریف اور علماء و مشائخ کی زیارت کے لیے عطا فرمائیں ہیں نہ کہ ان خرافات و خباثتوں کے لیے، ایسا نہ ہو کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان اعمال کی شامت سے آنکھ کی روشنی ضایع فرمادیں۔

(احقر جامع کو حضرتِ اقدس نے حکم دیا ہے کہ جوابات کو نقل کرلوں)

ارشاد فرمایا کہ گھر میں آنکھوں کا آپریشن ہوا اور روشنی آگئی، انگلیوں کو شمار کرایا گیا صحیح جوابات ملے۔ سفیدی اور سیاہی کا فرق نظر آنے لگا۔ جب شام کو احباب آئے تو عرض کیا کہ آج تو مولانا روم کے اس شعر کا مطلب واضح ہوا ؎

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است

نیک لوگوں کی صحبت تھوڑی دیر کے لیے بھی کیا ہی نفع دے دیتی ہے۔ جس طرح جسمانی معالج کے چند منٹ آپریشن کے بعد آنکھوں میں نور لوٹ آیا اسی طرح اہل اللہ کی صحبت اگرچہ چند منٹ کی ہو دل کی کایا پلٹ دیتی ہے اور خیر و شر کا فرق نظر آنے لگتا ہے۔ جس کی آنکھ میں تمیز سفید و سیاہ عرصہ سے نہ تھی نور سے محرومی تھی ایک کامل کی ہدایت پر عمل کرنے سے ان میں ایسا نور آگیا کہ سیاہی و سفیدی اور نور و ظلمت میں تمیز ہونے لگی۔ اسی طرح اہلِ حق سے دور رہنے والوں کو جب ان کی صحبت ملتی ہے تو ان کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں شمال اور جنوب کی جگہ ایک دو آدمی کی جگہ پر صف نہ بچھنے سے یہ جگہ خالی رہ جاتی ہے یہ ناجائز ہے۔ اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ہر مسجد میں **منیۃ الساجد فی اٰداب المساجد** مصنفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب

رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان سنانا چاہیے تاکہ آدابِ مساجد کا علم ہو۔ اور امام اور مؤذن اس پر عمل کریں اور نمازیوں سے عمل کی گزارش کرتے رہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک کالج کے طالبِ علم نے کراچی میں دینداری کی تعویذ مانگی۔ مجھے ہنسی آگئی اور سب نے جواب دیا کہ اگر دینداری تعویذوں سے آجاتی تو مدارس اور خانقاہوں کی پھر کیا ضرورت ہے۔ بس دینداری کی تعویذ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا[305] الخ پڑھتا رہے۔

ارشاد فرمایا کہ دیکھیے احباب سے ملنے میں کیا لطف آتا ہے، مگر دنیا اجتماع اور افتراق دونوں کی جگہ ہے، جنت میں صرف اجتماع ہوگا اور جہنم میں صرف افتراق رہے گا۔

ارشاد فرمایا کہ تعلیم اور تبلیغ میں ان دونوں سے زیادہ اہم تزکیہ ہے۔ تزکیۂ نفس ہونے سے اگر جان بھی تبلیغ میں دے دے اور بظاہر شہید بھی ہو جاوے مگر حدیثِ ریا میں دیکھیے کیا انجام ہوگا۔ جس نے اخلاص کے ساتھ جہاد نہ کیا تھا وہ جان دینے کے باوجود جہنم میں ڈالا جاوے گا۔

ارشاد فرمایا کہ انسان ہر چیز بڑھیا پسند کرتا ہے مکان بڑھیا ہو، دوکان بڑھیا ہو، نان بڑھیا، کان بڑھیا، پان بڑھیا ہو، آپ ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں مگر خود کیسے ہیں آپ بھی بڑھیا ہو یا نہیں؟ اور آپ بڑھیا ہوں گے جب اتباعِ سنت کریں گے۔ وضو، نماز سنت کے مطابق ادا کریں گے۔ کھانا پینا اور تمام اعمال سنت کے موافق ہوں گے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جو شخص خود بڑھیا نہ بنے اور اپنے لیے ہر چیز کو بڑھیا تلاش کرے اس پر مرزا غالب کا یہ شعر بہت صادق آتا ہے اور اس شعر کو حضرتِ اقدس مرشدی نے بھی پسند فرمایا۔

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسد
آپ کی صورت کو دیکھا چاہیے

---

[305] اٰل عمرٰن:۸

اگر ہم سنت نہ اپنائیں گے تو کسی اور کا طریقہ اپنائیں گے۔ یا تو ہم اپنے نفس کے طریقے پر یا اپنی بیوی کے طریقے پر یا برادری کے طریقے پر یا شہر کے طریقے پر یا صوبے کے طریقے پر یا ملک کے طریقے پر چلیں گے، پھر ہمارا دین یا نفسانی یا برادری والا یا صوبائی یا ملکی ہوگا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے بڑھ کر کس کا طریقہ ہوگا؟ اور نجات و فلاح کا وعدہ کس کے طریقے پر چلنے سے ہے؟

وصول تو مطلوب ہے مگر اُصول کے ساتھ۔ سنت کے طریقوں کے علاوہ قربِ حق کا تصور ہی جہالت ہے۔ ورنہ حاکم کے پاس تو مجرم بھی ہوتا ہے مگر بے اُصول ہونے کے سبب معتوب ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میرے لڑکے نے داڑھی رکھی تھی پھر بھی منڈادی ہے۔ میں نے اس وجہ سے بولنا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ماجور ہوں گے۔ اور جو حضرات ترک نہیں کرتے وہ اس مصلحت کو سامنے رکھتے ہیں کہ کہیں اور زیادہ نہ خراب ہو جاوے پس یہ لوگ بھی معذور ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور، ۲۷/ محرم الحرام ۱۳۹۹ سنہ ھ

ارشاد فرمایا کہ اصلاحِ نفس اور تزکیہ نہ ہونے سے ایک فارغ التحصیل اہلِ حق ادارے سے جب بمبئی کے ایئرپورٹ پر پہنچے اور اپنے وطن جانے لگے تو داڑھی مونچھ منڈا کر پتلون کوٹ ٹائی لگا کر چلے گئے۔ اہلِ صلاح کی وردی اور دین اپنے وطن لے جانے کی ہمّت نہ ہوئی۔ اس طرح بعض اہلِ حق کے ادارے سے فارغ ہیں مگر اہلِ باطل کی مساجد میں نمایندگی کر رہے ہیں اور امامت کر رہے ہیں۔ اور جو خشیت اور تقویٰ کی نعمت سے آراستہ ہوئے وہ یونی ورسٹی میں بھی جاکر دیندار اور صالحین کی وضع قطع میں رہے۔ ایک رئیس تاجر جو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آیا جایا کرتے تھے پھر ایسی حالت ہوگئی کہ ترازو پر گھی کا کنستر رکھا اور اذان کی آواز سنی، اسی حالت میں دوکان بند کر دی اور کہا: اب نماز بعد گھی تُلے گا۔ ایک عالم فارغ دس سال تک دیہات میں جمعہ پڑھتے رہے اور ہمّت ترک کی نہ ہوئی جب حضرت

شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے عمل کی توفیق ہوگئی۔ دیہات سے آٹھ میل پیدل جاکر ایک بڑے قصبے میں جمعہ پڑھنے لگے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی اور اپنا جُبّہ بھی عنایت فرمایا۔ اسی طرح خشیت اور تزکیۂ نفس نہ ہونے سے عالم ہوتے ہوئے چچی، ممانی سے پردہ نہیں اور چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہنوں سے پردہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اپنی بیوی کی بہن سے بھی پردہ کی توفیق نہیں ہوتی، اپنے بھائیوں سے بھی پردہ نہیں کراتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت دل میں نہ ہو اپنے علم پر عمل کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ علم تو روشنی ہے مگر صرف روشنی سے عمل کی توفیق کہاں ہوتی ہے؟ اس مثال سے سمجھیے: روشنی ہے سیب نظر آرہا ہے کہ الماری میں رکھا ہوا ہے ڈاکٹر نے کھانے کے لیے بتایا بھی ہے مگر بیماری سے کمزوری شدید ہے بستر سے اٹھا نہیں جاتا، تو سیب کا علم ہے روشنی ہے مگر سیب کھانے سے محروم ہے۔ یہی مثال اس عالم کی ہے جس کے پاس علم ہے مگر دل میں کمزوری ہے عمل کی قوت نہیں ہے۔ جس طرح ڈاکٹر کے علاج سے اگر طاقت آجاوے تو وہ سیب اٹھ کر کھاسکتا ہے اسی طرح اللہ والے جو روحانی ڈاکٹر ہیں، ان کی صحبت اور تدبیر و علاج سے جب دل میں قوت آجاوے گی تو عمل ہونے لگتا ہے۔ بعض مساجد میں پورب پچھم استنجا خانے بنے ہوئے تھے اور ہمت تڑوانے کی نہ ہوئی تھی جب کہ وہاں مرکزی حیثیت تھی۔ روک ٹوک کی عادت کہنے سننے کی عادت ختم ہورہی ہے۔ جب گزارش کیا کچھ ہی دن بعد معلوم کیا گیا تو استنجا خانے درست کرادیے گئے۔ اسی طرح ایک ادارے میں طلباء کا مسجد میں دارالاقامہ بھی تھا، رات کو مسجد ہی میں رہتے تھے۔ جب توجہ دلائی گئی کہ یہ تو ناجائز ہے۔ نیز طلباء کو مسجد ہی میں قرآنِ پاک کا درس دیا جارہا تھا اس پر توجہ دلائی گئی کہ اُجرت کے ساتھ تعلیمِ قرآن مسجد میں ناجائز ہے۔ نیز چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے تو مساجد کو بچانے کا حکم حدیثِ پاک میں آیا ہے تو فوراً مہتمم صاحب کو توفیق ہوئی اور مسجد کے باہر بچوں کے لیے دارالاقامہ اور درس گاہوں کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح کچی پیاز کھاکر آنا تو مساجد میں منع مگر مساجد میں پینٹ بدبو دار کرانے سے احتیاط نہیں کرتے ہیں۔ منکرات پر روک

ٹوک کی عادت اہلِ علم میں بھی کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے تیزی سے منکرات پھیلتے جارہے ہیں۔ دیہاتوں میں مساجد میں مٹی کا تیل جلانے کا رواج ہے جو ناجائز ہے۔

مسجد کے آداب پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام منیۃ الساجد فی اٰداب المساجد ہے اور اس پر علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق بھی ہے۔ خشیت اور تقویٰ کس طرح حاصل ہو اس کا طریقہ حق تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمایا ہے: کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اے ایمان والو! جن لوگوں نے حقائق کو قبول کرلیا ہے صادقین یعنی کاملین کی صحبت میں رہو۔ صادقین کی تفسیر ایک مقام پر حق تعالیٰ نے متقین سے فرمائی ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ[۳۰۶] پھر سوال ہوتا ہے کہ یہاں صادقین کیوں فرمایا متقین کیوں نہیں فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ تنوعِ کلام سے کلام کا حُسن و جمال ظاہر ہوتا ہے۔ صدق کے لیے تو اخلاص لازم ہے مگر اخلاص کے لیے صدق لازم نہیں ہے۔ بعض لوگ مخلص ہوتے ہیں مگر علمِ صحیح نہ ہونے سے کام غلط کرتے ہیں۔ جیسے نمازِ عصر کے بعد بند کمرے میں اخلاص کے ساتھ کوئی نوافل پڑھ رہا ہو لیکن یہ نوافل خلاف حکمِ شریعت ہونے کے سبب مقبول نہیں ہوں گے بلکہ گناہ ہوگا۔ مستقیم کا بدل مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کا راستہ ہے۔ صراطِ مستقیم کا علم ہی نہیں حاصل کیا ان کو ضالین کا لقب ملا، صراطِ مستقیم کا علم ہوتے ہوئے عمل نہ کرنے والوں کو مغضوبین کا لقب ملا اور جنھوں نے صراط مستقیم کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل بھی کیا ان کو منعم علیہم کا لقب ملا۔ یہی جنت والا راستہ ہے۔ کاملین کی صحبت کی برکت سے دل میں جب اللہ تعالیٰ کی خشیت و محبت آئے گی پھر سب عمل آسان ہوجاوے گا۔ نہ تو کوئی لالچ میں پھنسے گا اور نہ کسی کے خوف سے مرعوب ہوگا۔ اس کی مثال حیدر آباد میں آئی کہ ایک شخص پانچ ہزار روپے کی رشوت لے کر خوش خوش گھر آرہا ہے، یہ رشوت کی رقم اس سے کوئی چھڑا نہیں سکتا

---

[۳۰۶] البقرۃ:۱۷۷

اگر کوئی چھڑانے کی کوشش کرے تو اس سے لڑائی کرے گا لیکن ایک دوست اس کا آیا اور کان میں کہا کہ نوٹوں پر دستخط ہیں تم کو پھنسانے کے لیے دیا ہے، پولیس تمہارے تعاقب میں تم کو تلاش کررہی ہے فوراً تمام رقم گٹر یا نالی میں ڈال دے گا اور وہاں سے قریب بھی کھڑا نہ ہوگا۔ اب ان نوٹوں کے چھوڑنے میں اس کو لطف آرہا ہے چین مل رہا ہے کیوں کہ خوف پیدا ہوگیا۔ اسی طرح آخرت کے جیل خانے کا خوف جب دل میں پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں آئے گا گناہوں کا چھوڑنا آسان ہوجائے گا۔ پھر امامت غلط لوگوں کی مسجد میں نہ کرے گا۔ مخلوق کے خوف سے سنت کے خلاف کوئی کام نہ کرے گا۔ محبت ہی کی شان حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے ؎

لطف تن چرنے کا زکریا علیہ السلام سے پوچھ
سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰ علیہ السلام سے پوچھ

سر کو رکھ دینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل علیہ السلام سے کیا لطف ہے

حدیث شریف میں اَسْئَلُکَ حُبَّکَ کے بعد وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ بھی تو ہے، اے خدا! آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں۔ اس جز سے کاملین کی صحبت اور محبت کا مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے معطوف علیہ اور معطوف دونوں مقصود بالذات ہوتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے اللہ والوں کی محبت بھی مطلوب ہے۔ آگے اعمال کی مطلوبیت بھی بیان فرمادی اور حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ [۳۰۷] نوافل و سنن اور مستحبات کا ذکر فقہ میں کیوں ہے؟ طلبائے کرام اور اہلِ علم حضرات عمل نہ کریں گے تو کیا یہ سب تاجروں اور عوام کے لیے احکام بیان ہوئے ہیں؟ جب اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے تو عمل کی توفیق بھی مانگیے۔ جس طرح علم کے تکرار سے علم محفوظ رہتا ہے اسی طرح سے عمل کا تکرار بھی بار بار ایک دوسرے سے کہنا سننا

---

[۳۰۷] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

جاری رہے۔ اہلِ عمل کی صحبت رہے تو پھر عمل کی قوت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب آپ عوام میں جائیں گے تو عوام آپ کے سند کو نہ دیکھیں گے آپ کے عمل کو دیکھیں گے۔ تاجر اور سرکاری ملازم کی سنت تو دیر میں ختم ہو اور طالبِ علم کی سنت جلد ختم ہو جاوے، اور تاجر و ملازمِ سرکاری اور عوام صفِ اوّل میں ہوں اور طلبائے کرام اور اہلِ علم مسبوق ہوں۔ ایک عربی ادارے میں حاضری ہوئی، وہاں کے مہتمم ہمارے دوست تھے نماز کے بعد دیکھا تو ڈیڑھ صف طلباء کی مسبوق تھی۔ بڑا صدمہ ہوا۔ بعض دینی ادارے میں جمعہ کے دن دیکھا کہ صفِ اوّل میں عوام کو جگہ نہیں ملتی۔ تمام طلبائے کرام صفِ اوّل میں ہوتے ہیں۔ صفائی کا اہتمام بھی ضروری ہے اور اساتذۂ کرام کا ادب بھی ضروری ہے۔ اس سے علم میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ آپ لوگ جب گھروں میں چھٹیوں پر جائیں تو اپنے وطن کی مسجد میں اور گھروں میں ہر روز ایک سنّت سکھائیں۔ علم کا طلب کرنا فرض ہے مگر دین آسان بھی ہے۔ ایک سنّت عصر بعد ایک سنّت فجر بعد اگر سنا دیں تو ایک ماہ میں ساٹھ سنتیں یاد ہوں گی اور وقت صرف ایک منٹ صَرف ہو گا۔ یہ ایک منٹ کا مدرسہ زبردست کام کرتا ہے۔ اس کے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں، اور لوگوں کو بار بھی نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے اندر سنتوں پر عمل کرنا جاری ہو جاوے تو ہماری طبعی حاجتیں سونا جاگنا، کھانا پینا، استنجا کرنا سب عبادت بن جاوے، کیوں کہ سنّت کے موافق عمل کرنے سے یہ چیزیں دین بن جاتی ہیں جیسے سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی کے اندر اگر کھاتا پیتا ہے یا استنجا کرتا ہے تو اس وقت کی بھی تنخواہ پاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان سنت کے مطابق ہر کام کرے تو زندگی کا ہر عمل دین بن جاوے اور ثواب کا مستحق بن جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ یا ناصر ۲۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھے تو اوّل نمبر پاس ہونے کا مجرّب وظیفہ ہے۔ مگر محنت سے علم میں غفلت نہ کرے۔ تدبیر کرنا بھی ضروری ہے۔

بعد نمازِ عصر بر مکان جناب غلام سرور صاحب لاہور

۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح آسان ہے کیوں کہ ان کا دل نرم ہوتا ہے

جلد اثر قبول کرلیتا ہے اور قائم بھی رہتا ہے، اور ان کے درست ہونے سے گھر کا گھر درست ہوجاتا ہے، اس لیے عورتوں میں دینی مذاکرات کا سلسلہ بھی ہونا چاہیے۔ ایک صالحہ بی بی کا قصہ ہے کہ جب ان کا نکاح ہوا اور رخصت ہوکر سسرال گئیں تو سب عورتوں کو السلام علیکم کہا پھر مصافحہ کیا، سب کو حیرت ہوگئی، کیوں کہ ان سنتوں پر عمل ایسے وقت پر شاذو نادر ہی ہوتا ہوگا۔ اس کے بعد جب چائے آئی پھر کھانا آیا تو نہ چائے پی نہ کھانا کھایا، سبب پوچھا گیا تو کہا: میں اپنے شوہر سے کچھ بات کروں گی پھر کھانا کھاؤں گی۔ جب ملاقات ہوئی تو کہا: مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں، جب آپ توبہ کرلیں گے تو ہم کھانا کھائیں گے ورنہ ہم کھانا نہ کھائیں گے اپنی سوکھی روٹی ہم اپنے ساتھ لائیں ہیں وہی کھالیں گے۔ شوہر پر اس صالحہ بی بی کے تقویٰ کا بہت اثر ہوا اور فوراً اسی وقت ہمیشہ کے لیے رشوت سے توبہ کرلی۔

ارشاد فرمایا کہ آج کل مجمع لگانے کے لیے جلسوں میں پہلے قرآنِ پاک پڑھا جاتا ہے کیوں کہ مقرّر صاحب کہتے ہیں آدمی تھوڑے ہیں، کیا دل لگے گا تقریر میں، کوئی قاری صاحب تلاوت کریں تاکہ لوگ آجائیں۔ توبہ توبہ! قرآنِ پاک کو کس مقصد کے لیے استعمال کیا۔

ارشاد فرمایا کہ پانی نرم اور ہلکا ہے، لوہا سخت اور بھاری ہے مگر پانی کی صحبت لوہے کا مزاج بگاڑ دیتی ہے، زنگ آلود کردیتی ہے، صورت اور سیرت دونوں خراب کردیتی ہے۔ بُری صحبت سے بہت بچنا چاہیے۔ اپنے تقویٰ پر ناز نہ کرے، صحبت ناجنس اور مضر صالح کو بھی خراب کردیتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بات چیت سے محبت بڑھتی ہے تلاوت بھی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے اس لیے تلاوتِ قرآنِ پاک سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ایک پر دس نیکی اور ایک پارے پر ایک لاکھ نیکی کا اوسط ہے، یہ انعام الگ ہے۔ ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ تلاوتِ قرآنِ پاک میں دل نہیں لگتا۔ حضرت والا نے جواب لکھا کہ یہ سوچا کرو کہ حق تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہمارا کلام سناؤ، دیکھیں کیسا پڑھتے ہو۔ پڑھنے کا انعام الگ ہے، سمجھنے کا انعام الگ ہے۔

جو لوگ پڑھنے کو بدون سمجھنے کے بے کار سمجھتے ہیں وہ یا تو جاہل ہیں یا بد دین اور مخالف فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآنِ پاک کا حافظ دراصل اس معجزۂ عظیم کا محافظ ہے۔ ملک کے سرحد کے محافظ تو سرکاری آدمی سمجھے جاتے ہیں تو قرآنِ پاک جو کلام ربّ العالمین ہے اس کے حافظوں کو کیا سرکاری محافظ کا مقام حاصل نہ ہوگا؟ اور قرآنِ پاک کے ۳ حقوق نہایت اہم ہیں: (۱) عظمت (۲) تلاوت مع الصحت (۳) احکام پر عمل۔ اگر دس منٹ صرف دو ماہ تک دیا جاوے تو قرآنِ پاک کے حروف کی ضروری صحت ہو جاتی ہے۔ بوڑھے آدمی اگر کلام پاک کی صحت میں لگ جائیں تو اُمید ہے کہ اس کی برکت سے ان کی مغفرت ہو جاوے، حق تعالیٰ شانہٗ کو رحم آجاوے گا کہ بوڑھا ہو کر ہمارے کلام کی درستی اور صحتِ تجوید میں لگا ہوا تھا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ حفاظ قرآنِ پاک کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے تراویح کو مشروع کیا گیا تو گنجایش ہے، بڑے حکّام اور سلطانِ مملکت اور بوڑھے بوڑھے شیخ الحدیث اور مفسرین ایک حافظِ قرآن نو عمر کے پیچھے رمضان شریف میں تراویح کے لیے مقتدی بن جاتے ہیں۔ جس حافظ بچے کو تعلیم کے زمانے میں پڑھاتے وقت مرغا بنایا جاتا تھا اسی بچے کو بالغ ہونے کے بعد بڑے بڑے وزراء اور محدثین امام بناتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم اور حافظ اور شیخِ وقت ہوتے ہوئے مکہ شریف میں قاری عبداللہ صاحب سے مشق کیا کرتے تھے۔

این چنیں شیخ گدائے کو بہ کو
عشق آمد لا ابالی فاتقوا

حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو معصوم شخصیتیں قرآنِ پاک کا دور کیا کرتے تھے حالاں کہ ان حضرات میں نہ نسیان کا خطرہ تھا نہ صحت کی غلطی کا امکان تھا۔ خلاصہ یہ کہ قرآنِ پاک کے حقوق تین ہیں: عظمت، تلاوت مع الصحت، احکام کی متابعت۔

ارشاد فرمایا کہ تربیت اور اصلاح کے لیے صرف بزرگی کافی نہیں بلکہ اصلاح کے فن سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ اسی سبب سے ہر صالح مُصلح نہیں ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جب نامحرم کی تصویر کی اصل دیکھنا حرام ہے تو نقل دیکھنا کیسے جائز ہو گا؟ پس ٹیلی ویژن کا مسئلہ اسی سے سمجھ لیا جاوے کہ مَردوں کے لیے نامحرم عورتوں کو دیکھنا اور عورتوں کے لیے نامحرم مَردوں کو دیکھنا بالکل حرام ہے۔

ارشاد فرمایا کہ وائرنگ کے بعد کرنٹ آتا ہے اسی طرح ظاہر کے بعد باطن عطا ہوتا ہے۔ پہلے ظاہری حالت کو سنت اور شریعت کے مطابق بنادے پھر باطن، اللہ تعالیٰ ظاہر کی صلاحیت کی برکت سے باطنی صلاحیت بھی عطا فرمادیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص وائرنگ ہی نہ کرائے تو کرنٹ (بجلی) اس کے گھر میں کیسے دی جاسکتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے مولانا سعید احمد صاحب مرحوم ڈھائی سال کے تھے، اسی عمر سے ان کی پرورش حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ہوئی لیکن جب بارہ سال کے ہوگئے تو ایک دن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں جی! مولوی سعید احمد! تمہاری عمر کیا ہے؟ عرض کیا: بارہ سال۔ پھر دریافت فرمایا کہ ممانی محرم ہے یا نامحرم؟ بس خاموش ہوگئے۔ اسی دن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں جانا بند کردیا اور حضرت پیرانی صاحبہ سے پردہ شروع کردیا۔ اسی طرح حقیقی چچی اور سالی اور بھاوج سے پردہ ہے۔ چچی کی لڑکیوں سے، ممانی کی لڑکیوں سے، خالہ کی لڑکیوں سے پردہ ہے تو ٹیلی ویژن پر ان غیر عورتوں کو دیکھنا جو رشتہ دار بھی نہیں کیسے جائز ہوجاوے گا؟ جس کا اصل دیکھنا حرام ہے اس کی نقل دیکھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خاندان اور برادری اور محلّہ اور بستی کا رواج نہیں دیکھنا چاہیے۔ مقابلے کے وقت پتا چلتا ہے کہ محبت اللہ تعالیٰ کی زیادہ ہے یا خاندان اور برادری کی زیادہ ہے۔

وَجَائِزَةٌ دَعْوَى الْمَحَبَّةِ فِي الْهَوٰى
وَلٰكِنْ لَّا يَخْفٰى كَلَامُ الْمُنَافِقِ

اگر الیکشن ہو اور تین دوست کھڑے ہوں تو ووٹ کس کو دوگے جس سے سب سے زیادہ تعلق ہو گا۔ اسی وقت امتحان ہو جاوے گا کہ محبت کس کی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

محبت اور خشیت کا کیا طریقہ ہے؟ اہلِ محبت اور اہلِ خشیت سے تعلق اور ان کی صحبت میں آنا جانا۔ حق تعالیٰ کے احسانات کو سوچنا اور کم از کم تین سو مرتبہ درود شریف، سو مرتبہ کلمہ شریف اور تلاوت مع الصحت کا اہتمام۔ جو کام کریں اہلِ علم سے دریافت کرلیں یا معتبر کتابوں سے معلوم کریں۔

ارشاد فرمایا کہ وعظ کے بعد مصافحہ کیوں کرتے ہو؟ ایک شخص نے کہا: محبت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ فرمایا: نہیں! یہ وعظ کا مصافحہ نہیں بلکہ ملاقات کا مصافحہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ مسجد میں کوئی ذکر کررہا ہے کوئی تلاوت کررہا ہے اس وقت سلام نہ کرنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ جب امام کا جمعہ کے دن منبر پر خطبہ کے لیے آنے کے بعد کلام وصلوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب غیر امام کے لیے ممنوع ہوجاتا ہے تو مؤذن یا خادم کا لاؤڈ اسپیکر کی درستی اور امام کے مقابل اس کو کھڑا کرنا کیسے جائز ہوگا؟

ارشاد فرمایا کہ مساجد میں خوشبودار پینٹ جائز ہے، مگر عوام میں یہ رواج پڑجاوے گا اور وہ پھر نہ دیکھیں گے کہ پینٹ خوشبودار تھا یا بدبو دار تھا۔ پس وہ جائز جو سببِ حرام بن جاوے اور عوام کی بدعملی کا سبب ہوجاوے اس کو ممنوع کہا جاوے گا۔

(نوٹ) سواری آگئی تھی مگر اطلاع نہ کی گئی تھی اس کوتاہی پر تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب کار آگئی تھی تو اطلاع کردینی تھی۔

ارشاد فرمایا کہ حالات ناموافق آزمایش کے لیے ہوتے ہیں۔ امتحان سے مقصود کبھی اس کے حالات کا اندازہ لینا ہوتا ہے اور کبھی جانتے ہوئے بھی امتحان لیتے ہیں تاکہ دوسروں پر اس کا مقام ظاہر ہو کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہیں جو مصائب میں بھی ہماری بندگی پر قائم رہتے ہیں۔ حلوا کھاکر دوست بننے والے تو بہت ہیں مگر جو لڑکا باپ کی ڈانٹ کھاکر بھی نہ بھاگے وہ لائق ہے۔ حق تعالیٰ امتحان لیتے ہیں اور امتحان میں پاس ہونے کی تدبیر بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی رنج کی بات محسوس ہو تو یہ پڑھو: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اس میں تسلی کردی گئی کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کو

اپنے مملوک پر ہر قسم کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اور آگے جدائی کا علاج بھی بتادیا کہ یہ عارضی ہے عن قریب ہم بھی حق تعالیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَآ اَخَذَ وَلَہٗ مَآ اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی [۳۰۸] دنیا سے وطنِ آخرت سب کو جانا ہے۔ سب زندہ رہیں تو رہنے کی جگہ بھی نہ رہے۔ جب کسی عزیز کے انتقال سے دل پر گھبراہٹ ہو تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کثرت سے پڑھتا رہے اس سے دل سنبھل جاتا ہے وہ حاکم بھی ہیں، حکیم بھی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کا ذکر فرمایا تو رونے لگیں پھر کان میں فرمایا مگر تو بھی جلدی آوے گی پھر ہنسنے لگیں۔

ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں ؎

مالک ہے جو چاہے کرے تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

رونا آوے تو خوب رولے۔ تذکرہ کرلے۔ صدمہ محسوس ہو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لے۔ جس قدر زیادہ صدمہ ہوتا ہے اسی قدر اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔ رونے سے غم ہلکا ہوجاتا ہے۔ لڑکی کی شادی کرکے روتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں۔ نام بھی شادی رکھتے ہیں عقلی خوشی ہوتی ہے طبعی غم ہوتا ہے۔ پس عقلاً خوشی ہے کہ وطن گیا اور طبعاً جُدائی کا غم بھی ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے تیار رہے کہ حکم نامہ کب جانے کا آجاوے۔

ارشاد فرمایا کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ بو علی سینا نے کہا کہ وظیفہ پڑھنے سے دم کرنے سے مریض کو کیسے شفا ہوتی ہے؟ فرمایا: تم جاہل ہو۔ بس

---

[۳۰۸] صحیح البخاری: ۱۷۱/۱ (۱۲۸۵)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظہریۃ

چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ میرے ان الفاظ سے آپ کے جسم میں آگ لگ گئی، مزاج بدل گیا، اسی طرح الفاظِ قرآنِ پاک دم کرنے سے مزاجِ مرض بدل جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ میونسپلٹی کے باغ سے پھول توڑنا ممنوع ہوتا ہے۔ حکّام ہی اس کا انتظام کرتے ہیں۔ پس چہرے پر داڑھی یہ باغ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، یہ سرکاری سبزہ ہے اس کو کٹانا کیسے جائز ہو گا؟ سفرِ حج میں بعض لوگوں کو اشراق اور اوّابین اور تہجد کا پابند پایا بلکہ مجھ سے ایک گھنٹہ قبل ہی سے عبادت میں مشغول رہتے اور مجھے رشک آتا لیکن داڑھی منڈانے سے باز نہ رہتے جو واجب ہے۔ نوافل کا تو اہتمام اس قدر اور واجب کے ساتھ یہ معاملہ۔ سمجھانے سے بہت سے لوگوں نے داڑھی رکھ لی، کیوں کہ علمی غلطی میں مبتلا تھے، داڑھی کو صرف سنت سمجھتے تھے۔ جب اس کا واجب ہونا بتایا گیا تو آنکھیں کھل گئیں۔

ارشاد فرمایا کہ تقابل تفاضل سے ہوتا ہے۔ پس اپنے کام اور خدمات کا تعارف تو ہو تفاضل نہ ہو اور اپنا کام اگر بیس درجے پر ہے تو اٹھارہ ہی درجہ بیان کرے تاکہ دیکھنے والے زیادہ پائیں کم نہ پائیں، اور اہلِ مال کو آگے نہ کریں، اہلِ دین کو آگے کریں۔ کام میں تعجیل نہ کریں، حق تعالیٰ پر نظر رکھیں۔ قرآنِ پاک کی تعلیم پر خاص نظر رکھیں اس سے مالی معاملات میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جس عضو کو جو حکم شریعت کا ہو اس کو مشغول کر دینا اس عضو کا ذکر ہے، ذکر صرف زبان تک محدود نہیں ہے۔

جو واعظ قرآنِ پاک میں لحنِ جلی کرتا ہو اس کا وعظ نہ سُنیے فوراً اٹھ جایئے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک نوجوان نے مجھ سے سوال کیا کہ میرا ایک دوست قادیانی ہے، میں اس سے ملنا جلنا رکھوں یا نہیں؟ میں نے گزارش کی کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غالب ہو وہ ہر شخص سے مل سکتا ہے اور جو مغلوب ہو وہ نامناسب لوگوں سے نہ ملے ورنہ ان کا اثر قبول کرے گا۔ اور غالب کی علامت یہ بیان فرمائی کہ جس ماحول میں جس کے پاس اپنے دینی اور دنیوی معمولات میں متأثر اور

مجحوب نہ ہو، بے خوف اور بے تکلف اپنے معمولات کو انجام دیتا ہے تو یہ شخص غالب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مغلوب ہے۔ مغلوب آدمی جب نامناسب اختلاط کرے گا تو اس کے نامناسب اثرات کو آہستہ آہستہ قبول کرے گا اور اس کے سب معمولات بالائے طاق ہو جاویں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر سردی ہے اور نمونیہ بھی ہے تو پہاڑ پر نہ جاوے اور اگر قوی اور تندرست ہے تو پہاڑ پر جا سکتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ عرصے کی بات ہے کہ امریکا کی فوج گیارہ لاکھ تھی اس میں کسی کی داڑھی نہ تھی، ایک سکھ اسی گیارہ لاکھ امریکن فوج میں بھرتی ہوا اور صدر امریکا سے اس کی اجازت حاصل کی اور اس نے داڑھی نہ منڈائی۔ یہ ہم مسلمانوں کے لیے عبرت کی بات ہے۔

ارشاد فرمایا کہ صرف نظامِ سنت مقصود ہوتا ہے غیر نظامِ سنت کو درجۂ مقصودیت دینا بدعت ہے۔ غیر نظامِ سنت کو صرف مُعین نظامِ سنت کا بنایا جا سکتا ہے نہ کہ اس کو مقصودیت کا درجہ دے دے۔ پس اگر کوئی شخص دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے اور نظامِ سنت کے لیے اس کو مُعین اور نافع پاتا ہے تو اس کو فریق نہ بنائے بلکہ رفیق سمجھے۔

پس تعلیم، تبلیغ، تزکیہ سب مقصود اور ضروری ہے مگر کسی خاص نظام کو اتنی اہمیت نہ دے کہ مُعین مقصود بن جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کو ذکر سے نفع نہ ہو رہا تھا، عُجب اور تکبر کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ شیخ نے سمجھ لیا۔ علاج تجویز کیا کہ اخروٹ کا ٹوکرا سر پر لے کر بچوں کی گلی میں جاؤ جہاں یہ کھیل رہے ہوں اور آواز لگاؤ کہ جو میرے سر پر ایک دھپ لگائے گا اس کو پانچ اخروٹ دوں گا۔ بچوں کے تو مزے آ گئے۔ دھپ لگانے کا مزہ اور اخروٹ پانے کا لطف، چند منٹ میں ٹوکرا خالی ہو گیا اخروٹ سے، اور ان کا کھوپڑا خالی ہو گیا عجب اور تکبر سے۔ پھر ذکر کا نفع محسوس ہونے لگا۔

ایک مجلس میں حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نے حضرتِ اقدس سے فرمایا کہ (۱) مسجد کا فرش جہاں ختم ہو وہاں پر امتیازی نشان ہونا چاہیے تاکہ معتکف کو معلوم ہو جاوے نیز ہر نمازی کو آسانی سے علم ہو جاوے۔ بعض مہتمم صاحبان فرماتے

ہیں کہ میں بتادیا کروں گا اور فرشِ مسجد اور غیر فرشِ مسجد میں امتیاز نہیں رکھتے۔ معلوم ہوتا ہے ان کو اپنی زندگی ہزار سال کی معلوم ہوتی ہے۔(۲) آج کل بعض مہتمم صاحبان مسجدوں میں عورتوں کے لیے جمعہ پڑھنے کا انتظام کرتے ہیں اور مسجد النساء بنواتے ہیں۔ جب پنجگانہ نمازوں میں فقہاء ان کو منع کرتے ہیں جو کہ ان پر بھی فرض ہے تو جمعہ کی نماز جو عورتوں پر فرض بھی نہیں کیسے ان کے اجتماع کی اجازت ہوسکتی ہے؟ (۳) جمعہ کی اذان بہت پہلے دینے کا رواج ہو گیا ہے حالاں کہ اس قدر پہلے آدمی کو اذان کے بعد کھانا پینا بیع و شرا اور تمام دنیا کے کام چھوڑنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اذان خطبہ سے بہت ہی قریب وقت پر دینی چاہیے تاکہ محرمات سے حفاظت اُمتِ مسلمہ کو آسان ہو۔ اور تقریر کے لیے اذان کی کوئی قید نہیں اذان سے قبل تقریر میں کیا حرج ہے؟ (۴) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مہر کم رکھنے کی ترغیب سے مراد انفرادی نہیں ہے بلکہ برادری کا اجتماعی طور پر تقلیل ہے ورنہ لڑکی کا مہرِ مثل واجب ہے، اس سے کم کرنا ظلم ہے۔ داد ہالی لڑکیوں کا مہر، مہرِ مثل کہلاتا ہے۔

ارشاد فرمایاکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جب اپنے احباب کے گھروں پر جانا ہوتا ہے تو وہ احباب کچھ ہدیہ اور نذرانہ بھی دیتے ہیں تو ان کے یہاں جانے کے وقت اس کا خیال آجاتا ہے اور حکم یہ ہے کہ اشرافِ نفس کے بعد ہدیہ نہ قبول کیا جاوے (اشراف کے معنیٰ انتظار ہے)۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! آپ ہی کی برکت سے ایک بات اسی وقت سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ کہ اگر وہ لوگ آپ کو ہدیہ نہ دیں تو کیا کلفت محسوس ہو گی؟ فرمایا: کچھ بھی نہیں۔ تو فرمایا کہ پھر یہ محض خیال ہے انتظار نہیں ہے، انتظار میں کلفت ہوا کرتی ہے۔ پس یہ انتظارِ نفس نہیں ہے۔

ارشاد فرمایاکہ سلطان ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک گورنر کی شکایت کی گئی۔ گورنر کو طلب کیا گیا۔ اسی مجلس میں سلطان کو چھینک آئی، سب نے کہا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اس گورنر نے جواب نہ دیا۔ سلطان نے دریافت کیا آپ نے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ نہ کہا؟ گورنر نے کہا: آپ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہا۔ جب خلیفہ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہا تو

ہمارے اوپر یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہنا واجب نہیں۔ سلطان ہارون رشید نے اس کو واپس کر دیا اور کہا: جو شخص خلیفہ کی رعایت نہیں کر سکتا وہ دوسروں کی کیا رعایت کرے گا۔ ان پر الزام تھا کہ دوسروں کی بہت رعایت کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ خلیفہ ہارون رشید سے لوگوں نے کہا کہ آپ تو بڑے عیش کے ساتھ فاخرانہ لباس میں زندگی گزارتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بہت سادگی سے رہتے تھے۔ خلیفہ نے فرمایا کہ آپ لوگ بھی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح نہیں رہتے۔ آپ لوگ ان کی طرح ہو جاویں تو میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ہو جاؤں گا۔ یہی حال ہے آج کے علماء اور عوام کا۔ خود تو خوب عیش کریں اور علماء کے بارے میں وہی تصور ہے۔

ارشاد فرمایا کہ (۱) تلاوتِ قرآنِ پاک سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے جس کی برکت سے دل پھر حق بات قبول کرنے لگتا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حرف پر دس ثواب کا انعام ملتا ہے مگر شرط ہے کہ قرآن میں ریاکاری نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تلاوت کرے اور حروف کی صحت کے ساتھ تلاوت کرے۔ حدیث میں ہے کہ رُبَّ قَارِئٍ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ[۳۰۹] بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ تقلیلِ کلام مقصود بالذات نہیں، مبتدی کے لیے علاجاً تجویز کیا جاتا ہے کہ اعتدال پیدا ہو جاوے۔ خیر کی باتوں میں تکثیر تو محمود ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ کے ساتھ محبتِ عقلیہ اختیاریہ کافی ہے۔ اگر شیخ کی محبت طبعی نہ ہو تو کوئی مضایقہ نہیں، البتہ محبتِ طبعی بھی ہو جاوے تو اعمال اور اصلاحِ اخلاق اور تکمیلِ سلوک میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے لیکن اگر محبتِ طبعی ہو اور اطاعت نہ ہو تو محبتِ طبعی مفید نہیں، محبتِ عقلی اختیاری کے ساتھ

۳۰۹؎ فیض الباری علٰی صحیح البخاری: ۱/۲۲۷، باب سؤال جبریل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اطاعت ہو تو نجات کے لیے کافی ہے۔ حدیث میں جو ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی مؤمن کامل نہ ہوگا حتیٰ کہ میں اس کی جان سے اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں[۳۱۰] یہاں بھی محبتِ عقلی مراد ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے کسی تقریب میں شرکت کے بعد اظہارِ افسوس کیا کہ ناحق گیا۔ وہاں تو گانا باجا تھا، ریکارڈنگ تھی۔ میں نے کہا: اگر وہاں مکھی کی چٹنی کھلائی جاتی تو آپ نہ کھاتے اور اٹھ کر چلے آتے، طبعی کراہت پر عمل جس طرح کیا جاتا ہے شریعت کے احکام میں اسی طرح ہمّت کرنی چاہیے۔ منکرِ شرعی کیا منکرِ حسّی سے کم ہے؟ یہ تو زیادہ مضر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمی ہے ورنہ معمولی گناہ کی بھی ہمّت نہ ہوتی۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بُوَد
گر ز باغِ دل خلالے کم بُوَد

سالک کے دل پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں جب اس کے دل کے باغ میں کسی کوتاہی کے سبب قربِ حق میں کمی محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی دوکاندار بورڈ لگاوے کہ یہاں ایک دام ہے اور سختی سے اس پر عمل کرے اور ایک پیسے کی بھی رعایت نہ کرے تو اس کی سب لوگ تعریف کرتے ہیں کہ بڑا با اُصول ہے، اس کو کوئی متشدّد نہیں کہتا، اور دین کے اُصول پر عمل کرنے والوں کو تشدّد و سختی کا الزام لگایا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں فلاں اہلِ علم تو یہ کام نامناسب اور غلط کام کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ کچی صراحی ہیں۔ مٹی کی کچی صراحی پانی سے پگھل جاتی ہے، اگر یہ پختہ ہوجاتی تو پانی سے متاثر ہونے کے بجائے خود پانی کو متاثر کردیتی یعنی پانی کو ٹھنڈا کردیتی۔ اسی طرح جو اہلِ علم حضرات اللہ والوں کی صحبت میں پختہ ہوجاتے ہیں وہ ہر ماحول میں دین کے اندر پختہ اور غالب رہتے ہیں اور بجائے خود متاثر ہونے کے دوسروں کو متاثر کردیتے ہیں، اور جو خام اہلِ علم ہیں وہ جہاں جاہ اور مال کا مسئلہ آیا وہیں گڑبڑ ہوجاتے ہیں۔

---

[۳۱۰] صحیح البخاری: ۱/۷ (۱۵)، باب حب الرسول من الایمان، المکتبة المظهرية

ارشاد فرمایاکہ بعض لوگ مریض کے مرض کے مطابق علاج کرتے ہیں اور بعض لوگ مریض کی مرضی کے مطابق علاج کرتے ہیں۔ بس محقق اور سچے پیر مرض کے مطابق علاج کرتے ہیں اور اناڑی اور لالچی پیر مریض کی مرضی دیکھتے ہیں کہ کہیں بھاگ نہ جائے اور تعداد میں کمی نہ ہو جاوے۔

ارشاد فرمایاکہ ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ فلاں کام سے کیوں منع کرتے ہیں فلاں عالم تو جائز کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جائز کہنے والے سے بھی کبھی دریافت کیا کہ آپ کیوں جائز کہتے ہیں؟ چوں کہ وہ اپنے نفس کے مطابق ہے اس لیے قبول کرلیا اور جو بات نفس کے خلاف ہے وہاں اعتراض ہے۔ تو امام اپنے نفس کو بنایا ہے۔ ورنہ جن جن باتوں میں دونوں عالموں کا اتفاق ہے ان پر تو عمل کرنا شروع کر دیتے، مثلاً داڑھی رکھنا دونوں کے نزدیک واجب ہے اس پر عمل کرکے دکھائیں پھر اختلاف کو بہانہ بنائیں۔

ارشادفرمایاکہ ہر مشکل کے حل کے لیے یَا لَطِیْفُ ایک ہزار ایک سو گیارہ مرتبہ چالیس دن پڑھیں اور اوّل آخر درود شریف گیارہ۔ گیارہ بار پڑھیں۔

ارشاد فرمایا کہ اولاد نرینہ (لڑکا) ہونے کے لیے رَبِّ هَبْ لِيْ وَلِيًّا ایک سو پانچ مرتبہ ایک نماز کے بعد یا ہر نماز بعد پڑھ لیا کریں۔

ارشادفرمایاکہ اولاد عطا ہونے کے لیے سولہ خانے بناکر اس کے ہر خانے میں یَا بَدُّوحُ پلیٹ میں زعفران کے رنگ سے ہر روز لکھ کر پانی سے دھو کر شوہر اور بیوی کو پلائیں۔ چالیس دن کا عمل کریں۔

ارشادفرمایاکہ لڑکیوں کے رشتے کے لیے یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ گیارہ۔ گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ چالیس دن کا عمل بار بار کریں۔

ارشادفرمایاکہ دُعا کا حاصل نزولِ رحمتِ خاصہ ہے، خواہ کسی نوع سے ہو۔ اور شرائطِ قبولیت کا بھی خیال رہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دو سال تک دُعا کرائی کہ مجھے اولاد ہو۔ آپ نے ایک دن دریافت کیا کہ تمہاری صحت اور تمہاری بیوی کی

صحت تو خراب نہیں؟ عرض کیا: میری صحت تو ٹھیک ہے اور شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ تو غصّے سے فرمایا کہ پھر اولاد کے لیے کیوں دُعا کرتا ہے کیا تیرے پیٹ سے بچہ ہو گا؟

ارشاد فرمایا کہ ایک خاتون رئیس گھرانے کی آئی تھیں اور کہنے لگیں: راحت کے تمام اسباب ہیں مگر قلب کو سکون نہیں ملتا۔ میں نے اُسے کہا کہ ''راحت القلوب'' کا وعظ مطالعے میں رکھیے، اور **یا حیُّ یا قیوم** سو مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اکثر اوقات پڑھتی رہیں جس قدر ہو سکے۔

ارشاد فرمایا کہ بعد نمازِ فجر بعد نمازِ مغرب سورۂ اخلاص تین بار سورۂ فلق تین بار سورۂ ناس تین بار دفعِ ضرر کے لیے مجرب ہے۔ دشمن اور حاسدین کے شر سے حفاظت رہے گی۔

ارشاد فرمایا کہ رزق کی تنگی دفع کرنے کے لیے تین سو آٹھ مرتبہ **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ** پڑھ لیا کریں اور ہر فرض نماز کے بعد اور جمعہ کے دن مغرب سے کچھ قبل دُعا کی قبولیت کا وقت ہے خوب دُعا کرے۔ دل کو حاضر کرے، کیوں کہ دُعا دل کی پکار کا نام ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جو چھوٹا اپنے بڑے کا دل مکدّر کرتا ہے اس کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض دفعہ تیز رفتار خرگوش منزل سے رہ گیا اور کچھوا سست رفتاری سے مسلسل چلتے رہنے سے منزل تک پہنچ گیا۔ کسی کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ منہ پر تعریف کرنا بھی گناہ ہے اس کو تو آج کل گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، البتہ دو شرطوں سے منہ پر تعریف کرنا جائز ہو گا: ۱) جس کی تعریف کی جاوے اس کو تکبر اور عجب کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو یعنی اسے عبدیت اور فنائیت کے مقام پر رسوخ حاصل ہو گیا ہو۔ ۲) اس کی حوصلہ افزائی اور دوسروں کو ترغیب مقصود ہو۔

ارشاد فرمایا کہ زبان ۳۲ دانتوں سے گھری ہوئی ہے لیکن اگر حد سے تجاوز نہ کرے تو صحیح وسالم رہتی ہے اور اگر حد سے تجاوز کرے تو دانت سے پس جاوے گی۔

احقر جامع عرض کرتا ہے جب حضرتِ اقدس نے ۲۰ محرم ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۱/ دسمبر ۱۹۷۸ء کو گلشنِ اقبال بلاک نمبر ۲/ نزد جامع مسجد احسن احقر کے مدرسہ اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی تو ارشاد فرمایا کہ آہستہ آہستہ تدریجی تعمیر اور ترقی سے ایک نفع یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی حاسدین کے حسد سے محفوظ رہتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہر مدرسے میں دو کنستر ہونا چاہئیں: ایک میں گرے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں کو جمع کرتا رہے کیوں کہ کاغذ آلۂ علم ہونے سے واجب الاحترام ہے، دوسرے کنستر میں کوڑا جمع کرتا رہے۔

ارشاد فرمایا کہ بخلِ شرعی تو مذموم ہے کہ جائز و ناجائز کی فکر نہ ہو اور واجبات نہ ادا کرتا ہو، لیکن بخلِ لغوی مطلوب ہے۔ اس زمانے میں کچھ مال بھی ہونا مطلوب ہے تاکہ جمعیتِ قلب رہے، البتہ مال سے قلبی لگاؤ نہ رہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بد نظری کی ظلمت صرف استغفار سے نہیں جاتی جب تک کہ کئی بار بد نظری کے مواقع پر نظر کی حفاظت کا مجاہدہ نہ کرے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض گھرانے ایسے ہیں کہ چار بھائی ایک گھر میں رہتے ہیں مگر شرعی پردے کا اہتمام ہے، آواز دے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں تاکہ جو نامحرم ہو چہرہ چھپالے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: میری نگاہ نامحرم پر اُٹھ جاتی ہے۔ فرمایا: اگر اس کے باپ اور بھائی ساتھ ہوں کیا اس وقت بھی اٹھ جاوے گی؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو حق تعالیٰ کے خوف سے کیوں نگاہ نیچی نہیں کرتے؟

ارشاد فرمایا کہ جب دنیا کے کاموں کو اکیلے نہیں کرپاتے تو دوسروں سے امداد طلب کرتے ہیں آخرت کے معاملے میں یہی قاعدہ اہل اللہ کی محبت میں بھی حاضری کے لیے سوچ لینا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دس جائز

خواہش ہوں تو چھ پر عمل کرے چار پر عمل نہ کرے کیوں کہ اگر ہر جائز خواہش کو پورا کرے گا تو ناجائز خواہش پر بھی بریک فیل ہو جاوے گی۔

ارشاد فرمایا کہ حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشائخ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ اپنے کو مستقل نہ سمجھیں، دوسرے مشائخ سے مشورہ لیتے رہا کریں، اور اگر بڑے نہ رہیں تو اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ طلب کر لیا کریں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں جیسی حالت چاہتا ہوں ویسی حالت ہماری نہیں ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہو گا جس دن آپ یہ سمجھیں گے کہ آج میری حالت میری مرضی کے مطابق ہو گئی۔

ارشاد فرمایا کہ کھانے کے وقت کسی رنج و فکر کی بات نہ کریں اور نہ کسی حادثہ اور غم کی خبر دیں اسی طرح پائخانہ پیشاب اور قے اور کسی ایسی چیز کا ذکر نہ کریں جس کو سُن کر طبیعت میں کراہت اور متلی کا رجحان پیدا ہو۔ علماء نے تو کھانے کے وقت سلام تک کو منع کیا ہے کہ اچانک جواب دینے میں کہیں لقمہ ہوا کی نالی میں پھنس کر موت کا سبب نہ ہو جاوے۔ اسی طرح ایسے مسائل اور علوم کا بھی ذکر نہ چھیڑیں جس میں دماغ کو فکر اور مشغولی ہو، البتہ سرسری لطیفے اور ہلکے درجے کی خوش مزاجی میں مضایقہ نہیں بلکہ مفید اور معینِ ہضم ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ صحت کی نعمت مال داری کی نعمت سے افضل ہے۔

ارشاد فرمایا کہ پردۂ شرعی کا اہتمام نہایت ضروری ہے خواہ کتنا ہی دل صاف اور نظر پاک ہو لیکن بجلی (شہوت کا کرنٹ) آتے دیر نہیں لگتی۔

ارشاد فرمایا کہ پرانے ڈرائیور سے بھی ایکسیڈنٹ ہوتا ہے ذرا چوکا اور گرا پرانے اہلِ علم اور اہلِ دین بھی جب اپنے نفس کی نگرانی سے ذرا بے فکر ہوئے حُبِّ جاہ اور حُبِّ مال میں مبتلا ہو گئے، البتہ پیرِ کامل کا پیر جس کی گردن پر ہوتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ جس طرح کار کی بریک پر جب تک ڈرائیور کا پاؤں ہوتا ہے کار تصادم سے محفوظ رہتی ہے۔ اور یہی لوگ حقّانی عالم کہلاتے ہیں۔ کیا اگر کسی عالم کے بچپن میں تکبر اور

جاہ یا مال کی محبت کی بیماری ہوگئی تو عالم ہونے سے یہ بیماری چلی جاوے گی؟ ہرگز نہیں! بلکہ علم اور شہرت کے بعد اور اضافہ ہوگا تاوقتیکہ کسی اللہ والے روحانی معالج سے اپنے نفس کی اصلاح نہ کرائے۔ اس کی مثال ڈاکٹر کی ہے۔ ایک ڈاکٹر کے بچپن میں فرض کرلو اس کے گردے میں پتھری ہے تو کیا ڈاکٹر کی ڈگری سے اور ایم بی بی ایس ہوجانے سے وہ پتھری نکل جاوے گی؟ جب تک کسی ماہر کا علاج نہ کرائے گا یہ بھی ڈاکٹر ہونے کے باوجود بیمار رہے گا پس اسی مثال سے عالم کو سمجھ لیا جاوے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب عالم نہ تھے مگر علماء نے اُن سے اپنے نفس کی اصلاح کرائی کیوں کہ وہ اصلاح کے ماہر تھے۔ جس طرح کوئی عالم قاری نہ ہو تو وہ اس قاری سے نورانی قاعدہ پڑھے گا جو عالم بھی نہ ہوگا۔ (اس اُصول پر عالم کی تین قسمیں اور غیر عالم کی تین قسمیں ہوں گی:)

عالم کی تین قسمیں

۱) وہ عالم جس کے اخلاق درست نہیں ہوں۔

۲) دوسرا وہ عالم جس کے اخلاق درست ہوں۔

۳) تیسرا وہ عالم جس کے اخلاق درست ہوں اور دوسروں کے اخلاق کی اصلاح بھی کرسکتا ہو۔

غیر عالم کی تین قسمیں

۱) عامی جس کے اخلاق درست نہ ہوں۔

۲) عامی جس کے اخلاق درست ہوں۔

۳) وہ عامی جس کے اخلاق درست ہوں اور دوسروں کے اخلاق بھی درست کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ پس یہ عامی نمبر ۳ والا اس عالم کے اخلاق کی اصلاح کرسکتا ہے جس کے اندر اخلاقی بیماریاں ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ تیرہ سو برس کے بعد ایک عالم پیدا ہوتا ہے (مراد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں) جن کے تین سو وعظ چھپتے ہیں اور ہر روز کے صبح

شام کی گفتگو بھی کتابوں میں شایع کی جاتی ہے۔ اگر ایسے عالم کے اُصول اور ان کی تصنیف وارشاد کے اندر کوئی شخص کوئی کمی یا اضافہ کرتا ہے تو سینکڑوں ان کے ماننے والے اس کی تردید کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، ایک عالم کے مذاق اور مسلک اور اُصول کی حفاظت کی تو یہ شان ہو پھر قیاس کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور معمولات، آپ کے اُصول و مذاق کی حفاظت کا کیا عالم ہوگا جب ان کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی **ترجیح الراجح** دیکھ کر ایک بڑے عالم نے کہا: ان کے حق پرست ہونے کی یہی بڑی دلیل ہے۔ کتاب **التشرف فی احادیث التصوف** میں ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک بہت پُرانا معمول اس حدیث کو دیکھتے ہی تبدیل فرمالیا: **بِالدَّاخِلِ دَهْشَةٌ فَتَلَقَّوْهُ بِمَرْحَبًا**[۳۱۱] پہلے ہر آنے والے کے ذمے حضرت والا نے یہ اُصول رکھا تھا کہ وہ آتے ہی اپنا نام اور کام وطن اور مدتِ قیام وغیرہ خود ظاہر کردے لیکن اس حدیث سے کہ آنے والے کو خوف وہراس ہوتا ہے پس اس سے کشادہ روی سے ملو تو حضرت والا نے خود دریافت کرنا شروع کر دیا۔ کیا شان تھی اتباعِ سنّت کی!

ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے جملہ عضو گو الگ الگ خدمت انجام دے رہے ہیں مگر کوئی انسان اپنے کسی عضو کو حقیر نہیں سمجھتا اور نہ ان کے خدمات کے اندر تفاضل اور تقابل کرتا ہے اور نہ ایک دوسرے کا حریف اور فریق بناتا ہے، اسی طرح دین ایک جسم ہے اس کے اجزاء الگ الگ ہیں، کوئی تعلیم کے لیے مدرسے میں لگ گیا، کوئی تبلیغ میں لگ گیا، کوئی تزکیہ کے لیے خانقاہ میں لگ گیا پس دین کے ہر جزو کے خادموں کو آپس میں ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کا حق کیسے ہوگا اور آپس میں تفاضل و تقابل اور فریق وحریف بنانا کیسے صحیح ہوگا؟ یہی وجہ ہے مخلصین اولیائے کرام نے ہر دین کے خادم کا اکرام کیا ہے۔ **وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ**[۳۱۲] کا حکم دیا گیا ہے۔ پس ہر ایک دوسرے کی نصرت کرے جس قدر ممکن ہو۔ ہماری تقریر ہو، ہمارا مدرسہ چلے، ہماری جماعت آگے

---

[۳۱۱] کنز العمال: ۹/۱۵۶ (۲۵۴۹۹)، التعظیم والقیام، مؤسسة الرسالة

[۳۱۲] المآئدة: ۲

بڑھے، یہ کیا ہے؟ دین کو آگے رکھیے، اپنے کو آگے نہ کیجیے۔ اگر کسی اور کی تقریر سے نفع زیادہ ہو یا کسی اور کے مدرسے سے بھی کام دین کا ہو تو حسد اور جلن کیوں ہو۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہوتے ہوئے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا۔ فرمایا کہ ہم نکاحِ بیوگان کا مضمون مشکوٰۃ شریف سے چھوڑ دیتے تھے جب سید صاحب سے تعلق ہوا تو منبر پر نکاح بیوہ پر تقریر کی ہمّت عطا ہوئی۔ ایک مرتبہ حالتِ وعظ ہی میں کسی نے کہا: ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: ٹھہر جاؤ، سمجھ گئے، گھر واپس گئے اور اپنی بیوہ بہن کا کسی بزرگ سے نکاح کر دیا۔ اس کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ نفع کا مدار مناسبت پر موقوف ہے نہ کہ کمال پر۔ پس اس سے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمال میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نوجوان نے کہا کہ میری شادی نہیں ہوئی اور شہوت کا غلبہ ہے کیا کروں؟ ایک اہلِ علم بول اٹھے کہ روزہ رکھو، حدیث میں اس کا علاج روزہ منقول ہے۔ اس نے کہا کہ روزہ رکھنے سے خواہشاتِ نفسانیہ اور بڑھ جاتی ہیں۔ اب وہ مولوی صاحب خاموش۔ کوئی جواب نہ دے سکے۔ میں نے ان مولوی صاحب کی خبر لی کہ آپ کو مجلس میں بولنا نہ چاہیے تھا جب کہ اس نے مجھے مخاطب کیا تھا۔ پھر آپ جواب نہ دے سکے۔ اب بتائیے کہ اس ناقص علم سے اس مخاطب کا ایمان کبھی رہ سکے گا؟ پھر میں نے جواب دیا کہ اچھا بتاؤ کہ تم نے روزہ کتنے دن رکھا؟ اس نے کہا کہ چند دن رکھا تھا۔ فرمایا کہ کثرت سے زیادہ دن تک رکھو، کیوں کہ **فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ**[۳۱۳] حدیث میں ہے اور **عَلٰی** لزوم کے لیے آتا ہے اور لزوم کثرت کو چاہتا ہے تو کم از کم دو ماہ تو روزہ رکھو۔ پھر فرمایا کہ کم روزہ رکھنے سے حرارتِ غریزہ میں التہاب اور سوزش ہوتی ہے (کیوں کہ روزے سے معدے کے رطوباتِ فاسدہ تحلیل ہو جاتی ہیں) جس سے شہوت میں اضافہ ہوتا ہے، اور جب روزہ

---

[۳۱۳] مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۶۱، کتاب النکاح، المکتبۃ القدیمۃ

زیادہ رکھا جاتا ہے تو پھر ضعف محسوس ہوتا ہے چناں چہ رمضان شریف کے ابتدا میں شہوت کے اندر اضافہ محسوس ہوتا ہے لیکن آخری روزے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ پس اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عَلٰی لزوم کے لیے آتا ہے۔ اور لزوم کی دو قسمیں ہیں: لزومِ اعتقادی، لزومِ عملی اور یہاں مراد لزومِ عملی ہے جس کے لیے تکرار لازم ہے اور تکرار کے لیے تکثیر لازم ہے۔ حدیث سمجھنے کے لیے فہم کی ضرورت ہے۔ خالی الفاظ سے کلام کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی۔ کبھی کلام مطلق بولا جاتا ہے اور مراد مقید ہوتا ہے۔ جیسے کوئی صبح کسی سے کہے کہ مجھے ایک سیر گوشت لائیے اور پکا ہوا لائیے تو مراد یہاں مقید ہے یعنی گوشت کچّا لاؤ، اور اگر دوپہر کو کھانے کے لیے کسی نے منگوایا کہ جاؤ گوشت خرید کر لاؤ تو کلام مطلق ہے مگر مراد مقید ہے یعنی پکا ہوا لاؤ۔ یہ سب قرینہ مقام سے سمجھا جاتا ہے جس کے لیے فہم کی ضرورت ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حالتِ روزہ میں بوسہ نہ لینا، دوسرا شخص آیا اس کو اجازت دی۔ جب یہ حدیث تابعین نے پڑھی تو اشکال کیا۔ صحابۂ کرام نے جواب دیا کہ جس کو منع کیا وہ سائل جوان تھا اور جس کو اجازت دی وہ بوڑھا شخص تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بوڑھے سے مراد بوڑھے کی حقیقت ہے اور جوان سے مراد جوان کی حقیقت ہے۔ پس اگر کوئی جوان بیماری سے کمزور مثل بوڑھے کے ہوگیا ہے تو اس کا حکم بوڑھے کا ہوگا اور کوئی بوڑھا مقویات کھا کر قوی ہو رہا ہے تو اس پر حکم جوان کا ہوگا۔

ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفۂ وقت نے کہا کہ ہم آپ کو قاضی بنائیں گے۔ فرمایا: ہم ہرگز قاضی بننے کے اہل نہیں۔ کہا: آپ اہل ہیں۔ فرمایا: اگر میں سچا ہوں تو عذر قبول ہونا چاہیے اور اگر میں جھوٹا ہوں تو عہدۂ قضا کا اہل نہیں۔ اس نے قسم کھائی کہ میں ضرور آپ کو قاضی بناؤں گا۔ آپ نے بھی قسم کھائی ہرگز نہ بنوں گا۔ کسی نے کہا کہ آپ خلیفہ کے مقابلے میں قسم کھاتے ہیں! آپ نے فرمایا کہ خلیفہ کو قسم کا کفّارہ ادا کرنا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔

ارشادفرمایاکہ اب نئی دوکانوں پر قرآن خوانی کارواج شروع ہوگیاہے۔ یہ سب رسم ہے قابلِ اصلاح ہے۔ بعض لوگ اسی قرآن خوانی کی رسم کے ساتھ کسی بزرگ کا بیان اور دعوت بھی شامل کرلیتے ہیں یہ بزرگوں کو دھوکا دیناہے۔ بمبئی میں اسی طرح حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوایک صاحب نے وعظ اور دعوت کا پیغام دیا اور ان کے یہاں قرآن خوانی بھی تھی اس کو ظاہر نہ کیا، ان کا مقصد تھا کہ ادھر قرآن خوانی ختم ہو ادھر بیان بھی کرادیا۔ مجھے پتا چل گیا، میں نے حضرت کو اطلاع دی تو پھر حضرت نے اس سے قرآن خوانی کا سلسلہ ختم کرایا صرف بیان رکھا گیا۔ پس صرف بیان ہو تو شرکت کرے ورنہ عذر کردے۔ ورنہ یہ رسومات جڑ پکڑلیتی ہیں۔ کیا قرآن شریف دوکانوں کی افتتاح کے لیے نازل ہوا ہے اور یہ مشائخ اسی کام کے لیے رہ گئے؟ برکت کے لیے صرف دو رکعت صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر دُعا کرکے شروع کردے۔ بدون اشتہار اور ازدحام و اجتماع کے اہتمام کے کسی بزرگ کو لے جاوے اور اُن سے درخواست پیش کردے وہ دو رکعتِ حاجت پڑھ کر دُعا کردیں بس سنت کے موافق کام ہوگیا۔

ارشادفرمایاکہ دینی احباب کو ہر ماہ کسی جگہ جمع ہونا چاہیے اور اپنا اپنا کھانا لے جانا چاہیے اور وہاں ساتھ مل کر کھانا کھائیں اور کھانے پینے کی سنت کا مذاکرہ کریں اور تصحیحِ قرآنِ پاک کا اہتمام کریں اور نماز کو سنت کے موافق پڑھنا سیکھیں اور ان حضرات کی رجسٹر حاضری بھی ہو۔

ارشاد فرمایاکہ وعظ کے بعد مصافحہ کیا جاتا ہے لہٰذا جب وعظ کہے تو بیان کردے کہ یہ مصافحہ نہ نماز کا ہے نہ وعظ کا ہے کہ یہ دونوں بدعت ہیں، یہ مصافحہ صرف ملاقات کا ہے جو اس وقت ہم لوگ کررہے ہیں، اور یہی مسنون ہے۔

ارشادفرمایاکہ استاد کا تقرر کرے تو یہ معاہدہ کرے کہ مالیات میں گنجایش ہوگی تنخواہ دیں گے ورنہ صبر کرنا ہوگا۔

کیا نتیجہ ہوگا کیوں کر ہوگا یہ اوہام چھوڑ
کام کر اور جس کا ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ

اجر لے ناکام ہو کر بھی نہ رب کا نام چھوڑ
وقت ہے جدوجہد کا راحت و آرام چھوڑ

ارشاد فرمایا کہ طبعی غم اور عقلی خوشی کا اجتماع اگر دیکھنا ہو تو بیٹی کی شادی کے وقت ماں باپ پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے۔ ایک شخص اختلاط سے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مجھ سے اذیت نہ پہنچے اور دوسرا یہ نیت کرتا ہے کہ لوگوں سے مجھے اذیت نہ پہنچے، اوّل نیت پر اجر ہے دوسری نیت پر زجر ہے، کیوں کہ دوسری نیت میں اپنے ساتھ حُسنِ ظن اور مخلوقِ خدا کے ساتھ بدگمانی ہے اور اوّل نیت میں اپنے ساتھ بدگمانی اور مخلوقِ خدا پر شفقت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ احباب میری جُدائی سے غمگین نہ ہوں، فصل کے بعد ہی وصل کی لذت کا ادراک ہوتا ہے۔ اگر ملاقات میں تسلسل رہے تو ملاقات کی لذت میں ضعف اور کمی شروع ہو جاتی ہے۔

اب اور ہی کچھ ہے مرے دن رات کا عالم
فرقت میں بھی دن رات ملاقات کا عالم

حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ مکان فروخت کرکے میں بھی مکہ شریف میں پڑ جاؤں؟ فرمایا: نہیں! آپ ایسا نہ کریں۔ دل مکہ شریف میں ہو اور جسم ہندوستان میں ہو یہ بہتر ہے کہ جسم یہاں ہو اور دل ہندوستان میں ہو۔

ارشاد فرمایا کہ جنت صرف دارالاجتماع ہے اور دوزخ صرف دارالافتراق ہے اور دنیا اجتماع اورافتراق دونوں کی جگہ ہے۔ حضرت امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب سے معلوم ہوا کہ جنت میں احباب سے کبھی جدائی نہ ہوگی اور ملاقاتِ دائمی نصیب ہوگی جنت کا اشتیاق بڑھ گیا۔

ارشاد فرمایا کہ بعض چیزیں بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں مگر اثر اور نتیجے کے اعتبار سے نہایت خطرناک ہوتی ہیں۔ جیسے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا نہایت تاکید سے

منع فرمایا گیا۔ ہر گز ہر گز کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھاوے۔ بظاہر تو معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر چوں کہ اس صورت سے شیطان کھاتا ہے پس اس عملِ شیطانی کی صورت کی نقل سے اس کی سیرت بھی منتقل ہوجاوے گی اور پھر شیطانی اثرات حُبِّ جاہ، بڑوں پر اعتراضات، بداعمالی اور حسد کی بیماری شروع ہوجاوے گی۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چھوٹی چھوٹی چیزوں پر گرفت کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر تو یہ چیزیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان کے اسبابِ باطن میں تکبر اور جاہ اور عجب اور خودرائی جیسے مہلک امراض پوشیدہ ہوتے ہیں، اور اہلِ علم کی وقعت اور ان کا اکرام نہیں ہوتا ہے یا بے فکری کا مرض ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جب سفر کرتے ہیں تو دو ایک ساتھی بنالیتے ہیں تو بڑی راحت اور فرحت کے ساتھ سفر طے ہوتا ہے اور دل کو تقویت بھی رہتی ہے، اس طرح آخرت کے لیے صالحین سے تعلقات اور ان کی صحبتوں کی برکت سے آخرت کا سفر (سلوک) راحت سے طے ہوتا ہے اور تقویت رہتی ہے۔

احقر سے فرمایا کہ ملفوظات کی طباعت میں اگر مضامین کا تکرار ہوجاوے یعنی ایک ہی مضمون بار بار دو تین مرتبہ بھی آجاوے تو کیا مضایقہ ہے، نصیحت میں یہ تکرار مطلوب ہوتا ہے۔ دیکھو قرآنِ پاک بار بار مضامین کے تکرار سے معمور ہے، کیوں کہ موعظت اور نصیحت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے کہا کہ آپ کے ساتھ سامانِ سفر بہت ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مگر راحت بھی تو بہت ملتی ہے۔ سامان کی مشقت اور راحت کا توازن کرلیا جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کے تین دوست ہوں ایک تو کہتا ہے کہ میری وفاداری اور ساتھ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک آپ کے جسم میں جان ہے، دوسرا کہتا ہے میں قبرستان تک ساتھ دوں گا، تیسرا کہتا ہے میں قبر کے اندر بھی ساتھ دوں گا تو آپ کس دوست کو زیادہ پسند کریں گے؟ نمبر اوّل ساتھی کا نام مال ہے، نمبر دوم

ساتھی کا نام اہل و عیال ہیں، نمبر سوم ساتھی کا نام اعمال ہے۔ بس اعمالِ صالحہ کی فکر مال اور اہل و عیال سب پر غالب ہونا چاہیے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر ہر روز اشراق نہ پڑھیے تو جب توفیق ہو جاوے کسی وعظ کے بعد یا اور کسی وقت تو پڑھ لیجیے۔ اگر پلاؤ روز کھانے کی عادت نہ ہو تو جس دن ملے اُسی دن کھا لیجیے۔

ارشاد فرمایا کہ بڑے دربار میں بڑی چیز مانگی جاتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کے اندر حق تعالیٰ نے صراطِ مستقیم مانگنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم بڑی چیز ہے۔ اس کا ایک زینہ تو دنیا میں ہے دوسرا زینہ جنت میں ہے۔ پہلے ہی زینے سے سکون شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جس ریل میں سوار ہوا اُسی ریل میں ایک بڑے میاں غلطی سے سوار ہو گئے، ان کو دوسری ریل میں جانا تھا جب ریل چلنا شروع ہو گئی اور اتر نہ سکے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ ریل میری منزل کی طرف نہیں جا رہی ہے، غلط منزل کے راستے پر لگ جانے سے ان کی بے چینی دیکھ کر مجھے بڑی عبرت ہوئی۔ وہ بے چارے بات تک نہ کرتے تھے۔ ایسے غم زدہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیادار نافرمان پریشان ہیں اور اہل اللہ سکون سے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ تدبیر کرنا ایسا ہے جیسا کہ بجلی کا بٹن دبا دیا مگر پاور ہاؤس ہی سے روشنی آوے گی اسی طرح تدبیر کر کے حق تعالیٰ ہی سے کامیابی کی دعا کی جاوے، یہی حقیقت ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ[۳۱۴]

ارشاد فرمایا کہ جس طرح جسم کی تربیت کے لیے کتنی انواع اقسام کی غذائیں ہیں اسی طرح روح کی ترقی و تربیت کے لیے بھی اگر اقسام اور انواع کی عبادتیں ہیں تو کیا اشکال ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر بجلی فیل ہو جاتی ہے تو لاؤڈ اسپیکر نماز میں نہیں لگاتے لیکن شریعت کے حکم سے اس کا لگانا نہیں چھوڑتے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[۳۱۴] الفاتحۃ:۴

مفتئ اعظم پاکستان کا رسالہ اس مسئلے میں ضرور مطالعہ کرلینا چاہیے۔ نماز کا ہو جانا اور بات ہے مگر اس کا استعمال جائز نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ''جزاء الاعمال'' ہے، سترہ قسم کے نقصانات اس کے اندر گناہوں کے بیان کیے گئے ہیں۔ اس رسالے کو کثرت سے سننا اور سنانا چاہیے۔

حقوق العباد کو بڑی اہمیت ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وقت یہ وصیت فرمائی تھی ۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو
بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آ کر مجھ سے لے انتقام
قیامت کے دن پہ نہ رکھے یہ کام
کہ خجلت بروزِ قیامت نہ ہو
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

ارشاد فرمایا کہ اگر محمد علی کلے سنکھیا کھالیں تو کیا ان کی پہلوانی باقی رہے گی؟ سب مرغی انڈوں کی طاقت اس کے زہر سے غائب ہو جاوے گی۔ پس اعمالِ صالحہ کے اہتمام کے ساتھ گناہوں کے زہر سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ ناظرین کرام سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول ونافع فرمائیں، آمین۔

المرتّب والجامع
محمد اختر عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

ارشاداتِ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

۶؍ صفر المظفر ۱۳۹۹؁ھ، قبیلِ جمعہ، مطابق ۶؍ جنوری ۱۹۷۹؁ء

بہ سلسلہ آغاز

دفتر مجلس صیانۃ المسلمین در جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

مرتب و جامع

محمد اختر عفی عنہ، مجازِ بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناظم مجلس صیانۃ المسلمین کراچی

شرکاء اسمائے گرامی حضراتِ خصوصی

(۱) حضرت مولانا محمد مالک صاحب، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

(۲) حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

(۳) مولانا عبید اللہ صاحب، مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ

(۴) مفتی عبد الشکور ترمذی، ساہیوال

(۵) مولانا قاری نذیر صاحب، رحیم یار خان

(۶) مولانا محمد مشرف علی صاحب، ناظم مجلس صیانۃ المسلمین

(۷) مولانا وکیل احمد شیر وانی، معین ناظم مجلس صیانۃ المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اما بعد!

حاضرینِ کرام! آج مجھے نہایت مسرّت ہے کہ جامعہ اشرفیہ کے اندر مجلس صیانۃ المسلمین کا دفتر قائم ہورہاہے، اس مبارک مجلس کے لیے جامعہ اشرفیہ ہی سب سے زیادہ موزوں اور انسب مقام تھا۔(پس معاملہ ’’حق بحقدار رسید‘‘ کا مصداق ہے۔)

آج اگرچہ دفتر مجلس صیانۃ المسلمین کا افتتاح ہے لیکن اجتماع کے عنوان سے یہ حاضری ہم سب کی مناسبت سے ہے، کیوں کہ آج کل افتتاح کی رسم چل پڑی ہے۔ اب دوکان اور مکان کی افتتاح کی رسم میں کافی مصارف کا رواج پڑتا جارہاہے، مناسب طریقہ اس کا یہ ہے کہ بدون اشتہار دو رکعت نفل پڑھ کر برکت کی دعا کرلی جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ جو حضرات اس وقت مقررہ پر تشریف لاچکے ہیں ان کی رعایت سے کارروائی شروع کردینی چاہیے۔ حاضرین کی رعایت مقدم ہے غائبین سے، نہ آنے والے حضرات نہ معلوم کتنی دیر سے تشریف لائیں یانہ آئیں، ان کی وجہ سے وقت پر آنے والوں کو انتظار کی تکلیف نہ دینی چاہیے، اور ان حاضرینِ وقت کی قدر اور ان کی مصروفیات کا خیال رکھنا مقدم اور اہم ہے۔

کارکنانِ مجلس سے فرمایا کہ جب دعوۃ الحق کا کام شروع کیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ جب یہاں پر تبلیغی کام ایک طریقے پر ہورہاہے تو آپ یہ طریقہ کیوں جاری کررہے ہیں؟ اس سے انتشار پیدا ہوگا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجویز کردہ اُصول پر دعوۃ الحق سے کوئی خلجان یا اشکال ہے؟ فرمایا: نہیں۔ تو میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اس طریقۂ کار میں انتشار نہیں ہے، اگر آپ کو انتشار کا اندیشہ ہے تو آپ بھی اسی طریقے میں شریک ہوجایئے۔ مسجد کے اگر دو دروازے ہیں اور میں ایک دروازے سے داخل ہورہاہوں اور آپ کو دوسرے دروازے سے جانے میں انتشار کا اندیشہ ہے تو آپ بھی اسی دروازے سے آیئے۔

ارشادفرمایاکہ نظامِ سنت کے علاوہ کسی نظام کو مُعین اور مفید تو کہا جاسکتا ہے مگر

اس کو مقصودیت کا درجہ دینا حد سے تجاوز ہوگا۔ دین کی خدمت کو صرف نوعی نہ بنایا جائے۔ دین کے جس نوع میں جو لگے دوسرے نوع کی توہین نہ کرے، جنس پر نظر رکھے۔ مثلاً: اہلِ مدارس کو صرف اپنا ہی مدرسہ سامنے نہ ہو کہ بس ہمارے ہی مدرسے سے دین پھیلے، یہی مدرسہ ترقی کرے، بلکہ تمام دینی مدارس کی ترقی کے لیے دل سے دُعا گو اور مخلصانہ طور پر بہی خواہ رہے۔ اگر شخصی طور پر دین کی خدمت کر رہا ہے تو یہی مقصود نہ ہو کہ صرف ہم سے ہی دین پھیلے۔ اور دوسروں سے اگر پھیلے تو کیا اشکال اور کیا فکر ہے۔ یہ تو نفس کا کید و مکر ہے اور حُبِّ جاہ کی بیماری ہے کہ صرف ہم سے دین پھیلے۔ اخلاص کا معیار یہ ہے کہ جس سے بھی دین پھیلے خوش ہو اور اس کے ساتھ تعاون کرے **وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ**[۳۱۵] کا جب حکم ہے تو جہاں بھی برّ (نیکی) ہو وہاں تعاون کرے اور اپنی رفاقت پیش کرے، اور ہر خادمِ دین کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ سمجھے، اپنے کو مقدّم نہ کرے دین کو مقدم کرے۔ جس سے بھی دین کا کام احسن طریق پر ہو اس کی اعانت کرے۔

ارشاد فرمایا کہ تفاضل ایک نوع میں ہوتا ہے نہ کہ دو نوع میں۔ کوئی اگر سوال کرے کہ آنکھ بہتر ہے یا کان بہتر ہے یا زبان بہتر ہے تو کیا جواب دیا جاوے گا۔ ہر ایک ان میں ضروری ہے۔ ان میں تفاضل کا سوال ہی غلط ہے، کیوں کہ یہ الگ الگ نوع ہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں آنکھوں میں جو زیادہ دیکھتی ہے وہ افضل ہے اور دونوں کانوں میں سے جو زیادہ سنتا ہے وہ افضل ہے۔ اس مثال سے اب یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ تعلیم اور تبلیغ اور تزکیہ میں کس کی ضرورت زیادہ ہے۔ یہ سوال مناسب نہیں، کیوں کہ یہ انواعِ مختلفہ ہیں۔ انواعِ مختلفہ میں تفاضل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہر ایک کی ضرورت ہے۔ تعلیم بھی ضروری اور تزکیہ بھی ضروری، البتہ تزکیۂ نفس کی اہمیت تعلیم اور تبلیغ سے زیادہ ہے یعنی تعلیم اور تبلیغ کی ضرورت کے ساتھ تزکیۂ نفس کا اہتمام زیادہ ضروری ہے، اس لیے کہ تعلیم اور عمل اور تبلیغ بدون تزکیہ مقبول نہیں۔ جس کا مرکز سچے اللہ والوں کی خانقاہیں ہیں۔ تزکیۂ نفس ہی سے اخلاص دل میں پیدا

۳۱۵؎ المآئدۃ:۲

ہوتا ہے اور اخلاص کے بغیر تمام اعمال اور عبادات رائیگاں ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیثِ ریا میں اس کی تصریح موجود ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارے میں جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا اور جہنم میں سب سے پہلے ان ہی کو پھینک دیا جاوے گا۔ ان میں ایک وہ عالمِ دین اور عالمِ قرآن ہے جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولت مند سخی ہو گا جس کو دنیا میں اللہ نے خوب دولت سے نوازا اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کرتا تھا۔ اور تیسرا شخص ایک شہید ہو گا جو جہاد کے میدان میں دشمن کی تلواروں سے شہید ہو گا۔ لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں کیے تھے بلکہ دنیا کی شہرت اور عزت کے لیے کیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم دلوں کی نیتوں کا حال جانتے ہیں تم لوگوں نے یہ اچھے اعمال ہماری رضا کے لیے نہیں کیے تھے بلکہ دنیا میں ناموری اور شہرت کے لیے کیے تھے اور یہ چیز تمہیں دنیا میں مل چکی اب تمہارے لیے یہاں کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد ان سب کو ان ہی اعمال کی وجہ سے گھسیٹ کر جہنم میں پھنکوا دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ یہی وہ پہلے جہنمی ہوں گے جن کے لیے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ حدیث جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے تھے تو کبھی کبھی مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل جاتی تھیں اور بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب یہ حدیث ایک تابعی نے حضرت ابوہریرہ سے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہو گیا اور بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور یہ فرمایا صَدَقَ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ الخ [۳۱۶] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب وزینت چاہے گا اس کو اس

[۳۱۶] کتاب الزھد لابن مبارک: ۱/۱۶۰، باب الریاء والعجب وغیر ذالک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دیں گے اور اس میں بالکل کمی نہیں کی جائے گی اور ان کے لیے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ بھی نہ ہوگا اور جو عمل انہوں نے کیے تھے وہ ضایع جائیں گے اور سارے اعمال بے کار اور لاحاصل ہوں گے۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ ہر دین کا خادم دوسرے دین کے خادم کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ بنائے۔ افسوس کہ آج کل تقابل، تفاضل اور تحاسد کا معاملہ بہت بڑھ رہا ہے۔ اس کا اہتمام کیا جاوے کہ صرف تعارف پر اکتفا کیا جاوے اور تفاضل و تقابل سے احتیاط کی جائے۔

مالیات کے سلسلے میں فرمایا کہ ہم نے دعوۃ الحق کا جب سلسلہ شروع کیا تو چٹکی کا فنڈ قائم کیا اور ''چٹکی کا قاعدہ اور چٹکی کا فائدہ'' کے عنوان سے پرچہ بھی شایع کیا ہے۔ پہلے اس کو ایک گاؤں میں شروع کیا۔ چند گھروں میں ڈبّے رکھنے کے بعد ایک غریب بُڑھیا کا گھر چھوڑ دیا گیا کیوں کہ یہ بہت مفلس اور نادار تھی لیکن جب اسے پتا چلا کہ گھروں میں آٹا وصول کرنے کے لیے ایک خاص نظام کے تحت ڈبّے رکھائے گئے ہیں یا ہانڈیاں مٹی کی رکھوائی گئیں ہیں اور گھر والی عورتیں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا اس میں ڈال دیں گی اور ہفتہ بھر جو آٹا اس طرح جمع ہوگا وہ قرآنِ پاک کا مدرسہ چلانے کے لیے استاد کی تنخواہ اس کی قیمت سے دی جاوے گی تو وہ بُڑھیا شام کو حاضر ہوئی اور مدرسے کے ناظم سے درخواست کی کہ ہمارے یہاں بھی ہانڈی یا ڈبہ رکھ دیجیے مجھے اس ثواب سے محروم نہ کیجیے، جس وقت ہمارے یہاں کھانا پکے گا ہم بھی ایک مٹھی آٹا ڈال دیں گے اور جس وقت فاقہ ہوگا نہ ڈالیں گے۔

اس بڑھیا کے خلوص سے اہلِ مدرسہ اور پورا گاؤں بہت متأثر ہوا اور ان بڑی بی کے یہاں بھی چٹکی فنڈ کا نظام قائم کر دیا گیا۔

ارشاد فرمایا کہ اس چٹکی فنڈ کی برکت سے ہر گاؤں کے مدرسے مقامی امداد سے چل رہے ہیں، باہر سے امداد کو خلافِ غیرت سمجھتے ہیں، اور ایسے گاؤں جہاں کہ جمعہ جائز نہیں وہاں سات سو آٹھ سو روپے کا آٹا فروخت ہوتا ہے اور تین چار اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ ابتدائی دور میں چٹکی فنڈ سے سات سو روپے کی وصولی تھی لیکن اب یہ

کام جب نظم سے چلایا گیا تو دعوۃ الحق کے تمام مدارس جن کی تعداد ستر سے زائد ہے، سب جگہ کی چٹکی فنڈ کی آمدنی تقریباً پچپن ہزار روپے تک ہو جاتی ہے۔ ہر گھر سے آٹا وصول کرنے کے لیے محصل بھی مقرر ہیں اور ان کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔

چٹکی فنڈ سے کسی گھر کو بار بھی نہیں محسوس ہوتا۔ اور اچھا خاصا کام چلتا ہے اور غریب گھرانوں کو بھی دین کی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہر ماہ نقد دینا تو ۲ روپیہ بھی کھلتا ہے مگر ان ہی کے گھر سے ماہانہ ۵ روپے کا آٹا وصول ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہر ماہ قمری کی کسی مقررہ تاریخ کو سب احباب اور اراکینِ مجلس کسی مقررہ مقام پر جمع ہوا کریں اور یہ صورت مذاکرۂ دینیہ اور مشورہ اور ملاقات کا ذریعہ ہو گی، اور پورے ماہ کی کارگزاری پیش کی جاوے اور ترقی کے لیے باہمی مشورہ کیا جاوے۔

ارشاد فرمایا کہ بعض حضرات اہلِ دین اور اہلِ علم ہیں اور اپنے فن میں امتیازی مقام کے حامل ہوتے ہیں مگر بعض کوتاہیوں کی طرف ذہن نہیں جاتا اس لیے ذمہ دار حضرات کی توجہ اس طرف دلائی جانی چاہیے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلجان کسی نوع کا ہو تو مناسب طور پر ظاہر کر دے اس میں دو فائدے ہیں: یا تو ہماری اصلاح ہو جاوے گی یا ان کی توجہ ادھر ہو جاوے گی۔ چناں چہ ابھی حال ہی میں جشن کے لفظ سے جو اشتہار کی تجویز اکابرِ دیوبند کی طرف سے تھی اس سلسلے میں احقر نے گزارش کی کہ جشن کا لفظ مناسب نہیں کیوں کہ لفظ جشن غیر دینی تقریبات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے تو احقر کے اس مشورے کو قبول فرمایا گیا۔ ہدہد سے جو کام لیا گیا تھا اس سے اس کی بڑائی ثابت نہیں ہوئی، کبھی حق تعالیٰ چھوٹوں سے اہم کام لے لیتے ہیں۔ اسی طرح ایک بڑے دینی ادارے میں حاضری ہوئی تو دعا کے شروع میں آمین اور ختم دُعا پر بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ زور سے کہا گیا۔ میں نے وہاں کے مفتی صاحب سے گزارش کی کہ اس کی کوئی اصل ہے یا دیکھا دیکھی سنی سنائی چل پڑی۔ اباحت فی نفسہٖ کے باوجود مفاسدِ مستقبلہ پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ (یعنی اگر فی نفسہٖ جائز ہو تو بھی آیندہ کے مفاسد کا خیال کرنا چاہیے) اسی طرح جگہ جگہ

احقر فرائض کے بعد دعائے جہری (بلند آواز سے دعا مانگنا) پر بھی نکیر اور اعتراض کیا کرتا ہے، کیوں کہ اس سے مسبوق (جن کی کوئی رکعت نماز چھوٹ گئی اور بعد میں شامل ہوئے) کی نماز میں خلل ہوتا ہے۔ (جامع عرض کرتا ہے کہ احقر سے ایک صاحب نے کراچی میں کہا کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہٗ کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔ کیوں کہ ہماری مسجد میں دعائے جہری ہوا کرتی تھی اور کبھی مسبوق ہوتا تھا تو بلند آواز سے دعا سن کر میں قراءت بھول جاتا تھا اور پریشانی ہوتی تھی) سنتِ مؤکدہ پڑھنے والے کے پاس جب تلاوت بلند آواز سے جائز نہیں تو فرض نماز کے وقت بلند آواز سے دعا مانگنا کیسے جائز ہوگا؟

ناظمِ مجلس نے حالات کی جب اطلاع دی کہ یہاں تیرہ مساجد میں درس کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا مگر مالیات کی کمزوری سے اب صرف تین جگہ درس باقی رہ گیا۔ فرمایا: کیا افسوس کی بات ہے! دو تین درس تو باقی ہے۔ عدم سے مقابلہ کیجیے۔ (یہ حوصلہ افزائی کے لیے ارشاد فرمایا تاکہ حالات ہمت شکنی کا سبب نہ بنیں) کبھی اسباب کو منقطع فرما کر توجہ اپنی طرف حق تعالیٰ قوی کرتے ہیں۔ بعض حضرات انبیاء علیہم السلام نے تمام عمر محنت فرمائی مگر ایمان لانے والے چند افراد ہوئے۔

ایک بزرگ کے پاس ایک پریشان حال آیا کہ میرے لیے دعا کرو۔ فرمایا: مجھے مرا ہوا سمجھو۔ جو کچھ میرے نہ ہونے پر کرتے وہ کرو۔ خادم نے کہا: آپ نے بہت سخت جواب دیا۔ فرمایا: اگر اس کو ایسا جواب نہ دیتا تو یہ ہماری دعا کے بھروسے پر خود نہ تو نفل نماز حاجت پڑھتا اور نہ دعا میں الحاح کرتا، بے فکر ہو کر بیٹھ جاتا۔ اب ہم نے اس کو کام میں لگا دیا اور بجائے اپنے سے اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔ اگر ایسا نہ کروں گا تو ہمارے مرنے کے بعد یہ بہت پریشان ہوں گے۔

ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے مالی تعاون بند کردیا تو کیا غم؟ لوگوں پر نظر نہ رکھیے۔ جن کے قبضے میں دل ہے ان پر نظر رکھیے۔ کام میں لگیے اور تجویز فنا کیجیے۔ یہ نہ سوچیے کہ کام اس طرح کرنا ہے اور اس طرح ہونا چاہیے بلکہ جو اس وقت اختیار میں ہو وہ محنت شروع کردیجیے۔ کیا نتیجہ ہوگا، کس طرح ہوگا، کیوں کر ہوگا ان باتوں سے ہمّت میں

کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے؎

کیا نتیجہ ہوگا کیوں کر ہوگا یہ اوہام چھوڑ
کام کر اور جس کا ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ
اجر لے ناکام ہو کر بھی نہ رب کا نام چھوڑ
وقت ہے جدوجہد کا راحت و آرام چھوڑ

اختیاری محنت اور کوشش کے باوجود اگر ناکامی ہوتی ہے تو یہ ناکامی عرفی ناکامی ہے حقیقی ناکامی نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ کی رضا اور ثواب عطا ہونے کے باوجود پھر ناکامی کیسی؟ محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جو اہلِ علم اور خادمِ دین بزرگوں کے آخری زمانے کو اپنا نمونہ بناتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور عیش و جاہ کے طالب ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ بزرگوں کے ابتدائی زمانے جو سخت مجاہدات کے گزرتے ہیں وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں یہ تو آخری زمانے کے معتقدین کا ہجوم، مسند اور ہدایے، خدّام کی راحت رسانی اور اسبابِ عیش کو دیکھتے ہیں پس اس آخری حالت کی نقل ان کو تن پروری اور تن آسانی کا طالب بنا کر دین کی محنت اور جدوجہد کی عرق ریزی سے محروم کردے گی۔ اس کو بطورِ نصیحت کے فرمایا کہ ہمیشہ بزرگوں کی ابتدائی زندگی کے مجاہدات اور مشقت کی زندگی کو اپنا طریقۂ کار اور نمونۂ عمل بنانا چاہیے۔ پھر سرگرمیٔ عمل کی توفیق ہوگی اور تمام منازل ترقیات قدموں کے سامنے ہوں گے۔

فرمایا: مخالفین کا بھی خیال نہ کیجیے۔ عقلی تسلّی کو طبعی تسلّی پر غالب رکھیے؎

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے
بے تسلی بھی تسلی چاہیے
ہے جلالی گو جمالی نہ سہی
کیا ہے تجھ کو بس تجلی چاہیے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

ارشاد فرمایا کہ گشت کا سلسلہ بھی ہونا چاہیے۔ لوگوں کے گھروں پر جائیے اور فہرست لکھ لیجیے کہ فلاں فلاں حضرات جماعت میں نہیں آتے، ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس طرح بات کریں کہ جماعت کی نماز میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے اور صالحین کی برکت سے قبولیت کی اُمید ہوتی ہے، جب جماعت میں آیا کریں تو دوسرے دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں، تو ان کے آنے کا ثواب بھی آپ کو ملے گا۔ اور اگر بے نمازی ہے تو ان سے یوں درخواست کریں کہ آپ گھر میں نماز پڑھنے کے بجائے مسجد میں جماعت سے نماز ادا کریں، جماعت کے برکات و فضائل یہ، یہ ہیں۔ نماز پڑھنے کو نہ کہیں، ورنہ ان کو یہ ناگواری ہوگی کہ مجھ کو بے نمازی سمجھتے ہیں۔ اور ایک دن کے گشت میں تین یا چار آدمیوں سے زیادہ ملاقات نہ کریں تاکہ معتدبہ وقت نصیحت کامل ہو سکے۔ نصیحت کرنے سے نفع ضرور ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ[۳۱۷] نصیحت کا نفع ضرور ہوتا ہے البتہ ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ ظہور نفعِ کامل پر ہوتا ہے۔ نفع کے ظہور میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہوں۔ (مولانا شبیر علی صاحب مرحوم نے قصہ سنایا کہ ایک شخص کو سگریٹ سے منع کیا اور سمجھایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ جس منہ سے قرآنِ پاک کی تلاوت ہو اور درود شریف پڑھو اس منہ کو بدبودار کرنا اچھا نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے سو مرتبہ نصیحت کی مگر اثر ظاہر نہ ہوا جب ایک سو ایک مرتبہ تعداد ہوگئی تو انہوں نے توبہ کرلی اور سگریٹ ترک کردیا۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ نفع میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہو۔ اسی طریقے کا ایک واقعہ اور بھی منقول ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ استنجا خانے میں تھے، غالباً کانپور کا واقعہ ہے، ایک شخص باہر ایک شخص سے کہہ رہا تھا کہ میں نے فلاں شخص سے سال بھر تک نماز کے لیے کہا لیکن انہوں نے نماز نہ شروع کی اس لیے کہنا چھوڑ دیا۔ دوسرے نے کہا کہ آپ نے اچھا نہیں کیا، اُس نے تو بُرا کام نہ چھوڑا آپ نے بھلا کام یعنی نصیحت کرنا چھوڑ دیا۔ وہ تو ترکِ نماز کی بُرائی پر جما رہا اور آپ نماز کی نصیحت کے بھلے کام پر جمے نہ رہ سکے۔ یہ دونوں

---

۳۱۷ الذّٰریٰت: ۵۵

قصّے حضرتِ اقدس ہر دوئی نے دوسری مجالس میں ارشاد فرمائے تھے۔ از جامع)

ارشاد فرمایا کہ (ہر ماہ ایک دن مقرر کرکے اپنا اپنا کھانا لے کر احباب جمع ہوں اور اس اجتماع میں سنت کے مطابق کھانا کھائیں اور تصحیحِ قرآنِ پاک اور نماز و وضو اور زندگی کے ہر کام کی سنت اور دعائے مسنونہ یاد کرنے کا مذاکرہ ہو اور اراکین حضرات کا رجسٹر حاضری بھی ہو، جو صاحب نہ تشریف لائیں ان کے گھر پر حاضری دی جائے اور خیریت معلوم کی جاوے۔ از جامع۔ یہ مفید بات بھی دوسری مجلس میں ارشاد فرمائی گئی تھی۔)

ارشاد فرمایا کہ تبلیغ کے احکام میں نے ایک رسالے میں جمع کر دیے ہیں اس کا نام ''اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات'' ہے۔ یہ رسالہ احکامِ تبلیغ کے نام سے مجالسِ ابرار کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب کراچی سے شایع کی گئی ہے۔ اس رسالے کے اندر بحوالۂ کتبِ مستند ایسے حدود اور اصول جمع کر دیے گئے ہیں جس کے علم سے انسان تبلیغ کے اندر غلو اور حد سے تجاوز اور اکابر سے بدگمانی کی بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مثلاً بعض اکابر بعض باتوں پر نکیر یعنی روک ٹوک کرتے ہیں اور بعض اکابر نہیں کرتے تو علم کی کمی سے اعتراض اور بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن علمِ صحیح کی برکت سے نکیر کرنے والوں کو نہ تو متشدّد سمجھے گا اور نکیر نہ کرنے والوں کو نہ مداہن فی الدین سمجھے گا۔ اور دونوں بزرگوں میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھے گا۔ جنہوں نے نکیر نہ کیا انہوں نے مستحب پر نکیر کرنا ضروری نہ سمجھا اور جنہوں نے نکیر کیا انہوں نے مستحب پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا جو ان پر سختی اور تشدّد کا الزام لگایا جاوے! دونوں ہی حق پر ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ہر اہلِ علم جو اہلِ مدارس کہلاتے ہیں ان کو بھی حسب حیثیت کچھ چندہ دینا چاہیے۔ جب علمائے کرام انفاق کے فضائل بیان فرماتے ہیں اگر کسی وقت کوئی عامی کھڑا ہو کر دریافت کرے کہ مولانا! آپ اپنی آمدنی سے کتنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو کیا جواب ہوگا؟ شرم سے گردن جھک جائے گی۔ کچھ نہ کچھ ہر اہلِ علم کو خواہ قلیل رقم ہی ہو انفاقِ مالیہ کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ اس عمل سے عوام کا حوصلہ بھی بلند ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایاکہ ایک قصبہ کے لوگ دعوۃ الحق کے لیے غلّہ دیا کرتے تھے ایک آسمانی آفت قرب وجوار کی بستیوں کی کھیتی پر پر آئی مگر یہ بستی محفوظ رہی۔ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہی خیال آیا کہ ہم لوگ اپنی کھیتی سے چوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری بستی کو اس بلائے آسمانی سے محفوظ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ جس نے سرکار کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا (چندہ دے کر) پھر اس کو خسارہ اور نقصان کیسے ہوگا؟

ارشاد فرمایاکہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے۔

ارشادفرمایاکہ اگر علمائے کرام اپنامال دیں تو اس میں زیادہ برکت بھی ہوگی۔ فرمایا: اسباب پر نظر نہ رکھیے۔ ایک صاحب ہردوئی میں ہمارے مدرسے کو بالکل چندہ نہ دیتے تھے اور کہتے تھے: یہ لوگ چندے کے لیے کچھ کہتے ہی نہیں بہت امیر معلوم ہوتے ہیں۔ اب ان کے بھائی کا زمانہ آگیا اور وہ خوب ہمارے مدرسے کو دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ پر نگاہ رکھے، غیب سے مدد ہوتی ہے۔

ارشادفرمایاکہ ہمارے ایک آدمی سے ایک اہلِ خیر نے کہا: آپ کے یہاں تو تحویل کافی بچ رہتی ہے اس لیے ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہمارے آدمی نے نہایت عمدہ جواب دیا کہ ادارے کو تو ضرورت نہیں ہے مگر آپ کو بھی ضرورت ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایاکہ بیانِ طویل ہی پر نفع کو موقوف نہ سمجھا جاوے۔ ایک ہومیو پیتھک کی گولی تو کتنا اثر دکھاتی ہے اور دین کی ایک مختصر بات کیوں کر اثر نہ دکھائے گی! جیسا موقع ہو ایک ہی آیتِ کریمہ کو یا ایک ہی حدیث شریف کو بیان کردیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض وعظ ایک منٹ سے بھی کم کا ہے (مثلاً **عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ** کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک صرف اس قدر ہے:

اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاجْمَعِ الْاِيَاسِ مِمَّا فِيْ اَيْدِی النَّاسِ[۳۱۸]

---

[۳۱۸] سنن ابن ماجة: ۴۴۴ (۴۱۷۱)، باب الحکمة، المکتبة الرحمانیة

جب نماز پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ ہماری آخری نماز ہے، اور ایسی بات نہ کرو جس سے ندامت ہو اور معذرت کرنی پڑے، اور لوگوں کے احوال سے اپنے قلب کو مستغنی رکھو۔)

یہ حدیث حضرتِ والا نے دوسری مجالس میں ارشاد فرمائی تھی جو توضیح کے لیے یہاں نقل کی گئی ہے۔ از جامع

ارشاد فرمایا کہ جب بڑے جاتے ہیں تو ان اکابر سے تعلق رکھنے والے خواہ دین کے اعتبار سے ہوں یا نسل کے اعتبار سے، ان پر ایک ذمہ داری اہم عائد ہو جاتی ہے، وہ یہ کہ عوام ہم کو دیکھ کر ہمارے اکابر سے قریب ہوں یعنی ہمارے اعمال ایسے نہ ہوں جن کو دیکھ کر عوام ہمارے بزرگوں سے ہمارا تعلق صرف ظاہری سمجھیں اور ہمارا عمل عوام کو ہمارے بزرگوں سے بجائے قریب کرنے کے دور کرنے کا سبب ہو جائے۔ بقولِ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ؎

جذبات ہی پہ اپنے نہ مجذوب شاد رہ
جذبات ہیچ ہیں جو مرتبِ عمل نہ ہو

کتنے ہی خوشنما ہوں فریبِ نظر سمجھ
جھوٹے ہیں پھول جان لو پیدا جو پھل نہ ہوں

ہم کو عوام فتویٰ پر نہیں جانچتے ہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کے طریقے پر جانچتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے طریقِ دعوت میں کیا فرق ہے؟ احقر نے جو جواب دیا اکابر نے بھی پسند فرمایا، وہ یہ کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق میں غلبۂ غیرت ہے اور حضرت مولانا کے طریق میں غلبۂ شفقت ہے۔ اوّل تکمیلِ نفع دوسرا عمومِ نفع کو مقتضی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک عالم بزرگ نے ایک عامی سے ایک صاحب کی تعریف کی کہ یہ فلاں بزرگ کے نواسے ہیں لیکن اس عامی نے کوئی توجہ نہیں کی اور کہا کہ ہوا

کریں، نماز میں تو کہنیاں زمین پر رکھ دیں۔ جب عمل سے بزرگوں کے طریقے پر نہ ہو تو عوام بھی عزت کرنے کو تیار نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ایک بڑی جگہ مجھے وعظ کے لیے بلایا گیا، میں نے آمد و رفت سے بچے ہوئے کرائے کو واپس کر دیا تو ان کو تعجب ہوا اور کہنے لگے: فلاں مشہور عالم نے تو سفر کیا تھرڈ سے اور خرچ لیا انٹر کلاس کا۔ اور پھر انہوں نے سالہا سال سے آنے والے ان واعظ صاحب کو بلانا بند کر دیا، کیوں کہ ان کا عمل صحیح نہ تھا۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی ہدایت کے لیے اپنے مدرسے سے مبلغین کو مقرر فرمایا تھا جو بستیوں میں خود جا کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ سوچنے کی بات ہے کہ جو لوگ آپ کے مدرسے میں دین سیکھنے کے لیے آرہے ہیں ان کی تدریس کے لیے بیس مدرسین ہوں اور جو لوگ یہاں نہیں آرہے ہیں اُن کے لیے ایک بھی نہ ہو۔ مبلغ عوام کے لیے مدرّس ہوتا ہے، اور پھر جن عوام میں آپ کا مبلغ کام کرے گا ان کے بچے بھی تو آپ کے مدارس میں تعلیم حاصل کریں گے۔

اس وقت میں اپنے اکابر کے سامنے جس میں ہمارے استادِ محترم حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ بھی موجود ہیں اس لیے یہ گزارشات پیش کر رہا ہوں کہ یا تو ہماری اصلاح ہو جاوے گی یا تائید ہو جاوے گی۔

یہ بات سن کر حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا بیان تو ''نقل ارشاداتِ مرشدی کنم'' کا مصداق ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشائخ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھیں، اپنے لیے وہ بھی کسی بڑے سے مشورہ لیتے رہیں، اور اگر بڑے نہ ہوں تو اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ لے لیا کریں۔ احقر نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا پھر ان کے بعد حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کامل پورے فرمایا کرتے تھے پھر حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

سے تعلق قائم کیا۔ پھر ان اشعار کو عجیب وجد آفریں لہجے میں ارشاد فرمایا۔

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں
نہ شوکت لے کے آیا ہوں نہ عظمت لے کے آیا ہوں
محبّت لے کے آیا ہوں محبّت لے کے آیا ہوں

ارشاد فرمایا کہ ہر قمری ماہ کا پہلا جمعہ اجتماع کے لیے ابھی طے کرلیجیے تاکہ حاضرین کو اطلاع ہوجاوے اور حاضرین غائبین کو لاویں۔ اور ہر نمازی کم از کم ہفتے میں ایک نمازی بنائے۔ کوشش شروع کردیجیے۔ اب دعا کیجیے۔ اس کے بعد حضرت والا نے حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی سے گزارش کی کہ دعا کرادیجیے مگر حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے حضرت والا ہی سے دُعا کرانے کو ارشاد فرمایا پھر حضرت والا نے دعا کرائی اور حاضرینِ کرام نے آمین فرمایا اور مجلس تمام ہوئی۔

حضرتِ اقدس نے مجلس صیانۃ المسلمین کو کچھ عطیہ بھی جو معتدبہ مقدار میں تھی، مولانا مشرف علی تھانوی ناظمِ مجلس کو عنایت فرمایا۔ مولانا نے احقر سے اس عطیہ پر بہت اظہارِ مسرّت فرمایا۔ اور مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب زادے جناب حضرت جلیل احمد صاحب شیروانی رحمۃ اللہ علیہ مجازِ بیعت حضرتِ اقدس تھانوی نے احقر سے زبانی پھر دو خطوں سے تقاضا کیا کہ یہ مضامین جلد لکھ کر مجلس کو بھیج دیے جائیں تاکہ مجلس ان کو شایع کردے۔ آج بروزِ اتوار مؤرخہ ۱۴ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ قبیل عصر یہ مضامین بحمد اللہ تعالیٰ وفضلہٖ وعونہٖ تمام ہوئے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں اور ہم سب کو مجلس صیانۃ المسلمین کے اُصول پر جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تجویز اور ارقام فرمودہ ہیں، عمل کی توفیق بخشیں اور اخلاص کے ساتھ سرگرمیٔ عمل کی سعادت نصیب فرماویں، آمین۔ جملہ ناظرینِ کرام سے دعائے استقامت اور حسنِ خاتمہ کا طالب ہوں۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

یک شنبہ، ۱۴ر صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

اُصول فلاحِ دارین

یعنی

جامع المجدّدین حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی چشتی صابری تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی چند وصیتیں اور مشورے

مرتبہ

احقر ابرار الحق، خادمِ مدرسہ اشرف المدارس ہر دوئی (اودھ)

(احقر ناکارہ ابرار الحق عفی عنہ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا اشرف السوانح میں دیکھیں، بعض احباب کو سنایا وہ بہت متأثر ہوئے اس لیے خیال ہوا کہ اس کی تلخیص کر کے ان کو شایع کر دیا جائے۔ تاکہ سب لوگ اس سے بسہولت منتفع ہو سکیں۔ چناں چہ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی عبارت کو برقرار رکھتے ہوئے چند نصائح اور وصایا جمع کر دیے گئے ہیں۔ جو حضرات ان سے منتفع ہوں وہ اس ناکارہ کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

ناکارہ خادم ابرار الحق عفی عنہ

مدرسہ اشرف المدارس ہر دوئی (اودھ) ۶؍ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ)

حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند وصیتیں اور مشورے

میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمِ دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرضِ عین ہے، خواہ بذریعۂ کتاب ہو یا بذریعۂ صحبت۔ بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت و کوتاہی نہ کریں۔

طالبِ علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کار آمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظرِ عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان اُمور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں:

(۱) شہوت و غضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں۔

(۲) تعجیل نہایت بُری چیز ہے۔

(۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

(۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

(۵) کثرتِ کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرتِ اختلاطِ خلق بلا ضرورتِ شدیدہ وبلا مصلحتِ مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجے تک پہنچ جاوے پھر خصوص جب کہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے، نہایت مضر چیز ہے۔

(۶)بدون پوری رغبت کے کھاناہرگزنہ کھائیں۔

(۷)بدون سخت تقاضے کے ہمبسترنہ ہوں۔

(۸)بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

(۹)فضول خرچی کے پاس نہ جاویں۔

(۱۰)غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

(۱۱)سخت مزاجی وتند خوئی کی عادت نہ کریں،رِفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بناویں۔

(۱۲)ریاو تکلّف سے بچیں۔اقوال وافعال میں بھی،طعام ولباس میں بھی۔

(۱۳)مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے بد خلقی نہ کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے،بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لیے۔

(۱۴)معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

(۱۵)روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں،خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

(۱۶)بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویزِ طبیبِ حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

(۱۷)زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔

(۱۸)حق پرست رہیں۔اپنے قول پر جمود نہ کریں۔

(۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔

(۲۰)کسی کے دنیوی معاملے میں دخل نہ دیں۔

میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتاہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کرکے ہرروز سورۂ یٰسین شریف یا تین بار قل ھواللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے،مگر اور کوئی امر خلافِ سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

حتی الامکان دنیاومافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافِل نہ

ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر کسی وقت پیامِ اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضانہ ہو لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اور ہر وقت یہ سمجھیں۔

شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے، اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں۔ اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت وتضرّع سے اس کی دعا کیا کریں۔ اور ایمانِ حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسبِ وعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یہ بھی اعظم اسباب خاتمہ بالخیر سے ہے۔ اور اسی کے ساتھ میں اپنے لیے بھی اس دعا کے لیے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرمادے۔

(از اشرف السوانح، جلد: سوم، ص:۱۱۴تا۱۱۶)

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختؔر

تحفۂ احقر

یعنی

اصلاح کا سہل نسخہ

(تھوڑی سی توجہ اور ہمّت سے کامیابی کی اُمید ہے)

مرتّبہ

مرشدی حضرت مولانا الحاج شاہ ابرار الحق صاحب (ناظمِ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی)

اما بعد! یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ کتاب ''جزاء الاعمال'' مؤلفہ، حضرت حکیم الامت مجدّد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کو سنایا گیا اس کے مضامین سے بہت نفع ہوا، اس لیے جی چاہا کہ اس کا ایک حصہ اپنے دینی بھائیوں اور بزرگوں کی خدمت میں بغرضِ اطلاع پیش کیا جاوے۔ چناں چہ اس کی دو فصلوں کو بعینہٖ شائع کیا جارہا ہے۔

فصل ایسی طاعات جن کی پابندی سے اُمید ہے کہ دوسری طاعات کا سلسلہ قائم ہوجاوے:

۱) ایک ان میں علمِ دین کا حاصل کرنا ہے۔ خواہ کتب سے حاصل کیا جاوے یا صحبتِ علماء سے، بلکہ تحصیلِ کتب کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے۔ مراد ہماری علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں۔ ایسے بزرگوں کی صحبت و خدمت جس قدر میسر ہوجائے غنیمتِ کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے۔ اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔

۲) ایک ان میں سے نماز ہے۔ جس طرح ہوسکے پانچوں وقت نماز پڑھتا رہے اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے، اور بدرجۂ مجبوری جس طرح ہاتھ آوے غنیمت ہے۔ اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق اور ارتباط قائم رہے گا۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ[۳۱۹]

۳) ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا، کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو تو سوچ کر بولنا ہے ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا ایک اعلیٰ درجے کا آلہ ہے۔

۴) ایک ان میں محاسبہ و مراقبہ ہے۔ یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیشِ نظر ہوں۔ میرے سب اقوال و افعال و احوال پر ان کی نظر ہے۔ یہ

۳۱۹ العنکبوت:۴۵

مراقبہ ہوا۔ اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہو جاتا ہوں۔

۵) ایک ان میں توبہ و استغفار ہے۔ جب کوئی لغزش ہو جائے توقف نہ کرے۔ کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے فوراً تنہائی میں جا کر سجدے میں گر کر خوب معذرت کرے۔ اور اگر رونا آوے روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے۔ یہ پانچ چیزیں ہوئیں۔ نمبر ۱: صحبتِ علماء۔ نمبر ۲: نمازِ پنجگانہ۔ نمبر ۳: قلتِ کلام و قلتِ مخالطت۔ نمبر ۴: محاسبہ و مراقبہ۔ نمبر ۵: توبہ و استغفار۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام اُمورِ پنجگانہ کی پابندی سے جو کچھ مشکل بھی نہیں۔ تمام طاعات کا دروازہ کھل جائے گا۔

فصل دوسری معاصی کے بیان میں، ان کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے:

۱) ایک ان میں سے غیبت ہے۔ اس سے طرح طرح کے مفاسدِ دنیاوی و اخروی پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہیں۔ اس سے بچنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بلا ضرورتِ شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سنے، نہ اچھا نہ بُرا۔ اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے۔ ذکر کرے تو اپنا ہی کرے۔ اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کی اس کو فرصت ملتی ہے۔

۲) ایک ان میں سے ظلم ہے، خواہ مالی یا جانی یا زبانی۔ مثلاً: کسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر، یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی، یا کسی کی بے آبروئی کی۔

۳) ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا اوروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ ظلم و غیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتی ہیں۔ حقد و حسد و غضب وغیرہ۔

۴) ایک ان میں سے غصہ ہے۔ کبھی نہیں یاد ہے کہ غصہ کر کے پچھتائے نہ ہوں، کیوں کہ حالتِ غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہو جاتی ہے، سو جو کام اس وقت ہو گا عقل کے خلاف ہی ہو گا جو بات ناگفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی، جو کام ناکردنی تھا وہ ہاتھ سے

ہو گیا، بعد غصہ اترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا کبھی عمر بھر کے لیے صدمہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

۵)ایک ان میں غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا ہے، خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالے میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

۶)ایک ان میں سے طعامِ مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اس سے تمام ظلمات و کدوراتِ نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں۔ کیوں کہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضائے عروق میں پھیلتی ہے، پس جیسی غذا ہو گی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہو گا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔ یہ چھ معاصی پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے ترک سے ان شاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہو جائے گا بلکہ اُمید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔ فقط۔

نوٹ: کتاب ”جزاء الاعمال“ میں اعمال کا تعلق جزا و سزا سے بتلا کر تفصیلات لکھی گئی ہیں، کہ کن کن اعمال پر کیا کیا سزا او جزا مرتّب ہوتی ہے۔ سارا رسالہ قابلِ دید ہے۔

ٹخنے سے نیچے پائجامہ یا تہبند رکھنے کا شرعی حکم

۱)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ٹخنے سے نیچے والے لباس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اس کو اللہ کے حلال و حرام سے کچھ واسطہ نہیں۔ یعنی یہ کیسا شخص ہے کہ اس ناجائز و حرام حالت میں نماز پڑھ رہا ہے۔[۳۲۰]

۲)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ٹخنے سے نیچے لباس رکھنے والے

---

۳۲۰ فتح الباری لابن حجر: ۲۵۷/۱۰، باب التشمر فی الثیاب، دار المعرفة، بیروت

سے محبت نہیں فرماتے۔[۳۲۱]

۳) ایک صحابی نے عذر کیا کہ مجبوراً میری تہبند ٹخنے سے نیچے کھسک جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ عمل (اسبال) تمہارے عذر کے عیب سے زیادہ عیب دار ہے۔ اپنے تہبند کو اونچا کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت سے فرمایا: کیا تم کو میرے طریق سے رغبت نہیں ہے۔ (فتح الباری کتاب اللباس جلد دہم)

توضیح: جو صاحبان پائجامہ کے نیچے بندھ جانے یا کھسک جانے یا عدمِ فخر وغیرہ کا عذر کر دیتے ہیں ان کو انصاف سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیشِ نظر رکھتے ہوئے خوب غور کر لینا چاہیے کہ بعض واقعی معذورین کے عذر کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمانے کے باوجود قبول نہیں فرمایا اور اس فعل سے منع فرمایا۔ (رسالہ نظام کانپور)

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا محمود حسن صاحب

مفتی دارالعلوم دیوبند

بابت ستمبر ۱۹۶۴ء

۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یعنی ٹخنے کے نیچے جتنا حصہ پائجامہ کا لٹکا ہو گا وہ جہنم میں ہو گا۔[۳۲۲]

---

۳۲۱ فتح الباری لابن حجر: ۱۰/۲۶۴، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، دار المعرفۃ، بیروت

۳۲۲ صحیح البخاری: ۲/۸۶۱ (۵۸۰۶)، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، المکتبۃ المظھریۃ

ہر دینی ادارے وانجمن کی طرف سے مبلّغین کے تقرّر کا اہتمام

حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی کے چند ارشادات

۱۔ ملفوظ نمبر ۱۴۱: منقول الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ۔ مطبوعہ تھانہ بھون، صفحہ: ۱۲۰، جلد: ششم۔

"ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس و تدریس متعارف مقصود کا مقدمہ ہیں اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آج کل بڑی کوتاہی ہورہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے۔ اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علما کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہوگئی ہے۔ حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتدا میں درس و تدریس اور بعد فراغِ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنا چاہئیں۔ ایک کی طرف متوجہ ہوکر دوسرے سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے۔ علما کو اس کی طرف ضرور توجہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صَرف کیا کریں۔ اور اس کی ایک سہل اور بہتر صورت یہ ہے کہ مدارس کی طرف سے کچھ مُبلّغ مقرر کردیے ہیں۔ آج کل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغول ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ جس قدر وقت اس میں صَرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نصف حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔"

۲۔ از تعلیم المسلمین، ۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ مقام تھانہ بھون۔

"ہر مدرسہ اسلامیہ کم از کم ایک واعظ مقرر کرے، اور یہ سمجھے کہ ضرورتِ تعلیم کے لیے ایک مدرّس کا اضافہ کیا گیا، کیوں کہ جس طرح مدرسے کے معلّمین طلبہ کے مدرّس ہیں یہ واعظین عوام کے مدرّس ہیں۔ اسی طرح اہلِ انجمن یہ سمجھیں کہ تعلیمِ عوام کے لیے یہ ایک مکتب ہے جو شاخ ہے انجمن کی۔"

۳۔ از تفہیم المسلمین، ۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔ تھانہ بھون۔

"جو علما کسی دینی خدمت میں مشغول ہیں جیسے درس و تدریس، تصنیف و تالیف وغیرہ وہ بھی اپنی نشست و برخاست میں اور اوقاتِ ملاقات میں بندگانِ خدا کو

احکامِ الٰہیہ پہنچانے میں سستی نہ کریں، اور فرصت کے اوقات میں جیسے جمعہ کی تعطیل ہے یا رخصتِ طویلہ کا زمانہ ہے وعظ و نصیحت کے ذریعے بندگانِ خدا کو احکامِ اسلام پہنچانا اپنا فریضہ سمجھیں۔"

۴۔از حقوق العلم، ص:۵۸۔

"پس مقصود بالذات اس تمام تر اشتغال بالدرس و التالیف سے وعظ ہی ٹھہرا۔ پس مقصود بالذات کی اماتت کتنی بڑی خطا ہے!"

اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنا خود اپنی صالحیت کا ایک ضروری جزء ہے بدون اس کے خود اپنی صالحیت ناتمام ہے

حضرتِ اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

ارشاد فرمایا کہ یہ بعض لوگ وہ ہیں جو بظاہر خود تو اعمالِ صالحہ کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے افعال غیر مشروع و معاصی میں بھی شریک رہتے ہیں۔ جو خدا کے نافرمان ہیں، محض اس خیال سے کہ یہ دنیا ہے، اس میں رہتے ہوئے برادری کنبہ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے، اور یہ مقولہ زبان زد ہے کہ میاں! دین سے دنیا تھامنا بھاری ہے۔

اور بعض وہ ہیں کہ شریک تو نہیں ہوتے مگر ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کو منکرات کرنے والوں کے افعال سے نفرت بھی نہیں ہوتی۔ ان میں شیر و شکر کی طرح ملے جلے رہتے ہیں یعنی روزانہ کھانے پینے میں ان سے کوئی پرہیز نہیں کرتے، حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی برتاؤ سے ان پر اظہارِ نفرت نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے اعتبار سے اس شبۂ مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ یہ شرکت یا سکوت خود معصیت ہے تو ان کا ابتلا بھی معصیت کے سبب ہوگا، اور یہ سوال نہ ہوسکے گا کہ غیر عاصی پر بھی مصائب آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اُممِ سابقہ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فلاں بستی کو الٹ دو۔ عرض کیا کہ اے اللہ! فلاں شخص اس بستی میں ایسا ہے کہ اس نے کبھی کوئی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ حق تعالیٰ فرماتے

ہیں کہ مع اس کے الٹ دو۔ وہ بھی اُن ہی میں سے ہے۔ اس لیے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کے تیور میں بھی بل نہ پڑتا تھا۔ اور اس کی مثال تو دنیا میں موجود ہے۔ جو شخص حکومت اور سلطنت کے باغیوں سے میل رکھتا ہے یا ان کو امداد دیتا ہے وہ شخص بھی باغیوں میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ ہم جس کے وفادار ہیں وفاداری اسی وقت تک ہے کہ ہم اس کے دشمنوں سے نہ ملیں، ورنہ ایسے شخص کو وفادار ہی نہ کہیں گے جو دشمنوں سے ملے۔ یہ تو اجتماعِ ضدین ہے۔ دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

حضرات حفاظِ کرام سے خطاب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت دی ہے اس کی حفاظت کے لیے نظم تراویح میں فرمایا گیا ہے، جو لوگ سننے کی خواہش کرتے ہیں اور انتظامِ خورد ونوش کا اہتمام کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا بڑا انعامِ خاص خیال کرنا چاہیے، ورنہ ہمارا فریضہ تھا کہ ہم اہتمام کرکے سناتے اور خورد ونوش کا تحمل کرتے جیسا کہ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، لٰہذا خور دونوش میں خلافِ عادت ومزاج کوئی بات ہو تو صبر و تحمل و حسنِ ظن سے کام لیں اور خفیہ طور پر ادارے کو مطلع کردیں دوسروں سے تذکرہ نہ کریں۔ اوقات کی پابندی رکھیں، اور فکر رکھیں دوسروں کو ہماری وجہ سے تکلیف نہ ہو، اوقاتِ جماعت و تراویح کی خاص پابندی کریں تاکہ دوسروں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ قرآنِ پاک سنانے میں حروف کی صفائی کا خاص لحاظ رکھیں۔ قواعدِ اخفاء و اظہار کا اہتمام کریں۔ دس منٹ سے زیادہ وقت تفریح میں یا اخبار بینی اور عوام سے باتوں میں صَرف نہ کریں۔ اس کا اکثر بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ رمضان شریف کا زمانہ تقویٰ میں کمال حاصل کرنا ہے۔ تلاوت میں خیال رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں۔ وضو کی سنت، نماز اعتدال سے رکوع و سجود سے ٹھیک پڑھنے کا اہتمام خاص کریں۔ اگر امام اوقاتِ نماز کا کوئی اور ہو تو تکبیرِ اولیٰ سے نماز

کی فکر رکھیے، اور اگر چراغاں اور جھنڈی کا نظم کرنا چاہیں تو منع کر دیں، اور اگر ایسا نہ کریں تو ختم نہ کریں چلے آویں۔ تحفہ یا ہدیہ دیں تو ہرگز نہ لیں۔ کہہ دیں کہ معذور ہوں۔ اس میں آپ کی بھی عزت ہے نیز غلط رسم کی اصلاح بھی ہے جس کا بڑا اجر ہے۔ اس تحریر کو روزانہ کسی وقت دیکھ لیا کریں۔ بلکہ صبح کو اوّل وقت اس کو دیکھ لیا کریں۔

ابرار الحق

ناظمِ مجلسِ دعوۃ الحق ہردوئی

اغلاط النکاح یعنی نکاح کی اصلاح طلب رسمیں

مرتّبہ: مرشدی و مولائی حضرت مولانا الحاج ابرار الحق صاحب مدظلہ‘

ناظمِ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

امابعد! یہ دین کا مسلَّمہ قاعدہ ہے کہ مباح یا مستحب کام میں جب کوئی غیر مشروع یا ناجائز امر مل جاتا ہے تو وہ مباح مستحب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ چوں کہ آج کل نکاح کے سلسلے میں بہت سے اُمور جو بظاہر جائز اور بہتر معلوم ہوتے ہیں ان میں غیر مشروع اُمور مل گئے ہیں، جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، اسی وجہ سے لوگ علمائے ربّانیین سے بسا اوقات اُلجھنے لگتے ہیں۔ چند قابلِ اصلاح اُمور جن کا تعلق لڑکے اور لڑکی والوں سے ہے ان کو نمونے کے طور پر منتخب کرکے جمع کر دیا گیا ہے۔ تفصیل جس کو دیکھنی ہو وہ ”اصلاح الرسوم“ میں ملاحظہ کریں۔ جو نہایت مستند و جامع اور بے نظیر کتاب ہے۔

نکاح کی وہ رسمیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکے والوں سے ہے

۱) بَری لے جانا۔ ۲) زیادہ تعداد میں بنابر رواج اتنے اشخاص کو لے جانا جس کو عرف میں بارات سمجھا جاوے۔ ۳) مدعوشدہ سے زیادہ اشخاص لے جانا۔ ۴) لڑکی کے لیے ہدیۂ پارچہ جات وغیرہ بطورِ نمائش بھیجنا اور بھیجنے کو ضروری سمجھنا۔ ۵) سہرا یا بدھی کا

برتنا۔ ۶) نامحرم اشخاص کا اذن کے وقت جانا اور اس کو اپنا حق سمجھنا۔ ۷) نامحرم اشخاص کا لڑکی کا منہ دیکھنا اور دکھانا۔ ۸) ناچ گانا یا باجا ہونا۔ ۹) نیوتہ وصول کرنا۔ ۱۰) مہر کے معاملے کو پہلے سے نہ صاف کرنا اور اس کو عیب سمجھنا، اور بروقتِ نکاح نزاع و تکرار کرنا۔ ۱۱) دعوتِ ولیمہ ریا و تفاخر کے ساتھ کرنا۔ ۱۲) لڑکی والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام طلب کرنا بعنوان حق الخدمت۔ ۱۳) دَینِ مہر کو قابلِ اہتمام خیال نہ کرنا اور اس کی ادائیگی میں غفلت برتنا۔ ۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جس سے لڑکی والوں کی سُبکی یا ان کو پریشانی ہو، یا اپنا نام و شہرہ ہو۔ ۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض و واجباتِ شرعیہ میں سستی یا لاپروائی برتنا۔

نکاح کی وہ رسمیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور جن کا تعلق لڑکی والوں سے ہے

۱) بَری کا مطالبہ کرنا۔ ۲) لڑکے کے لیے ہدیۂ پارچہ جات ظاہر کرکے بھیجنا اور اس کے اظہار کو پسند کرنا اور ضروری سمجھنا۔ ۳) اپنے یہاں یعنی اپنی تجویز کردہ قیام کی جگہ یا منظرِ عام پر کپڑے بدلوانا۔ ۴) لڑکے کے سابق کپڑے، کپڑے بدلوانے والے کا حق سمجھ کر رکھ لینا۔ ۵) دعوتِ طعام برادری یا اہلِ محلہ یا بستی کی کرنا۔ ۶) جہیز کے سامان کو تفصیلاً دکھانا یا اظہار کرکے دینا۔ ۷) شکرانہ وغیرہ بنانا یا بعد نکاح پانی یا شربت دولہا کو پلانا بلا ضرورت۔ ۸) لڑکے والوں سے اپنے ملازمین وغیرہ کا انعام بعنوان حق الخدمت وصول کرنا۔ ۹) دولہا کے سامنے نامحرم عورتوں کا آنا۔ ۱۰) نیوتہ وصول کرنا بشکلِ سلامی وغیرہ، اور سلامی کو ضروری سمجھنا۔ بوقتِ سلامی ضرور کچھ دینا۔ ۱۱) سلامی کے عطیہ کو ظاہر کرکے دینا اور سلامی کا التزام۔ ۱۲) مہر گنجایش سے زیادہ مقرّر کرنا، یا نام آوری و افتخار کے لیے ایسا کرنا۔ ۱۳) گانا باجا وغیرہ۔ ۱۴) ایسے معاملات قصداً کرنا جن سے نام و شہرہ یا تعریف محلہ یا بستی میں ہو۔ ۱۵) تقریب کی وجہ سے فرائض وواجباتِ شرعیہ میں سُستی ولاپروائی برتنا۔

نوٹ: تفصیل ''اصلاح الرسوم'' میں ملاحظہ کرلی جائے۔

اشرف الخطاب

للارشاد اِلی الصواب

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ سید محمد ابرار الحق صاحب حقی دامت برکاتہم،
مجازِ بیعت حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی قدس سرہٗ

حصۂ اوّل

جس میں ایسے مبلّغینِ کرام کے لیے جو خُود اہلِ علم نہیں باوجاہت مسلمانوں سے خطاب، کلمۂ طیبہ کی درستی، نماز، جماعت، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی، روزہ وحج وغیرہ کے متعلق خطابِ خاص سے متوجہ کرنے کے طرز کو مرتّب کردیا گیا ہے تاکہ وہ عوامی تبلیغ کے مفاسد اور حدود شکنی سے اور عام مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ

اللہ تعالیٰ نے جب مجلس دعوۃ الحق کے کام کرنے کی توفیق بخشی اور تفہیم المسلمین و مقامی اصلاح اشرف النظام کی ہدایت کے موافق کام شروع کیا گیا اور لوگوں کو حسبِ ترتیب تصحیحِ کلمات اور نماز و جماعت کی طرف متوجہ کیا جانے لگا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ غیر اہلِ علم مبلّغین کے لیے خطابِ خاص کی ضرورت سے کچھ مضمون مُرتّب و متعیّن کر دیا جائے تاکہ یہ حضرات عوامی تبلیغ کے مفاسد سے بچیں، اور گفتگو میں حدود سے آگے نہ بڑھیں، اور عام مسلمان غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر کے کلمۂ طیبہ کی درستی اور نماز باجماعت کے لیے اوّلاً کچھ عنوانات مرتب کیے گئے جو مبلّغین اور عوام دونوں کے لیے نافع ثابت ہوئے۔ اب چند اور مضامین اور عنوان بھی مرتّب کر دیے گئے ہیں۔ اس کا نام "اشرف الخطاب" تجویز کیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس میں ان شاء اللہ تفہیم المسلمین کی ترتیب کے مدِّ نظر حسبِ ضرورت اضافہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور اس ناکارہ کی نجات و مغفرت کا سبب بنائیں۔

ناکارہ خادم

ابرار الحق عفا اللہ عنہ

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ

خطاب بہ اہلِ وجاہت

بستی یا محلّے کے اہلِ صلاح و اہلِ خیر و اہلِ وجاہت کے پاس اس قسم کے حضرات جاویں جو محلّے یا بستی کے گشت کے لیے تجویز ہوئے ہیں، اور ان کو سمجھاویں اور بتلاویں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بندوں میں نافرمانی زیادہ ہو گی تو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے، لہٰذا جب تک نافرمانی کی کمی نہ ہو گی کسی طرح سے مصیبتوں سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ کوشش قدرت و ہمت جو ہم سب کے ذمہ ہے کہ نافرمانی کم سے کم ہو، چناں چہ انفرادی اور محلہ و بستی کی اصلاح کے لیے اللہ کے بعض بندوں نے ایک نظام مرتب کیا ہے آپ سے استدعا ہے کہ اس نظام کے جن اجزاء کا تعلق آپ سے ہے اس میں ہماری اعانت فرمائیں تاکہ اصلاحی خدمت کی تکمیل ہو اور ہم سب مصائب سے چھٹکارا پاویں۔ اس کے بعد اصلاحی نظام ان کو سنا دیا جائے، اور اس سلسلے میں ان سے نماز باجماعت کے متعلق خصوصاً ذیل کے عنوان نمبر ۴، ۳ کے موافق کہا جاوے۔

جن کو کلمہ نہیں آتا اُن سے تبلیغ کا طریقہ

۱) بھائی صاحب! ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ مرتے وقت منہ سے کلمہ نکلے اور یہ تجربے سے ثابت ہے کہ آدمی کی زبان پر جو چیز چڑھی، دل میں جو بسی ہوتی ہے وہی مرتے وقت زبان پر از خود جاری ہو جاتی ہے، اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ کلمہ شریف خوب پڑھتے رہا کریں، نہ وضو کی قید ہے نہ تعداد کی، چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے غرضیکہ جس طرح بن پڑے اس کے پڑھنے کی عادت رکھیں۔

۲) دوسری یہ ہے کہ کلمہ شریف کو صحیح پڑھنا ضروری ہے۔ جس طرح کھانے میں نمک کی کمی یا زیادتی سے مزہ خراب ہو جاتا ہے اسی طرح کلمے میں کمی بیشی سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے، اور ہمارے بہت سے بھائی جو پڑھے لکھے نہیں ہیں ان کو کلمہ گھر کے لوگ یاد کرا دیتے ہیں وہ بسا اوقات خود غلط یاد کیے ہوتے ہیں اس لیے غلط ہی یاد

کرا دیتے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ جو ہمارے بھائی ایسے ہیں کہ ان کو کلمہ پڑھے لکھے سے یاد کرنے کا موقع نہیں ہوا ہے ان کو صحیح کلمہ سنا کر ٹھیک کرا دیں۔ چناں چہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں آپ بھی پڑھیے تا کہ اگر کوئی کسر ہو تو وہ نکل جائے۔

خطاب برائے تارکِ نماز

۱) بھائی صاحب! ایک بات کہنی ہے کہ آخرت کی تباہی کے علاوہ آج کل کی مصیبت و پریشانی کا اصلی سبب ہم سب کے اعمال ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مصیبتیں دور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سب لوگ دعائیں کریں اور اپنے اعمال درست کریں۔ اس لیے اس کا اہتمام کیجیے کہ نماز کے وقت مسجد پہنچا کیجیے تا کہ جماعت کے ساتھ دُعا کرنے میں آپ بھی شریک ہوں۔ آپ دُعا کے وقت آمین کہتے رہیے، اس طرح سب دُعائیں آپ کی طرف سے بھی ہوں گی۔

۲) کلمۂ طیبہ کی کثرت ضرور رکھیے۔

۳) یہ بہت سوچیے کہ آخرت کی کیا تیاری کی ہے؟

خطاب برائے تارکِ جماعت

۱) بھائی صاحب! آپ سے اعانت کی گزارش ہے کہ جو لوگ آپ سے خاص تعلق رکھتے ہیں اور آپ کا کہنا ٹالنا ان پر گراں ہے ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی طرف متوجہ کیجیے۔ آپ کو اجر ملے گا۔ جماعت کا ثواب ستائیس گنا زیادہ ہے۔ پھر آپ کی وجہ سے جو جماعت میں آوے گا آپ کے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب الگ لکھا جائے گا۔

۲) کلمۂ طیبہ کی کثرت ضرور رکھیے۔

۳) یہ بار بار سوچیے کہ آخرت کی کیا تیاری کی ہے؟

تارکِ زکوٰۃ و قربانی و صدقۂ فطر کے لیے

بھائی صاحب! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو پیدا کیا۔ انسان بنایا۔ پھر مسلمان

یعنی سرکاری آدمی۔ پھر ہم میں سے بعضوں کو صاحبِ مال بنایا اور بعضوں کو صاحبِ جمال و کمال۔ ہر ایک کو اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل و عطیہ سمجھے۔ آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کو اتنا مال دیا ہے کہ ضروریات سے بچ جاتا ہے تو اس کے متعلق حکمِ خداوندی معلوم کریں کہ اتنے مال میں کتنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے اسی کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ اور جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس پر صدقۂ فطر اور قربانی بھی ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ اپنے گھر کی مستورات کو زکوٰۃ، قربانی اور صدقۂ فطر کی اہمیت کی طرف متوجہ فرمائیں کہ زیور، گوٹہ، ٹھپہ کی زکوٰۃ احتیاط سے نکالتی رہیں کیوں کہ اس میں کوتاہی کرنے پر سخت عذاب کا اندیشہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[۳۲۳] قیامت کے روز زکوٰۃ نہ دینے والوں کا مال ایک بہت زہریلے سانپ کی شکل میں کر دیا جائے گا جو اس کی باچھیں پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ اس آیت کی یہی تفسیر حدیث شریف میں آئی ہے۔ اور دسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو زکوٰۃ، قربانی یا فطرہ نہیں دیتے ہیں تو ان کو بتلا دیجیے کہ قیامت کے روز ان کے روپیوں پیسوں اور چاندی سونے کو چاندی سونے کی تختیوں میں کر کے اس کو جہنم کی آگ سے تپا کر اس سے ان کے پہلو اور پیشانیاں اور چہرے داغے جائیں گے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جاویں گی تو پھر تپائی جاویں گی اور یہ معاملہ قیامت کے اتنے بڑے دن میں ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ اس مضمون کو آپ یاد کر لیں یا لکھ لیں اور مستورات کو ہفتہ وار یا ماہانہ سناتے رہیں۔ اسی طرح اور جس کو آپ مناسب سمجھیں جو اس معاملے میں سُستی کرنے والا ہو ان کو مطلع کر دیں۔ زیور کے علاوہ زکوٰۃ مالِ تجارت میں بھی ہوتی ہے۔ بہر حال زکوٰۃ کی تشریح و تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ جن کے پاس مالِ تجارت ہو یا سونا چاندی ہو وہ کتابیں دیکھیں یا علما سے پوچھ کر حکم معلوم کریں کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

۳۲۳؎ اٰل عمرٰن: ۱۸۰

روزہ کے تارک سے

بھائی صاحب! رمضان شریف آرہے ہیں یا شروع (جیسا موقع ہو ویسی گفتگو کرے) ہو چکے ہیں اس کے متعلق ایک خاص گزارش آپ سے کرنے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اپنے بیوی بچوں کو خاص تاکید روزہ کے لیے کر دیں اور اس کا بڑا لحاظ رکھیں کہ بلا کسی مسلمان حکیم یا ڈاکٹر کے مشورے کے روزہ ہر گز نہ چھوڑیں، اور اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے آپ یا آپ کے گھر والے روزہ نہ رکھ سکیں تو کسی اور کے سامنے ہر گز کچھ نہ کھائیں پئیں۔ بالخصوص سڑک پر بیڑی سگریٹ، پان کھانا اس سے بہت سختی کے ساتھ بچیں۔ کیوں کہ یہ اس مبارک مہینے کی بے حرمتی ہے جو کسی طرح درست نہیں، اور ان چیزوں سے ضرور بچیں جو روزے کو خراب کرنے والی ہیں۔ ان باتوں کو روزہ کے مسائل اور احکام کے پرچوں سے بہ سہولت ہم لوگ معلوم کرسکتے ہیں۔ خود دیکھیے یا سنیے اور دوسروں کو دکھائیے اور سنائیے۔

تارک فرض حج کے لیے

بھائی صاحب! دین کی ایک بہت ضروری بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اسلام کے ارکان میں سے ایک فریضہ حج بھی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنا روپیہ پیسہ دیا ہے جو صرف مکہ شریف ہی جاسکتے ہیں ان پر بھی حج فرض ہو جاتا ہے اگرچہ مدینہ شریف جانے کے مصارف نہ ہوں۔ لہٰذا آپ کے دوستوں اور عزیزوں میں جن کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے ان کو اس بات سے آگاہ کر دیں۔ بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ جب تک مدینہ شریف کی رقم کا انتظام نہ ہو حج فرض نہیں ہوتا۔ یہ بات درست نہیں۔ اور فرمایا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب حج فرض ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا چاہیے۔ اس میں سُستی نہ کی جائے کیوں کہ اس کے لیے بہت سخت وعید و دھمکی حدیثوں میں آئی ہے۔ چناں چہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری یا ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والی بیماری حج سے روکنے والی نہ ہو اور پھر بے حج کیے مر جائے اس کو اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہو کر

مرے یا نصرانی ہو کر۔[۳۲۴] اس سے سخت اور کیا دھمکی ہو سکتی ہے! آج کل حج (اتنے) سو روپے میں ہو جاتا ہے، اور مدینہ شریف جانے کے لیے (اتنا) صرفہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق تفصیلی معلومات مقامی علماء سے معلوم کریں یا کتاب معلّم الحجاج سے۔

ہاں! ایک بات دریافت کرنا ہے کہ آپ کے محلّے یا بستی میں آپ کے علم میں ایسے کوئی صاحب ہوں جن پر حج فرض ہونے کا خیال ہو ان کا پتا لکھا دیں اور موقع پر آپ بھی ان کو اس کی طرف متوجہ کریں ہم بھی اس کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے مل کر کچھ کہیں گے۔

ولادت، کان چھیدنا، ختنہ، عقیقہ، بسم اللہ، منگنی، نکاح، رخصتی اور ولیمہ کے متعلق

اس وقت اہم بات کی طرف آپ کو متوجہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ[۳۲۵] یعنی تمہارے لیے ہم نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل جتنی بھی ہو سکے اتنی کرنی چاہیے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہر بات بتلادی ہے کہ اس طرح کرو۔ اور ہمارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ بچے کی پیدایش، عقیقہ، ختنہ، بسم اللہ، ناک و کان چھیدنا، ختمِ قرآن شریف، منگنی، نکاح، رخصتی، ولیمہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا طریقہ معلوم کریں اور اس پر عمل کریں۔ جس طرح ہم نماز اور روزہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے پر ادا کرتے ہیں اسی طرح ان باتوں کو بھی کریں، اور اپنی مستورات کو ہدایت کر دیں کہ محلہ برادری غیر مسلموں کی رسموں سے اس موقع پر بھی جس طرح ایک ناپاک قطرہ پیشاب اور خون کا سارے کنویں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح ان تقریبات میں کوئی ایک رسم مل جانے سے ان تقریبات کو بے برکت کر دیتا ہے۔

---

۳۲۴ مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۲۲، کتاب المناسک، المکتبۃ القدیمیۃ

۳۲۵ الاحزاب: ۲۱

سو کتنی بڑی کوتاہی و غلطی ہے کہ ہماری تقریب ایسی ہو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے پر اگر ہم نہ چلیں گے تو قیامت میں ہم کیا منہ دکھائیں گے؟ بس اس میں ہمّت کی ضرورت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص میری سُنّت کو مضبوطی سے اختیار کرے اس وقت جب کہ لوگ دین سے غفلت میں مبتلا ہوں تو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ سو ایسے بڑے درجے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرکے ہم پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس میں ہمیں کسی کی مخالفت سے گھبرانا نہ چاہیے اور ہمارا حال یہ ہونا چاہیے۔

پھرتے ہیں کہیں سیل حوادث سے مردوں کے منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
مدِ نظر تو مرضیٔ جانا نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

خرید و فروخت، کرایہ، رہن و دیگر معاملاتِ تجارت شرکت، مزارعت کے متعلق

اس وقت ایک نہایت ضروری بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا مقصود ہے، گو آپ کو ان باتوں کا خیال تو ہوگا مگر ان کی طرف زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[۳۲۶] یعنی تمہارے لیے ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بناکر بھیجا ہے۔ لہٰذا اس نمونے کے موافق اپنی زندگی بناؤ۔ سو اسی زندگی کا ایک حصہ ہمارے مُعاملات ہیں یعنی خرید و فروخت، رہن، زراعت، تجارت۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حدیں مقرر کردی

۳۲۶؎ الاحزاب:۲۱

ہیں۔ بعض تجارتیں منع کردی ہیں۔ جیسے شراب وسور کی خرید وفروخت، اسی طرح اور بھی تجارتیں ہیں۔ بس جس طرح دنیا کے حاکم کے قانون کے موافق ہم تجارت کرتے ہیں، مثلاً: ہم میں سے ہر شخص کارتوس، بندوق کی تجارت نہیں کرسکتا، اگر بلا لائسنس کرے گا تو جیل خانہ بھگتنا ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی کے ساتھ یہ معاملات کرنا چاہئیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص تجارت کرے سچائی اور امانت کے ساتھ قیامت میں اس کا حشر عالم باعمل اور نبیوں کے ساتھ ہوگا۔[۳۲۷] سو یہ کتنی بڑی دولت ہے! اس لیے ہم جس کام میں مشغول ہوں اس کا شرعی حکم معلوم کرنا ہم کو ضروری ہے۔ وہ علماء سے معلوم کریں۔ اور دین کی کتابوں میں اس کے لیے سہل طریقہ یہ ہے کہ محلّے کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور جس وقت دینی کتابیں سنائی جاتی ہیں سُنیں اور علماء سے مسائل پوچھیں۔ دیکھیے عام طور پر لوگ غلطی کرتے ہیں کہ بلا بُور آئے یا بُور آنے پر فصل بیچتے ہیں اس میں اور جوئے میں کیا فرق ہے؟ جس مکان کو رہن رکھا ہے اس مکان میں بلا کرایہ یا کم کرایہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان میں اور سود میں کیا فرق ہے؟ اس قسم کی بہت سی غلطیاں کرتے ہیں۔ ان سب کا علاج یہی ہے کہ جو کام کریں اس کے متعلق معلوم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان ہے۔ تجارتی معاملات کے متعلق ایک رسالہ ''صفائی معاملات'' میں ضروری احکام جمع کردیے ہیں اس کا تو مطالعہ ضرور ہی کریں تاکہ آخرت کی تباہی سے ہم بچے رہیں۔ وہ نفع دنیا کا جس سے آخرت تباہ ہو کس کام کا ہے۔ اگر ہم نے اس میں سُستی و کوتاہی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت میں کیا منہ دکھائیں گے! اور یہ کہ اس کا نتیجہ بھی اچھا نہ ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قید خانے میں داخلہ ہوگا۔ جہاں آگ، بچھو،، سانپ کا عذاب ہے۔ سو یہاں کے قید خانے سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے قید خانے سے نہ ڈرنا کتنی بڑی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ایسی باتوں سے بچاویں جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔

---

۳۲۷ جامع الترمذی: ۲۲۹/۱، باب ماجاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم، ایچ ایم سعید

لباس، وضع و دیگر مُعاشرت کے متعلق

بھائی صاحب! ایک خاص بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس سے بڑا کوئی نہیں۔ وہ ہمارا آقا ہے، حاکم ہے اور تمام حاکموں کا حاکم ہے بلکہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ اور مالک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے آقا، حاکم و مالک ہیں تو ہم ان کے غلام و محکوم و مملوک ہیں۔ سو جس طرح ہر محکمے میں ایک وضع و لباس مقرر ہوتا ہے جس سے دوسروں سے نمایاں فرق ہو جاتا ہے، دیکھیے سپاہی اور ڈاک خانے کے ملازم کو ہر شخص دور سے دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔ ڈاکیہ کو آتے دیکھ کر ہر شخص اس کی طرف جلد متوجہ ہوتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر روپیہ نہیں دے گا تو خط کے ملنے کی تو اُمید ہے، اور سپاہی کو دیکھ کر ہر شخص خائف ہوتا ہے کہ خدا خیر کرے، اور یہ چاہتا ہے کہ میری طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب لباس وضع کا اثر ہے۔ اگر کوئی ملازم اپنے عملے کا لباس نہ اختیار کرے اور کام انجام دے تو مجرم قرار پا کر معطل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیع و فرماں بردار بندوں یعنی مسلمانوں کے لیے ایک وضع و لباس مقرر کیا ہے، اس کے اختیار کرنے سے دوسروں پر رُعب و ہیبت بیٹھتی ہے، اس وضع ولباس کے خلاف کرنے سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا رعب و داب ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے اس کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ لہٰذا شرعی وضع و لباس کی پابندی نہ صرف ہمارے ذمہ ہی ضروری نہیں بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی اس کا پابند کرنا ضروری ہے۔ شرعی وضع ولباس کے متعلق چند ضروری باتیں اپنے گھر والوں کو بتلادیں تاکہ بچوں کو شروع ہی سے اسلامی وضع و لباس کا پابند بنادیں: (۱) ٹخنہ ڈھانکنا مردوں کے لیے حرام ہے۔ لہٰذا پائجامہ و لُنگی میں اس کا خیال رکھیں۔ (۲) گھٹنے کھولنا بھی حرام ہے۔ لہٰذا اس سے اونچا کپڑا نہ استعمال کریں۔ (۳) کوئی ایسا لباس و وضع نہ ہو جو کفار وفساق کے ساتھ خاص ہو یعنی اس کے استعمال کرنے سے لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ

فلاں گروہ کا لباس یا وضع بنائی ہے۔ جیسے انگریزی بال رکھنا، ہیٹ لگانا، کوٹ پتلون پہننا، میز کرسی پر کھانا کھانا، داڑھی کترانا جب ایک مُشت سے کم ہو یا داڑھی بالکل نہ رکھنا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔ جس طرح ایک سپاہی کی بحالی وترقی کے لیے ضروری ہے کہ اپنی غلطی کی مُعافی چاہے اور اپنی وردی کی پابندی کرے اسی طرح ہر مسلمان کی فلاح اور کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ غلطی سے توبہ کرکے اپنی وضع ولباس کو درست کرے اور آیندہ کے لیے اسلامی وضع اختیار کرے اور یہ سوچے کہ اپنی مسلمان بہن کا دوپٹا اوڑھنا ہم کو کس قدر گراں ہوتا ہے سو مسلمان بہن کی مشابہت سے اس قدر نفرت اور بددین اور باغی لوگوں کے وضع ولباس سے ذرا سی گرانی نہ ہو یہ کیا بات ہے؟ اگر ہماری حالت ایسی ہو تو سمجھنا چاہیے کہ دل میں صحیح حِس نہیں رہی اور دل بیمار ہوگیا ہے، جیسے غلیظ کی بدبو محسوس نہ ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ دماغ ہمارا بیمار ہے اس کے لیے علاج کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ کسی دیندار اللہ والے کے پاس جاکر بیٹھیں، اس کی باتیں سُنیں، جماعت سے نماز پڑھیں۔ مسجد میں کتاب سنائی جاتی ہے اس کو سُنیں۔ اس سے ہمارے دل کی تندرستی پیدا ہوگی۔ اور بُری باتوں سے نفرت ہونے لگے گی۔

اخلاقیات

اچھی خصلتوں کے حاصل کرنے اور بُری عادتوں سے بچنے کے متعلق

بھائی صاحب! ایک بہت اہم بات عرض کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں میں بعض بیماریاں عارضی ہوتی ہیں اور بعض اصلی، جیسے خارش کا مرض ہے کہ اس سے تمام بدن میں دانے نکل آتے ہیں زخم ہوجاتے ہیں، یہ تکالیف عارضی ہیں اور اصلی مرض خُون کی خرابی ہے۔ جب تک خُون کی خرابی دور نہ ہوگی اس وقت تک برابر دانے نکلتے رہیں گے۔ اسی طرح دینی بیماریاں بھی دو طرح کی ہیں: ایک عارضی، وہ اعضا کی بیماری ہے۔ اور ایک اصلی جو دل کی بیماری ہے۔ عارضی بیماری نماز نہ پڑھنا، جماعت کا اہتمام نہ ہونا، زکوٰۃ نہ دینا ہے۔ اصلی بیماری جو اس کا سبب ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہونا ہے، جو دل کی بیماری ہے۔ چناں چہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایاہے کہ جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ تندرست رہتا ہے تو تمام جسم تندرست رہتاہے اور جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو تمام اعضا بیمار ہو جاتے ہیں۔ اعضا کی بیماری یہ ہے کہ اعضا اپنے فرائضِ منصبی کو پورا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جیسے آنکھ کی بیماری یہ ہے کہ وہ چیزیں جو شریعت نے منع کی ہیں مثلاً نامحرم پر نظر کرنا، کان سے گانے باجے کا سُننا، زبان سے جھوٹ بولنا، گالی دینا وغیرہ، ہاتھ سے کسی کو بلا قصور مارنا، پیر سے بُری جگہ جانا یا دماغ میں بُرے بُرے خیالات پکانا، یہ بُرے افعال دل کے بیمار ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دل جب تندرست ہوتا ہے تو ان سے وہی افعال سرزد ہوتے ہیں جس کام کے لیے یہ بنائے گئے ہیں یعنی اتباعِ سُنّت کے خلاف نہیں کرتے۔ اور یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے۔ لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہوا کہ ہم محققین علماء اور مشائخ اور اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کریں۔ اور یہی لوگ روحانی حکیم ہیں۔ جس طرح سے جسمانی امراض کے علاج کے لیے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح سے روحانی امراض کے علاج کے لیے روحانی معالج کی ضرورت ہے۔ بلکہ زیادہ ضرورت ہے۔ روحانی امراض تو ایسے امراض ہیں جو کہ بغیر کسی روحانی طبیب کے زائل ہی نہیں ہوسکتے ہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ لہٰذا جلد سے جلد ہم کو اپنے اخلاق درست کرنے کی فکر ہونا چاہیے جو کہ اس زمانے میں فرضِ عین ہے، اور بجُز اس کے کوئی صورت نہیں کہ دینی فتنوں سے حفاظت ہوسکے جس کی آج کل بے حد کثرت ہے۔

احقر
ابرار الحق عفی عنہ
ناظمِ اشرف المدارس، ہردوئی

اشرف النظام

لاصلاح العام والتام

جس میں دین کے جماعتی کام کے ضروری اور مفید اُصول اور اپنی اور اپنے گھر والوں اور اپنے محلّے اور بستی و شہر اور بیرونی بستیوں کے اصلاح ودرستگی کی آسان آسان تدبیریں اور طریقے جمع ومرتب کردیے گئے ہیں

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ سید محمد ابرار الحق صاحب حقی دامت برکاتہم

مجازِ بیعت حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی قدس سرہٗ

ناظم مجلس دعوۃ الحق ومدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی، یو۔پی

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ

جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے "مجلس دعوۃ الحق" کے کام کو شروع کرنے کی توفیق بخشی تو اس کے لیے ایک تفصیلی نظامِ اصلاح کی سخت ضرورت محسوس ہوئی تاکہ لوگ عوامی تبلیغ کے مفاسد سے حتی الامکان بچ سکیں جن کا ذکر مقدمۂ "اشرف النصائح" میں آچکا ہے۔ نیز یہ کہ بلا نظام و انتظام کے کام میں استحکام و برکت نہیں ہوتی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی تفصیلی صورت اس ناکارہ کو مرتب کرنے کی توفیق بخشی جس پر بحمد اللہ تعالیٰ عمل کرنے سے جابجا اس کا نفع ظاہر ہوا اور ہو رہا ہے۔

اب احباب کے اصرار اور ضرورت کی بنا پر اس نظام کو شایع کیا جارہا ہے:

۱) مجلسِ دعوۃ الحق کے قیام کے اُصول۔ ۲) گھریلو اصلاح کے اُصول۔ ۳) مقامی اصلاح کے اُصول۔ ۴) بیرونی اصلاح کے اُصول۔

اس مجموعے کا نام "اشرف النظام لاصلاح العام والتام" تجویز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول اور اس ناکارہ کے لیے مغفرت کا سبب بناویں۔ نیز اہلِ علم و غیر اہلِ علم حضرات مبلّغین کی خدمت میں درخواست ہے کہ جن کے ذہن میں کوئی مفید مشورہ آئے اس سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر مرحمت فرمائیں گے۔

والسلام

ناکارہ خادم ابرار الحق عفا اللہ عنہ

۱۳/ رجب ۱۳۷۹ھ

اُصولِ قیامِ مجلس دعوۃ الحق

۱)کسی مسجد یا کسی اور جگہ جہاں لوگ جمع ہو سکیں اوّلاً دین سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت اور فضیلت بتلا کر ان کو متوجہ کیا جاوے کہ اس کام میں مقدور بھر حصہ لیں،اور جو صاحب اپنی اور اپنے متعلقین کی اصلاح چاہیں اور دوسروں کی دینی خدمت کرنا چاہیں وہ فلاں جگہ جا کر اپنے کو پیش کریں اور اس کے حدود و طریقے کو معلوم کر کے حسبِ ہدایت عمل کریں۔

۲)جو صاحب اپنے کو مجلس دعوۃ الحق کا رُکن بننے کے لیے پیش کریں پہلے اُن کو اشرف النصائح کے مضامین سے مطلع کر کے بتلادیں کہ ان میں سے اسلامی وضع ولباس، نماز باجماعت کی پابندی اور سیاسیاتِ حاضرہ سے عملی علیحدگی فی الحال ضروری ہے۔ بقیہ اُمور کے لیے اصلاح کا پکا ارادہ کافی ہے۔

۳)جب اس طرح کے کچھ اشخاص تیار ہو جاویں تو سب کو جمع کر کے کہا جاوے کہ اپنے میں سے جن کو دینی باتوں کے علم وعمل میں بڑا اور مستعد خیال کرتے ہوں باتفاق ناظمِ مجلس منتخب کرلیں۔

۴)ناظمِ مجلس خود اپنا نائب کسی کو تجویز کرلیں۔

۵)ناظم کے علاوہ بقیہ حضرات اراکینِ مجلس شمار ہوں گے جن میں اضافہ ناظمِ مجلس بعد میں کرتے رہیں اور اس سلسلے کو اہتمام سے پھیلاتے رہیں۔

٦)ناظمِ مجلس اہم اُمور میں ارکان سے مشورہ کر کے جو مناسب ہو اس پر عمل کریں، کثرتِ رائے کی پابندی ضروری نہیں۔

۷)اراکین مشورہ دینے کے بعد ناظم کی ہدایت کی پابندی کریں۔

۸)ناظم کی تبدیلی بھی باتفاقِ آراء ہو گی۔

۹)ناظمِ مجلس نظامِ اصلاح کی ہدایات کی طرف اراکین کو متوجہ کرتے رہیں اور کوتاہی پر مناسب عنوان سے فہمایش کریں خصوصاً اشرف النصائح کی دفعہ نمبر ۱۵ کی طرف۔

کیوں کہ یہ خود اپنی اصلاح کی بنیاد اور باقی درجاتِ اصلاح کی جڑ ہے۔

۱۰)اہم اُمور اور ضرورتوں پر قریب یا دور کی مجلسِ دعوۃ الحق سے مشاورت کرتے رہیں۔

۱۱)پھیلاؤ کے مقابلے میں کام کے استحکام یا مضبوطی پر زیادہ نظر رکھیں، یعنی جس محلّے یا گاؤں یا حلقے میں کام کریں اس میں کوشش کریں کہ یہ جگہ اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ بن جائے، اور جب تک اس جگہ چند آدمی کام میں پختہ اس کو پوری طرح سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں دوسری جگہ سلسلے کو نہ پھیلائیں بجز اس کے کہ کوئی شدید غیر معمولی صورت یا ضرورت ہو۔

۱۲)جدید مجلس دعوۃ الحق والے قدیم مجلس والوں کے ساتھ کام کرنے کا زیادہ اہتمام کریں، اور ناظمِ مجلس یا رکنِ مجلس ہونے کے بعد مقامی کام شروع کرنے سے پہلے قریب کی مجلس میں جاکر عملی طور پر کام سیکھنے کی سعی و کوشش کریں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو قریب کی مجلس سے کسی کام کرنے والے کو بلوا کر اس سے سیکھیں پھر مقامی کام شروع کریں۔ خلاصہ یہ کہ مجلسِ دعوۃ الحق کا پہلا کام اپنی گھریلو اصلاح ہے، پھر مقامی اصلاح کے طریقے کو سیکھ کر مقامی اصلاح کا درجہ ہے، اس کے بعد بیرونی اصلاح کا۔

گھریلو اصلاح

(یعنی خود اپنی اور اپنے گھر والوں کی)

۱)اشرف النصائح اور اُصول فلاحِ دارین ہر روز ایک بار پڑھے اور جو کوتاہی معلوم ہو اس کی اصلاح کی فکر میں لگے رہیں۔

۲)گھر والوں کو کسی وقت حیات المسلمین، حکایاتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، گلزارِ سنّت، پھر اصلاح الرسوم، حقوق الاسلام اور حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات اور آسان کیے ہوئے مواعظ کچھ نہ کچھ سناتے رہیں۔ مسائل اور عقائد کی باتوں کے لیے پہلے تعلیم الاسلام کا پہلا حصہ سنا دیں اور نماز یاد کرادیں، یاد ہو جانے کے بعد معنٰی بھی یاد کرادیں اور بقیہ مسائل و عقائد کے لیے

بہشتی زیور، ورنہ تعلیم الدین اور بہشتی ثمر کو سناتے رہیں۔ گلزارِ سنّت کے موافق اپنی اور اپنے متعلقین کی زندگی ڈھالنے کی کوشش رکھیں۔

۳) اپنی بیوی بچوں کی نماز، وضع ولباس اور معاملات و اخلاق کی کوتاہی پر فہمایش اور اظہارِ ناراضی کریں۔ اور پھر نہ مانیں تو ذرا سختی سے فہمایش کریں، اس پر بھی اثر نہ ہو تو اُن کی پوری حالت کی اطلاع اپنے مصلح یا کسی مصلح سے (جن کی پہچان قصد السبیل اور اشرف النصائح اور حیات المسلمین روحِ ہفتم میں ہے) عرض کرکے اصلاح کا طریقہ معلوم کریں اور اس پر عمل کریں۔ مصلح سے دعا کی درخواست بھی کریں اور خود بھی برابر دعا کرتے رہیں۔ بس جس طرح اپنے بیوی بچوں کی جسمانی بیماری کے علاج کی فکر رہتی ہے اسی طرح فکر رکھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیوں کہ جان کی حفاظت سے زیادہ ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔ جو موجودہ حالات میں بلا خاص اہتمام وفکر کے دشوار ہے۔

۴) ہر ہفتہ کسی کا وعظ سنوا دیا کریں۔ اگر ہر ہفتہ ممکن نہ ہو تو پھر جس قدر جلد ممکن ہو اپنے گھر وعظ کا انتظام کریں۔ اگر مقامی واعظ کا انتظام نہ ہوسکے تو باہر سے بلانے کا انتظام کریں۔ اس کے لیے مصارف کا نظم قائم کریں۔ جس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ دین سیکھنے، سکھانے کے سلسلے میں مقرر کرلیں اور اسی کو جمع کرتے رہیں، یا آٹے کی چٹکی کا سلسلہ اپنے یہاں قائم کرادیں اور ہر ہفتہ اس آٹے کو خود خرید کر رقم اس ہانڈی میں جمع کرتے رہیں یا دونوں سلسلے جاری رکھیں۔ چٹکی سے بڑے بڑے ادارے چل رہے ہیں۔ (الحمد للہ اس وقت دعوۃ الحق کے مکاتب کی تعداد ۷۰ تک ہوگئی ہے جو اس نظام سے چل رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے خدمات دعوۃ الحق۔ اجمالی حال دعوۃ الحق۔) بس تھوڑی سی ہمّت اور انتظام کی ضرورت ہے۔ وعظ کا انتظام اپنے مصلح یا کسی مصلح یا کسی محقق عالم سے کرادیں۔ از خود ہرگز منتخب نہ کریں اور جب تک ایسے واعظ نہ ملیں اس وقت تک حضرت حکیم الامت کے مواعظ جن کی تسہیل ہوچکی ہے وہ سنادیا کریں۔ تسہیل شدہ مواعظ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ یا ملفوظاتِ حضرت مجدّد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی سنادیا کریں۔ مکتبۂ اشرفیہ

جو اشرف المدارس ہر دوئی کا ہے اُس سے بھی منگوا سکتے ہیں۔(بعض اکابر کی رائے ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سنانا ہی اولیٰ ہے، کیوں کہ ایسے واعظ ملنا روز بروز عنقا ہوتا جارہا ہے۔ لہٰذا جہاں جیسا مناسب ہو ویسا ہی عمل کیا جاوے۔ خواہ حضرت کے مواعظ سے ابتدا کی جاوے خواہ کسی واعظ کے بیانات سے۔)

۵)اگر محلہ یا بستی میں معتبر واعظ یا عالم کے وعظ کا انتظام ہو تو اہتمام سے اپنے بیوی بچوں کو وہاں بھیجے اور پردے کی خاص تاکید کردے۔

۶)جب اپنے محلہ یا بستی میں کوئی معتبر واعظ یا عالم یا بزرگ کے تشریف لانے کی اطلاع ہو تو اہتمام کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو اور خاموش بیٹھ کر ان کی باتیں سنے۔ کسی ضروری بات کے پوچھنے میں بھی کوئی مضایقہ نہیں۔ آج کل ایسی صحبت کی بہت سخت ضرورت ہے۔ ایسی صحبتوں سے دین کے کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے۔ یہ صحبت ایسی اہم چیز ہے کہ اگر کسی بستی میں جانا ہو اور وہاں کوئی عالم یا بزرگ ہوں تو ان سے ضرور ملنا چاہیے اس میں بڑے فائدے ہیں۔

۷)ہفتہ میں کسی دن مسلسل تین نمازوں کے وقت محلہ بھر کی مسجد یا جامع مسجد میں مستحب اعتکاف کا معمول کریں اور اس وقت کو قرآنِ مجید کی تلاوت، اللہ کے ذکر، نفلی نمازوں اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں صَرف کریں۔ اگر اس جگہ مجلس دعوۃ الحق قائم ہو تو پھر اعتکاف کے ارادے کی اطلاع ناظمِ مجلس کو کردیں اور ان کے مشورے کے بعد اعتکاف کی جگہ مقرر کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر تین وقت کا اعتکاف نہ ہوسکے تو دو وقت ورنہ ایک وقت کا اعتکاف کرے۔ عورتیں اپنے گھر میں اعتکاف کریں۔ اعتکاف کے مسائل علما یا بہشتی زیور، بہشتی ثمر، تعلیم الدین سے معلوم کریں۔

۸)ہر مہینے تین دن برابر خواہ متفرق طور پر جس میں سہولت ہو اپنی بستی سے باہر جانے کے لیے اور دین سیکھنے سکھانے کے لیے مستعد رہیں، اگر اتنا وقت نہ نکل سکے تو ایک ہی دن اس کے لیے تجویز کریں اور اس کی اطلاع مجلسِ دعوۃ الحق جو اپنی بستی میں ہو یا کسی قریب کی جگہ ہو پہنچادیں اور وہاں کی ہدایت کے موافق اس وقت کو

صَرف کریں۔ اگر کسی باہر جگہ جانے کی نوبت نہ آوے تو اپنے محلّے کی مسجد میں اعتکاف کر کے وہ وقت مواعظ حضرتِ مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے توجہ سے پڑھنے میں صَرف کریں، اگر مالی گنجایش نہ ہو تو مجلسِ دعوۃ الحق میں اس کی اطلاع بھی کر دیں کہ صرف اتنا وقت دے سکتا ہوں۔

۹) اپنے بچوں کو پہلے دین کی تعلیم دلاویں یعنی قرآن شریف حفظ یا ناظرہ، پھر ضروری عقائد واحکام کی دینی اردو کتابیں، اس کے بعد کسی کاروبار یا دین و دنیا کی مزید تعلیم میں لگاویں۔

۱۰) ولادت، عقیقہ، ختنہ، بسم اللہ، نکاح، ولیمے وغیرہ کی تقریبوں کو شرعی طریقے پر انجام دینا طے کر لیں، اور علماء یا اصلاح الرسوم سے اس کی معلومات حاصل کر لیں۔ خلافِ شرع تقریبوں سے بچنے کا عزم کر لیں، اُن میں شرکت سے صاف انکار کر دیں، اگر اس کی ہمّت نہ ہو تو اپنے مصلح یا کسی مصلح سے اپنا حال ظاہر کر کے علاج معلوم کریں اور حسبِ ہدایت عمل کریں۔ اسی طرح غمی کے موقعوں پر مثلاً تجہیز و تکفین، ایصالِ ثواب وغیرہ سب شرع کے موافق کرنے کا عزم کر لیں اور مروّجہ طریقوں اور رسموں سے اہتمام کے ساتھ بچنے کا قصد رکھیں۔

۱۱) اشرف النصائح کو ہفتے میں دو بار یا ہر ہفتے اپنے گھر والوں کو سناتے رہیں۔ ان شاء اللہ اس نسخے پر عمل کرنے سے بہت جلد ہماری تمام حالتیں سنور جائیں گی۔ اگر کوئی صاحب مذکورہ بالا تمام دفعات پر کسی عارضی وجہ سے عمل نہ کر سکیں تو جتنی دفعات پر بھی کر سکتے ہیں ان ہی پر کریں اور بقیہ پر پورا پورا ارادہ اور فکر رکھیں۔ ان شاء اللہ اس کا نفع بھی پورا ہو گا۔

مقامی اصلاح

(یعنی احباب، اعزّا، محلّہ، بستی والوں کی اصلاح کا نظامِ عمل)

۱) چند مخلص دیندار جن کی ظاہری وضع و لباس شرع کے موافق ہو اور جو اشرف النصائح کی ہدایات پر کاربند ہوں یا اس کا عزم رکھتے ہوں ان کو لے کر یومیہ یا

تیسرے روز یا چوتھے روز یا ہفتہ وار اپنے محلّے یا بستی میں گشت کریں۔ مسجد کے قریب سے سلسلہ شروع کریں یا باوجاہت حضرات سے جیسی مقامی مصلحت ہو اس گشت میں ''اشرف الخطاب'' کی ہدایت کے موافق گفتگو کریں۔ اور گفتگو کرنے والے ''اشرف النصائح'' کی ہدایت کو بوقتِ گفتگو مستحضر رکھیں۔ جس کو کلمہ یاد نہ نکلے دو ایک دفعہ کہلا کر کسی مستعد و صالح شخص کے سپرد کردیں کہ وہ کلمہ مع معنیٰ یاد کرادیں۔ اسی وقت خواہ دوسرے اوقات میں۔ گفتگو میں ایسا طرز نہ ہو جس سے مخاطب کو شرمندگی یا اس کی تحقیر ہو۔ حتی الامکان اس کی رعایت کرے۔

۲) کسی وقت محلّہ یا بستی کی مسجد میں یا جہاں لوگ جمع ہوسکیں دینی کتابیں سُنانے کا انتظام کریں۔ مثلاً حیات المسلمین، گلزارِ سنت، حکایاتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اغلاط العوام، اصلاح الرسوم، حقوق الاسلام، قصد السبیل یا تسہیل قصد السبیل، خط امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، دعوت التبلیغ، تبلیغِ دین اور ملفوظات و مواعظ (تسہیل شدہ) حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ نیز اس وقت میں کلمہ، نماز اور کلامِ مجید جن کا صحیح نہ ہو ان کو صحیح کرادیں۔

اگر یہ کتابیں یا اور دینی مفید کتابیں جو مل سکیں مسجد میں یا کسی ایسی جگہ جہاں لوگ مطالعہ کرسکیں، رکھی جائیں تو بہت نفع کی اُمید ہے۔ اس نفع کا تجربہ ہوچکا ہے۔

۳) ہر ہفتہ مسجد یا محلّہ میں کسی ایسی جگہ جہاں لوگ جمع ہوسکیں، وعظ کا انتظام کیا جائے۔ اگر ہر ہفتہ نظم نہ ہوسکے تو جب بھی انتظام ہوسکے کریں اس میں سُستی نہ کریں (اس کے متعلق ضروری ہدایات ''گھریلو اصلاح'' میں ملاحظہ کی جاویں) وعظ میں مستورات کے لیے انتظام ضرور رکھیں۔

۴) اہلِ دیہات ہر مہینے ورنہ دوسرے تیسرے مہینے وعظ کا انتظام کریں۔ سرمایہ کی فراہمی ''گھریلو اصلاح'' کی مذکورۂ بالا ہدایات کے مطابق کریں۔ ایک سہل صورت یہ بھی ہے کہ فصل پر پیداوار کی کوئی مقدار خوش دلی سے نکال کر اس کی رقم جمع کرلیں۔

۵) (الف) محلّے یا بستی میں مکتب قائم کیے جاویں، اور جب قائم کرنا چاہیں تو مقامی یا

قریب کی مجلس دعوۃ الحق سے مشورہ کرلیں۔ اور مصارف کی فراہمی حسبِ ہدایت گھریلو اصلاح کریں۔ لوگ خوش دلی سے چندے میں شرکت کریں۔ قلیل رقم جو اخلاص سے ہو وہ زیادہ رقم سے بہتر ہے جو بلا اخلاص کے ہو۔ چندے میں جبر یا دباؤ کا طریق اختیار کرنا حرام ہے اور ایسے چندے میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایسے چندے سے سخت پرہیز کرے۔

(ب) جب تک مکتب قائم نہ ہوں تو بعد مغرب یا بعد عشاء وہ حضرات جو اشرف النصائح پر عمل یا عزمِ عمل رکھتے ہیں تھوڑا وقت دیں کہ کلمۂ طیبہ و نماز مع معنیٰ قرآن شریف کی تصحیح کرادیا کریں۔ اگر مجلس دعوۃ الحق قائم ہو تو وہ اس کا انتظام کرے۔ اہلِ محلہ یا بستی کو گھریلو اصلاح کی طرف متوجہ کریں اور اس کی اہمیت بتلادیں۔

۶) مستورات کو تبلیغِ دین کی اہمیت و فضیلت بتلادیں اور اس کا طریقہ سیکھنے پر آمادہ کریں۔ اور وہ اپنی اور دوسری مستورات کو دین پر ثابت قدم رہنے اور اپنے بچوں کی اصلاح کی فکر میں لگانے کی طرف متوجّہ ہوں۔

۷) اگر انتظام ہوسکے تو کسی عالم صاحب سے قرآن شریف کا ترجمہ نماز کے بعد سُننے کا انتظام کیا جاوے۔ از خود ترجمہ ہرگز نہ دیکھیے، اس سے غلط سمجھنے کا اندیشہ ہے۔ ترجمہ سنانے والے صاحب اگر بیان القرآن سامنے رکھ کر ترجمہ کرائیں تو بہت نفع کی اُمید ہے۔

۸) ہفتے میں ایک روز اجتماع کے وقت خواہ وعظ کا دن ہو یا کتاب سنانے کا، اشرف النصائح سنادی جایا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا نفع مشاہدہ ہوگا۔

ان دفعات میں سے جہاں جتنے پر عمل ہوسکے کیا جاوے وہ بھی نفع سے خالی نہ ہوگا۔

بیرونی اصلاح

۱) مقامی اصلاح کے سلسلے میں جب چند اشخاص ایسے ہوجائیں کہ جو اشرف النصائح پر عامل ہوں یا عزمِ عمل کا رکھتے ہوں اور ان کی ظاہری حالت شریعت کے موافق ہو تو بستی بھر کے لوگوں میں سے چند مستعد اور سمجھ دار اشخاص منتخب کرکے ناظمِ مجلس دعوۃ الحق دوسری جگہ بھیجنا تجویز کرے۔ (اور ان میں سے جو زیادہ سمجھ دار ہوں ان

کو امیرِ سفر تجویز کردیں) خواہ خود ہمراہ تشریف لے جاویں اور وہاں حسبِ ہدایات مقامی اصلاح کی جدوجہد کریں۔ لوگوں کو پہلے گھریلو اصلاح کی طرف متوجّہ کریں اس کے بعد مقامی اصلاح کی طرف، اور مقامی اصلاح کے سلسلے میں کام سیکھنے کی اہمیت کو بیان کیا جاوے اور مقامی یا قریب کی مجلس دعوۃ الحق سے کام سیکھنے کی ترغیب دیں۔

۲) سفر میں جانے سے قبل رسالہ ''آداب السّفر'' کا مطالعہ مناسب ہے یا ہمراہ رکھیں۔ اسی طرح رسالہ ''ادعیۂ ماثورہ'' ساتھ رکھیں۔ اور مسنون دعائیں وقت و موقع پر پڑھنے کا اہتمام رکھیں۔

۳) چلنے پھرنے، سونے جاگنے، کھانے پینے وغیرہ کے جملہ حالات میں سنّت کی رعایت کا اہتمام کریں۔ ''گلزارِ سنت'' کو ساتھ رکھیں، اس سے بڑی اعانت ملے گی۔ سفر میں مشق کرنا سہل ہے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ دوام کی توفیق ہو گی۔

۴) سفر میں حسب ذیل باتوں کا بڑا خیال رکھیں: زیادہ بات چیت سے اجتناب کریں۔ ہنسی مذاق سفر میں بالکل نہ کریں۔ اپنے عمل و برتاؤ سے یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ ہم غافلانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ زیادہ وقت ذکر اللہ، مطالعہ یا سکوت میں صَرف کریں۔ ضروری مسائل دریافت کرنے میں مضایقہ نہیں۔ امیر سفر کی اطاعت دل سے کریں خودرائی سے ہرگز کام نہ کریں۔ کوئی بات مشورہ و اصلاح کی ذہن میں آوے تو امیرِ سفر پر ادب سے ظاہر کریں۔ اس کے قبول کرنے پر اصرار نہ کریں، اگر وہ قبول کرے تو فبہا ورنہ اس کی ہدایت کو قابلِ عمل بنادیں اور اپنی رائے میں کوئی سقم یا کوتاہی تصوّر کریں۔ مناظرے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوں۔ بالفرض ایسا اختلافِ رائے ہو جس میں جواز و عدمِ جواز کی صورت نکلتی ہو تو اس معاملے میں شرکت نہ کرے مگر دوسروں پر اعتراض بھی نہ کریں۔ پھر سفر کے بعد کسی محقق عالم سے رجوع کرکے ان کے جواب کے موافق عمل درآمد کیا جاوے۔ ریل، موٹر میں استحقاق سے زیادہ جگہ نہ لیں۔ قوانینِ محکمہ کا لحاظ رکھیں۔ مسافروں کو آنے سے نہ روکیں بلکہ حتّی الامکان ان کے آرام و راحت کی کوشش کریں۔ نماز کو حتی الامکان جماعت سے نہایت سکون کے ساتھ ادا کرنے کا عزم رکھیں۔

۵)امیرِ سفر تعلّم و تعلیم کی جو خدمت سپرد کردیں اس کو بخوشی قبول کر کے اس میں مشغول ہوں۔

۶)گفتگو اور بات چیت میں امیر پر سبقت نہ کریں۔ اگر کوئی صاحب استفسارات کریں تو امیر کی طرف ورنہ نائب کی طرف (جو اس وقت کے لیے مقرر ہوں) متوجّہ کریں۔

۷)جہاں تک ہوسکے باوضو رہنے کی کوشش کریں اور ذکر اللہ کی کثرت رکھیں۔

۸)امیر کو از خود مطلع کردیں کہ مصارفِ سفر کے لیے کتنی رقم لائے ہیں تاکہ وہ اس کے موافق انتظام رکھیں۔

۹)کسی جگہ کی مہمانی اگر امیر قبول کرلیں تو کھانے پینے میں بے صبری سے بچیں، اور کھانوں کی اقسام میں جو قسم مزہ اور کیفیت کے لحاظ سے ادنیٰ شمار ہوتی ہو اس کو بھی کھائیں اور خوب رغبت سے۔

۱۰)بلا اِذن امیرِ سفر کوئی دعوت قبول نہ کریں، اور نہ کسی جگہ ملنے یا تفریح کرنے بلا اجازت جائیں۔ غرضیکہ جو کام بھی کرنا ہو اجازت سے کریں۔

۱۱)اشرف النصائح کا مطالعہ سفر میں ضرور رکھیں اور نماز و تبلیغ کی ہدایت کا خاص دھیان رکھیں۔

۱۲)قیام کسی ایسی جگہ کریں جو قریب مسجد کے ہو۔ وہاں انتظام نہ ہو تو مسجد میں بہ نیتِ اعتکاف مستحب داخل ہو۔ اعتکاف کے مسائل کا لحاظ رکھیں۔ اور وہاں کے قیام میں حسبِ ذیل کام میں مشغول رہے: تعلیم و تعلّم، تصحیحِ کلامِ مجید، تصحیحِ کلمۂ طیبہ و نماز، مذاکرۂ آدابِ مساجد و آدابِ تبلیغ۔ ان کاموں میں حسبِ ہدایتِ امیر صاحب مشغول رہیں۔

۱۳)دعوت بجز مخلص کے اور کسی کی نہ قبول کریں۔ اوّلاً عذر کریں، اور نہ قبول کرنے میں دل شکنی ہو تو قبول کرلیں۔ مگر ان شرائط کے ساتھ کہ مقامی کوئی صاحب نہ ہوں، کھانا سادہ ہو، ایک قسم کی ترکاری یا دال کافی ہے۔ کوئی فرمائش نہ کریں۔

۱۴)سامان اٹھانے اور لے جانے میں عار نہ کریں بلکہ اپنے رفقاء سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے سے کمزور رفیق پر بار نہ ہونے دیں۔ اسی طرح جو اپنے بزرگ ہوں اُن کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں۔ اور اپنی راحت پر رفقاء کی راحت کو مقدّم رکھیں۔

۱۵)گھر سے چلنے پر ناشتہ کچھ نہ کچھ ہمراہ رکھیں۔ شکر، گڑ، چنا، چائے اگر ساتھ رکھ سکتے ہوں تو رکھ لیں۔ ڈوری، بوریا یا بورا، صابن، دیا سلائی، موم بتی، مٹی کے ڈھیلے، لوٹا، لالٹین، پنسل، کاغذ، قطب نما، گھڑی ان چیزوں کے ہمراہ رکھنے میں آرام ملتا ہے۔ جن کی گنجایش ہو ساتھ رکھیں۔ سردیوں میں بقدرِ ضرورت بستر بھی ہونا چاہیے۔

❖❖❖❖

چین اِک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کرکے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

اشرف النصائح

جس میں سچّا اور پکّا مسلمان بننے، وعظ کہنے، تبلیغ کرنے اور دین سکھانے والوں کے لیے ضروری ہدایات جمع کی گئی ہیں۔ جن کا جاننا ہر مسلمان و مُبلّغ کے ذمّے ضروری ہے۔ جن پر عمل کرنے سے ہر مسلمان پکّا دیندار اور مُبلّغ عوامی تبلیغ کی مضرّت و مفاسد سے بسہولت بچ سکتا ہے۔

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ سید محمد ابرار الحق حقی دامت برکاتہم
مجازِ بیعت حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی قدس سرہٗ
ناظمِ مجلس دعوۃ الحق مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی (یو۔پی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا، اَمَّا بَعۡدُ

موجودہ حالات میں خصوصاً تبلیغی کوششوں یعنی مسلمانوں کو پورا اور پکّا مسلمان بنانے کی جس قدر اہمیت وضرورت ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ ہمارے حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے تو آج سے بہت پہلے ہی رسالہ ''دعوۃ الداعی'' میں مفصّل اس کی اہمیت کو دلائل کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اور رسالہ ''تفہیم المسلمین'' میں مختصراً حسب ذیل ارشاد ہے:

''غور کرنے سے یہ بات ذہن میں آئی کہ اس وقت فضائے زمانہ کا مقتضا یہ ہے کہ احکامِ الٰہیہ کے پہنچانے کا کام ہر شخص اپنے ذمّے لازم سمجھے اور ہر مسلمان اسی دھن میں لگ جائے جیسا ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا کہ علماوصوفیا، امراءورؤساء، امیر وغریب، خواندہ وناخواندہ سب کو یہی دُھن تھی کہ جتنا جس کو احکامِ اسلام کا علم ہے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ علما وعظ اور تذکیر کرتے تھے، صوفیا اپنی مجلسوں میں نورِ باطن سے اور اپنی پاکیزہ باتوں سے بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ تاجر اپنے معاملات اور باہمی ملاقات میں اس کام کو نہ بھولتے تھے۔ الخ''

(ہم لوگ بھی کچھ نہ کچھ اس کام میں لگتے ہیں مگر ہم لوگوں میں اور ان حضرات میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرات حدود کے ساتھ اور اس سے واقف ہو کر کرتے تھے اور ہم اندھا دھند اور بے ڈھنگے طریق پر۔ اسی وجہ سے وہ برکات و فوائد حاصل نہیں ہوتے اور مسلمان پکّے اور پورے مسلمان شاذ و نادر ہی بنتے ہیں۔)

عمومی تبلیغ کی اہمیت بہر حال معلوم ہوگئی اور بہت سے اللہ کے بندے اس میں مشغول بھی ہیں اور مختلف حلقوں میں مختلف طریقوں سے مختلف جماعتیں کام کررہی ہیں۔ چوں کہ مقصود کام ہی ہے لہٰذا کسی کو کسی خاص طریقے کی پابندی لازمی

وضروری نہیں، جس کو جو طریق آسان ومفید نظر آتا ہو اس کو اختیار کرے۔ البتہ دین کے اُصول اور تبلیغ کی حدود کا لحاظ رکھنا ہر جماعت اور ہر کام کرنے والے کے ذمے ضروری ہے۔ کیوں کہ تبلیغ کسی صورت میں واجب ہوتی ہے، کسی صورت میں مستحب اور بعض صورتوں میں ممنوع تک ہو جاتی ہے۔ تبلیغ کہاں واجب ہے، کہاں مستحب اس کا جاننا مُبلّغین کے ذمّے ضروری ہے تاکہ بے اعتدالی یا حدود سے نکل کر اُلٹے غُلو فی الدین کے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس کے متعلق بھی حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاحِ انقلاب جلدِ اوّل'' میں تنبیہ فرمائی ہے جو بہت اہم ہے۔ اسی لیے حضرت کے الفاظ نقل کیے جاتے ہیں:

''البتہ عام احتساب یہ خاص ہے علماء کے ساتھ، اور عوام کی تصدّی اس کے لیے اکثر موجبِ فتنہ وعداوت ہو جاتی ہے۔ نیز عوام اکثر احتساب کے حدود بھی نہیں جانتے اس لیے غلو فی الدین کی نوبت آجاتی ہے۔ نیز اکثر عوام نفس کو مہذّب کیے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کے احتساب میں بکثرت نفسانیت ہوتی ہے اس معنیٰ کے افادہ کے لیے بعض مفسّرین نے وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ میں مِنۡ کو تبعیضیہ کہا ہے۔ الخ''

اس ناکارہ نے متعدّد جگہ اور ایسے حضرات جو عرصے سے تبلیغِ عام میں مشغول تھے ان کی تبلیغ میں ایسے مفاسد کا خود مشاہدہ کیا جن کا تذکرہ ''اصلاحِ انقلاب''میں حضرت مجدّدِ اعظم نے فرمایا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ ایسے ضروری اُمور پیش کر دیے جاویں جن سے تبلیغِ عام کے ساتھ عوامی تبلیغ کی ان مضرّتوں سے حفاظت ہو۔ نیز حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عوامی تبلیغ سے ممانعت اور تبلیغِ عام کی اجازت سے جو ظاہری طور پر تضاد کا شبہ ہو سکتا ہے وہ بھی دور ہو جائے۔

تبلیغِ عام کی اہمیت کا حاصل یہ ہے کہ صرف علماء پر یہ بار نہ رکھا جاوے بلکہ غیر علماء بھی اس میں شریک ہوں اور اس طور پر شریک ہوں کہ عوامی تبلیغ کی مضرّتوں سے حفاظت بھی رہے، جس کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کے حدود اور آداب کا علم حاصل کر لیا جائے اور ان حدود کے ساتھ کام لیا جائے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز،

روزہ، حج کی اہمیت معلوم ہونے پر ان کو شروع کرنے سے قبل اس کے حدود، آداب اور مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ چناں چہ حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان حدود کو اصلاحِ انقلاب، آدابِ تبلیغ، الدعوۃ الی اللہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے اور ان حدود کی رعایت کی تاکید کی ہے۔ چناں چہ "آدابِ تبلیغ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"ہم تو یہ جانتے ہیں کہ خدا و رسول کا یہ حکم ہے اور نصوص کے اندر امر بالمعروف کا حکم موجود ہے اور اس کے نہ کرنے پر نکیر، بس اس کو کرو۔ الخ۔" (تفصیل کے لیے تجدید تعلیم و تبلیغ دیکھو۔)

"البتہ شرائط اور احکام کے ساتھ کرو، اندھا دھند مت کرو۔ فقہا نے اس کے قوانین و ضوابط مدوّن کر دیے ہیں۔ ان کو سیکھو۔ علماء سے پوچھو وہ تم کو راستہ بتلائیں گے۔ الخ" (تبلیغ کے احکام وحدود کو تفصیل کے ساتھ اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات میں بفضلہٖ تعالیٰ جمع کر دیا گیا ہے۔ جو شایع بھی ہو چکا ہے۔)

جس طرح تیمار داری کے لیے ڈاکٹر ہونا ضروری نہیں، تیمار داری کے اصول وضوابط سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ بجائے خدمت اور ثواب کے اُلٹے نقصان اور خُسران کا اندیشہ ہے، مثلاً: بعض حضرات کسی مبتلائے معصیت کو دوسروں کے سامنے اس طرح ٹوکتے یا عار دلاتے ہیں جس سے اُن کی تذلیل و تحقیر ہوتی ہے اور اپنے کو گویا افضل و برتر سمجھتے ہیں جیسا کہ اُن کی گفتگو اور دیگر آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ سو ایسی تبلیغ خود مُبلّغ کے لیے مضر ہے، اور ایسے شخص کے لیے تبلیغ کرنا ہی شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ اس طور پر تبلیغ میں مسلمان کی تحقیر، اُس کو عار دلانے اور کبر جیسے کئی مہلک گناہوں میں خود مبتلا ہو گیا۔ اس لیے حدود کا علم بہت ہی ضروری ہے۔ نیز اس ناکارہ نے یہ بھی محسوس کیا کہ بہت سے وہ حضرات جو دوسروں کی تبلیغ کی طرف متوجّہ ہیں وہ اپنے اور اپنے متعلقین کی اصلاح سے بے خبر ہیں۔ چناں چہ دیکھا گیا کہ بعضے وہ صاحبان جو دوسروں کو کلمے کی تلقین و نمازِ جماعت کی طرف متوجّہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے لیے طویل طویل سفر کرتے ہیں ان میں بعضوں کو کئی کئی برس ہو چکے ہیں کہ

خود انگریزی بال رکھنے داڑھی نہ رکھنے یا ایک مشت سے کم رکھنے سے بالکل پرہیز نہیں کرتے، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایسے اُمور کو خفیف سمجھتے ہیں اور بجائے اپنے کو مجرم و خطا کار جاننے کے غلط توجیہات و تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ اس سب کا منشاء ہی حدود کا صحیح علم نہ ہونا ہے، کیوں کہ اپنی اور اپنے توابع یا زیرِ نگرانوں و ماتحتوں کی اصلاح خود قرآنی نص سے فرضِ عین ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا[۳۲۸] (اپنے کو اور اپنے گھروں والوں کو جہنم سے بچاؤ) ایسے ہی اشخاص کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں صاحب نے ایک نصیحت فرمائی تھی کہ ''میاں اشرف علی! دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کے پیچھے اپنی گٹھڑی نہ اُٹھوا دینا۔ الخ

بہرحال اس نوع کی کوتاہیاں دیکھ دیکھ کر دل بہت کڑھتا تھا، اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے دعوۃ الحق کے کام کی توفیق مرحمت فرمائی تو ذاتی اصلاح اور عوامی تبلیغ کے مفاسد سے حفاظت کی خاطر چند اُمور مرتّب کرنے بیٹھ گیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک رسالے کی شکل میں کر دیا جس کا نام ''اشرف النصائح لاصلاح القبائح'' رکھ دیا گیا ہے جو درحقیقت ''تفہیم المسلمین'' کی دفعۂ اوّل کی تشریح ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ جب عملی کام دعوۃ الحق کا جاری کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک نظام مرتّب کرنے کی توفیق بخشی جس کا نام ''اشرف النظام لاصلاح العام والتام'' تجویز کیا گیا،[۳۲۹] اسی کا تتمّہ ''اشرف الخطاب'' ہے جس میں مضامینِ تبلیغ کو منضبط کر دیا گیا ہے۔ عوام مبلّغین کی سہولت اور مفاسد سے بچنے کے لیے سردست چند چیزیں لکھ دی گئی ہیں۔ جن کی ضرورت زیادہ تھی۔ بقیہ کا اضافہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوتا رہے گا۔ اس مجموعے کی ہدایات کے موافق بفضلہٖ تعالیٰ متعدد جگہ کام شروع ہو چکا ہے اور اس کے منافع اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعا کی برکت سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ اب تک دستی نقل سے کام

۳۲۸؎ التحریم: ٦

۳۲۹؎ جو بفضلہٖ تعالیٰ شایع ہو چکا ہے۔

ہوتا رہا اب احباب کے اصرار وضرورت پر اس مجموعے کو شایع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کو قبول فرمائیں اور اس ناکارہ کی مغفرت کا سبب بنائیں۔

درخواست: حضرات اہلِ علم کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مجموعہ میں اگر کوئی کوتاہی و غلطی معلوم ہو تو اس سے براہِ کرم اس ناکارہ کو مطلع فرماکر ممنون فرمادیں اور اس ناکارہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں، اسی طرح اس ناکارہ کی ان حضرات سے جو اس سے مستفید ہوں درخواست ہے کہ اس ناکارہ اور اس کے متعلقین اور والدین اور اساتذہ ومشایخ واعزاء واحباب کے لیے بھی دعائے مغفرت فرمادیں۔

والسلام

ناکارہ خادم ابرار الحق عفا اللہ عنہ

۱۳/ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ ۲۹/ جنوری ۱۹۶۰ء

چناں چہ اسی سلسلے میں ایک رسالہ ”اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات“ تبلیغ کی اہمیت وفضائل و آداب واحکام میں تفصیل کے ساتھ مرتّب کیا گیا ہے جو شایع ہوچکا ہے۔ اور دوسرا رسالہ ”اشرف الاصلاح“ ہے جس میں اصلاح کی تدابیر وطرق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ بھی طبع ہوچکا ہے۔

❖❖❖❖

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

حصۂ اوّل

اُن باتوں کے بیان میں جن کی پابندی سے ہر مسلمان اور تبلیغ کرنے والا پکا دین دار یعنی ولی اللہ بن سکتا ہے:(یہ باتیں اکثر ایسی ہیں جو فرض یا واجب یا سنّتِ مؤکدہ یا ان کے مقدمات ہیں، اور مقدمات اپنے مقاصد ہی کا حکم رکھتے ہیں جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور ان پر عمل کیے بغیر نجاتِ اخروی اور پوری کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور جو باتیں اس درجہ کی نہیں ہیں ان کا مرتبہ حاشیہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے تاکہ حدود کا علم رہے اور اعتقادی یا عملی غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔)

۱)اوّلاً تمام معاصی سے توبہ صدقِ دل سے کریں اور عزم رکھیں کہ حتی الوسع خلافِ شریعت کام نہ کریں گے اور نہ اس میں شرکت کریں گے اور نہ اعانت، اور کوتاہی ہونے پر فوری تدارک حکمِ شرع کے موافق کریں گے۔ توبہ سے قبل نمازِ توبہ پڑھ لینا بہتر ہے۔(گناہوں کا بیان ”حیوٰۃ المسلمین“ کی روح میں دیکھیے اور توبہ کا طریقہ حقوق الاسلام میں دیکھیے۔)

۲)اپنے عقیدوں کو ٹھیک کرے۔ اس کے لیے کتاب ”تعلیم الدین“ یا ”بہشتی زیور“ سے کام لے۔ اگر کوئی خلجان یا شبہ درپیش آوے تو کسی محقق عالم سے دریافت کرے، اور جب تک ایسا موقع نہ آوے کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کو صحیح سمجھے اور اپنے شبہ کو اپنی کم علمی یا کم فہمی کا نتیجہ سمجھے۔یہی معاملہ دین کے ہر حکم میں جاری رکھے۔ کسی محقق عالم سے تحقیق کرنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ پوری تشفّی ہو جائے گی۔

۳)نماز باجماعت ادا کیا کرے۔ اگرچہ محلّے کا امام فسق ہی میں مبتلا ہو، اس کے فسق کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے۔ جو لوگ امامِ فسق (یعنی جو کسی گناہ کا عادی ہو) کے معزول کرنے پر قادر نہ ہوں ان کی نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

۴)نماز خوب اطمینان سے ادا کرے۔ رکوع اور سجدے کو ٹھیک طور سے ادا نہ کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین چور فرمایا ہے۔ اور نماز میں جو کچھ پڑھے اس

کے معنٰی کی طرف دھیان رکھے (پوری نماز کا ترجمہ یاد کرلینا چاہیے) اور جب تک یاد نہ ہوں لفظوں کی طرف دھیان رکھے اور ہر ہر لفظ کو سوچ سوچ کر ادا کرے۔ نماز کے وقت یہ سوچنا کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس نماز پڑھنے کو دیکھ رہے ہیں نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے میں مُعین ہے۔

تنبیہ: اس دھیان اور خیال رکھنے میں سرسری توجہ کافی ہے۔ دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالے ورنہ خشکی کا اندیشہ ہے۔ نہ اس کی فکر کرے کہ دوسرے خیالات اور وساوس سرے سے نہ آویں، کیوں کہ یہ مضر نہیں۔ بس خود اپنے ارادے واختیار سے نماز کے سوا کسی اور بات کا خیال نہ لائے اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے باوجود وساوس کا ہجوم ہو تو اُن سے بے التفاتی برتنی اس کا بے مثل علاج ہے۔ نماز میں اگر ایسا ہے تو خشوع پیدا کرنے والے اُمور میں سے کسی ایک کی طرف از سرِ نو توجہ کردینا کافی ہے۔ اس کی فکر ہی نہ کرے کہ وساوس بالکل منقطع ہوں۔ اور اگر نماز کے علاوہ یہ حالت ہے تو کسی کام میں مشغول ہوجاویں خواہ وہ مباح ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس پر بھی تشویش رہے تو اپنے مفصّل حالات کو کسی مصلح کی خدمت میں پیش کرے یا زبانی عرض کرے۔

۵) اپنے اوپر لازم کرے (یعنی معمول بنالے اور زبان سے لازم نہ کرے ورنہ وہ نذر کے حکم میں ہوجائے گا جس کے احکام خاص ہیں) کہ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ کچھ نہ کچھ حسبِ گنجایش و وسعت اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ وخیرات کیا کرے، خواہ اس کو جمع کرے اور کسی امرِ خیر میں اکٹھا صَرف کرے خواہ فرداً خرچ کردے۔ خواہ وہ ایک ہی پیسہ کیوں نہ ہو۔ (یہ مستحب ہے) اگر اللہ تعالیٰ نے صاحبِ مال بنایا ہے تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل معلوم کرکے ان کے موافق عمل درآمد کرے۔

۶) فرض روزوں کے علاوہ مسنون روزوں کو بھی حسب تحمل رکھنے کی ہمّت کرے، اس سے دینی کاموں میں بڑی قوت پہنچتی ہے۔ (یہ مستحب ہے)

۷) قرآن شریف کی تصحیح کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، کم از کم ان سورتوں کی تصحیح کرلیں جو زبانی یاد ہیں اور نماز میں پڑھنے کی عادت ہے۔ کسی صحیح پڑھنے والے (جن کو آج

کل قاری کہتے ہیں) سے قرآن شریف صحیح کرلیا کریں۔ رسالہ جمال القرآن یا مکمل تیسیر التجویدیہ مطالعہ میں رکھنے سے زیادہ نفع کی اُمید ہے۔ نیز قواعد کے یاد کرنے میں سہولت رہے گی۔

۸) اپنی وضع و لباس، معاشرت و معاملات شریعت کی حدود کے اندر رکھے۔ صفائی معاملات، تعلیم الدین اور اصلاح الرسوم سے حدودِ شرع کا علم حاصل کرے۔ بالخصوص انگریزی وضع کے بال، داڑھی نہ رکھنے یا ایک مشت نہ ہونے کی صورت میں اس کو کتروانے سے سخت اجتناب کرے۔

تنبیہ: آج کل داڑھی کی اہمیت سے لوگ بہت غافل ہورہے ہیں، اس لیے خاص تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نیز اس کی اہمیت مختصراً بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوا۔ ایک مٹھی کے برابر داڑھی رکھنا واجب ہے، اس سے زیادہ ہونے پر کتروانا درست ہے، اگر ایک مشت سے کم ہے اور کترواتا ہے تو ناجائز ہے جیسا کہ منڈانا حرام ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ ''ایک مشت بھر داڑھی چھوڑنا واجب ہے۔'' ایسا ہی مشہور کتاب در مختار میں ہے۔ گویا جتنی اہمیت وتر، عید، بقر عید کی نماز کی ہے اتنی ہی ضروری داڑھی کی بھی ہے۔ بلکہ داڑھی مثل قربانی کے شعائرِ اسلام سے ہے۔ قربانی میں مزاحمت کرنے والوں سے لڑنے مرنے پر ہم لوگ تیار ہوتے ہیں اور داڑھی کو خود کترواتے اور منڈاتے ہیں۔ ہماری یہ حالت کس قدر قابلِ افسوس و عبرتناک ہے! رسالہ ''داڑھی کی قدر و قیمت'' ملاحظہ کرنے سے اس کی مزید اہمیت معلوم ہوگی۔ اور سنیے! داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کو امام بننا، اذان دینا، اقامت کہنا شرعاً منع ہے۔ ایسے حافظ کے پیچھے تراویح میں قرآن شریف سننے سے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے تراویح پڑھ لینا بہتر ہے، اگر ایسا شخص اذان دے دے یا اقامت کہہ دے یا نماز پڑھادے تو دہرانا تو نہ ہوگا مگر یہ شخص گناہ گار ضرور ہوگا۔ جبکہ یہ فعل ایسا بُرا ہے تو اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ کہیں موت ایسی باغیانہ اور فاسقانہ حالت و وضع میں نہ آجائے۔ اور سوچ

کہ اگر کوئی فوج یا پولیس کا سپاہی اپنی خاص وضع یاوردی چھوڑ دے خصوصاً ڈیوٹی کے وقت لباس کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ کس قدر مستوجبِ سزا ہوگا اگرچہ اپنے کام میں فرق نہ آنے دے۔ اسی طرح مسلمان بھی اسلام کا سپاہی ہے اور سوتے جاگتے دن رات گویا ہر وقت ''ڈیوٹی'' ہی پر ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا ذرّہ برابر عقل کی بات نہیں ہے۔ اور سوچے کہ جب اس کو خود اپنی مسلمان بہن کا دوپٹا اوڑھنے سے شرم آتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ غیروں یا اللہ تعالیٰ کے باغیوں کی پسندیدہ وضع ولباس سے شرم وغیرت نہیں آتی۔ جس طرح مرد ہو کر عورت سے تشبہ منع وحرام ہے اسی طرح مسلمان ہو کر غیر مسلموں کی وضع سے بھی بچنا اور توبہ ضروری ہے۔ اس کے بعد بھی اگر ہمّت نہ ہو توبہ کی اور توبہ پر استقامت کی تو کسی مصلح سے اپنا حال عرض کرکے تدبیرِ اصلاح معلوم کرے اور اس پر عمل کرے۔

اس تحریر کے بعد حضرتِ اقدس مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کا ملفوظ نظر سے گزرا ہے۔ بے اختیار جی چاہا کہ اس کو نقل کردوں۔ حضرت فرماتے ہیں:

''بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ متشبّہ بالصوفی (یعنی صوفیا کی نقل کرنے والے) کی بھی قدر کرو، کیوں کہ اس نے طریق کو معظم تو سمجھا تب ہی تشبہ اختیار کیا ،اور یہ ہے راز تشبہ بالکفار (کافروں کی طرح اپنی وضع ولباس بنانا) کے مذموم ہونے کا کہ وہ علامت ہے کفر اور کافروں کی عظمت کی، اس لیے حدیث میں جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[۳۳۰] (یعنی جس نے کفار (یا کسی قوم) کی کسی مخصوص شئے کو اختیار کیا سو اس کا شمار ان ہی میں ہوگا۔) جس درجے کی وہ شئے ہے اسی درجے کی معصیت ہوگی (تفصیل حیٰوۃ المسلمین کی سب سے آخری روح میں ضرور دیکھی جائے) کیوں کہ بغیر اعتقادِ عظمت کے تشبہ نہیں ہوسکتا، اور کفار کی عظمت کا اعتقاد حرام ہے اسی طرح حضرات صوفیا کا یہ فرمانا کہ متشبّہ بالصوفی کی بھی قدر کرو۔ اس کی بنا یہی ہے کہ اس

۳۳۰؎ سنن ابی داؤد: ۲/۲۰۳، باب فی لبس الشہرۃ، ایچ ایم سعید

متشبہ کے قلب میں اس جماعت کی عظمت ہے اس لیے اس کی بھی قدر کرو کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کی عمیق نظر کا! اسی لیے میں کہتا ہوں کہ مقبول بندوں کی وضع اختیار کرو شکل بناؤ۔ (افاضاتِ یومیہ، ص:۱۹۰، ملفوظ:۱۰۹)

۹) اس کا بڑا اہتمام رکھے کہ اپنی زبان، ہاتھ، معاملہ برتاؤ سے کسی انسان کو کسی قسم کی اذیت تکلیف نہ پہنچے۔ اگر کوتاہی ہو جاوے تو اس کی تلافی شریعت کے حکم کے موافق کرنے میں اپنی فلاح و کامیابی سمجھے، شرم و حیا نہ کرے۔ ایسی شرم و حیا پسندیدہ نہیں بلکہ تکبّر ہے۔

۱۰) اپنے ہر عمل میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور آخرت کی نجات و مغفرت کی رکھے، اسی کو اخلاص کہتے ہیں۔ بلا اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ مخلوق سے تعریف سننے، ان کے دل میں اپنی عظمت یا بڑائی پیدا کرنے یا ان سے مالی نفع حاصل کرنے کی نیت سے بچتا رہے، یہ سب ریا ہے۔ اور ریا نیکی کو نیکی بننے نہیں دیتی۔ (تفصیل دیکھیے حیٰوۃ المسلمین و ترجمہ خطبات الاحکام و تبلیغِ دین میں)

۱۱) اپنے کو سب سے کمتر درجے کا سمجھے اور اپنے اعمالِ صالحہ کو اللہ تعالیٰ کا انعام اور امانت سمجھے اور ان اعمال کو خوب توجّہ اور اہتمام سے سنت کے موافق کرتا رہے اور اپنے کو اس چمار کے مثل سمجھے جس کو بادشاہ نے کچھ قیمتی موتی حفاظت کے لیے دے دیے ہوں کہ بہ احتیاط ان کو رکھے تو وہ اپنے کو چمار اور موتی کو موتی ہی سمجھتا ہے۔

۱۲) اعمالِ صالحہ کرنے کے بعد بالخصوص ہر شب کو سوتے وقت یہ دعا کیا کرے کہ اے اللہ! حتّی الوسع میں نے تعمیلِ ارشاد کی ہے۔ پھر بھی اعمال جیسے ہونے چاہئیں ویسے نہیں ہیں، ان کی کوتاہیاں معاف فرما کر ان ناقص اعمال ہی کو قبول فرمالیجیے۔ بہت ہی عاجزی کے ساتھ دُعا کیا کرے۔ اس دعا کو لازم کرے۔

۱۳) جو اُمور طبیعت کے موافق پیش آویں ان کو اللہ تعالیٰ کا محض فضل سمجھیں، اپنا استحقاق نہ جانیں۔ اس کو شکر کہتے ہیں یعنی نعمت کی قدر دانی، اور شکر سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جو اُمور طبیعت کے خلاف پیش آویں ان کو اپنے لیے کڑوی دوا

کی طرح مفید جانیں۔ اسی کو صبر کہتے ہیں، اور صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خاص نزدیکی و معیّت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان خلافِ طبع باتوں یا تکلیفوں کے دور ہونے کی دعا بہت ہی الحاح و عاجزی کے ساتھ کرتے رہیں۔ دعا کرنا صبر کے خلاف نہیں، اسی طرح تکلیف کے دور کرنے کی تدابیر کرنا، علاج کرنا، یا اپنی تکلیف کی اطلاع اور اظہارِ حال کرنا بھی صبر کے خلاف نہیں۔ زبان یا دل سے اعتراض کرنا یہ صبر کے خلاف ضرور ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ (مزید معلومات کے لیے ترجمہ خطبات الاحکام، حیٰوۃ المسلمین و تبلیغِ دین دیکھیے)

۱۴) یہ سمجھتا رہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑے حاکم ہیں ان کی نصرت و مدد ہمارے شاملِ حال ہے اور ہر قسم کی امداد و اعانت پر وہ قادر ہے۔ اور چوں کہ وہ حکیم بھی ہے لہٰذا جب اور جس طرح اس کی مصلحت اور ہماری بہتری ہوگی اس کی امداد کا ظہور ہوگا۔

۱۵) اہلِ دین یا اہل اللہ کی صحبت اپنے اوپر لازم کرے اور کسی اللہ والے سے جن کی پہچان اصلاحِ انقلاب اور قصد السبیل وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہے باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کرے اور عمر بھر اس سلسلہ کو جاری رکھے۔ اگر ان بزرگ کا وصال ہوجاوے تو دوسرے اللہ والے سے تعلق پیدا کرے۔ تعلق پیدا کرنے کے بعد اپنے حالات کی اطلاع کرتا رہے اور ان کی ہدایات پر عمل۔ یہ اصلاحی تعلق قائم کرنا بہت ضروری ہے بغیر اس کے دین پر ثبات اور استقامت سخت دشوار ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ وکما قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو
قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامنِ رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

سب کا مطلب وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کے سچے بندوں کے ساتھ رہو۔

یہ بات ایسی اہم ہے کہ مشائخ کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ اپنے حالاتِ خاصّہ میں کسی کی طرف رجوع کیا کریں جیسا کہ حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ چناں چہ ارضاء الحق حصۂ دوم صفحہ ۵۵ میں ارشاد ہے کہ
جو شیخ صاحبِ نظرِ صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی کو شیخ تجویز کرے کہ اپنے احوالِ خاصّہ میں اس کی رائے سے عمل کیا کرے۔ اپنی رائے سے عمل نہ کرے۔ کیوں کہ اپنے خیالات و واقعات میں اپنی نظر تو ایک ہی پہلو پر جاتی ہے اور دوسرے کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے۔ اور جس شیخ کو کوئی دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کیا کرے۔ اس طرح بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔
جب میں مشائخ کے لیے بھی اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ وہ بھی کسی کو اپنا بڑا بنائیں اور اپنے معاملاتِ خاصّہ میں محض اپنی رائے سے عمل نہ کیا کریں تو غیر مشائخ کے لیے تو اس کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ پس ہر شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی رائے سے اپنے کو نفعِ متعدی کا اہل سمجھ لے اور اسی پر کفایت کرے۔ اور مبتدیانِ سلوک اور متوسطین کے لیے تو بہت ہی مضر اور سدِّ راہ ہے، ان کا تو مذاق یہ ہونا چاہیے ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد، شد نہ شد نہ شد

(اشرف المسائل:۱۴)

حضرت مجدّدِ اعظم نوراللہ مرقدہٗ کے اس ارشاد کو سب کو ذہن نشین کرلینے کی سخت ضرورت ہے بالخصوص حضرتِ اقدس نوراللہ مرقدہٗ کے سب متوسلین اور خصوصی تعلقات والوں کو اس پر بڑے اہتمام سے عمل کی ضرورت ہے۔

(اصلاحِ انقلاب کی عبارت یہ ہے: ”تجربہ سے ثابت ہوا کہ اُمور ذیل کو تقویتِ ہمت میں خاص اثر و دخل ہے: ایک ان میں سے صحبت شیوخ کاملین کی ہے۔ جن کی یہ علامتیں ہیں: بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو، عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دین کا ہے۔ کسی شیخِ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو۔ اس زمانے کے منصف علماء و مشایخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس سے جو لوگ بیعت ہوں ان میں سے اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شرع و قلتِ حرصِ دنیا کے اچھی ہو۔ وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بُری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو اس لیے کہ بدون عمل یا عزمِ عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی، اور صدورِ کشف و کرامات و استجابتِ دعا و تصرفات لوازمِ مشیخت میں سے نہیں۔ غرض ایسے حضرات کی صحبت خاص طور سے مؤثر ہے مگر اس صحبت کی تاثیر میں شرط یہ ہے کہ اس کی نیت بھی ہو کہ میرے قلب میں رغبتِ طاعت اور نفرتِ معاصی پیدا ہو، اور اس کے ساتھ اس کا بھی التزام رہے کہ اپنی کیفیاتِ قلبی کی شیخ کو اطلاع دے کر جو معالجہ تجویز فرمایا جائے اس پر کاربند ہو۔ الخ)

۱۶) جب تک کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم نہ ہو اس وقت تک حسبِ ذیل معمول اختیار کرے۔ یہ معمول اس تشریح کے ساتھ مستحب ہے ورنہ اصل مقصود (جو واجب ہے) کے مقدّمات میں یا اس کے لیے ضروری ہونے کی وجہ سے

یہ بھی ضروری ہے، اور جب کسی سے اصلاحی تعلق ہو جائے تو یہ اپنے معمولات اُن کی خدمت میں پیش کر دے پھر حسبِ تجویزِ مصلح عمل کرے:

(الف) ذکر اللہ کی کثرت اختیار کرے، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے فارغ اوقات میں سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، یا خالی اللہ اللہ پڑھا کرے، اس میں کسی تعداد کی قید نہیں۔

(ب) کوئی وقت مقرر کر کے ایک تسبیح کلمۂ طیبہ کی، ایک تسبیح درود شریف کی اور ایک استغفار کی اس نیت سے پڑھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بڑھے اور دنیا کی محبّت گھٹے۔ ایک تسبیح کم از کم ہے، جی چاہنے پر وقتی طور پر یا دوامی طور پر جتنا اضافہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

(ج) جب بھی کوئی دینی کام کرے مثلاً سلام، مصافحہ، وضو، نماز، تلاوت، روزہ، زکوٰۃ، خیرات تو اس سے قبل یہ نیت رکھے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبّت اور ثواب میں ترقی ہو۔

(د) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو روز دس منٹ سوچا کرے کہ اس نے انسان بنایا، دولتِ ایمان دی، احباب و اعزا اور بے شمار نعمتیں دی ہیں لہٰذا اُس کی حمد و ثنا اور اطاعت کیسی ضروری ہے۔ ایسے محسن کی طرف سے بے التفاتی سخت مضربات اور بڑی نالائقی ہے۔ اس سوچنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت سے طاعت میں جان آتی ہے۔

(ہ) مرنے کے وقت سے لے کر حشر و نشر تک جو معاملات پیش آنے والے ہیں سوتے وقت ان کا تصوّر پندرہ منٹ کیا کرے، مثلاً یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

"جب مؤمن دنیا سے آخرت کو جانے لگتا ہے تو اُس کے پاس سفید چہرے والے فرشتے آتے ہیں اُن کے پاس جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جانِ پاک! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف چل۔ پھر جب ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں تو وہ فرشتے ان کے ہاتھ میں نہیں

رہنے دیتے بلکہ اس کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس کو لے کر چڑھتے ہیں، اور زمین پر رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتا ہے وہ پوچھتے ہیں: یہ پاک روح کون ہے؟ یہ فرشتے اچھے اچھے الفاظ سے اس کا نام بتاتے ہیں کہ یہ فلانا، فلانے کا بیٹا ہے پھر آسمانی دنیا تک اس کو پہنچاتے ہیں اور اُس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اپنے قریب والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علّیین میں لکھ دو اور اس کو (سوال وجواب کے لیے) زمین کی طرف لے جاؤ۔ اس کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے (مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا میں تھی بلکہ اس عالم کے مناسب جس کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر کہتے ہیں: یہ کون شخص ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ایک پکارنے والا (اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے) آسمان سے پکارتا ہے: میرے بندے نے ٹھیک جواب دیا اس لیے جنت کا فرش کردو اور اُس کو جنت کی پوشاک پہنادو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو جہاں سے اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے (اس کے بعد اسی حدیث میں کافر کا حال بیان کیا گیا جو بالکل اس کی ضد ہے) اس کے بعد یہ واقعات ہوں گے: صور پھونکا جائے گا۔ سب مُردے زندہ ہوں گے۔ میدانِ محشر کی بڑی بڑی ہول کی باتیں ہوں گی۔ حساب کتاب ہوگا۔ اعمال تولے جائیں گے، کسی کا حق ہم پر رہ گیا ہوگا اس کو ہماری نیکیاں دلائی جائیں گی۔ خوش قسمتوں کو حوضِ کوثر کا پانی ملے گا۔ پُلِ صراط پر چلنا ہوگا۔ بعضے گناہوں کی سزا کے لیے جہنم کا عذاب ہوگا۔ ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ جنّتی جنّت میں جائیں گے۔ وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔'' (ان سب باتوں کی تفصیل قیامت نامہ اردو شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مل سکتی ہے)

اور سوچیے کہ ان حالات میں اعمالِ صالحہ ہی کام آسکتے ہیں۔ سفر آخرت کی تیاری

یہاں ہو سکتی ہے، اور وہ اتباعِ سنّت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے ہی میں منحصر ہے۔

(و) جہنم کے عذاب کی انواع کو بھی دس منٹ سوچے کہ آگ، سانپ، بچھو، کھولتا ہوا پانی اللہ تعالیٰ کے قید خانے میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب میں ہلکا عذاب دوزخ میں اُس شخص کو ہو گا کہ اس کے پاؤں میں فقط آگ کی دو جوتیاں ہیں مگر اس سے اس کا بھیجا ہانڈی کی طرح پکتا ہے اور وہ یوں سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں۔ اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ میں ایسے بڑے سانپ ہیں کہ جیسے اونٹ، اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک لہر اُٹھتی رہے۔ اور بچھو ایسے ایسے بڑے ہیں جیسے پالان کیا ہوا خچّر، وہ اگر کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہاری یہ آگ جس کو جلاتے ہو دوزخ کی آگ سے ستّر درجہ تیزی میں کم ہے۔ (بہشتی زیور عن المشکوٰۃ والتیسیر)

اللہ تعالیٰ کا قید خانہ دوزخ ہے۔ اس قید خانے میں داخلہ احکام کی خلاف ورزی ہی پر ہو گا۔ اس لیے ہر معاملے میں خدا کے حکم کی پابندی لازمی ہے۔ ایسے قید خانے سے نہ ڈرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

(ی) اہل اللہ کے حالات کا مطالعہ "نزہۃ البساتین اور حکایاتِ صحابہ اور حکایات الصالحین اور نیک بیبیاں، نشر الطیب، تذکرۃ الاولیاء" سے کرے۔ حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظ و ملفوظات اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں۔

۱۷) الف: اپنی اصلاح اور اپنے متعلقین و توابع کی اصلاح فرض ہے، اور یہ موقوف ہے ضروریاتِ دین سے واقفیت پر، لہٰذا دین کی ضروری باتیں سیکھنے اور متعلقین و توابع کو سکھانے کے لیے وقت نکالنا ضروری ہے، اس کی تکمیل کے لیے "گھریلو اصلاح" کی ہدایات پر عمل کرے جو "اشرف النظام" میں درج ہیں اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ دوسروں کے اصلاح کی فکر اور اپنی و اپنے توابع کی اصلاح سے غفلت و لاپرواہی نہایت ہی خطرناک حالت ہے۔

ب: اہلِ محلہ یا اپنی بستی یا دوسری بستی والوں کو دین کی طرف متوجہ کرنا یا تبلیغ کرنا بھی بہت ہی فضیلت کا کام ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی کوتاہی میں مبتلا ہے اور قرائن سے غالب گمان ہے کہ سمجھانے سے وہ مان لے گا تو ایسی صورت میں واجب چیزوں کی تبلیغ و فہمایش واجب ہے اور مستحب کی مستحب۔ اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ نہ مانے گا تو تبلیغ و فہمایش واجب نہیں، گو بہت فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔[۳۳۱] اس کے ساتھ آدابِ تبلیغ کی بھی رعایت رکھے جو آگے مذکور ہیں۔ احکامِ تبلیغ کی تفصیل اشرف الہدایات کے بابِ اوّل میں ملاحظہ کریں۔

۱۸) جب کوئی خاص حالت پیش آوے خواہ اس کا تعلق خوشی سے ہو خواہ غمی سے اس میں شریعت کا حکم اگر معلوم نہ ہو تو معلوم کر کے اس کے موافق عمل کرے (اکثر حالات کا علم اصلاح الرسوم سے حاصل کیا جاسکتا ہے) اور کسی کی مخالفت یا اعتراض کی پرواہ نہ کرے۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدِّ نظر تو مرضئ جاناں چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

۱۹) حسبِ ذیل کتابیں یا ان میں سے جو مل سکیں مطالعے میں رکھیں اور جو باتیں سمجھ میں نہ آویں تو کسی محقق سے پوچھ لیا کریں: حیات المسلمین، تبلیغِ دین، تسہیل قصد السبیل، اصلاح الرسوم، حقوق الاسلام، سیرتِ خاتم الانبیاء، بہشتی زیور، آداب المعاشرت، تعلیم الدین، حکایاتِ صحابہ، صفائی معاملات، جزاء الاعمال، فروع الایمان، علاماتِ قیامت، محاسن اسلام، مواعظ و ملفوظاتِ حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، نشر الطیب، فضائلِ ذکر، فضائلِ صدقات، فضائلِ حج،

۳۳۱؎ الفتاوی الھندیة: ۳۵۳/۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، المطبعة الکبرٰی الامیریة، مصر

فضائلِ رمضان، جامع المجدّدین، تجدیدِ تصوف و سلوک، تجدیدِ تعلیم و تبلیغ (یہ آخر کی تینوں کتابیں ذرا زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کے پڑھنے کی ہیں)۔

۲۰) رات کو سونے سے قبل اپنے دن بھر کے کام اپنی و اپنے متعلقین و توابع کی اصلاحی جدوجہد پر نظر ڈال لیا کرے کہ کیا کوتاہیاں ہوئیں، اگر کوتاہیاں معلوم نہ ہوں تو شکر کریں، اور کوتاہی معلوم ہونے پر اُس کی تلافی کریں اور آیندہ کے لیے احتیاط رکھیں۔ (مستحب ہے)

حصۂ دوم

جس میں وعظ کہنے، تبلیغ کرنے، اور دین سکھانے والوں کے لیے ضروری باتوں کا بیان ہے

(آدابِ تبلیغ کی تفصیل اشرف الہدایات میں ضرور دیکھیے۔)

۱) سیاسی جماعتوں سے علیحدہ رہیں اور سیاسی معاملات میں ہرگز نہ پڑیں۔

۲) دین سکھانے کے لیے نکلنے سے قبل اور فراغت کے بعد یہ دعا کیا کریں کہ اے اللہ! اس وعظ و نصیحت و تبلیغ میں ریا و تکبّر کے شر سے مجھے اور سامعین کو محفوظ فرما، اور اس کی خیر سے مجھے اور سامعین کو متمتع یعنی نفع اٹھانے والا فرما۔ (مستحب ہے)

۳) دین سکھانے یا وعظ کے کہنے کے وقت اپنے کو مثل اس مہتر اور چمار کے برابر سمجھیں جو سرکاری حکم کا اعلان کرتا ہے، اور جن کو فہمایش کی جارہی ہے ان کو اپنے سے افضل و برتر خیال کرتے رہیں۔ جیسے مہتر اعلان کرتے وقت تمام بازار والوں کو یا جن کو اعلان سناتا ہے یہی خیال رکھتا ہے۔ اور یہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ اس نے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی جس میں خود میری بھلائی اور فلاح ہے، ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ اس خدمت کو انجام دیتا۔ اس بات کو اتنا سوچے کہ دین سکھانے کے وقت یہ بات ذہن میں موجود رہے۔

۴)تبلیغ یا خدمتِ دین کا اصل ثمرہ نجاتِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو سمجھے، اور اس کے اثر و نفع کو مقصود نہ جانے۔ اگر کسی جگہ نفع محسوس نہ ہو یا کم ہو تو اس سے بددل نہ ہو۔ کیوں کہ اپنا کام سعی و کوشش ہے دوسروں کا ماننا اپنے اختیار میں نہیں، اور غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑنا اپنے کو تشویش میں ڈالنا ہے۔ اجر و ثواب محض اس سعی و کوشش پر ہے جو اخلاص سے ہو۔ اس بات کو خوب پختہ کرلیا جائے۔ اس بات میں جتنی پختگی ہوگی اتنی ہی سعی و کوشش میں مضبوطی اور دوام ہوگا۔

۵)اپنے کو مثل تیمار دار کے اور جن کو دین کی طرف متوجہ کررہا ہے مثل بیمار کے خیال کرے اور بات چیت میں لب ولہجہ نرم ہو۔ (مستحب ہے)

۶)لوگوں کے اثر قبول نہ کرنے سے معمولی رنج ہونے میں مضایقہ نہیں، بلکہ یہ شفقت کی نشانی اور محمود ہے۔ لیکن زیادہ رنج کرنا اور ہر وقت اپنے کو فکر میں گھلانا کہ فلاں جگہ کے لوگ درست ہی ہوجاویں یہ حالت ظاہراً بہتر معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً مناسب و پسندیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے اجتناب کریں۔ (جیسا کہ شیخنا جامع المجدّدین حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔

۷)ایک اہم ادب یہ بھی ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی سے کہے اور واجبات میں اوّلاً نرمی اور پھر سختی سے کہے اگر مصلحت ہو، ورنہ احتراز کرے اور دعا کرے۔ اسی طرح اوّلاً منکر (بُرے کام) کے مبتلا کو تنہائی میں سمجھاویں۔ اگر وہ نہ قبول کرے تو اس بات کی بُرائی عام خطاب و عنوان سے ظاہر کریں تاکہ لوگ اس کی مضرّت سے واقف ہوجاویں۔ اور کسی کے عمل اور فعل سے دھوکے میں نہ پڑیں۔ خاص خطاب سے مجمعِ عام میں نہ کہے۔ تبلیغ کی بابت مزید معلومات اشرف الہدایات میں دیکھی جاویں۔ یہاں ضروری اور مختصر ہدایات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حصۂ اوّل کی ہدایت نمبر ۱۷ کو خوب ذہن میں جمالیں۔

۸)رات کو سونے سے قبل خود اپنے دن بھر کے کام نیز خدمتِ دین اور تبلیغ کے کاموں پر نظر ڈال لیا کرے کہ کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں۔ اگر کوتاہیاں معلوم نہ ہوں تو شکر

کریں اور کوتاہی معلوم ہونے پر اس کی تلافی کریں اور آیندہ کے لیے احتیاط رکھیں۔(مستحب ہے)

۹)"دعوۃ الداعی" کی جملہ ہدایات کے موافق عمل درآمد کرے، وہ میسر نہ ہو تو "تفہیم المسلمین و تعلیم المسلمین" کی ہدایات کو پیشِ نظر رکھے۔ بالخصوص وہ ہدایت کہ ہر ایک اپنا مشغلہ تبلیغ کو بنالے یعنی انفرادی طور پر حتی الوسع فہمایش دوسروں کو کرے مگر آدابِ تبلیغ کے ساتھ، اور جس امر میں کوئی خلجان ہو یا مزید تشریح و تحقیق مطلوب ہو اس کو اصل مرکز یا قریب کے مرکز میں تحریر سے یا زبانی حل کریں۔

۱۰)یہ ذہن میں رکھے اور بضرورت اس کا لوگوں پر اظہار کرے کہ ہم سب کا اصل مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے۔اس خدمت کو مختلف طریقوں سے مختلف جماعتیں کررہی ہیں، کوئی طریقہ مقاصدِ دین سے نہیں۔

اسی لیے کسی ایک طریقے کی پابندی لازمی یا ضروری نہیں، جس کو جس طریق سے مناسبت ہو اُس طرح خدمت کرے۔ البتہ اُصولِ دین کے خلاف کوئی طریقہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کسی کے طریق کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو کسی محقق عالم سے استفسار کرے اور حسبِ ہدایت عمل کرے۔ بحث و مباحثہ میں نہ پڑے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ناکارہ خادم ابرار الحق عفاعنہ
ناظمِ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی (یو۔پی)
۱۳/رجب المرجب ۱۳۷۹ھ ۲۹/جنوری ۱۹۶۰ء

اشرف الاصلاح

للانفس والاتباع

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ سید محمد ابرار الحق صاحب حقی دامت برکاتہم
مجازِ بیعت حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی قدس سرہٗ

اس میں اصلاح کا مطلب اور اپنی اور اپنے متعلقین و توابع (زیرِ نگرانوں) کی اصلاح کی فرضیت و اہمیت اور اس کا سہل طریقہ و نسخہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے استعمال سے اپنی اور اپنے متعلقین کی اصلاح بہ آسانی و بسہولت کر سکتا ہے پس تھوڑی سی ہمّت اور انتظام کی ضرورت ہے۔

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا اَمَّا بَعْدُ

اس ناکارہ کا بفضلہٖ تعالیٰ حسبِ ہدایت اکابرِ کرام جمعہ کے روز کچھ دینی باتیں بیان کرنے کا معمول ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں خیال آیا کہ کچھ ضروری باتیں اصلاح سے متعلق مختصر طور پر صفحہ دو صفحہ میں مرتّب کر دی جائیں اور ان کی نقل کرا کر آج ہی جہاں جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے سُنانے کے لیے بھیج دی جائیں۔ نیز جو حضرات مبلّغین غیرِ اہلِ علم ہیں ان کی سہولت کا خیال بھی تھا کہ وہ بصورتِ بیان اس قسم کی تحریر سنا دیا کریں تو زیادہ مفید ہوگا، کیوں کہ غیر اہلِ علم مبلّغین کے بیان سے مفاسد بارہا سامنے آچکے ہیں کہ وہ حدود کی رعایت کرنے سے قاصر رہتے ہیں لہٰذا توکلاً علی اللہ تعالیٰ ان باتوں کو مرتّب کرنے بیٹھ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس مختصر تحریر کو ایک مختصر بیان کی شکل میں مرتّب کرادیا۔ پھر اس تحریر کے موافق جمعہ میں بیان کی توفیق بھی بخشی جس کو متعدد اہلِ علم واہلِ صلاح حضرات نے پسند فرمایا اور اس کی اشاعت کے لیے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ اس کا نام ''اشرف الاصلاح للانفس والاتباع'' مناسب معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اب اس کو قبول فرماویں اور اس ناکارہ کی مغفرت کا سبب بناویں اور اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچاویں، آمین۔

ناکارہ خادم
ابرار الحق عفا اللہ عنہ
ناظمِ مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[۳۳۲]

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ یعنی جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے اور اپنے متعلقین کو جہنم سے بچانا فرض ہے۔ جس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے اور اپنے متعلقین کو ان پر عمل کرایا جائے۔ اور احکام پر عمل کرنا احکام کے علم اور قلب کی قوت پر موقوف ہے، کیوں کہ مشاہدہ ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت احکام کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً: عام طور پر لوگ میّت کو قبر میں دفن کرتے وقت چت لٹا کر منہ قبلہ رُخ کر دیتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ حکم یہ ہے کہ میّت کو داہنی کروٹ پر لٹایا جائے کہ سینہ قبلے کی طرف رہے۔ اسی طرح عرقِ گلاب یا کیوڑا قبر میں بعض جگہ لوگ ڈالتے ہیں، حالاں کہ اس کی کوئی اصل و ثبوت نہیں بلکہ علماء نے اس کی ممانعت فرمائی ہے کہ اسراف میں داخل ہے اور شرعی حد سے تجاوز ہے۔ بعضے لوگ کفن میں عطر لگاتے ہیں، اس کو علماء نے جہالت سے تعبیر کیا ہے۔ جس طرح قبر میں چٹائی، دری بچھانا جائز نہیں ہے اسی طرح عرقِ گلاب و کیوڑا ڈالنا اور کفن میں عطر لگانا درست نہیں۔ اسی طرح بعضے اشخاص ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا، انگریزی بال رکھنا، سہرا باندھنا، فخر و نام کے لیے شادی وغیرہ میں دعوت کرنا حالاں کہ دوسرے گناہوں سے بہت سخت پرہیز کرتے ہیں اور بعض دفعہ علم کے باوجود عمل نہیں ہوتا مثلاً لوگ جانتے ہیں کہ باجا بجانا اور سُننا گناہ ہے مگر نکاح اور دیگر تقریبات میں اس کا انتظام رواج کی بنا پر کرتے ہیں اور اس رواج

[۳۳۲] التحریم:٦

کے خلاف کرنے کی ہمّت نہیں پاتے۔ اسی طرح عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ داڑھی منڈوانا، کترانا جب کہ ایک مشت سے کم ہو، عورتوں اور لڑکیوں کو ترکہ نہ دینا، جماعت چھوڑنا، نماز نہ پڑھنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، سود لینا دینا، رشوت لینا دینا، جوا کھیلنا، زنا کرنا ناجائز و حرام ہے اور اسی طرح بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ تاش و شطرنج و پچیسی کھیلنا، پتنگ اڑانا، نکاح میں سہرا باندھنا، نام آوری اور مخلوق میں تعریف کے خیال سے دعوت کرنا منع اور سخت بُرا ہے مگر عام رواج کی وجہ سے اس سے باز رہنے یا اس کی مخالفت کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہی حالت ضعفِ قلب و ضعفِ ہمّت کہلاتی ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی اور گناہوں میں مبتلا ہونے کی دو وجہ ہیں، کسی جگہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں اور کسی جگہ ایک، دیہات میں زیادہ تر غلطیاں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں جیسا کہ بہت جگہ تجربہ ہوا ہے کہ دیہات والوں کو جو دین کی بات سمجھا دی جائے اُس پر عمل کرنے لگتے ہیں، مگر وہ باتیں جن کا تعلق رواجِ عام سے ہو اس میں وہ ضرور اس رواج سے متاثر ہوتے ہیں اور شہر و قصبے کے لوگ زیادہ تر غلطیوں میں ضعفِ ہمّت کی وجہ سے مبتلا ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ عقائد میں شکوک و شبہات بھی اس کوتاہی میں معین ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اب جب کہ احکام پر عمل نہ کرنے کے دو سبب معلوم ہوئے ان کا علاج سہل و آسان ہو گیا، وہ یہ ہے کہ صحیح علم حاصل کیا جائے۔ جس کے چند طریقے بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ اپنے گھر پر کسی وقت دینی کتاب سنانے کا معمول کرنا۔ مثلاً حیات المسلمین، اصلاح الرسوم، اغلاط العوام، حقوق الاسلام، جزاء الاعمال، فروع الایمان، اشرف النصائح و اشرف الہدایات۔

۲۔ اپنے محلّے کی مسجد میں یا کسی جگہ جہاں لوگ جمع ہو سکیں دینی کتابیں پندرہ بیس منٹ روزانہ کسی وقت سنانے یا سننے کا معمول بنانا۔

۳۔ اپنے گھر پر ہفتہ وار ورنہ جب بھی ممکن ہو وعظ کہلوانا۔

۴۔ جو لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ پڑھے لکھوں سے کتاب سنانے کی درخواست

کریں۔ دین سیکھنے میں شرم کرنا تکبّر میں داخل ہے اور تکبّر کا بُرا ہونا بہت ظاہر ہے۔ باقی تفصیلی طریقہ اصلاح کا ''اشرف النظام'' میں ملاحظہ کیا جاوے۔

ہدایت: دینی کتابیں اور وعظ کا انتظام کسی محقّق عالم کے ذریعے سے کریں، خود ہرگز نہ کریں۔ واعظ کے نہ ملنے پر حضرت حکیم الامت مجدّدِ اعظم مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تسہیل شدہ وعظ مطالعہ کریں اور سنوائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہو گا۔ اسی طرح حضرت کے ملفوظات کا مطالعہ بھی کیا اور کرایا جاوے۔

۵۔ جو بات خلافِ شرع اپنے متعلقین و توابع میں نظر آوے اس کی اصلاح کی فہمایش کریں اور اہتمام کریں، اور ان کے حالات کو کسی مصلح (جن کی پہچان آگے آرہی ہے) سے عرض کر کے اصلاح کا طریقہ معلوم کر کے اس پر عمل کریں۔

۶۔ جو معمولات عادت یا عبادت کے طور پر جاری ہوں اُن کے متعلق علماء سے تحقیق کرنا یا معتبر کتاب سے ان کی تائید حاصل کرنا، کیوں کہ بہت سے اُمور غلط مشہور اور رواج پائے ہوئے ہیں جیسا کہ اور لوگ ان میں مبتلا ہیں۔ غلط باتوں کا تھوڑا بہت علم اغلاط العوام مبوّب سے حاصل ہو سکتا ہے (مکتبہ اشرفیہ ہردوئی یا کتب خانہ امداد الغربا سہارنپور سے طلب فرمائیں۔) اور اس کے ساتھ ساتھ ''قصد السبیل'' کے آخر میں جو رسالہ تذئیل کے نام سے ہے اس کو مطالعہ کرتے رہنا اور حیات المسلمین میں گناہوں کے باب کو دیکھتے رہنا بہت مفید ہو گا۔ اس سے بہت قابلِ اصلاح حالات و معاملات ظاہر ہوں گے۔

۷۔ جو حالات و معاملات و صورتیں درپیش آویں اور ان کا حکم معلوم نہ ہو خواہ اُن کا تعلّق تجارت و زراعت سے، خواہ نکاح و طلاق سے، خواہ نماز و روزہ سے، خواہ کھانے پینے سے، خواہ ملنے جلنے سے ہو ان کے متعلق علماء سے پوچھ کر عمل کریں۔ جس کی سہل صورت یہ ہے کہ ایسے اُمور کو بشکلِ سوال مرتب کر کے کسی مفتی کی خدمت میں بھیج دیں اور جوابات آنے پر ان کو محفوظ رکھیں۔ اس طرح بہت بڑا ذخیرۂ علمی جمع ہو سکتا ہے۔ دل کی ہمّت یا قلب کی تقویت کے لیے چند اُمور بتلائے جاتے ہیں ان کو اختیار کرے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے۔ اس کے لیے کسی تعداد و وقت کی قید نہیں۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے جس طرح جتنا بے تکلف بن پڑے ذکر کرتا رہے۔ درود شریف، کلمۂ طیبہ سُبْحَانَ اللهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اللهُ اَكْبَرُ یا خالی اللہ اللہ جو جی چاہے پڑھے اور نیت یہ رکھے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترقی ہو۔

۲۔ کسی خاص وقت میں مثلاً نمازِ فجر کے وقت ایک تسبیح کلمۂ طیبہ کی، ایک تسبیح درود شریف کی اور ایک تسبیح استغفار یعنی اَسْتَغْفِرُ اللهَ کی اسی نیت سے پڑھے۔ یہ مقدار کم از کم ہے، جی چاہنے پر وقتی یا دوامی طور پر جتنا چاہے اضافہ کرلیں۔

ہدایت: ذکر اللہ خواہ آہستہ کرے خواہ معمولی آواز سے۔ آواز سے ذکر کرنے میں بعض مصالح ہیں۔ البتہ آواز سے ذکر کرکے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ کسی سونے والے کی آنکھ نہ کھل جائے اور کسی نماز پڑھنے والے کو تشویش اس سے نہ ہو۔

۳۔ جو بھی دینی کام کرے مثلاً: سلام، مصافحہ، وضو، نماز، تلاوت، روزہ، صدقہ، خیرات اس میں نیت یہی رہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت پیدا ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات سوچے، کہ اس نے ہم کو پیدا کیا اور انسان بنایا پھر مسلمان یعنی سرکاری آدمی بنایا۔ ہم کو مسلمان بنانے کے لیے کئی پشتوں کو ایمان سے مشرف کیا۔ پھر اُس نے احباب، اعزا، اولاد، عافیت، صحت، دولت جیسی بیش بہا نعمتیں مرحمت فرمائیں۔ ایسے محسن کے خوش کرنے کی فکر نہ کرنا بلکہ اُلٹے اس کے احکام کے خلاف کرنا کتنی بڑی نالائقی و نمک حرامی ہے (اس کو دس منٹ تک سوچا کرے۔)

۵۔ یہ سوچے کہ ہم کو مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس کی ہم نے کیا تیاری کی ہے کہ یہ پیشی کا وقت سب سے آخری پیشی کا دن ہے اور فیصلے کا دن بھی ہے پھر اس کے بعد یا راحت کی جگہ ہے یعنی جنت، یا ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا یعنی جہنم کا داخلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بچاوے اپنے فضل سے۔ وہاں نمازوں کا حساب دینا ہوگا۔ مال تھا تو زکوٰۃ و حج کا بھی حساب ہوگا اور پوچھ گچھ ہوگی کہ اپنے بچوں کو قرآن شریف اور ہمارے قانون کی تعلیم کیوں نہ دی تھی؟

انگریزی وغیرہ کے لیے تو تُو نے اُن کو وقف کر دیا تھا، ہمارے باغیوں کی زبان وعلم سے اتنا تعلق اور اتنا انہماک تھا اور ہمارے قرآن شریف کو صحیح پڑھنے کی بھی فکر نہ تھی۔ بتلا اس غفلت و کوتاہی کا کیا جواب ہے؟ اسی طرح معاملات معاشرت کے بارے میں باز پُرس ہوگی کہ تجارت کس طرح کرتے تھے؟ سود سے، جوئے سے، رشوت سے کیوں نہیں پرہیز کیا تھا؟ تصویر بنانے یا کھینچنے یا گانے بجانے سے کیوں نہ بچتے تھے؟ اور خلافِ شریعت چیزوں کی تجارت کیوں کرتے تھے؟ فصل یعنی آم وغیرہ قابلِ انتفاع ہونے سے قبل کیوں خرید و فروخت باغات کی کیا کرتے تھے؟ کیا تم کو بتلایا نہ گیا تھا کہ ایسا کرنا حرام و ناجائز ہے! نکاح و طلاق کے بارے میں ہمارے حکموں کی پابندی کیوں نہ کی تھی تو اس کا کیا جواب ہے؟ اسی طرح اگر یہ سوال ہوا کہ وضع ولباس میں ہمارے نافرمانوں، کافروں، مشرکوں کا کیوں اتباع کرتے تھے، کیا ہماری پسند کی وضع ولباس میں کوئی نقص یا کمی تھی؟ اے نالائق! تو نے ہماری وضع ولباس کو کیوں حقیر اور بُرا جانا اب بتلا اس کا کیا جواب ہے؟ ان سوالوں کا جواب ابھی سے سوچنا چاہیے۔ اسی طرح اگر اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا، تُو ہمارے بندوں کو کیوں ذلیل سمجھتا تھا؟ اور میری رضا و خوشنودی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضا و خوشنودی کے پیچھے کیوں پڑتا تھا؟ کیا تجھ کو معلوم نہیں تھا اور کیا میرے رسولِ پاک (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجھ کو بتلایا نہ تھا کہ جن کاموں میں میری رضا و خوشنودی کے ساتھ مخلوق کی رضا و خوشنودی شامل کی جاوے گی اس عمل کا صلہ میرے یہاں کچھ نہ ملے گا بلکہ ایسے شخص کو سخت سزا دی جاوے گی۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں بھیجا گیا تھا تو ایسے سوالوں کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ عقائد جو سب سے اہم ہیں، اُن کے بارے میں باز پُرس ہوگی کہ تو مخلوق کو کیوں حاجت روا سمجھ کر اُن کے ساتھ وہ معاملہ کرتا تھا جو میرے ساتھ کرنا تھا؟ اور نفع و نقصان کو مخلوق کے قبضے میں سمجھ کر اُن کی خوشامد و چاپلوسی میں لگا رہتا تھا۔ اور میرے دربار میں کچھ عرض معروض نہ کرتا تھا۔ اولاد، رزق، کاروبار کی ترقی وغیرہ کو میرے بندوں کے اختیار میں سمجھ کر سب

کچھ ان ہی سے مانگتا تھا۔ آخر تو نے ایسی شرک کی باتیں کیوں کیں؟ دنیاوی حاکموں کے جیل خانے سے تو ڈرتا تھا اور ان کی خلاف ورزی سے بچتا تھا۔ آخر میرے قید خانہ جہنم سے جس میں آگ وغیرہ کا سخت سے سخت عذاب ہونا میرے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا تو تُو نے اُس سے بچنے کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ کیا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو نہیں بتایا تھا کہ ہمارے قید خانہ یعنی جہنم میں اونٹ کے برابر سانپ ہیں جن کے ڈسنے سے چالیس سال تک زہر کی لہر آتی رہے گی اور ایسے ایسے بچھو ہیں جیسے پالان کَسا ہوا خچّر جس کے ڈسنے سے اُس کا زہر چالیس سال تک رہے گا اور یہ کہ جہنم کی آگ کی گرمی و تیزی یہاں کی آگ سے ستّر گنا زیادہ ہے ان تمام چیزوں کے بتلانے کے بعد پھر بھی تو نے ہمارے حکموں کی پابندی نہ کی، آخر اس ڈھٹائی کا کیا جواب ہے؟ اور کیا ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا تھا کہ میری (اللہ تعالیٰ) اطاعت و فرماں برداری سے جنت ملے گی جہاں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ کسی کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ جہاں راحت ہی راحت ہے۔ اور راحت بھی دائمی (جس کی تفصیل علاماتِ قیامت و شوقِ وطن میں دیکھی جاسکتی ہے) سو ایسی آرام و راحت کی جگہ کے لیے جان بوجھ کر کیوں نہ تیاری کی؟ سو اس کا ہم کیا جواب دیں گے۔ سوچئے کہ ان باتوں کا ہمارے پاس کیا جواب ہو گا؟ اگر ہمارے پاس صحیح جواب نہ ہوا تو ہمارا کیا حشر ہو گا؟ لہٰذا ان سوالات کے جوابات کی تیاری کی فکر ابھی سے ہونا ضروری ہے اور وہ تیاری علمِ دین کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل کرنا کرانا ہی ہے۔

ایک اہم بات

میرے عزیزو محترم بزرگو! جس طرح ایک تندرست انسان کے لیے صحیح دل و دماغ، آنکھ، کان، ناک اور صحیح ہاتھ پیر کی حاجت ہے، اسی طرح ایک مسلمان کے لیے صحیح عقائد و عبادات اور صفائیٔ معاملات و درستگیٔ معاشرت و اصلاحِ اخلاق کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح ایک انجن کو کام دینے کے لیے بھاپ پہیّوں اور دوسرے کل

پُرزوں کی ضرورت ہے اسی طرح مسلمان کے لیے عقائد اور ظاہری عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کی ضرورت ہے۔ دین کی ضروری باتیں زیادہ نہیں ہیں تھوڑی سی ہیں، جو تھوڑی توجّہ و اہتمام سے تھوڑی مدت میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف سے بے توجہی اور کوتاہی کیسی نادانی اور بے وقوفی کی بات ہے۔

۶۔ مرنے سے لے کر حشر نشر اور جنت جانے تک کے واقعات کو دس منٹ سوچا کرے کہ ہم کو مرنا ہے، قبر میں احباب واعزار کھ کر واپس آجاویں گے، تنہا ہوں گے کوئی یار و مدد گار نہ ہو گا، صرف اعمالِ صالحہ ہی کی برکت سے وہاں آرام مل سکتا ہے۔ چند دن کی سردی گرمی برسات کا پہلے سے انتظام کرتے ہیں پھر آخرت جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے کی درستگی و انتظام سے بے فکری کے کیا معنیٰ ہیں۔ اس کے لیے دنیا ہی میں موقع ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج تم لوگ عمل کے گھر میں ہو اور کل حساب کے گھر میں ہو گے جہاں عمل کا موقع نہ ہو گا۔ اور فرمایا کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ترمذی

یعنی اگر ہم نے دنیا میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کی زندگی اختیار کی تو قبر ہی سے ہمارے لیے جنت کی راحت شروع ہو جائے گی اور نافرمانی کی تو دوزخ کی مصیبت۔ لہٰذا سوچے کہ قبر ہی سے سفر آخرت شروع ہو گا۔ اب چاہے قبر کو سفر آخرت کا تیسرا درجہ بنائے اور چاہے دوسرا اور چاہے اوّل۔ یہ سب دین کی پابندی پر موقوف ہے۔ جیسے دینی حالت بہتر ہو گی ویسا ہی سفر آخرت آرام دہ ہو گا۔ اور سوچے کہ قبر میں پہلے امتحان ہو گا جس کی تفصیل اشرف النصائح، حیات المسلمین نمبر ۳۱ میں مذکور ہے اس کے بعد یا راحت ہے یا سخت مصیبت، جو دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے۔ پھر صور پھونکا جائے گا سب مردے زندہ ہوں گے۔ میدانِ حشر کی بڑی بڑی ہولناکیاں ہوں گی، حساب و کتاب ہو گا۔ جس کی کچھ تشریح نمبر ۵ میں مذکور ہو چکی ہے اس کو سامنے کر لے۔ اعمال تولے جائیں گے۔ کسی کا ہم پر حق رہ گیا ہو گا تو اس کو ہماری نیکیاں دلائی جائیں گی۔ خوش قسمتوں کو حوضِ کوثر سے پانی ملے گا، پُلِ صراط پر چلنا ہو گا، جہنمی جہنم میں جائیں گے۔ ایمان

والوں کے لیے شفاعت ہو گی۔ جنّتی جنّت میں جائیں گے، وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ (ان سب کی تفصیل قیامت نامہ اردو شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بلکہ ضرور دیکھیں۔)

۷۔ کسی مصلح یعنی علمائے کاملین اور اولیائے کاملین کی صحبت اختیار کریں۔ اس زمانے میں یہ فرضِ عین ہے جیسا کہ حضرت مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کیوں کہ بغیر اس کے دین پر چلنا اور جمنا اور عمل کرنا اس زمانے میں سخت دشوار ہے۔ اولیائے کاملین کی پوری شناخت قصد السبیل، اصلاحِ انقلاب، حیات المسلمین (روحِ ہفتم) میں مذکور ہے۔ نیز اشرف النصائح میں بھی۔ چند باتیں یہاں بھی ذکر کی جاتی ہیں: بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔ عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت سب میں ضروریات پر عامل ہو۔ وضع ولباس شریعت کے حدود کے اندر ہو۔ کسی مستند اللہ والے کی صحبت میں رہا ہو اور اس کی طرف سے دوسروں کی اصلاح کی اجازت ملی ہو۔ طمع یا لالچ سے پاک ہو۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔ اُس سے تعلق رکھنے والوں میں سے اکثر کی حالت دینداری کے لحاظ سے اچھی ہو یعنی ان کے عقائد، اخلاق، معاملات و معاشرت دین کے موافق ہوں۔ صحبت کے اہم آداب میں سے ضروری ادب یہ ہے کہ خاموش بیٹھے بلا ضرورتِ شدیدہ ہرگز نہ بولے، دھیان و غور سے باتیں سُنے، اور جب اُن کی صحبت سے اُٹھ کر آوے تو اُن باتوں کو سوچے اور ذہن میں جماوے۔ اُس کے بقیہ آداب قصد السبیل و تعلیم الدین میں ملاحظہ ہوں۔

۸۔ اللہ والوں کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ کیا کرے بالخصوص حیات المسلمین کی روحِ ہشتم کا مطالعہ کرے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مختصر بیان ہے۔ حکایاتِ صحابہ، نزہتہ البساتین، الصالحات نیک بیبیاں، سیرتِ صحابیاتؓ و صحابہؓ اور دیگر بزرگانِ دین کی سیرتیں، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، اشرف السوانح، ملفوظات و مواعظِ مجدّدِ اعظم حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ۔ یہ ایسا نسخہ ہے کہ اس کے بعض اجزا کے استعمال سے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہو گا، اور اس سے قلب میں ایسی قوت پیدا ہو گی کہ پھر بھائی بندوں، محلہ

برادری، بستی والوں کی مخالفت کی پروانہ ہوگی ۔ یہ نسخہ استعمال کرنے والا پھر دوسروں کو خود اس کی تلقین کرسکے گا۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدِّ نظر تو مرضئ جانا نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مضمون کی ابتدائی آیت سے اپنی اور اپنے متعلقین یعنی توابع کی اصلاح کی فرضیت معلوم ہوچکی اور اس کا سہل طریقہ بھی بس تھوڑی سی ہمّت کرکے شروع کرنے کی دیر ہے۔ پھر کامیابی نقدِ دم ہے۔ جیسا کہ ہمارے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

سختئ رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمّت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچادیتا ہے انجام تک
ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

اس معاملے میں ہم سے کئی قسم کی کوتاہیاں ہورہی ہیں: ایک یہ کہ بعض حضرات کو اپنے توابع مثلاً بچوں کے اصلاح کی فکر ہے، ان میں سے بعض کو دینی ادارے میں تعلیم دلاتے ہیں مگر خود اپنی اور اپنی بیوی اور دوسرے بچوں کی اصلاح سے غافل ہیں۔ ایسے حضرات کے بچوں کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے، کیوں کہ بچے عملاً ہر وقت اپنے دینی مدرسہ وادارے کے خلاف اپنے گھر والوں کو دیکھتے ہیں اور اس سے ان کی قوتِ عمل کمزور ہوجاتی ہے جس سے دینی اُمور پر ان کو عمل دشوار ہوجاتا ہے۔ دینی مدرسے کی ہدایات اور پابندیاں بھی کارگر نہیں ہوتیں۔ اس سے زیادہ خطرناک وہ حالت ہے کہ بچوں کو ان ہدایات کے خلاف گھر پر عمل کرایا جاوے مثلاً: تھیٹر اور سینما دکھایا جاوے یا برادری کے خلافِ شرع تقریبوں میں شریک کیا جاوے یا پتنگ

بازی و آتش بازی کے لیے پیسے دیے جاویں یا گھر میں ان کی موجودگی میں باجا بجایا جاوے۔ باجا تماشا ویسے بھی جرم اور حرام ہے مگر بچوں کو سنوانا تو ان کو دینی اعتبار سے افیون و سنکھیا کھلانا ہے اس لیے ایسے حضرات کو اپنی اور اپنے گھر کی اصلاح کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جس کا طریقہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعضے حضرات اس سے زیادہ سخت کوتاہی میں مبتلا ہیں کہ خود تو ماشاء اللہ دین کی طرف متوجہ ہیں مگر بیوی بچوں سے بالکل غافل ہیں۔ خود وضع ولباسِ اسلامی سے آراستہ نظر آتے ہیں مگر ان کی بچیوں کو دیکھیے تو بلا آستین و نصف آستین کے کرتے پہنے پھرتی ہیں۔ جوتا اور لباس انگریزی وضع کے ہیں۔ پردے کی تاکید و اہتمام نہیں۔ ان کے علم میں نامحرم اعزا سے خلط ملط ہوتا ہے جس پر نکیر و انکار نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح مستورات نہایت باریک لباس پہنتی ہیں، جسم اور بال جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ مستورات شرعی پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ بچوں کو دیکھیے تو انگریزی وضع کے بال ہیں، پائجامہ وغیرہ میں بالکل اسلامی وضع کے خلاف نظر آتے ہیں۔ بعضوں کے بچے شروع ہی سے دنیوی تعلیم میں مشغول ہیں نہ نماز کا اہتمام ہے اور نہ عقیدوں کی صحت کرائی گئی ہے۔ غرض کہ کسی طرح کا ان کے بیوی بچوں میں دینداری کا پتا بھی نہیں۔ اس سے بڑھ کر بہتوں کی حالت ہے کہ داماد دنیا دار جنٹل مین آزاد قسم کا پسند کرتے ہیں۔ صرف دنیا کے مال و جاہ کی وجہ سے دیندار داماد کی تلاش و فکر ہی نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کی حالت بہت ہی افسوس کے قابل ہے۔ کیوں صاحب! جب آپ دینداری کو اپنے لیے اختیار کر چکے ہیں اور یہ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ بلا دیندار بنے فلاحِ آخرت حاصل نہیں ہو سکتی تو اس فلاح سے اپنے بیوی بچوں کو محروم رکھنا اُن کی بہی خواہی ہے یا سراسر بدخواہی؟ مگر آپ اپنے بیوی بچوں کو دیندار نہ بنائیں گے تو کون بنائے گا اور قیامت میں اُن کے بارے میں جو باز پُرس ہوگی کہ ہم نے تم کو ان پر حاکم بنایا تھا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب نگراں ہو اور سب سے اپنے اپنے

زیرِ نگرانوں کے معاملے میں باز پُرس ہوگی کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ[۳۳۳] تم نے ان کو ہمارے باغیوں کی زبان اور قوانین کی تعلیم تو دلائی اور ہمارے قوانین و احکام سے جاہل رکھا تو اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ اگر ہمارے وہ اہلِ صلاح و مبلغ بھائی جو دوسروں کے اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں اور اس کے لیے کافی وقت صَرف کرتے ہیں ان کی یا ان کے گھر کی حالت ایسی ہو تو ان کو اس کی طرف اور بھی توجہ کی ضرورت ہے، اور عقل و نقل ہر اعتبار سے اپنے توابع کی اصلاح پر زیادہ زور دیں اور زیادہ وقت صَرف کریں کیوں کہ یہ فرض ہے، اور اہلِ محلہ یا بستی والوں کی اصلاح درجۂ فرض میں نہیں بلکہ عام طور پر استحباب کا درجہ رکھتی ہے۔ گو اس کے فضائل بہت ہیں مگر فرض صورتیں شاذونادر ہی نکلتی ہیں جس کے تفصیلی مسائل "اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات" میں درج ہیں۔ مبلغین حضرات کو اس کا مطالعہ بہت نافع ہوگا۔ اسی طرح "اشرف النصائح لاصلاح القبائح" کے مطالعے سے اپنی اصلاح اور اپنے متعلّقین کی اصلاح کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوں گی اور اصلاح کا طریقہ "اشرف النظام" و "اشرف الخطاب" سے معلوم کریں۔ ہمارے بعض بھائی ایسے بھی ہیں جو اپنی اور اپنے متعلقین دونوں کی اصلاح سے غافل ہیں۔ ان کی حالت سب سے بڑھ کر خطرناک ہے کہ اصلاح کے دونوں اہم فریضوں سے غفلت ہے، اور ایسی غفلت ہے کہ اس سے ہماری اور ہمارے متعلقین کی آخرت کی تباہی اور نقصان کے علاوہ دنیا میں بھی چین و راحت کی زندگی میسّر نہیں ہوتی۔ چین و راحت کی زندگی حسبِ وعدۂ خداوندی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا اہلِ ایمان و عملِ صالح والوں کو عطا ہوتی ہے۔ ورنہ طرح طرح کے مصائب و تکالیف خواہ ان کا تعلق حکّامِ وقت سے ہو یا دوسروں سے، بطورِ سزا دنیا میں بھگتنا پڑتی ہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ گناہوں کی زیادتی کی صورت میں حاکموں کو اللہ تعالیٰ سخت بنا دیتے ہیں۔ (یہ سب رسائل مکتبہ اشرفیہ

۳۳۳؎ جامع الترمذی: ۱/۲۹۹، باب ما جاء فی الامام، ایچ ایم سعید

ہردوئی یا مجلس دعوۃ الحق ہردوئی سے طلب کیے جاسکتے ہیں۔ اشرف النصائح، اشرف النظام، اشرف الخطاب، اشرف الہدایات)

سو ان سے خلاصی کی صورت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے، جو اپنے اعمال کی اصلاح پر موقوف ہے، اور جب اللہ کی فرماں برداری زیادہ ہوتی ہے تو ان کے حاکموں کے دلوں میں شفقت و مہربانی پیدا کردی جاتی ہے۔ ایسے حضرات کو سوچنا چاہیے کہ جب ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و حاکم ہیں تو اُن کے حقوق کی ادائیگی ہمارے ذمّے ضروری ہے، اور سوچیں کہ جب حاکمِ ضلع کو ناراض کرکے ضلع میں چین و راحت کی زندگی نصیب نہیں ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے دنیا میں کیسے چین و راحت ملنا ممکن ہے؟ اگر ایسے صاحبان کو دینی عقائد ہی میں خدانخواستہ کچھ شکوک و شبہات ہوں تو سب سے پہلے ان کو دور کرنے کی فکر کریں، کسی محقّق عالم سے رجوع کریں یا "اشرف الجواب لشفاء المرتاب" کا مطالعہ کریں، اس میں ہرگز سستی نہ کریں۔ ورنہ ایسی حالت میں موت آجانا سخت خطرناک ہوگا، کیوں کہ ایسی صورت میں باغیانہ موت کا اندیشہ ہے جس کی سزا حبسِ دوام اور ابدی عذاب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سو کون عاقل ہوگا کہ ذرا سی غفلت کرکے ایسی سخت سزا کے لیے تیار ہوجائے؟ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ ایسے صاحبان کو رسالہ "علاماتِ قیامت" شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور کتاب "جامع المجدّدین" تجدیدِ تصوف و سلوک کا مطالعہ اہم و ضروری ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ جو اصلاح کا طریق مذکور ہوا ہے اس کو بار بار مطالعہ کرتے رہیں بالخصوص نمبر ۵، ۶ کو روزانہ بعد عشاء ایک دفعہ ضرور پڑھا کریں اور اس کے مضمون کو توجہ سے سوچا کریں اور کسی اللہ والے کی صحبت میں خواہ بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو، خواہ کتنی ہی قلبی اُلجھن ہو آمد و رفت شروع کریں، کیوں کہ یہی علاج ہے اس اُلجھن و گرانی کا۔ اگر ہم نے یہاں کی مشقت کو برداشت نہ کیا تو بڑی سخت مشقّت کا سامنا ہوگا۔ یعنی عذابِ قبر و عذابِ جہنم، خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی مدّت کے لیے ہو مگر اس کی برداشت نہ ہوسکے گی، اور موت بھی نہ آئے گی۔ مجدّدِ اعظم حضرت حکیم الامت مولانا

تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے مواعظ وملفوظات خاص طور سے ملاحظہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے اپنی اصلاح کی فکر ہو جائے گی جس سے بقیہ درجاتِ اصلاح بھی رفتہ رفتہ حاصل ہو جائیں گے۔ بس ہمّت وسعی کی ضرورت ہے ؎

کوشش وہمّت کیے جاہاں توکّل بر خدا
کامیابِ آخرت ہونا اگر منظور ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق بخشیں اور حُسنِ خاتمہ کی دولت سے سرفراز کریں۔ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹؁ھ

ناکارہ خادم ابرارالحق عفااللہ عنہ
ناظم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی
۸؍رمضان المبارک ۱۳۷۹؁ھ مطابق ۷؍مارچ ۱۹۶۰؁ء

تقریظ از استاذ الاساتذہ بحرالعلوم حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ العالی ناظمِ جامعہ اسلامیہ عربیہ مظاہرِ علوم سہارنپور

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا

اَمَّا بَعْدُ فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ الْاَوَّاهُ مُحَمَّدٌ اَسْعَدُ اللهِ اِنِّيْ طَالَعْتُ هٰذِهِ الرِّسَالَةَ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا حَرْفًا حَرْفًا فَوَجَدْتُّهَا نَافِعَةً نَفَعَ اللهُ بِهَا الْمُسْلِمِيْنَ وَجَزٰى مُصَنِّفَهَا۔

میں نے ’’محمد اسعد اللہ‘‘ نے اس رسالے کا مطالعہ کیا ایک مجلس میں شروع سے آخر تک پس میں نے اس کو نفع دینے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اس کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ذی القعدہ ۱۳۷۱؁ھ

مضمونِ تعزیت

از حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

دافع الغم

۱۔ اس حادثۂ فاجعہ سے جس قدر بھی حزن و غم ہو وہ کم ہے۔ اور یہ طبعی بات ہے۔ اس لیے شریعت نے حزن و غم کو ناپسندیدہ نہیں بتلایا بلکہ ایسے وقت خاص خاص تعلیمات دی ہیں کہ اس حزن و غم میں تدریجاً کمی ہو ورنہ اعمالِ دینیہ و دنیویہ میں شدتِ غم اور ازدیادِ حزن سے خلل رونما ہوگا جو مقصدِ زندگی کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رونے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ رونا آنے پر جی بھر کے رونے کی اجازت ہے، البتہ آواز سے رونا چوں کہ اختیاری ہے اس لیے اس کو روکا گیا ہے، نیز اس سے دوسروں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اگر آواز بھی بے اختیار نکلے تو اس کی بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ جی بھر کے رونے کو دخل ہے غم کی تخفیف میں لہٰذا آنسو بہانے اور رونے کو روکنا مناسب بھی نہیں ہے ورنہ بہ تکلّف ضبط کرنے سے دوسرے قسم کے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

۲۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ جو دنیا میں آیا ہے اس کو جانا ہے اور اس کا ایک وقت مقرر ہے جو بھیجنے والے نے مقرر کیا ہے، اور اس کا صحیح علم کسی کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ جن کو بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی وہ بھی وقتِ مقرر پر ایک دم روانہ ہو جاتے ہیں جس کو آج کل حرکتِ قلب بند ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم

سانس ہے اک رہرو ملکِ عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

۳۔ جب موت یقینی ہے تو ہر دو تعلق رشتہ والوں میں سے کسی نہ کسی ایک کو دوسرے کا صدمۂ جدائی برداشت کرنا لابُدی ہے۔ شوہر کی موت سے بیوی کو، والد کی موت سے لڑکے کو اور بھائی بہن کی موت سے بہن بھائی کو، اسی طرح اس کا عکس کرلیا جاوے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی کو اختیار دے دیا جاتا موت کا تو کوئی کبھی اس نوع کے صدمے کے لیے تیار نہ ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاملہ اپنے ہی قبضے میں رکھا **یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ**۔

۴۔ اس صدمۂ جدائی کا تحمل واقعی دشوارتر ہوجاتا اگر کچھ تعلیمات وہدایات نہ ہوتیں۔ چناں چہ کچھ تو علاج الغم والحزن میں مذکور ہیں ان کو بھی پڑھ لیجیے، کچھ اس عریضے میں معروض ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک دیہات کے رہنے والے بزرگ جو زیادہ علم والے نہیں تھے ان کی تعزیت کا خلاصہ عرض ہے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ان کے والد کی وفات پر پیش کی تھی، وہ یہ ہے:

وَخَیۡرٌ مِّنَ الۡعَبَّاسِ اَجۡرُكَ بَعۡدَهٗ
وَاللّٰهُ خَیۡرٌ مِّنۡكَ لِلۡعَبَّاسِ

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر صبر کرنے پر آپ کو اجر ملے گا۔ غور کیجیے اجر یعنی خوشنودیٔ باری تعالیٰ زیادہ بہتر ہے یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے پاس رہنا؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بہتر ہے۔ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس یہاں سے رخصت ہوکر عالمِ آخرت میں پہنچے جن پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام واکرام ہورہے ہیں اب آپ بتلائیے کہ آپ حضرت عباس کے لیے زیادہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات؟ جواب ظاہر ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے انعامات۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کی وفات اور موت پر ایک دوسرے سے جدائی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو بہتر چیز ملتی ہے۔ پھر تو موت طرفین کے لیے نافع ہی ہوئی کہ ہر ایک کو بہتر چیز ملی۔

۵۔ ایک بات یہ بھی سوچنے کی ہے کہ موت سے علیحدگی وجدائی عارضی ہے، جیسے کسی کا تبادلہ پاکستان ہو جائے اور وہ کسی عذر سے نہ آسکے تو پاکستان جاکر اس سے ملاقات ہوسکتی ہے، اس خیال سے زیادہ حزن و ملال نہیں ہوتا۔ بس یہی حالت موت کی ہے۔ مرنے والا یہاں نہیں آتا، یہاں والے وہاں پہنچ کر ملاقات کرتے ہیں، جیسا کہ احادیثِ پاک میں تفصیل سے اس کا بیان ہے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ میں کہ ہم سب اللہ کے بندے و غلام ہیں (مالک کو حق ہے انتظام و تبادلے کا، تبادلے سے اگر غم ہو تو یہ سوچو کہ) ہم سب وہیں جانے والے ہیں جہاں تبادلہ ہمارے عزیز و دوست کا ہوا ہے۔

والسلام
ناکارہ ابرار الحق
۱۷ر شعبان المکرّم ۱۳۹۹ھ

❖❖❖❖

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاً
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

سکون دل در مجلس اہل دل

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کسے غم و جان و دل سناؤں کسے میں زخم جگر دکھاؤں

یہ دنیا والے تو بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں بناؤں

یہ بُت جو محتاج ہیں سراپا غلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

یہ مانا ہم نے چمن میں خوش رنگ گل سے بلبل ہے مست و شیدا
مگر نشیمن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اخترؔ سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پر
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْھَکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَۃِ وَھِیَ مَادُوْنَ الْقَبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونا چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔
یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا **يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ** اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔
پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

اصلاح کا آسان نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو:

”اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرالوں گا۔“

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا انتظام ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ ارشد محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی اوصاف سے نوازا تھا، حضرت نے اپنی ساری عمر اشاعتِ دین، اصلاحِ اُمت اور احیاء السنۃ کے لیے وقف کردی تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے متعدد مدارسِ دینیہ قائم فرمائے جو نمایاں ترقی حاصل کررہے ہیں۔ آپ نے اپنے مُرشد کے طریقے پر اخلاق و معاملات کی اصلاح اور تربیت و تزکیہ، تعلیم و تدریس کی خدمات بھی پورے انہماک کے ساتھ انجام دیں۔

سفرِ پاکستان کے موقع پر دار العلوم کراچی، مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن اور دیگر دینی اداروں میں علماء اور طلباء اور عوام کے سامنے محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے بصیرت افروز بیان اور دیگر مجالس ومحافل میں ارشاد فرمودہ ملفوظات کو آپ کے اجل خلیفہ عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احتیاط، دلچسپی و دلجمعی کے ساتھ نوٹ فرمایا اور اس مجموعہ کو "مجالسِ ابرار" کے نام سے شائع فرمایا تاکہ ان غائبین تک بھی یہ اصلاحی باتیں پہنچ کر مفید ثابت ہوں جو اِن مجالس میں حاضر نہ تھے۔